فتاویٰ و تنبیہات و نصائح

مقالات و فتاویٰ

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ

ترجمہ
محمد خالد سیف
اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد

دارالسلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

پہلا ایڈیشن مئی 1998 بمطابق محرم 1419 ہجری

فتاویٰ وتنبیہات ونصائح

مقالات وفتاویٰ

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ

ترجمہ
محمد خالد سیف
اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد

نظر ثانی
محمد عبدالجبار
فاضل دار الحدیث محمدیہ جلالپور پیروالا

دار السلام پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
الریاض
لاہور

فہرست

عرض ناشر

کتاب و سنت کا عالم اور احکام شریعت کو جاننے والا جب کسی پیش آمدہ مسئلہ میں شریعت کی روشنی میں کسی مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے تو اسے فتویٰ کہتے ہیں- گویا مشکل دینی احکام کے بارے میں دیئے جانے والے جواب کو فتویٰ اور جواب دینے والے کو مفتی کہتے ہیں-

اسلام میں افتاء کی اہمیت اظہر من الشمس ہے- کسی کام کی اہمیت کا اندازہ اس منصب پر مقرر کئے جانے والے کی شخصیت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے- امام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تبلیغ و افتاء کے منصب پر سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود کو فائز کیا- ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي ٱلنِّسَآءِ ۖ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ﴾ (٤ : ١٢٧)

اے پیغمبر لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے-

پھر انسانوں میں اس نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علی وسلم کو اس منصب پر فائز کیا اور فرمایا :

﴿ ۞ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ ٱلْأَهِلَّةِ ۖ قُلْ هِىَ مَوَٰقِيتُ لِلنَّاسِ وَٱلْحَجِّ ﴾ (٢ : ١٨٩)

لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں (کی عبادت) کے وقتوں اور حج کے موسم کے لئے ہے-

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اس منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور وحی الٰہی کی روشنی میں فتویٰ دیا کرتے تھے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتویٰ جامع احکام تھے اور وجوب اتباع میں آپ کے فیصلہ سے روگردانی کی کوئی گنجائش نہیں تھی- اس فتویٰ پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت فرمائی :

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ (٤ : ٨٠)

جس نے رسول کی فرماں برداری کی تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی-

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفتی اعظم کا درجہ اس طرح عطا فرمایا کہ آپ کا فیصلہ آجانے کے بعد کسی حیل و حجت اور قیل و قال کی گنجائش باقی نہیں رکھی بلکہ فرمایا کہ اس کے بعد اگر کوئی دل میں ملال بھی لائے گا تو وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا-

فتویٰ کی اسی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کے بغیر فتویٰ دینے سے منع فرمایا ہے- مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

«مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِي جَهَنَّمَ وَمَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ. . .»

جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے کہی نہ ہو تو وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے اور جس شخص کو علم کے بغیر کوئی فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے کو ہوگا-

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام اس منصب پر فائز ہوئے- افتاء کی تاریخ میں تقریباً ایک سو تیس صحابہ کرام کے نام

نظر آتے ہیں- قرآن وحدیث کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے فتویٰ صرف اسی شخص کو دینا چاہیئے جس میں فتویٰ دینے کی مکمل اہلیت ہو-

دارالسلام اپنے سلف کی پیروی میں فتاویٰ کی اشاعت کے سلسلے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے متعین نصب العین پر کاربند ہے اور صرف سلف صالحین کے فتاویٰ شائع کرنے کا اہتمام کرتا ہے- ادارہ اب تک عصر حاضر کے امام مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے فتاویٰ پر مشتمل ایک جلد اردو قارئین کی خدمت میں پیش کر چکا ہے-- جس کے گزشتہ چار سالوں میں متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ہیں اور الحمد للہ قارئین سماحۃ الشیخ کے فتاویٰ اور دارالسلام کی اشاعت سے مطمئن نظر آتے ہیں- اس کا سبب سماحۃ الشیخ کا ناصحانہ اسلوب' قرآن وسنت سے استدلال' زہد و تقویٰ' دل سوزی اور خیر خواہی کا اظہار' شفقت و محبت اور اپنے فرض کو ادا کرتے ہوئے جواب دہی کا احساس وہ نمایاں خوبیاں تھیں' جنہوں نے قارئین کو مطمئن کیا-

اسی عرصہ میں عصر حاضر کی عظیم علمی' دعوتی اور اسلامی شخصیت مفتی اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی دوسری عظیم کتاب" مجموعہ فتاویٰ ومقالات و تنبیہات ونصائح " مرتب ہوئی- جس میں عقائد' عبادات' معاملات پر شیخ کے دقیق مضامین کے علاوہ عصر حاضر سے متعلق مسائل کے بارے میں فتاویٰ ہیں- سماحۃ الشیخ کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے- شیخ کا کتاب وسنت سے براہ راست استنباط کا عمدہ اسلوب ہی راست بازی اور اعتدال پسندی کی ضمانت ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جو امام کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا اور یہی عقیدہ دنیا وآخرت کی کامیابی کا ضامن ہے-

اس عظیم کتاب کو اردو قارئین تک پہنچانے کے لئے دارالسلام نے عربی کے معروف سکالر اور اسلامی نظریاتی کونسل میں ریسرچ آفیسر مولانا محمد خالد سیف صاحب کی خدمات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا- چنانچہ اسلام آباد کا قصد کیا اور اس عظیم علمی خدمت کو اردو قالب میں ڈھالنے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے نہایت اخلاص کے ساتھ اس کام کو سرانجام دینے کا وعدہ کیا- الحمد للہ وہ ادارہ کی توقعات پر پورے اترے- انہوں نے جس خلوص دل' جانفشانی اور اردو ادب کے اصل معیار کو قائم رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے' ان شاء اللہ قارئین اس سے مطمئن ہوں گے- اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے- میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نہایت محبت سے اس فریضہ کو سرانجام دیا- دارالسلام بھی اتنے ہی اہتمام کے ساتھ اس کتاب کو شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے-

میں مولانا محمد عبدالجبار صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے کتاب کی نظر ثانی کا فریضہ خوش اسلوبی سے سرانجام دیا- میں اپنے رفقاء کار کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جس کی پرخلوص محنت اور لگن نے اس عظیم کام کو پائیہ تکمیل تک پہنچایا- قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی خامی کوتاہی محسوس کریں تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں- اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری خامیوں' کوتاہیوں سے صرف نظر فرمائے اور اس کاوش کو وسیلہ آخرت بنائے اور دنیا میں بھی اجر سے محروم نہ رکھے- آمین

خادم قرآن سنت
عبدالمالک مجاہد
مدیر دارالسلام
ریاض- سعودی عرب

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ أَمَّا بَعْدُ:

"فتاویٰ و تنبیہات و نصائح" ایک عظیم کتاب ہے' جو عصر حاضر کی ایک عظیم ترین علمی و روحانی اور عبقری شخصیت سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ کے ان مقالات و فتاویٰ کا مجموعہ ہے' جو عقائد سے لے کر عبادات و معاملات تک کے بہت سے امور و معاملات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس کتاب میں بھی سماحۃ الشیخ نے اپنے مخصوص اسلوب کے مطابق ہر مضمون کو خواہ وہ فتویٰ کی صورت میں ہو یا تنبیہہ کی شکل میں نصیحت کے انداز میں' کتاب و سنت کے دلائل سے مدلل اور حکمت و دانش سے مزین انداز میں مرتب فرمایا ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری کو حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی صحیح صحیح تفسیر سمجھ میں آ جاتی ہے کہ:

﴿ ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ۖ وَجَـٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ ﴾ (النحل١٦/ ١٢٥)

"لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دعوت دو اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے مباحثہ کرو' جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں' ان سے بھی خوب واقف ہے۔"

یہ کتاب حکمت اور عمدہ نصیحت کا ایک حسین شاہکار ہے' سماحۃ الشیخ نے ایک ایک سطر کو قارئین کی ذہنیت اور حالات کو سمجھ کر اور موقع و محل کی مناسبت سے اس طرح سپرد قلم کیا ہے کہ پہلے مرض کی تشخیص کی اور پھر کتاب و سنت اور ائمہ سلف کے ارشادات کی روشنی میں اس طرح علاج تجویز کیا ہے کہ قارئین کو صرف دلائل ہی سے مطمئن کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کے جذبات کو بھی اپیل کی ہے' ہر فتویٰ پر نصیحت اور تنبیہہ سے اس طرح دل سوزی اور خیرخواہی کا اظہار ہو رہا ہے کہ ہر قاری یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ ناصح کے دل میں ایک تڑپ موجود ہے' وہ حقیقت میں اس کی بھلائی چاہتا ہے' وہ ایک امانت کو ادا کر رہا ہے' ایک فرض سے عہدہ برآ ہو رہا ہے' ایک طرف کتاب و سنت کے دلائل کی قوت اور دوسری طرف محبت و شفقت اور ہمدردی و خیرخواہی سے لبریز اسلوب نگارش بے ساختہ قاری کے دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔

عقائد سے متعلق مباحث پر قلم اٹھانے والے اکثر مصنفین افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں' کچھ لوگ تو اس قدر انتہاپسندی کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہر چھوٹی بڑی بات کو شرک قرار دے دیتے ہیں اور کچھ اس قدر تساہل سے کام لیتے ہیں کہ حقیقی شرک سے بھی صرف نظر کر لیتے ہیں لیکن شیخ ابن باز نے ہر چھوٹی بڑی بات کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھا اور اسے اس کے صحیح مقام پر رکھا ہے جس کی وجہ سے توحید و شرک جیسے اہم اور نازک موضوع پر بھی ان کا اسلوب' اعتدال کی ایک حسین مثال ہے۔

آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے مستنبط عقیدہ ہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے اور اسے سمجھنا اور

سکھانا ایک بے حد افضل عمل ہے' شیخ جس عقیدہ پر ایمان رکھتے اور جس کی دعوت دیتے ہیں' یہ وہی عقیدہ ہے جو امام کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا تھا اور جس کے بارے میں قرآن مجید یہ شہادت دیتا ہے کہ "ہر نبی نے اپنی امت کو اسی عقیدہ کی دعوت دی تھی۔ اس عقیدہ سے انحراف ہر عمل کو رائیگاں کر دیتا اور انسان کو نور ہدایت سے محروم کر دیتا ہے۔"

عقائد کے باب میں صفات باری تعالیٰ کا مسئلہ ہمیشہ سے معرکتہ الآراء چلا آرہا ہے' چنانچہ اس مسئلہ میں بھی حضرات صحابہ کرامؓ اور ائمہ سلف کی طرح شیخ ابن باز کا عقیدہ یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ پر' کسی تاویل یا تعطیل کے تکلف کے بغیر اسی طرح ایمان لایا جائے جس طرح یہ کتاب و سنت میں وارد ہیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشوری ۴۲/ ۱۱)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

سمع' بصر اور دیگر وہ تمام صفات علیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کیلئے قرآن مجید میں یا اس کے محبوب پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی صحیح سنت میں ذکر فرمایا ہے' ان کے اثبات پر ایمان لانا فرض ہے' جس طرح مخلوق کے ساتھ اس کی کسی بھی قسم کی مشابہت کی نفی کرنا بھی فرض ہے یعنی بلاشبہ وہ سمیع تو ہے لیکن اس کی سماعت مخلوق کی سماعت کے مشابہہ نہیں' وہ بصیر تو ہے لیکن اس کی بصارت مخلوق کی بصارت کے مشابہہ نہیں بلکہ اس کی سماعت و بصارت اور دیگر تمام صفات حمیدہ اسی طرح ہیں جس طرح اس کی ذات اقدس کے شایان شان ہیں' وہ اپنی صفات اور اپنے کمالات میں بھی اسی طرح منفرد ہے' جس طرح وہ اپنی وحدانیت میں یکتا اور یگانہ ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ شیخ ابن باز علوم تفسیر و حدیث و فقہ کا ایک بحر زخار ہیں' آپ اہل علم پر بھی زور دیتے ہیں کہ وہ ان علوم میں مہارت حاصل کریں اور تمام امور و معاملات اور تنازعات میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کریں تاکہ انہیں یہ انبساط و انشراح قلب و صدر حاصل ہو کہ وہ دین کو قیل و قال اور آراء الرجال کے بجائے' اس کے اصل اور حقیقی سرچشموں سے حاصل کر رہے ہیں۔

بے حد اختصار کے ساتھ کتاب کے مندرجات اور فاضل مصنف کے افکار اور اسلوب نگارش کی ادنیٰ سی جھلک پیش کی ہے۔ امید ہے اس کتاب کے مطالعہ سے قارئین کرام کے دلوں کی دنیا میں کتاب و سنت کے انوار سے کرن کرن اجالا ہو جائے گا۔

اس کتاب کی طباعت سے جہاں دارالسلام کی مطبوعات میں ان شاء اللہ تعالیٰ ایک وقیع اور مفید اضافہ ہو گا' وہاں میں برادر مکرم فضیلۃ الشیخ عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس کتاب کے اردو ترجمہ کی سعادت کا موقعہ فراہم کیا اور پھر اسے اس قدر سلقیہ کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا اہتمام فرمایا جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ»

محمد خالد سیف

۱۲/ ۱۱/ ۱۴۱۸ - ۱۲/ ۳/ ۱۹۹۸

اسلام آباد

مقدمہ

اسلام میں افتاء کی اہمیت

لغوی معنی:

اسلام میں افتاء کی اہمیت پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افتاء کے لغوی و شرعی معنی بیان کر دیئے جائیں :اَلْفَتَاوٰی یا اَلْفَتَاوِیْ کا واحد فَتْوٰی ہے۔ اس کا واحد فُتْوٰی اور فُتْیَا بھی آتا ہے فتویٰ سے مراد ہے مَا اَفْتٰی بِهِ الْفَقِیْهُ یعنی فتویٰ وہ ہے جو کسی فقیہ کی جانب سے دیا جائے گویا یہ اَفْتَی الْعَالِمُ اِذَا بَیَّنَ الْحُکْمَ "حکم شریعت کے بیان کو فتویٰ کہتے ہیں۔" سے اسم مشتق [1] ہے۔ یہ خالص عربی لفظ ہے جو بعض علماء لغت کے نزدیک اَلْفُتُوَّۃُ سے ماخوذ ہے اور جس کے معنی ہیں کرم' سخاوت' مروت اور زور آوری۔ فتویٰ کو بھی فتویٰ اسی لئے کہتے ہیں کہ فتویٰ دینے والا مفتی اپنی فتوت یعنی سخاوت و مروت اور عالمانہ قوت سے کام لیتے ہوئے کسی دینی مسئلہ کا حل پیش کرتا ہے۔ [2] علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ :

«اَلْفُتْیَاَ وَالْفَتْوٰی : اَلْجَوَابُ عَمَّا یُشْکَلُ مِنَ الأَحْکَامِ وَیُقَالُ اسْتَفْتَیْتَ فَأَفْتَاكَ»

"فتویٰ اور فتیا مشکل احکام کے بارے میں دیئے جانے والے جواب کو کہتے ہیں' چنانچہ کہا جاتا ہے کہ تو نے اس سے فتویٰ دریافت کیا تو اس نے تجھے فتویٰ دیا۔" [3]

ابن الاثیر نے اس کے معنی کسی مسئلے کے بارے میں رخصت یا جواز پیش کرنے کے بتائے ہیں۔ [4] بعض کے نزدیک فتویٰ دراصل اَلْفَتٰی
سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں اَلثَّابِتُ الْقَوِیُّ چونکہ کسی حادثہ یا واقعہ کے جواب میں پیش کئے جانے والے دینی مسائل کو مفتی اپنے دلائل سے قوت اور ثبوت مہیا کرتا ہے' اس لئے فتویٰ گویا اپنے دلائل سے قوت اور ثبوت مہیا کرتا ہے' اس لئے فتویٰ گویا مدلل ثبوت والا جواب ہوا۔ [5]

قرآن مجید میں بھی اس لفظ کے بہت سے مشتقات استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي ٱلنِّسَآءِ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ (النساء٤/ ١٢٧)

"(اے پیغمبر) لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔" [6]

﴿ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي ٱلْكَلَٰلَةِ﴾ (النساء٤/ ١٧٦)

"(اے پیغمبر) لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں یہ فتویٰ دیتا ہے۔" [7]

﴿أَفْتُونِي فِي رُءْيَٰىَ﴾ (یوسف١٢/ ٤٣)

"تم مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔" [8]

---

(۱) لسان العرب و تاج العروس' مادہ الفتی۔ (۲) کشف الظنون ص ۱۲۱۸۔ (۳) مفردات القرآن : ۳:۲۰۷۔ (۴) النہایہ فی غریب الحدیث ۳:۱۹۹۔
(۵) کشف الظنون ص:۱۲۱۸' دستور العلماء ۳:۱۳' کتاب التعریفات ص:۱۷۱ (۶) النساء:۱۲۷۔ (۷) النساء:۱۷۶۔ (۸) یوسف:۴۳۔

﴿ فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَم مَّنْ خَلَقْنَآ ﴾ (الصافات٣٧/ ١١)

"ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی مخلوق ہم نے بنائی ہے ان کا؟"(١)

یہ چند آیات کریمہ بطور مثال ذکر کی ہیں' ان کے علاوہ اس لفظ کے اور بھی بہت سے مشتقات قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔(٢)

اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے' چنانچہ ایک مشہور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ:

«اَلْإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ»

"گناہ وہ ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے خواہ لوگ تمہیں اس کے جواز کا فتویٰ دیں۔"(٣)

صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ یہ ہیں:

«اَلإِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ»

"گناہ وہ ہے جو تمہارے جی میں کھٹکے اور تم اس بات کو ناپسند کرو کہ لوگوں کو اس کی اطلاع ہو۔"(٤)

مسند احمد کی ایک روایت میں الفاظ اس طرح آئے ہیں کہ:

«اَلإِثْمُ مَا حَاكَ فِي الْقَلْبِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ»

"گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور سینے میں اس کے بارے میں تردد پیدا ہو خواہ لوگ تمہیں اس کے جواز اور رخصت کا فتویٰ دیں۔"(٥)

شرعی معنی:

علماء فقہ و اصول کے اقوال کے مطابق فتویٰ کے شرعی معنی ادلہ شرعیہ کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم کو بیان کرنا ہے' چنانچہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ:

«اَلْمُفْتِيْ قَائِمٌ فِي الأُمَّةِ مَقَامَ النَّبِيِّ ﷺ لأَنَّ الْعُلْمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ»

"مفتی' امت میں نبی ﷺ کے قائم مقام ہے کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام نے انہیں دینار یا درہم کا وارث نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا ہے۔"(٦)

مفتی تبلیغ احکام میں بھی نبی اکرم ﷺ کا نائب ہے جیسا کہ درج ذیل احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے:

«آلاَ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ»

"تم میں سے جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں تک بھی یہ احکام پہنچا دیں جو موجود نہیں ہیں۔"(٧)

«بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً»

"میری طرف سے آگے پہنچاؤ خواہ وہ ایک آیت ہی ہو۔"(٨)

«تَسْمَعُوْنَ وَيُسْمَعُ مِنْكُمْ وَيُسْمَعُ مِمَّنْ يَسْمَعُ مِنْكُمْ»

"تم میری احادیث کو سنتے ہو' تم سے بھی انہیں سنا جائے گا اور ان سے بھی جنہوں نے تم سے سنا ہو گا۔"(٩)

---

(١) الصافات:١١۔ (٢) المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم ص:٥١٢۔ (٣) مسند احمد (٤) صحیح مسلم' مع شرح النووی' تفسیر البر والاثم ج:١٦' ص:١١١' دار الکتاب العربی بیروت ١٩٨٧ء (٥) مسند احمد (٦) الموافقات ج:٤' ص:٢٤٤۔ (٧) صحیح البخاری' کتاب العلم باب:٩' حدیث:٦٧' ص:١٩' مکتبہ دار السلام۔ (٨) صحیح البخاری' مسند احمد' سنن ترمذی۔ (٩) احمد' ابوداؤد' حاکم بروایت ابن عباس۔

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ مفتی گویا رسول اللہ ﷺ کے نائب اور قائم مقام کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔

افتاء نویسی کی اہمیت:

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ "افتاء ایک عظیم الشان، جلیل القدر اور بہت ہی شرف و فضل کا حامل عمل ہے کیونکہ مفتی درحقیقت وارث انبیاء ہے اور فرض کفایہ کو سرانجام دیتا ہے لیکن یہ الگ بات کہ اس سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔"[1]

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ "فاسق مفتی نہیں بن سکتا کیونکہ فتویٰ امور دین میں سے ہے اور امور دین کے بارے میں فاسق کا قول ناقابل قبول ہے۔"[2] اسی طرح علامہ قرافی نے بھی لکھا ہے کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "کسی عالم کو اس وقت تک فتویٰ نہیں دینا چاہیئے جب تک لوگ اسے اور وہ خود بھی اپنے آپ کو فتویٰ کا اہل نہ سمجھے۔" امام مالکؒ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کی علماء کے نزدیک اہمیت ظاہر اور ثابت نہ ہو وہ منصب افتاء کا اپنے آپ کو اہل نہ سمجھے، چنانچہ مختلف مکاتب فکر کی کتب فقہ میں اس مفہوم کی بہت سی عبارتیں موجود ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ فتویٰ دینے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں۔ سلف صالح بھی اس سلسلے میں بے حد محتاط تھے، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "سلف صالح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ فتویٰ میں جلد بازی کو ناپسند فرماتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی تھی کاش اس کے بجائے کوئی دوسرا شخص فتویٰ دے دے، لیکن ان میں سے جب کوئی یہ محسوس فرماتا کہ اب اس کے لئے فتویٰ دینا فرض ہے تو وہ کتاب و سنت یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے قول کی روشنی میں اس کے حکم کو معلوم کرنے کے لئے پورے پورے اجتہاد سے کام لے کر فتویٰ دیتا۔"[3]

> حضرت عبداللہ بن مبارک نے عبدالرحمٰن بن ابی یعلیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے کہ:
>
> "میں نے--- مسجد نبوی میں--- ایک سو بیس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دیدار کا شرف حاصل کیا اور دیکھا کہ ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے محدث کی یہ خواہش ہوتی تھی کاش اس کے بجائے اس کا کوئی دوسرا بھائی حدیث بیان کرے اور ان میں سے جو مفتی ہوتا تو اس کی یہ خواہش ہوتی کاش اس کا کوئی دوسرا بھائی افتاء کے فرض سے عہدہ برا ہو۔"[4]

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ابن ابی یعلیٰ کا یہ قول بیان فرمایا ہے، بہرآئینہ اس سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ سلف صالح فتویٰ دینے میں کس قدر محتاط تھے لیکن اس پر بھی تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ طلبہ کو تعلیم دینا اور استفتاء کرنے والوں کو فتویٰ دینا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی مسئلہ یا واقعہ کے پیش آنے کے وقت صرف ایک ہی ایسا شخص ہو جو اس کا جواب دے سکتا ہو تو پھر اس کے لئے جواب دینا فرض عین ہے اور اگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور شخص بھی اس کا اہل ہو تو پھر یہ دونوں کے لئے فرض کفایہ ہو گا۔"[5]

نبی ﷺ بحیثیت مفتی اعظم:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تبلیغ و افتاء کے منصب پر جنہیں سب سے پہلے فائز ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ خود سیدالمرسلین، امام المتقین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہیں۔ آپ وحی الٰہی کی روشنی میں فتویٰ دیا کرتے

---

(۱) المجموع شرح المهذب ص:۴۰، طبع ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۴ھ۔ (۲) ردالمحتار حاشیۃ الدرالمختار ج:۴، ص:۲۱۸۔ (۳) الفروق ج:۲، ص:۱۱۰۔ (۴) اعلام الموقعین ج:۱ ص:۶۴، مکتبہ ابن تیمیہ القاہرہ۔ (۵) فقہاء کرام کے اقوال کے لئے ملاحظہ فرمایئے المجموع شرح المهذب ج:۱، ص:۴۵، البحرالرائق ج:۶ ص:۲۹۰، الفروق ج:۴، ص:۸۹، منتہی الارادات ج:۴ ص:۲۵۷۔

تھے اور اللہ احکم الحاکمین کے اس ارشاد پر عمل پیرا تھے کہ:

﴿ قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُتَكَلِّفِينَ ﴾ (صٓ ۳۸/ ۸۶)

"(اے پیغمبر) کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں۔"[۱]

آپ کے فتاویٰ جامع احکام اور فصل خطاب پر مشتمل تھے اور وجوب اتباع میں ثانی کتاب تھے کہ کسی مسلمان کیلئے ان سے روگردانی کی کوئی گنجائش نہیں ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن تَنَـٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام (نتیجہ) بھی اچھا ہے۔"[۲]

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جہاں تمام تنازعات اور معاملات میں اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے' وہاں یہ ادب بھی سکھایا ہے کہ وہ بے فائدہ سوال پوچھنے سے اجتناب کریں اور ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کریں کہ اگر ان کی حقیقتیں واضح کر دی جائیں تو بری لگیں' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾ (المائدة٥/ ١٠١)

"مومنو! ایسی چیزوں کے متعلق مت سوال کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی (اب تو) اللہ نے ایسی باتوں (کے پوچھنے) سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔"[۳]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: «ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَثْرَةُ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلاَفُهُمْ عَلَى أَنْبِيَآئِهِمْ»

"جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں تم بھی مجھے چھوڑ دو کہ تم سے پہلے لوگوں کو سوالات کی کثرت اور انبیاء کرام سے اختلاف نے تباہ و برباد کر دیا تھا۔"[۴]

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَعَالَى فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلاَ تَعْتَدُوْهَا وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَآءَ رَحْمَةً بِكُمْ غَيْرَ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْتَئِلُوْا عَنْهَا»

"بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں' تم انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود مقرر فرمائے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ اشیاء کو حرام قرار دیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور کچھ اشیاء سے اس نے سکوت فرمایا ہے اور یہ بھولنے کی وجہ سے نہیں بلکہ تم پر رحمت کے پیش نظر ہے' لہٰذا ان کے بارے میں سوال نہ کرو۔"[۵]

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

«أَعْظَمُ الْمُسْلِمِيْنَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِمَ مِنْ أَجْلِ مَسْئَالَتِهِ»

"مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے اسے حرام قرار دے دیا گیا۔"[۶]

---

(۱) ص:۸۶۔ (۲) النساء:۵۹ (۳) المائدہ:۱۰۱۔ (۴) مسند امام احمد بن حنبل ج:۲ ص:۳۱۳۔ (۵) رزین بحوالہ جمع الفوائد ج:۱' ص:۴۱' حدیث:۲۷۶' المکتب الاسلامیہ' بیروت۔ (۶) مسند امام احمد بن حنبل ج:۱' ص:۱۷۹۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر سختی سے عمل کیا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف وہی سوالات پوچھے جو ناگزیر تھے اور جن کے پوچھنے کی انہیں واقعی ضرورت تھی' چنانچہ قرآن و سنت کے صفحات شاہد ہیں کہ انہوں نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اصحاب کی طرح نہ تو بے معنی سوالات پوچھے اور نہ کسی کٹ حجتی سے کام لیا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل کے انتہائی پاکباز تھے' علم کے اعتبار سے بے حد گہرے' تکلف میں سب سے کم' بیان کے اعتبار سے سب سے حسین' ایمان میں سب سے پکے' بات کے سب سے سچے اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تقرب الٰہی کے سب سے اونچے مقام پر فائز تھے۔ یہی لشکر ایمان' عسکر قرآن اور عباد الرحمٰن تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بعد افتاء کے بلند منصب پر فائز ہوئے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور افتاء: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض سے تو کثرت سے فتاویٰ منقول ہیں اور بعض کے فتاویٰ کی تعداد انتہائی قلیل ہے جب کہ ان میں سے بعض کے فتاویٰ کی تعداد کثرت و قلت کے درمیان ہے' بہرحال ان صحابہ کرام کی تعداد ایک سو تیس سے بھی کچھ زیادہ ہے جن کے فتاویٰ محفوظ ہیں۔ جن حضرات سے بکثرت فتاویٰ منقول ہیں' ان میں حضرت عمر فاروق' حضرت علی مرتضیٰ' عبداللہ بن مسعود' ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ' زید بن ثابت' عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاوی کو اگر جمع کیا جائے تو ان سے ایک بہت ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے' چنانچہ ایک بہت بڑے امام و محدث ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب نے امیرالمؤمنین مامون کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فتاوی کو مرتب کیا تو وہ بیس کتابوں پر مشتمل تھے۔ امام ابو محمد بن حزم اور حافظ ابن قیمؒ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باقاعدہ فہرست مرتب فرمائی ہے جو منصب افتاء پر فائز تھے نیز انہوں نے یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ فتویٰ نویسی میں کثرت' قلت یا توسط کے کس درجہ پر فائز تھے'[1] بلکہ امام ابن حزم نے تو ان تابعین' تبع تابعین اور آئمہ دین رحمہم اللہ کی ایک مفصل فہرست بھی مرتب فرما دی ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' بصرہ' کوفہ' شام' مصر اور دیگر علاقوں میں منصب افتاء پر فائز تھے۔[2]

فتویٰ کون دے سکتا ہے؟

دین کا معاملہ چونکہ بے حد اہمیت کا حامل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے علم کے بغیر دین کے بارے میں بات کرنے کو حرام قرار دیا ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنٗا وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ﴾ (الأعراف ۷/ ۳۳)

"کہہ دو کہ میرے رب نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔"[3]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے محرمات کو چار مراتب میں تقسیم فرمایا ہے اور ان میں سے سب سے پہلے کم درجہ کی محرمات کو ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں ظاہر و پوشیدہ بے حیائی کی باتیں' اور ان کے بعد انہیں ذکر کیا ہے جن کی حرمت ان سے شدید

(۱) جوامع السیرۃ' امام ابن حزم ص:۳۱۹-۳۳۵۔ ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ ضلع گوجرانوالہ' اعلام الموقعین' امام ابن قیم ج:۱' ص:۳۹-۴۲۔ (۲) ملاحظہ فرمائیے الرسالۃ الثالثۃ' اصحاب الفتیا من الصحابۃ ومن بعدھم علی مراتبھم فی کثرۃ الفتیا' یہ رسالہ جوامع السیرۃ میں (۳۱۹-۳۳۵) شامل ہے۔ (۳) الاعراف:۳۳

ہے' اور وہ ہیں گناہ اور ناحق زیادتی کرنا اور پھر اسے ذکر کیا ہے جس کی حرمت ان سے بھی شدید ہے' اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ شرک کرنا اور آخر میں اسے ذکر کیا ہے جس کی حرمت ان سب سے شدید تھی اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر بات کہنا خواہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اسماء' صفات اور افعال کے بارے میں کہی جائے یا اس کے دین و شریعت کے بارے میں' اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ ٱلْكَذِبَ هَـٰذَا حَلَـٰلٌ وَهَـٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١١٦﴾ مَتَـٰعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النحل ١٦/ ١١٦-١١٧)

"اور یونہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آ جائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہیں ہو گا (جھوٹ کا) فائدہ تو تھوڑا سا ہے مگر (اس کے بدلے) ان کو عذاب الیم (بہت) ہو گا۔"[1]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور افعال و احکام کے بارے میں علم کے بغیر بات کرنا حرام ہے۔ مفتی چونکہ اللہ تعالیٰ یا اس کے دین کے بارے میں بات بتاتا ہے لہذا اگر اس کی بات شریعت کے مطابق نہ ہو تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر بات کی ہے۔

ہاں البتہ اگر اس نے اجتہاد سے کام لیا ہو اور حق بات معلوم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہو اور اس کے باوجود اس سے غلطی ہو گئی ہو تو پھر وہ اس وعید کا مصداق نہیں ہو گا' اس کی خطا معاف ہو گی بلکہ اجتہاد کرنے کی وجہ سے اسے اجروثواب بھی ملے گا لیکن اسے یہ احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ جو بات وہ اپنے اجتہاد کی بنیاد پر کہہ رہا ہو اور اس کے بارے میں اسے کتاب و سنت سے کوئی نص نہ ملی ہو تو اس کے بارے میں اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کرے کہ:

- اللہ نے یہ حلال قرار دیا ہے
- اللہ تعالیٰ نے یہ حرام قرار دیا ہے
- اللہ تعالیٰ نے یہ واجب قرار دیا ہے
- اللہ تعالیٰ نے یہ مباح قرار دیا ہے
- اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے

اس مسئلہ میں آئمہ سلف کس قدر محتاط تھے' اس کا اندازہ اس بات سے فرمایئے کہ امام مالک رحمہ اللہ جب کوئی مسئلہ اپنے اجتہاد اور رائے کی بنیاد پر بیان کرتے تو ساتھ ہی یہ آیت کریمہ تلاوت فرما دیا کرتے تھے کہ:

﴿ إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴾ (الجاثیة ٤٥/ ٣٢)

"ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں ہے۔"[2]

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "جو شخص اپنے آپ کو منصب افتاء پر فائز کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وجوہ قرآن' اسانید صحیحہ اور سنن کا عالم ہو" آپ سے مروی ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ "فتویٰ دینا صرف اس آدمی کے لئے جائز ہے جو کتاب و سنت کا عالم ہو۔"

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں کسی شخص کے لئے اس وقت تک فتویٰ دینا حلال نہیں ہے جب تک وہ کتاب اللہ اور اس کے ناسخ و منسوخ' محکم و متشابہ' تاویل و تنزیل' مکی و مدنی سورتوں اور ان کے معانی و مطالب سے آگاہ نہ ہو۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اس کے ناسخ و منسوخ اور قرآن مجید ہی کی طرح حدیث سے متعلق دیگر امور سے آگاہ نہ ہو۔ اسے لغت و شعر کا بھی اس قدر علم ہو جو قرآن و سنت کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے' مختلف علاقوں کے اہل

---

(١) النحل: ١١٦-١١٧ (٢) الجاثیة: ٣٢

علم کے اختلاف کا بھی اسے علم ہو نیز اسے طبعی ملکہ بھی حاصل ہو' اگر اس میں یہ باتیں موجود ہوں تو وہ حلال و حرام کے بارے میں فتویٰ دے سکتا ہے اور اگر یہ موجود نہ ہوں تو اسے فتویٰ نہیں دینا چاہیئے۔"[1]

بہرحال اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں ایسی رائے کی بنیاد پر فتویٰ دینا حرام ہے جو کتاب و سنت کے نصوص کی مخالفت پر مبنی ہو یا نصوص نے جس رائے کو قبول کرنے کی شہادت نہ دی ہو' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴾ (القصص ۲۸/ ۵۰)

"پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"[2]

حضرت داؤد علیہ السلام سے مخاطب ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ (ص ۳۸/ ۲۶)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کے رستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب (تیار) ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔"[3]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴾ (الجاثیة ۴۵/ ۱۸-۱۹)

"پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستے پر (قائم) کر دیا تو اسی (رستے) پر چلے چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا' یہ اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ پرہیز گاروں کا دوست ہے۔"[4]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی علم کے بغیر فتویٰ دینے سے منع فرمایا ہے' چنانچہ مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: «مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتًا فِيْ جَهَنَّمَ وَمَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ. . .»

"جس نے میری طرف کوئی ایسی بات منسوب کی جو میں نے کہی نہ ہو تو وہ اپنا گھر جہنم میں بنا لے اور جس شخص کو علم کے بغیر کوئی فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے کو ہو گا۔"[5]

کتاب و سنت کے ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ صرف اس شخص کو دینا چاہیئے جس میں مکمل اہلیت ہو۔ مکمل اہلیت سے کیا مراد ہے' اس کے بارے میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کے اقوال مختلف ہیں۔[6] فقہ حنفی کے مطابق جو واقعہ ابھی تک پیش ہی نہ آیا ہو اس کے بارے میں فتویٰ دینا واجب نہیں ہے۔ فتویٰ میں تساہل کا ثبوت دینا یا اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنا حرام ہے۔ فتویٰ صرف اس شخص کو دینا چاہیئے جو علماء کے اقوال کو جانتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ علماء کے ان اقوال کا مصدر و ماخذ کیا ہے' اگر کسی مسئلہ میں اقوال مختلف ہوں تو اسے اس قول کی دلیل بھی معلوم ہونی چاہیئے جسے اس نے اختیار کیا ہو الغرض ہر اس بالغ عاقل

---

(۱) اعلام الموقعین ج:۱' ص:۷۸-۸۰۔ (۲) القصص:۵۰ (۳) ص : ۲۶ ۔(۴) الجاثیہ : ۱۸ ۔ ۱۹۔ (۵) سنن ابی داؤد مع شرحہ عون المعبود ج:۱۰ ص:۶۵' دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ (۶) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے : البحر الرائق لابن نجیم ج:۶ ص :۲۸۹' مواہب الجلیل مع التاج والاکلیل ج:۶ ص:۹۴-۹۵' المجموع للنووی ج:۱ ص:۴۲' روضۃ الناظر ج:۲ ص:۴۴۱' اعلام الموقعین ج:۱ ص:۳۷-۳۸' مکتبہ ابن تیمیہ' قاہرہ۔

مسلمان کے لئے فتویٰ دینا جائز ہے جو روایات کا حافظ' درایات سے واقف' طاعات کا محافظ اور شہوات و شبہات سے مجتنب ہو' خواہ مرد ہو یا عورت اور خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان[1] اس مسئلہ میں فقہاء مالکیہ' شافعیہ اور حنابلہ کے ارشادات بھی قریباً قریباً اسی کے ہم معنی ہیں۔[2] حافظ ابن قیم نے آداب فتویٰ و مفتی و مستفتی پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔[3]

مفتی کا اپنے فتویٰ سے رجوع:

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر مفتی نے کوئی فتویٰ دیا ہو اور پھر وہ اپنے فتویٰ سے رجوع کرے اور مستفتی کو بھی اس کے رجوع کے بارے میں علم ہو جائے اور ابھی تک اس نے اس کے فتویٰ پر عمل نہ کیا ہو تو اس کے لئے ایک قول کے مطابق اس کے اس پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ محض مفتی کے رجوع کی وجہ سے اس کے پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام نہیں ہو گا بلکہ اسے چاہیئے کہ اس کے متعلق کسی اور مفتی سے بھی فتویٰ طلب کرے اور اگر دوسرے مفتی کا فتویٰ اس کے پہلے فتویٰ کے مطابق ہو تو اس پر عمل کرے اور اگر وہ اس کے دوسرے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دے اور کسی اور نے بھی اس کے اس دوسرے فتویٰ کے خلاف فتویٰ نہ دیا ہو تو پھر پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام ہو گا اور اگر کسی شہر میں مفتی ہی ایک ہو تو پھر اس سے یہ پوچھ لے کہ اس نے اپنے پہلے فتویٰ سے رجوع کیوں کیا ہے؟ اگر اس کے رجوع کا سبب یہ ہو کہ اس نے اس مسئلہ میں کسی دوسرے قول کو اختیار کر لیا ہے جب کہ پہلا قول بھی درست ہے تو اس صورت میں پہلے فتویٰ پر عمل کرنا حرام نہ ہو گا اور اگر اس کے رجوع کا سبب یہ ہو کہ اس کا پہلا فتویٰ صحیح نہیں تھا اور اس میں اس سے غلطی ہو گئی ہے تو پھر اس کے مطابق عمل کرنا حرام ہے بشرطیکہ اس کے رجوع کا سبب یہ ہو کہ اس کا پہلا فتویٰ شرعی دلیل کے خلاف ہو اور اگر اس کا رجوع محض اس وجہ سے ہو کہ وہ اس کے مذہب کے خلاف ہے تو پھر مستفتی کے لئے اس کے مطابق عمل کرنا حرام نہیں ہو گا۔[4]

کیا مستفتی کو بتانا ضروری ہے؟

اگر مفتی اپنے فتویٰ سے رجوع کر لے یا اس کے اجتہاد میں کوئی تبدیلی رونما ہو جائے تو کیا اس کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ مستفتی کو بھی اس کے بارہ میں مطلع کرے؟ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مفتی کو یہ معلوم ہو کہ فتویٰ دینے میں اس سے غلطی ہو گئی ہے اور اس کا فتویٰ کتاب و سنت کی کسی ایسی نص کے خلاف ہے جس کے مقابلہ میں کوئی اور نص موجود نہیں ہے یا اس کا فتویٰ اجماع امت کے خلاف ہے تو اس صورت میں اسے چاہیئے کہ وہ مستفتی کو مطلع کرے اور اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اس کا فتویٰ صرف اس کے اپنے فقہی مذہب یا اپنے امام کے قول کے خلاف ہے تو اس صورت میں مستفتی کو مطلع کرنا واجب نہیں ہے۔[5]

لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ افتاء کی شرائط کو پورا کرتا ہو اور فتویٰ دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو تاکہ وہ اس حدیث کا مصداق نہ ہو جسے علامہ خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ ۔ قَوْمٌ رُءُوْسٌ جُهَّالٌ يُفْتُوْنَ النَّاسَ فَيَضِلُّوْنَ وَيُضِلُّوْنَ»

"آخر زمانے میں کچھ ایسے لوگ ---اور ایک روایت میں ہے کہ--- کچھ ایسے جاہل لوگ پیدا ہوں گے جو لوگوں کو فتویٰ

---

(۱) الفتاویٰ الهندیہ ج:۳' ص:۳۰۹۔ ۳۱۰' البحرالرائق لابن نجیم ج:۶ ص:۲۹۱۔ (۲) ملاحظہ فرمایئے: التاج والاکلیل مع مواهب الجلیل ج:۶' ص:۹۱' المجموع للنووی ج:۱ ص:۴۵' کشاف القناع للبهوتی الحنبلی ج:۶ ص:۲۴۲۔ (۳) اعلام الموقعین ج:۴ ص:۱۹۹۔۳۳۰' مکتبہ ابن تیمیہ' القاہرۃ ۔ (۴) اعلام الموقعین ج:۴' ص:۱۹۹۔۳۳۰۔ (۵) اعلام الموقعین ج:۴' ص:۱۱۹۔۳۳۰' المجموع للنووی ج:۱' ص:۴۵۔۴۶' مختصر الطحاوی ص:۳۲۷' قوانین الاحکام الشرعیۃ لابن جزی المالکی ص:۳۲۲' طبع دارالعلم بیروت ۱۹۷۴ء۔

دیں گے مگر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''[1]

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد علامہ خطیب بغدادیؒ رقمطراز ہیں کہ مسلمانوں کے امام و حاکم کو چاہیئے کہ وہ مفتی حضرات کے حالات کا جائزہ لے' ان میں سے جو فتویٰ دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو تو برقرار رکھے اور جو اس صلاحیت سے محروم ہو تو اسے فتویٰ دینے سے منع کردے اور کہے کہ اگر وہ آئندہ باز نہ آیا تو اسے سزا دی جائے گی۔ اسی احتیاط کے پیش نظر خلفاء بنی میہ کا یہ معمول تھا کہ وہ موسم حج میں مکہ مکرمہ میں مفتیوں کا تقرر کر دیتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ ان مفتیان کرام کے علاوہ کسی اور سے فتویٰ طلب نہ کیا جائے۔''[1]

علامہ خطیب بغدادیؒ نے اس جگہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہ قول ذکر کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور علم کے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں کسی کو بھی فتویٰ نہ دیتا۔ اسی طرح علامہ ابن نجیم نے ''شرح الروض'' کے حوالہ سے یہ ذکر کیا ہے کہ حاکم وقت کو چاہیئے کہ وہ اپنے زمانے کے مشہور اہل علم سے یہ پوچھے کہ فتویٰ دینے کی صلاحیت سے کون بہرہ ور ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو فتویٰ دینے سے منع کردے جو اس صلاحیت سے محروم ہوں اور باز نہ آنے کی صورت میں انہیں سزا بھی دے۔[2] علامہ خطیب بغدادی' حافظ ابن قیم اور دیگر اہل علم نے بھی آئمہ کرام و فقہاء عظام کے ارشادات اس مسئلہ سے متعلق بیان فرمائے ہیں مگر اختصار کے پیش نظر سردست ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

افتاء و استفتاء کی تاریخ:

افتاء و استفتاء کا سلسلہ چونکہ خود حضور اکرم ﷺ کے مبارک عہد ہی سے شروع ہوتا ہے اس لئے اس کی تاریخ بھی اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود دین اسلام کی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کوئی مشکل مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے کیونکہ آپ ہی مہبط وحی' شارع اسلام اور مرجع خلائق تھے۔

آپ کے بعد حضرات صحابہ کرامؓ اس منصب پر فائز تھے' جن جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی طرف لوگ رجوع کیا کرتے تھے ان میں سے مدینہ منورہ میں خلفاء راشدین کے علاوہ حضرت زید بن ثابت' حضرت ابی بن کعب' حضرت عبداللہ بن عمراور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم ' مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ 'کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ' بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ' شام میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما اور مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ تاریخ کے صفحات میں قریباً ایک سو تیس حضرات صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی محفوظ ہیں جو مسند افتاء پر فائز تھے۔ حضرات صحابہ کرام کے عہد کے بعد جلیل القدر تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ منصب افتاء پر فائز رہے' ان میں سے چند نمایاں شخصیتوں کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) سعید بن مسیب (۲) سعید بن جبیر (۳) عروہ بن زبیر (۴) عکرمہ (۵) مجاہد (۶) عطا (۷) علقمہ بن قیس (۸) قاضی شریح (۹) یزید بن ابی حبیب (۱۰) لیث بن سعد رحمہم اللہ

یہ چند اسماء گرامی ہم نے ''مشتے نمونہ از خروارے'' ذکر کئے ہیں' تفصیل کے شائقین حافظ ابن حزمؒ کی کتاب ''جوامع السیرۃ'' اور حافظ ابن قیمؒ کی شہرہ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' کی طرف رجوع فرمائیں۔

اگرچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں بھی فتاوی کے سلسلہ میں مجتہدین میں بعض مسائل میں اختلاف رائے موجود تھا لیکن تدوین فقہ کے دور میں اختلاف کی اس خلیج میں مزید وسعت پیدا ہو گئی۔ اور اس کے نتیجے میں فقہاء دوگروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے ایک اہلحدیث کا گروہ تھا جو کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ کی بنیاد پر فتویٰ دیتا تھا۔ اس گروہ میں علماء حجاز کی غالب اکثریت شامل تھی۔ دوسرا گروہ اہل الرائے کا تھا جو نصوص شرعیہ کی تشریح ان کے عقلی معنی و

(۱) الفقیہ والمتفقہ ج:۲' ص:۱۵۲-۱۵۴' طبع اول' دارالافتاء السعودیہ ۱۳۸۹ھ (۲) البحرالرائق ج:۶' ص:۲۸۶

مفہوم کی روشنی میں کرنے پر زور دیتا تھا' اس گروہ میں فقہاء عراق کی غالب اکثریت شامل تھی۔

اس دور کے بعد فتاویٰ کا اجرا اجتہاد کے بجائے تقلید کی بنیاد پر ہونے لگا کیونکہ ایک تو خلافت اسلامیہ کی وحدت ختم ہو گئی' دوسرے آئمہ و فقہاء کے مقلدین مختلف گروہوں میں بٹ گئے' ایک خرابی یہ بھی پیدا ہوئی کہ نااہل لوگ اجتہاد کے مدعی بن بیٹھے یا صحیح اجتہاد کے اہل علماء کے صحیح مجتہدانہ فتاویٰ کو خلاف اسلام ثابت کر کے ان پر کفر کے فتوے لگانے لگے' اندھی تقلید کی وجہ سے جو ناگفتہ بہ صورت حال پیدا ہوئی اس کا شکوہ کرتے ہوئے سلطان العلماء عزبن عبدالسلام نے بجا فرمایا ہے کہ:

> ''یہ انتہائی تعجب انگیز بات ہے کہ فقہاء مقلدین کو اپنے امام کے ماخذ کے ضعف کا بھی علم ہوتا ہے اور اس کے مداوا کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود وہ اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور اپنے امام کی تقلید اور مذہبی جمود کے باعث انہیں کتاب و سنت اور صحیح قیاس کو ترک کر دینے میں بھی کوئی حجاب نہیں ہوتا بلکہ کتاب و سنت کے واضح نصوص کو ترک کر دینے اور اپنے امام کی طرف سے دفاع کرنے کے لئے ایسی ایسی بعید از قیاس اور باطل تاویلوں سے کام لیتے ہیں---''[1]

لیکن الحمدللہ ہر دور میں اہل حق کا--- آلام و مصائب کا تختہء مشق بننے کے باوجود--- ایک ایسا مقدس گروہ بھی رہا ہے' جنہوں نے اپنے افکار و نظریات اور اپنے فتاویٰ و مسائل کی بنیاد قیل و قال اور آراء الرجال کے بجائے ہمیشہ کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ پر رکھی۔ سلف امت حضرات صحابہ کرام و تابعین کے بعد بھی ہر دور میں ایسے بے شمار اساطین علم و فضل رہے ہیں جو حاملین کتاب و سنت کی اسی سلک مروارید سے منسلک ہیں اور ان کی کتب اور فتاویٰ کے مجموعوں سے آج بھی دنیا اکتساب ضیاء کر رہی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل' حضرت امام بخاری' شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم' حافظ دنیا ابن حجر عسقلانی' شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب' امام قاضی محمد بن علی شوکانی اور دیگر آئمہ و فقہاء کرام رحمہم اللہ جو حیطہ شمار سے باہر ہیں اسی مسلک سلف کے ترجمان ہیں۔ ادھر برصغیر پاک و ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ' ان کے صاحبزادگان گرامی اور نبیرہ عالی مقام حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ' نواب والاجاہ حضرت نواب سید محمد صدیق حسن خاں' شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے بے شمار شاگردان رشید بالخصوص استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی' حضرت علامہ شمس الحق محدث ڈیانوی' حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری وغیرہم کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے ان علماء میں سے جن کے فتاویٰ کو بطور خاص شرف پذیرائی حاصل ہوا ان میں سے شیخ الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلویؒ اور ان کا ''فتاویٰ نذیریہ'' شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ اور ان کا فتاویٰ ثنائیہ' حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنویؒ اور ان کا ''مجموعہ فتاویٰ'' حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور ان کا ''فتاویٰ سلفیہ'' حضرت مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی اور حضرت العلام امام محمد محدث گوندلویؒ اور ان کے فتاویٰ کے مجموعے ہیں اس وقت ان حضرات مفتیان کرام اور ان کے فتاویٰ کے مجموعوں کی تفصیلات و خصوصیات بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ قلم برداشتہ چند باتیں ''مقالات و فتاویٰ'' کے اردو ترجمہ کی تقریب اشاعت و طباعت کی مناسبت سے نوک قلم پر آ گئی ہیں۔

''مقالات و فتاویٰ'' جو کہ سینکڑوں مسائل پر محیط ایک بالکل نیا مجموعہ ہے' برادر اور عظیم اسلامی ملک سعودی عرب کے مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

یہ مجموعہ فتاویٰ مسلک سلف کا ترجمان ہے' اس میں بھی ایک ایک فتویٰ کا کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دیا گیا ہے۔

---

(۱) قواعد الاحکام فی مصالح الانام ج:۲ ص۱۵۱۔۱۵۴

برادر مکرم فضیلۃ الشیخ عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اردو قارئین کرام کے لئے اس عظیم مجموعہ "مقالات و فتاویٰ" سے استفادہ کی راہیں آسان کیں' بندۂ عاجز کو اس کے اردو ترجمہ کا حکم دیا اور ترجمہ کی تکمیل کے بعد اب اسے دارالسلام کی جمیل و جلیل روایت کے مطابق نہایت سلیقہ سے زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا اہتمام فرمایا ہے:

تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ، وَصَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِاللهِ وَرَسُوْلِهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ

محمد خالد سیف
اسلام آباد
۱۴۱۸/۵/۲۰ھ - ۱۹۹۷/۹/۲۳م

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے مختصر حالات زندگی

آپ کا پورا نام ابو عبداللہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ آل باز ہے- آپ کے خاندان میں بعض افراد صنعت و تجارت اور زراعت کے پیشوں سے منسلک اور بعض تعلیم اور قضاء کے عہدوں پر فائز ہیں-- آپ سعودی عرب کے معروف شہر ریاض میں ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ کو پیدا ہوئے- شیخ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں :

"میں ریاض شہر میں ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ میں پیدا ہوا' تعلیمی مراحل کے ابتدائی سالوں میں میری نظر صحیح تھی- پھر ۱۳۴۶ھ میں میری آنکھ کو مرض لاحق ہو گیا' جس سے ابتداً میری نظر کمزور ہو گئی اور محرم ۱۳۵۰ھ کے شروع ہوتے ہی دیکھنے کی صلاحیت بالکل ختم ہو گئی- ہر حال میں اللہ کا شکر و احسان ہے- میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بصارت کے بدلے دین میں بصیرت کی توفیق بخشے اور آخرت میں اس کا اچھا بدلہ دے- جیسا کہ اس نے اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی وعدہ فرمایا ہے- اسی طرح میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں میرا انجام بخیر کرے-" آمین- (مجموعہ فتاویٰ جلد ۹)

حصولِ تعلیم اور آپ کے اساتذہ

آپ نے تعلیم کا آغاز حفظ قرآن کریم سے کیا جو بالغ ہونے سے پیشتر ہی مکمل ہو گیا- آپ حد درجہ ذہین و فطین تھے- اللہ تعالیٰ نے کمال ذہنی صلاحیتیں عطا فرمائیں تھیں' حدیث کی سند اور متن زبانی یاد کر لیتے- آپ نے ریاض کے بہت سے علماء کرام سے شرعی اور عربی علوم سیکھے- چند معروف اساتذہ کے نام یہ ہیں-

۱- الشیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسین بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہم-

۲- قاضی ریاض الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن حسن بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہم-

۳- قاضی الشیخ سعد بن حمد بن عتیق رحمۃ اللہ علیہم-

۴- ریاض کے بیت المال کے وکیل الشیخ حمد بن فارس رحمہ اللہ-

۵- الشیخ سعد وقاص البخاری رحمہ اللہ' جو مکہ کے علماء میں سے ہیں- شیخ نے ان سے علم تجوید حاصل کیا-

۶- سابق مفتی اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ- آپ نے تقریباً دس سال (۱۳۴۷ تا ۱۳۵۷ ہجری) ان کے حلقہ درس کا التزام کیا اور ان سے تمام شرعی علوم حاصل کیے- شیخ محمد

بن ابراہیم نے آپ کی منصب قضا پر مامور کیے جانے کی تائید بھی کی۔

مناصب جن پر آپ فائز رہے

۱۔آپ ۱۳۵۷ تا ۱۳۷۱ھ تقریباً چودہ سال منطقہ خرج میں قاضی کے عہدہ پر فائز رہے۔

۲۔۱۳۷۲ھ میں آپ نے ریاض کے المعہد العلمی میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔پھر ۱۳۷۳ تا ۱۳۸۰ ہجری ریاض کے کلیۃ الشریعہ میں قرآن و حدیث اور علوم فقہ پڑھاتے رہے۔

۳۔اس کے فوراً بعد ۱۳۸۱ھ میں اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے نائب رئیس (وائس چانسلر) مقرر ہوئے اور ۱۳۹۰ھ تک اس منصب پر فائز رہے۔

۴۔۱۳۹۰ھ میں آپ کو اس یونیورسٹی کا چانسلر بنادیا گیا اور ۱۳۹۵ھ تک اس منصب پر فائز رہے۔

۵۔۱۳۹۵ھ میں فرمان شاہی صادر ہوا کہ آپ کو ادارات البحوث العلمیہ والافتاء والدعوت والارشاد کے رئیس العام کے منصب پر فائز کیا جائے۔یہ منصب وزیر کے رتبہ کے برابر ہے۔چنانچہ اس وقت سے ۱۴۱۵ھ تک اس منصب پر فائز رہے۔

۶۔۱۴۱۵ھ میں آپ کو مفتی اعظم سعودی عرب کے عہدہ پر فائز کیا گیا اور دعوت وارشاد کے لئے ایک مستقل وزارت قائم کردی گئی۔آپ مفتی اعظم کے عہدہ کے علاوہ علمی بحوث کے ادارہ کے رئیس ہیں اور تاحال تاحال اس عہدہ پر فائز ہیں۔

علاوہ ازیں سماحۃ الشیخ عبدالعزیز موجودہ دور کی بہت سی علمی اور اسلامی مجالس کے ممبر ہیں۔جن میں سے چند ایک یہ ہیں :

--مملکت سعودی عرب میں کبار علماء کی انجمن کے ممبر ہیں۔

--اسی انجمن کے شعبہ بحوث العلمیہ والافتاء کی مستقل کمیٹی کے رئیس ہیں۔

--رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے ممبر اور رئیس ہیں۔

--مکہ مکرمہ میں مساجد کی اعلیٰ عالمی کونسل کے رئیس ہیں۔

--رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی اسلامی فقہی اکیڈمی کے رئیس ہیں۔

--جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مجلس اعلیٰ کے ممبر ہیں۔

--مملکت سعودی عرب کی دعوۃ الاسلامیہ کی اعلیٰ انجمن کے ممبر ہیں۔

سماحۃ الشیخ کی دینی خدمات

سماحۃ الشیخ دنیا بھر میں اسلامی خدمات انجام دینے والے اداروں اور مسلم انجمنوں کے امور کا بغور جائزہ لیتے رہتے ہیں اور ان کی معاونت کا اہتمام کرتے ہیں مثلاً :

☆ دنیا بھر میں جہاں کہیں دینی تعلیم اور دعوت الی اللہ کے ادارے اور مراکز قائم ہوتے ہیں 'آپ ان سے باخبر رہتے ہیں- نیز ان اداروں اور مراکز سے بھی جو فلسطین 'افغانستان 'فلپائن 'برما' کشمیر اور صومالیہ وغیرہ کے مسلمان مجاہدین کی امداد کے لئے قائم ہیں' آپ استطاعت رکھنے والے مسلمانوں کو ان اداروں کی امداد کی دعوت دیتے رہتے ہیں- بے شمار اسلامی مراکز اور مدارس میں شیخ کی جانب سے مقرر کردہ علماء کرام دین کی دعوت کا کام کر رہے ہیں- جن کی ماہانہ تنخواہ کی فراہمی کا اہتمام کرتے ہیں- آپ نے اس کام کے لئے ایک شعبہ قائم کیا ہوا ہے-

☆ اسلامی عقائد میں عقیدہ توحید پر خصوصی توجہ دیتے ہیں- کیونکہ اکثر مسلمان عقیدہ توحید کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں تساہل سے کام لیتے ہیں- لہٰذا جو شخص بھی آپ کے درس میں حاضر ہوتا یا مباحث اور گفتگو سنتا یا آپ کی تالیفات پڑھتا ہے' وہ یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ علم حدیث پر آپ کی نظر کتنی گہری ہے اور آپ کو بے شمار احادیث حفظ ہیں-

☆ آپ قرآن مجید کی تعلیم کی بالخصوص سرپرستی فرماتے ہیں اور اپنے رفقاء کرام اور شاگردوں کو' جو جماعات خیریہ کے رئیس اور ممبر ہیں' قرآن کریم کو حفظ کرانے کی بھرپور ترغیب دیتے ہیں اور جو کام ایسی جماعتوں کی تقویت اور قائم و دائم رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہو' اس میں آپ کی اخلاقی اور مالی معاونت فرماتے ہیں-

اخلاق و فضائل

آپ کے نمایاں خصائل میں زہد و تقویٰ' وقار' فیاضی' نرمی' انکساری' عاجزی اور دلجمعی سے کام کرنا شامل ہے- آپ بے حد متواضع شخصیت ہیں- دعوت قبول فرماتے ہیں- کم گوئی کے ساتھ حق گوئی کے لئے بہت دلیر ہیں- دینی معاملات میں قرآن و حدیث کی بات بانگ دہل کرتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ عوام الناس آپ سے محبت کرتے ہیں- جہاں کہیں بھی تشریف لے جاتے ہیں آپ کے علم و فضل سے استفادہ کرنے والے موجود ہوتے ہیں- لوگ دینی و دنیاوی مسائل کے لئے بھی آپ سے رجوع کرتے ہیں- مختلف عقائد اور مسلک کے لوگ آپ کے دروس میں شرکت کرتے ہیں اور تند و تیز سوالات کرتے ہیں لیکن ناصحانہ اور قرآن و سنت پر مبنی دلائل سے مطمئن نظر آتے ہیں- پیرانہ سالی کے باوجود دنیا بھر سے موصول ہونے والے سوالات کے جوابات تحریر کرانے اور متعلقین تک پہنچانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں- حکومتی حلقوں سے گہرے روابط ہونے کے باوجود آج تک ذاتی فوائد اور اقرباء پروری سے کوسوں دور رہے- فیاضی کا یہ عالم ہے کہ آپ کے ہر دسترخوان پر امیر' غریب'

علماء، مفکرین، مقیم مسافر بلا امتیاز درجنوں افراد موجود ہوتے ہیں اور دینی و دنیاوی فیوض سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ آپ فتویٰ دیتے وقت قرآن و حدیث سے استنباط کرتے ہیں۔ تمام ائمہ دین کا احترام کرتے ہیں لیکن حق بات کہنے میں بہت بے باق ہیں۔ اس لئے تمام مسلک کے پیروکار اپنے مسئلہ کے حل کے لئے آپ سے رجوع کرتے ہیں اور دیئے گئے فتویٰ کو قبول کرتے ہیں۔

علمی خدمات

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ کی تمام تر تالیفات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی تصریح و توضیحات پر مبنی ہیں۔ چنانچہ آپ عقیدہ توحید کی ترویج و اشاعت کے ساتھ ساتھ شرک و بدعات کی شدید مذمت کرتے ہوئے کتاب و سنت کی روشنی میں دین ھدیٰ کی تشریح و ترجمانی فرماتے ہیں۔ آپ کی کتب مختصر مگر نہایت جامع ہیں اور اسلامی عقائد کو سلف صالحین کی توجیہات کی روشنی میں سمجھنے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ آپ عصر حاضر کے بلند پایہ محدث ہیں۔ کتب احادیث کی تخریج کرتے ہیں اور ان پر احکام صادر کرتے ہیں۔ شیخ کی جس قدر کتب شائع ہو چکی ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱- مجموعہ فتاویٰ و مقالات متنوعۃ (تاحال شائع شدہ ۵ جلدیں)۔

۲- الفوائد الجَلِیة في المبَاحِث الفرضِیّة۔

۳- التحقِیق والإیضَاح لکثیر من مسائلِ الحجِّ و العُمرةِ والزیارةِ (توضیحُ المناسك)۔ (حج، عمرہ اور زیارت کے بہت سے مسائل کی وضاحت اور تحقیق)۔

۴- التحذیرُ من البِدَع (یہ چار مفید مقالوں پر مشتمل ہے۔ ان میں ایک مقالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش منانے کے متعلق ہے...)

۵- زکوٰۃ اور صیام پر دو جامع اور مختصر رسالے۔

۶- العقیدَۃُ الصَّحِیحَة وما یُضَادُّھا (صحیح عقیدہ اور اس کے مخالفات)۔

۷- وجُوبُ العملِ بسنّة الرَّسولِ صلی الله علیه وسلم و کُفر مَن أنکرَھا (سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کا واجب ہونا اور جو اس کا انکار کرے، وہ کافر ہے)۔

۸- الدَّعوۃُ إلی الله و أخلاقُ الدُّعاۃ (دعوت الی اللہ اور داعیوں کے اخلاق)۔

۹- وجُوبُ تحکیم شرعِ الله و نَبْذ ما خَالفَهَ (اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے اور جو بات اس کے خلاف ہو در خور اعتناء نہ سمجھی جائے گی)۔

۱۰- حَکْمُ السُّفور والحِجاب و نِکَاحُ الشّغارِ (پردہ اور بے پردگی اور نکاح شغار کے بارے میں حکم)۔

۱۱- نَقْد الْقَومیّة العَربیّة (عرب قومیت پر تنقید)۔

۱۲- الجواب المُفِید في حُکمِ التَّصْوِیر (تصویر کے متعلق مفید جواب)۔

۱۳- الشیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت و سیرت۔

۱۴- نماز سے متعلق تین رسائل (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت (۲) جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی کا وجوب (۳) جب نمازی رکوع سے اٹھے تو ہاتھ کہاں رکھے۔

۱۵- جو شخص قرآن میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں طعنہ زنی کرے اس کے متعلق اسلام کا حکم۔

۱۶- فتح الباری میں کتاب الحج تک مفید حواشی۔

۱۷- سورج کے متحرک اور زمین کے ساکن ہونے اور ستاروں تک پہنچنے کے امکان پر نقلی اور عقلی دلائل۔

۱۸- إقامةُ البرَاهین علی منِ استغَاثَ بغیر الله أو صدَّق الکَهَنةَ و العرَّافین (جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور سے فریاد کرے یا جو کاہنوں اور نجومیوں کو سچا سمجھے اس کے کفر پر واضح دلائل)۔

۱۹- الجهادُ في سبیل الله

۲۰- الدُّروس المُهِمَّة لعامَّةِ الأمَّة (امت کے عام لوگوں کے لئے اہم اسباق)۔

۲۱- فَتاوی تَتَعلَّقُ بِأحکَامِ الْحجِّ والْعُمرةِ والزِّیَارة (حج، عمرہ اور زیارت کے احکام سے متعلق فتاوے)۔

۲۲- وجُوب لزُومِ السُّنَّةِ و الحذْرُ مِن الْبِدْعَة (سنت کو لازم رکھنے اور بدعت سے بچنے کا وجوب)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صحیح اور غلط عقیدہ

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى مَنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ۔
أَمَّا بَعْدُ:

جب صحیح عقیدہ' دین اسلام کی اصل اور ملت اسلامیہ کی اساس ہے' تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آج کے درس کا یہی موضوع ہو۔ کتاب و سنت کے شرعی دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ اعمال و اقوال صرف اسی وقت صحیح اور مقبول قرار پاتے ہیں جب عقیدہ صحیح ہو' اور اگر عقیدہ صحیح نہ ہو تو پھر تمام اعمال و اقوال باطل قرار پاتے ہیں' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَكْفُرْ بِٱلْإِيمَٰنِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾ (المائدة٥/ ٥)

"اور جو شخص ایمان کا منکر ہو' اس کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہو گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾ (الزمر٣٩/ ٦٥)

"اور (اے محمد! ﷺ) یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف یہی وحی بھیجی گئی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں' اللہ تعالیٰ کی کتاب مبین اور سنت رسول امین علیہ من ربہ افضل الصلوۃ والتسلیم سے ثابت ہے کہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر کے ساتھ ایمان لایا جائے۔ صحیح عقیدہ کے یہ چھ امور' وہ اصول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں بیان کیا گیا ہے اور یہی اصول دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے۔ تمام امور غیب اور وہ تمام امور جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے' کے ساتھ ایمان لانا بھی انہی اصولوں ہی کے برگ و بار ہیں۔ ان چھ اصولوں سے متعلق کتاب و سنت کے دلائل بہت زیادہ ہیں' مثلاً ——

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةِ وَٱلْكِتَٰبِ وَٱلنَّبِيِّۦنَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۷۷)

"نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق و مغرب (کو قبلہ سمجھ کر ان) کی طرف منہ کر لو بلکہ نیک تو وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر' قیامت کے دن پر فرشتوں پر' کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔"

اور فرمایا:

﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ ۚ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۸۵)

"رسول اللہ (ﷺ)' اس کتاب پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور مومن بھی' یہ سب اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔"

مزید فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا بَعِيدًا ﴾ (النساء٤/ ١٣٦)

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر' اس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل کی ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں' (ان سب پر) ایمان لاؤ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے' اس کے فرشتوں سے' اس کی کتابوں سے' اس کے رسولوں سے اور روز قیامت سے انکار کرے' تو وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِى كِتَٰبٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴾ (الحج ٢٢/ ٧٠)

"کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے' اللہ اس کو جانتا ہے' یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے' بے شک یہ سب اللہ کے لئے آسان ہے۔"

ان اصولوں پر دلالت کرنے والی احادیث صحیحہ بھی بہت زیادہ ہیں مثلاً مشہور صحیح حدیث ہے' جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا "ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں' آخرت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔"... الحدیث۔ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی' آخرت اور دیگر امور غیب جن کا اعتقاد رکھنا ایک مسلمان کے لئے واجب ہے' وہ انہی چھ اصولوں کی شاخیں ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی پر ایمان لانے میں یہ بھی شامل ہے کہ اس بات پر بھی ایمان لایا جائے کہ صرف اور صرف وہی معبود حقیقی اور مستحق عبادت ہے' اس کے سوا کوئی اور اس بات کا ہرگز ہرگز مستحق نہیں ہے کیونکہ وہی بندوں کا خالق ہے' ان پر احسان کرنے والا' انہیں رزق دینے والا اور ان کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے' وہ فرماں برداروں کو ثواب اور نافرمانوں کو عذاب دینے پر قادر ہے' اسی عبادت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا اور انہیں اس عبادت کا حکم دیا' جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَآ أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَآ أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ ﴿٥٧﴾ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلرَّزَّاقُ ذُو ٱلْقُوَّةِ ٱلْمَتِينُ﴾ (الذاریات۵۱/ ۵۶۔۵۸)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں' میں ان سے طالب رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے (کھانا) کھلائیں' اللہ ہی تو سب کا روزی رساں' زور آور (اور) مضبوط ہے۔"

ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِى جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ فِرَٰشًا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءً وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۱۔۲۲)

"اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو' جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمانوں کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع و اقسام کے میوے پیدا کئے' خبردار! کسی کو اللہ کا شریک مت بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے اسی حق کو بیان فرمانے اور اس کی طرف دعوت دینے کے لئے ہی تمام رسولوں کو مبعوث اور کتابوں کو نازل فرمایا اور اس کے متضاد عقیدہ رکھنے سے ڈرایا ہے' جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ۖ ﴾ (النحل۱۶/ ۳۶)

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور بت پرستی سے بچو۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ﴾ (الأنبیاء۲۱/ ۲۵)

"اور آپ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں لہٰذا (تم سب) میری ہی عبادت کرو۔"

مزید فرمایا:

﴿ الٓر ۚ كِتَٰبٌ أُحْكِمَتْ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ﴿١﴾ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۚ إِنَّنِى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ﴾ (ھود۱۱/ ۱۔۲)

"یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے بالتفصیل بیان کر دی گئی ہیں (وہ یہ)

کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تم کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔"

اس عبادت کی حقیقت یہ ہے کہ بندوں نے عبادت کی جن جن صورتوں کو بھی اختیار کیا ہے' مثلاً دعا' خوف' امید' نماز' روزہ' ذبح' نذر وغیرہ' ان تمام اقسام کو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی کے لئے اس طرح مخصوص کر دیا جائے کہ بندہ اس معبود حقیقی کے سامنے عاجزی و انکساری کا اظہار کرے تو اس کا شوق بھی دامن گیر ہو' اس کا خوف دل میں ہو تو اس سے کمال درجہ کی محبت بھی ہو اور اس کی عظمت کے سامنے انسان عجزوانکساری کی بھی انتہا کر دے۔ قرآن کریم کا اکثروبیشتر حصہ' دین کے اسی عظیم الشان اصول کی تشریح و توضیح کے بارے میں نازل ہوا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۝ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ﴾ (الزمر۳۹/ ۲۔۳)

"اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے' دیکھو! خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا) ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ﴾ (الإسراء۱۷/ ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴾ (الغافر۴۰/ ۱۴)

"اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر برا ہی مانیں۔"

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔"

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر ایمان میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان تمام فرائض و واجبات پر بھی ایمان لایا جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض قرار دیا ہے مثلاً اسلام کے ظاہری ارکان خمسہ (۱) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھنا (۵) اگر زاد راہ ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔ دیگر فرائض جن کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے اور ان سب میں سے اہم اور اعظم رکن یہ شہادت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ "لاالہ الااللہ" کی شہادت کا یہ تقاضا ہے کہ عبادت اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کی جائے اور غیر اللہ کی عبادت کی نفی کر دی جائے چنانچہ "لاالہ الااللہ" کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جس انسان' فرشتہ' جن یا کسی اور ہستی کی عبادت کی جائے' وہ معبود باطل ہے جب کہ معبود حقیقی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے' جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ ﴾ (الحج۲۲/ ۶۲)

"یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور (کافر) جس چیز کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں' وہ باطل ہے۔"

یہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس عظیم اصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا اور ان کو یہی حکم دیا ہے' اسی اصول کو لوگوں تک پہنچانے اور انہیں سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو مبعوث کیا اور اپنی کتابوں

کو نازل فرمایا ہے۔ اس پر خوب اچھی طرح غور و فکر فرمائیے تاکہ آپ کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت دین کے اس اہم اصول کے بارے میں کس قدر زبردست جہالت میں مبتلا اور غیر اللہ کی عبادت میں مصروف ہے' انہوں نے وہ حق جو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے تھا' غیر اللہ کو دے دیا۔ فالله المستعان!

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ وہی اس کائنات کا خالق' اس کے امور و معاملات کا مدبر اور جس طرح چاہے اپنے علم و قدرت کے ساتھ تصرف کرنے والا ہے۔ وہی دنیا و آخرت کا مالک اور تمام کائنات کا رب ہے' اس کے سوا کوئی اور خالق ہے نہ رب' اسی نے اپنے بندوں کی اصلاح اور انہیں ایسے امور کی دعوت دینے کے لئے' جن میں ان کی دنیا و آخرت کی نجات اور کامیابی کا راز مضمر ہے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا اور اپنے پاس سے کتابیں نازل فرمائیں اور ان تمام امور میں وہ وحدہ لاشریک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍۢ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍۢ وَكِيلٌۭ ﴾ (الزمر ٣٩/ ٦٢)

"اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍۢ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًۭا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ (الأعراف ٧/ ٥٤)

"یقیناً تمہارا پروردگار (اللہ ہی ہے) جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا' پھر عرش پر قائم ہوا' وہی رات سے دن کو ڈھانپ (چھپا) دیتا ہے' وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے اور اسی نے سورج' چاند اور ستاروں کو پیدا کیا' سب اس کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا' اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔"

ایمان باللہ میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کے ان اسماء حسنیٰ اور صفات علیا پر بھی ایمان رکھا جائے جو اس کی کتاب عزیز میں وارد ہیں اور اس کے رسول امین ﷺ سے ثابت ہیں اور پھر کسی تحریف' تعطیل' تکییف اور تمثیل کے بغیر ایمان لایا جائے اور جس طرح یہ اسماء و صفات' کتاب و سنت میں وارد ہیں ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان لایا جائے اور یہ جن عظیم معانی پر مشتمل ہیں ان پر بھی ایمان لایا جائے کہ یہ در حقیقت اللہ عزوجل کے وہ اوصاف ہیں جن کے ساتھ اسے اس طرح موصوف قرار دینا واجب ہے جس طرح اس کی ذات گرامی کے شایان شان ہے' نیز یہ بھی واجب ہے کہ ان کی کوئی ایسی تاویل نہ کی جائے کہ جس سے کسی صفت کی' مخلوق کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہو' جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌۭ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشوری ٤٢/ ١١)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوا۟ لِلَّهِ ٱلْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النحل ١٦/ ٧٤)

"(لوگو!) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

یہ ہے اہل سنت و الجماعت' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کا عقیدہ' جسے امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المقالات عن اصحاب الحدیث واہل السنۃ" میں اور کئی دیگر اہل علم و ایمان نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام زہری و مکحول سے آیات صفات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ "ان پر اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح یہ وارد ہیں" ولید بن مسلم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک' اوزاعی' لیث بن سعد اور سفیان ثوری رحمھم اللہ سے ان اخبار کے بارے میں پوچھا گیا جو صفات سے متعلق وارد ہیں تو ان سب نے فرمایا "ان کو اسی طرح بلا کیف مانو جس طرح یہ وارد ہیں۔" امام اوزاعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ "ہم بہت سے تابعین کی موجودگی میں یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے' نیز ہم ان تمام صفات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جن کا سنت میں ذکر ہے" جب امام مالک رحمہ اللہ کے استاد ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے استواء کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "استواء غیر مجہول ہے' اس کی کیفیت غیر معقول (عقل میں نہ آنے والی) ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر پہنچا دیا اور اب ہم پر فرض ہے کہ اس کی تصدیق کریں۔" اور جب امام مالک رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "استواء معلوم ہے' کیفیت مجہول ہے' اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔" پھر آپ نے سائل سے کہا تم مجھے برے آدمی معلوم ہوتے ہو اور پھر آپ کے حکم سے اسے وہاں سے باہر نکال دیا گیا۔ یہی معنی ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

امام ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "ہم اپنے پروردگار سبحانہ وتعالیٰ کو پہچانتے ہیں کہ وہ ساتوں آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔" اس موضوع سے متعلق ائمہ کرام کے ارشادات بہت زیادہ ہیں اور ان سب کو اس لیکچر میں ذکر کرنا ممکن نہیں ہے' جو شخص ان میں سے اکثر اقوال پر مطلع ہونا چاہے اسے چاہئے کہ ان کتب کا مطالعہ کرے جو علماء سنت نے اس موضوع پر لکھی ہیں مثلاً عبداللہ بن امام احمد رحمہ اللہ کی "کتاب السنہ" امام جلیل محمد بن خزیمہ رحمہ اللہ کی "التوحید" ابوالقاسم لالکائی طبری رحمہ اللہ کی "کتاب السنہ" ابوبکر بن ابی عاصم رحمہ اللہ کی کتاب "السنہ" اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اہل حماہ کے سوال کا جواب۔ آپ کا یہ جواب بہت عظیم اور کثیر فوائد پر مشتمل ہے' جس میں آپ نے اہل سنت کے عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے اور اس عقیدے کی صحت پر آپ نے ائمہ کے کلام اور شرعی و عقلی دلائل کو کثرت سے نقل فرمایا ہے اور اہل سنت کے مخالفین کے اقوال کو باطل قرار دیا ہے' اسی طرح آپ کا وہ رسالہ جو "تدمیریہ" کے نام سے موسوم ہے' اس میں بھی آپ نے اس موضوع پر بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا اور نقلی و عقلی دلائل کے ساتھ اہل سنت کے عقیدہ کو بیان فرمایا ہے اور مخالفین کی اس انداز سے تردید کی ہے کہ اہل علم میں سے جو بھی اس پر صالح مقصد اور معرفت حق کی رغبت کے ساتھ غور کرے گا تو اس کے سامنے حق اور باطل میں امتیاز نمایاں ہو جائے گا نیز جو بھی شخص اسماء و صفات کے بارے میں اہل سنت کے عقائد کی مخالفت کرے گا' وہ درحقیقت نقلی اور عقلی دلائل کی مخالفت کرے گا اور جو کچھ وہ ثابت کرنا چاہے یا جس کی نفی کرنا چاہے' اس سلسلے میں وہ واضح تناقض میں مبتلا ہو جائے گا۔

اہل سنت و الجماعت نے اللہ تعالیٰ کے لئے صرف وہی کچھ ثابت کیا ہے جو اس نے اپنے لئے اپنی کتاب کریم میں ثابت کیا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت صحیحہ میں ثابت کیا ہے۔ اہل سنت اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا کسی تمثیل کے بغیر اثبات کرتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس کی مخلوق کے ساتھ مشابہت سے اس طرح تنزیہہ

(پاکیزگی بیان) کرتے ہیں کہ جس سے تعطیل (صفات الٰہی کا انکار) بھی لازم نہ آئے' تناقض پیدا نہ ہو اور تمام دلائل کے مطابق عمل بھی ہو جائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بھی اپنے ان بندوں کے بارے میں یہی سنت ہے جو اس حق کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ وہ حق کو تھامنے کی مقدور بھر کوشش کرتے اور اسے اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ڈھونڈتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں حق اختیار کرنے کی توفیق عطا فرماتا اور ان کے دلائل کو غلبہ عطا فرما دیتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِٱلْحَقِّ عَلَى ٱلْبَٰطِلِ فَيَدْمَغُهُۥ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ﴾ (الأنبياء۲۱/ ۱۸)

"(نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴾ (الفرقان۲۵/ ۳۳)

"اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب واضح جواب بھیج دیتے ہیں۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تفسیر میں حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ﴾ (الأعراف۷/ ۵٤)

"یقیناً تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا' پھر عرش پر مستوی ہوا۔"

کی تفسیر میں بہت اچھا انداز اختیار کیا ہے' عظیم فائدہ کے پیش نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے' حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس مقام کی تفسیر میں لوگوں کے بہت سے اقوال ہیں لیکن ہم ان سب کو یہاں بیان نہیں کر سکتے' بس ہم اس مقام کی تفسیر میں وہ مذہب اختیار کریں گے جو سلف صالحین مالک' اوزاعی' ثوری' لیث بن سعد' شافعی' احمد' اسحاق بن راہویہ اور قدیم و جدید دیگر ائمہ مسلمین کا ہے اور وہ یہ کہ اس آیت کو اسی طرح لیا جائے جس طرح یہ وارد ہے' نہ استواء کی کیفیت بیان کی جائے' نہ تشبیہہ دی جائے اور نہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو معطل قرار دیا جائے۔ "مشبہین" (تشبیہہ دینے والے) کے ذہنوں میں جو بات بظاہر آتی ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے پاک ہے کیونکہ مخلوق میں سے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مشابہت نہیں رکھتی ((ليس كمثله شئی وهوالسميع البصير)) بلکہ بات درحقیقت اس طرح ہے جس طرح ائمہ کرام مثلاً نعیم بن حماد خزاعی ---- استاد حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ---- نے فرمائی ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق کے ساتھ تشبیہہ دی وہ کافر ہے' جس نے اس صفت کا انکار کیا جو اللہ نے اپنی ذات گرامی کے بارے میں بیان فرمائی ہے' وہ بھی کافر ہے نیز اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفت بیان فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی جو صفت بیان فرمائی ہے' اس میں تشبیہہ نہیں ہے۔" جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ان صفات کو ثابت کرے جن کا ذکر آیات صریحہ اور احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور پھر اس طرح بیان کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی جناب کے شایان شان ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے تمام عیوب و نقائص کی نفی کر دے تو وہ شخص راہ ہدایت پر گامزن ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی بات یہاں ختم ہو گئی۔

ایمان بالملائکۃ کے دو پہلو ہیں' ایک پہلو اجمال کا اور دوسرا تفصیل کا۔ پس مومن کا اس بات پر ایمان ہو کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی مخلوق ہیں' جنہیں اس نے اپنی اطاعت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور ان کے بارے میں یہ فرمایا ہے:

﴿عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ﴾ (الأنبياء ٢١/ ٢٦-٢٨)

"وہ اس کے معزز بندے ہیں' اس سے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہو گا' وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔"

فرشتوں کی بہت سی قسمیں ہیں' ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو حاملین عرش الٰہی ہیں' کچھ جنت و جہنم کے داروغے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کی ڈیوٹی بندوں کے اعمال کو محفوظ کرنے پر لگائی گئی ہے۔

اسی طرح ان فرشتوں پر ہمارا تفصیلی ایمان ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نام لے کر فرمایا ہے مثلاً جبریل' میکائیل' مالک (داروغہء جہنم) اور اسرافیل' جسے نفخ صور پر مامور کیا گیا ہے۔ احادیث صحیحہ میں بھی فرشتوں کا ذکر آیا ہے' چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "فرشتوں کو نور سے' جنوں کو بھڑکتی ہوئی آگ سے اور آدم کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جس کا تمہارے سامنے بیان کیا جا چکا ہے۔" (صحیح مسلم)

اسی طرح کتابوں پر بھی اجمالی ایمان واجب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں پر کتابیں نازل فرمائیں تاکہ حق کو بیان کیا جا سکے اور اس کی طرف دعوت بھی دی جا سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾

(الحدید ٥٧/ ٢٥)

"یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

اور فرمایا:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ﴾ (البقرۃ ٢/ ٢١٣)

"(پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ تعالیٰ نے (ان کی طرف) بشارت دینے اور ڈرانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے' ان کا ان میں فیصلہ کر دے۔"

تفصیل کے ساتھ ہمارا ان کتابوں پر ایمان ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے' مثلاً تورات' انجیل' زبور اور قرآن مجید جو ان سب سے افضل اور آخری' ان کی نگہبان اور تصدیق کرنے والی کتاب ہے۔ تمام امت پر یہ واجب ہے کہ وہ اس کتاب کی اتباع کرے اور اس کے احکام کو نافذ کرے۔ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ صحیح سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور اس کا نفاذ بھی واجب ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے' اور ان پر اس قرآن مجید کو نازل فرمایا تاکہ آپؐ ان کے مابین اس کتاب کی روشنی میں فیصلے فرمائیں۔ اس کتاب کو

اللہ تعالیٰ نے سینوں کی بیماریوں کے لئے شفاء' ہر چیز کا بیان اور مومنوں کے لئے ہدایت و رحمت بنا دیا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلۡنَٰهُ مُبَارَكٌ فَٱتَّبِعُوهُ وَٱتَّقُواْ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ﴾ (الأنعام٦/ ١٥٥)

"اور یہ بابرکت کتاب بھی ہم نے اتاری ہے' پس تم اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔"

مزید فرمایا:

﴿ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ تِبۡيَٰنًا لِّكُلِّ شَيۡءٖ وَهُدٗى وَرَحۡمَةٗ وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُسۡلِمِينَ﴾ (النحل١٦/ ٨٩)

"اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا (مفصل) بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت' رحمت اور بشارت ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ جَمِيعًا ٱلَّذِي لَهُۥ مُلۡكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحۡيِۦ وَيُمِيتُۖ فَـَٔامِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِيِّ ٱلۡأُمِّيِّ ٱلَّذِي يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ﴾ (الأعراف٧/ ١٥٨)

"(اے محمد! (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی اس کا رسول ہوں) جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے' تو اللہ پر' اس کے نبی امی پر' جو اللہ پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں' ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔"

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بھی اجمالی و تفصیلی ایمان لانا واجب ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی طرف رسولوں کو بھیجا جو کہ بشارت سنانے والے' ڈرانے والے اور حق کی طرف دعوت دینے والے تھے۔ جن لوگوں نے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت پر لبیک کہا وہ سعادت کے ساتھ کامیاب و کامران ہو گئے اور جنہوں نے ان کی مخالفت کی ناکامی و ندامت ان کا مقدر ٹھہری۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ' تمام انبیاء کرامؑ کے بعد تشریف لانے والے اور ان سب سے افضل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِي كُلِّ أُمَّةٖ رَّسُولًا أَنِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجۡتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَۖ﴾ (النحل١٦/ ٣٦)

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بت پرستی سے اجتناب کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ رُّسُلٗا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ﴾ (النساء٤/ ١٦٥)

"(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوش خبری سنانے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر الزام کا موقعہ نہ رہے۔"

ارشاد ربانی ہے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾ (الأحزاب٣٣/ ٤٠)

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

جن انبیاء کرام کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا یا جن کا رسول اللہ ﷺ سے نام ثابت ہے' ان پر ہمارا تفصیل و تعیین کے ساتھ ایمان ہے مثلاً نوح' ہود' صالح' ابراہیم اور دیگر انبیاء کرام صلی اللہ علیہم وعلی آلھم واتباعھم۔

آخرت کے دن کے ساتھ ایمان میں ہر اس چیز کے ساتھ ایمان لانا شامل ہے جس کی مابعد الموت ہونے کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے خبر دی ہے۔ مثلاً قبر کا فتنہ' اس کا عذاب اور اس کی نعمتیں' قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور سختیاں' پل صراط' میزان' حساب کتاب' جزا' لوگوں کے سامنے ان کے اعمال ناموں کا پیش کیا جانا اور کچھ کا اپنے اعمال ناموں کو دائیں ہاتھ میں اور کچھ کا بائیں ہاتھ میں پکڑنا اور کچھ کا اپنی پشت کے پیچھے سے پکڑنا۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے حوض اور جنت اور جہنم پر ایمان رکھیں اور اس بات پر بھی ہمارا ایمان ہو کہ مومنوں کو اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار بھی نصیب ہو گا اور وہ ہم کلامی کے شرف سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔ علاوہ ازیں وہ دیگر سب امور جن کا قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت صحیحہ میں ذکر ہے' ان سب پر ایمان لانا واجب ہے اور ان کی اس طرح تصدیق کرنا بھی واجب ہے جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں بیان فرمایا ہے۔

ایمان بالقدر میں چار امور پر ایمان لانا شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ ما کان وما یکون ''جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو گا'' اپنے بندوں کے حالات' ان کے رزق' اجل' عمل اور دیگر تمام امور کو جانتا ہے اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (التوبة٩/ ١١٥)

''بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ لِتَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًۢا ﴾ (الطلاق٦٥/ ١٢)

''تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے' اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ نے ہر قضاوقدر کو اپنے پاس باقاعدہ لکھ رکھا ہے۔ جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنقُصُ ٱلْأَرْضُ مِنْهُمْ ۖ وَعِندَنَا كِتَٰبٌ حَفِيظٌۢ ﴾ (ق٥٠/ ٤)

''ان کے جسموں کو زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی جاتی ہے ہمیں معلوم ہے اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔''

مزید ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَٰهُ فِىٓ إِمَامٍ مُّبِينٍ ﴾ (یس٣٦/ ١٢)

''اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن (یعنی لوح محفوظ) میں لکھ رکھا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِى كِتَٰبٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴾ (الحج٢٢/ ٧٠)

"کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے' اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے' بے شک یہ سب اللہ کے لیے آسان ہے۔"

(۳) اللہ تعالیٰ کی نافذ ہو کر رہنے والی مشیت پر ایمان رکھا جائے کہ جو وہ چاہے وہ ہو کر رہتا ہے' جو نہ چاہے وہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴾ (الحج ۲۲/ ۱۸)

"بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴾ (یٰس ۳٦/ ۸۲)

"اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے۔"

ایک اور فرمان:

﴿ وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ (التکویر ۸۱/ ۲۹)

"اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہ جو اللہ رب العالمین چاہے۔"

(۴) اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی نے تمام موجودات کو پیدا فرمایا ہے۔ اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے اور نہ رب' جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ ﴾ (الزمر ۳۹/ ٦۲)

"اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَٰلِقٍ غَيْرُ ٱللَّهِ يَرْزُقُكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴾ (فاطر ۳۵/ ۳)

"لوگو! اللہ کے تم پر جو احسانات ہیں' ان کو یاد کیا کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور ایسا خالق ہے جو تم کو آسمان و زمین سے روزی پہنچائے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟"

اہل سنت و الجماعت کے نزدیک ان چار امور پر ایمان لانا ایمان بالقدر میں شامل ہے' اگرچہ بعض اہل بدعت نے اس کا انکار کیا ہے۔

ایمان باللہ میں یہ عقیدہ رکھنا بھی شامل ہے کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے جس میں اطاعت الٰہی سے اضافہ ہوتا ہے اور اللہ کی معصیت و نافرمانی سے کمی واقع ہوتی ہے اور یہ جائز نہیں کہ شرک اور کفر کے سوا دیگر گناہوں مثلاً زنا' چوری' سود خوری' شراب نوشی اور والدین کی نافرمانی جیسے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار دیا جائے بشرطیکہ وہ ان گناہوں کو حلال نہ سمجھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ (النساء ۴/ ۴۸)

"یقیناً اللہ تعالیٰ یہ (جرم) نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جو گناہ وہ جس کو

چاہے' معاف کر دے گا۔"

اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث متواترہ سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا۔

ایمان باللہ ہی میں یہ بھی داخل ہے کہ محبت اللہ ہی کی خاطر ہو اور بغض بھی اسی کی وجہ سے ہو (یعنی) اللہ ہی کی خاطر دوستی اور اسی کی وجہ سے دشمنی ہو۔ مومن کو چاہئے کہ وہ مومنوں سے محبت اور دوستی رکھے اور کافروں سے بغض اور دشمنی رکھے۔ اس امت کے مومنوں میں سرفہرست رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں' یہی وجہ ہے کہ اہل سنت ان سے محبت اور دوستی رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام لوگوں سے بہتر ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں' پھر وہ جو ان کے ساتھ ملتے ہوں گے اور پھر وہ جو ان کے ساتھ ملتے ہوں گے۔" (متفق علیہ)

اہل سنت والجماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' پھر حضرت عمر فاروق' پھر حضرت عثمان ذوالنورین اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین' ان کے بعد باقی عشرہ مبشرہ اور پھر باقی صحابہ افضل ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اہل سنت' مشاجرات صحابہ کے بارے میں توقف کرتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ان کے بارے میں مجتہد تھے' جن کا اجتہاد درست تھا انہیں دو گنا اجروثواب ملے گا اور جن کا اجتہاد درست نہ تھا انہیں ایک اجروثواب ملے گا۔

اہل سنت' رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لانے والے اہل بیت سے بھی محبت رکھتے ہیں' ان سے دوستی رکھتے ہیں اور ازواج مطہرات' امہات المومنین سے بھی ولاء کا رشتہ رکھتے' ان سب کے لئے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رضا اور خوشنودی کے پھول برسائے۔

اہل سنت والجماعت ان رافضیوں سے اظہار برأت کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے' انہیں دشنام دیتے اور اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں اور انہیں اس سے زیادہ مقام و مرتبہ پر فائز کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ اہل سنت کا ان ناصبیوں سے بھی اظہار برأت ہے جو اہل بیت کو اپنے قول و عمل سے ایذاء پہنچاتے ہیں۔

اس مختصر سے درس میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ اس عقیدہ صحیحہ میں داخل ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے' یہی اس فرقہ ناجیہ اہل سنت و الجماعت کا عقیدہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّي يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ سُبْحَانَهُ»(مسند أحمد ٣/ ٤٣٦)

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر دائم رہے گا' اسے رسوا کرنے والا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ سبحانہ کا امر آجائے گا۔"

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ "یہودی اکہتر فرقوں میں اور عیسائی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی' جن میں سے ایک کے سوا سب فرقے جہنم رسید ہوں گے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ فرقہ کون سا ہو گا؟" فرمایا "جو اس دین پر ہو گا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔"

یہ ہے وہ عقیدہ جسے اختیار کرنا' جس پر ثابت قدم رہنا اور اس کے مخالف عقیدہ سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

اس عقیدے سے منحرف ہونے اور اس کے مخالف راستہ پر چلنے والوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے کچھ تو وہ لوگ ہیں جو بتوں' پروہتوں' فرشتوں' ولیوں' جنوں' درختوں اور پتھروں وغیرہ کی پوجا کرتے ہیں۔ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کو قبول نہیں بلکہ انبیاء کرام سے مخالفت وعناد کا رویہ رکھا جس طرح قریش اور کئی دیگر عربوں نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے رویہ رکھا تھا۔ یہ لوگ اپنے معبودان باطلہ سے یہ سوال کرتے کہ وہ ان کی ضرورتوں کو پورا کریں' بیماروں کو شفا دیں' دشمنوں پر فتح عطا کریں' یہ لوگ ان کے نام پر ذبح کرتے اور ان کی نذر نیاز بھی دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی ان باتوں کی تردید فرمائی اور حکم دیا کہ اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو تو انہوں نے اس بات کو بہت تعجب انگیز سمجھتے ہوئے انکار کر دیا اور کہا:

﴿ أَجَعَلَ ٱلْـَٔالِهَةَ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا ۖ إِنَّ هَـٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ﴾ (صٓ ۳۸/ ۵)

"کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا ہے؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔"

لیکن رسول اللہ ﷺ مسلسل اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے' شرک سے ڈراتے رہے اور اپنی دعوت کی حقیقت کو بیان فرماتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے جن کو چاہا ہدایت سے سرفراز فرما دیا اور پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ لوگ اللہ کے اس دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ' آپؐ کے پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کی مسلسل دعوت اور طویل جہاد کی برکت سے اپنے دین کو دیگر تمام ادیان پر غالب کر دیا۔

کچھ عرصہ بعد حالات پھر بدل گئے' اکثر لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہو گیا حتیٰ کہ اکثریت پھر سے دین جاہلیت کی طرف لوٹ گئی' لوگ انبیاء و اولیاء کے بارے میں غلو سے کام لینے لگے' انہیں پکارنے اور ان سے مدد مانگنے لگے اور اس طرح شرک کی کئی قسموں میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے "لا الہ الا اللہ" کے معنی کو نہ پہچانا جس طرح کفار عرب اس کا معنی پہچانتے تھے۔ فاللہ المستعان!

تب سے لے کر اب تک جہالت کے غلبہ اور عہد نبوت سے دوری کے باعث یہ شرک لوگوں میں مسلسل پھیل رہا ہے۔

ان متاخرین کو بھی یہی شبہ لاحق ہوا ہے جو پہلے لوگوں کو لاحق ہوا تھا' یعنی یہ کہ:

﴿ هَـٰٓؤُلَآءِ شُفَعَـٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۸)

"یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

اور:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلْفَىٰٓ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳)

"ہم تو ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔"

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو باطل قرار دیا اور واضح فرمایا ہے کہ جو بھی اس کے سوا کسی اور کی عبادت کرے خواہ وہ کوئی بھی ہو تو وہ شرک اور کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَـٰٓؤُلَآءِ شُفَعَـٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ﴾
(یونس ۱۰/ ۱۸)

"اور یہ (لوگ) اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع دی سکتی ہیں اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۸)

(اے پیغمبر)! "آپ کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک کرنے سے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اس کے سوا انبیاء و اولیاء اور دیگر لوگوں کی عبادت شرک اکبر ہے' خواہ اس شرک کا ارتکاب کرنے والے اس کا کوئی نام رکھ لیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳)

"اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست (کارساز) بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔"

ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳)

"جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان کا فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے' ہدایت نہیں دیتا۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ ان کا اس کے سوا کسی غیر کی عبادت کرنا' اس کو پکارنا' اس سے خوف کھانا' اس سے امید رکھنا اس کی ذات گرامی کے ساتھ کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی بھی تکذیب کی ہے کہ ان کے یہ معبود ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں۔

عقیدہ صحیحہ کے مخالف کفریہ عقائد اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ عقائد کے خلاف یہ عقائد بھی ہیں جنہیں عصر حاضر کے ملحدین' مارکس اور لینن وغیرہ کے ماننے والوں نے اختیار کر رکھا ہے خواہ وہ ان کا نام سوشلزم رکھیں یا کیمونزم یا انہیں اشتراکیت وغیرہ سے موسوم کریں۔ ان ملحدین کا اصول یہ ہے کہ اس دنیا کا کوئی معبود نہیں اور زندگی مادہ کا نام ہے۔ یہ لوگ آخرت' جنت' جہنم اور تمام ادیان کا انکار کرتے ہیں' جو بھی ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے اور ان کے افکار و نظریات کا جائزہ لے اسے یقینی طور پر یہ باتیں معلوم ہو جائیں گی۔ بلاشبہ ان کے یہ عقائد تمام آسمانی ادیان کے خلاف ہیں اور ایسے عقائد رکھنے والوں کو دنیا و آخرت میں بدترین انجام سے دوچار کرنے والے ہیں۔

اسی طرح ان بعض باطنیہ اور بعض صوفیہ کے عقائد بھی حق کے خلاف ہیں جو اپنے کچھ اولیاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ تدبیر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک اور کائنات کے نظام کے چلانے میں اس کے ساتھ تصرف و اختیار کے مالک ہیں۔ یہ لوگ اپنے ان اولیاء کو اقطاب' اوتاد اور اغواث جیسے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ شرک فی الربوبیت

کی بدترین قسم ہے بلکہ یہ زمانۂ جاہلیت کے شرک سے بھی بدترین ہے کیونکہ عرب شرک فی الربوبیت کے مرتکب نہ تھے بلکہ وہ تو شرک فی العبادت کرتے تھے اور وہ بھی صرف خوشحالی کی صورت میں اور جب کسی مصیبت میں پھنستے تو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴾
(العنکبوت۲۹/ ٦٥)

"پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے (اور) خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔"

زمانۂ جاہلیت کے لوگ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے معترف تھے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾ (الزخرف۴۳/ ۸۷)

"اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے!"

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾ (یونس۱۰/ ۳۱)

"(اے پیغمبر)! (ان سے) پوچھیے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے' بے جان سے جاندار اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ فوراً کہہ دیں گے کہ اللہ! تو کہئے کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟"

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اس آخری دور کے مشرکوں نے پہلے لوگوں کی نسبت دو اعتبار سے شرک میں اضافہ کیا ہے (۱) انہوں نے ربوبیت میں بھی شرک کیا اور (۲) فراخی و تنگدستی دونوں حالتوں میں شرک کیا جیسا کہ ان کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور جو کچھ یہ مصر میں حسین اور بدوی وغیرہ کی قبر' عدن میں عیدروس کی قبر' یمن میں ہادی کی قبر' شام میں ابن عربی کی قبر' عراق میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی قبر اور دیگر مشہور قبروں کے پاس جو کچھ یہ کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان قبروں کے بارے میں یہ لوگ بہت ہی غلو سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ کے بہت سے حقوق میں انہیں تصرف و اختیار کا مالک سمجھتے ہیں۔

افسوس کم ہی ایسے لوگ ہیں جو ان کے شرک کی تردید کریں اور ان کے سامنے اس توحید کی حقیقت بیان کریں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپؐ سے پہلے کے تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا۔

﴿ إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۵٦)

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو رشد وہدایت عطا فرمائے' ان میں بکثرت داعین ہدایت پیدا فرمائے اور مسلمانوں کے قائدین اور علماء کو اس شرک کے خلاف جنگ کر کے اسے نیست و نابود کر دینے کے اسباب و وسائل عطا فرمائے۔ انہ سمیع قریب!

اسماء و صفات کے بارے میں صحیح عقیدہ کے خلاف اہل بدعت' جہمیہ' معتزلہ اور نفی صفات میں ان کے نقش قدم پر

چلنے والوں کا عقیدہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو صفات کمال سے معطل قرار دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو معدومات' جمادات اور مستحیلات کی صفات کے ساتھ موصوف قرار دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے بہت ہی بلندوبالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔

اشاعرہ نے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کی نفی کی اور بعض کو تسلیم کیا حالانکہ ان کے لئے یہ لازم ہے کہ جن صفات کی انہوں نے نفی کی ہے ان کو بھی اسی طرح مانیں جس طرح دیگر صفات کو مانتے ہیں' لیکن انہوں نے سمعی اور عقلی دلائل کی مخالفت کی اور واضح اور بین تناقض کا شکار ہو گئے۔

ان گمراہ فرقوں کے برعکس اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ثابت کیا ہے یا جن اسماء و صفات کمال کو اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کے لئے ثابت کیا ہے۔ اہل سنت' اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق کے ساتھ مشابہت سے اس طرح پاک قرار دیتے ہیں کہ اس میں تعطیل کا شائبہ نہ ہو۔ یہ کتاب و سنت کے دلائل کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح یہ ہیں' یعنی نہ ان میں تحریف کرتے ہیں اور نہ تعطیل' اس لئے یہ اس تناقض سے محفوظ ہیں جس میں دوسرے گمراہ فرقے مبتلا ہیں' جیسا کہ تفصیل کے ساتھ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور یہی راہ نجات' دنیا و آخرت کی سعادت اور صراط مستقیم ہے جس پر اس امت کے سلف اور ائمہ کرام گامزن رہے۔

امت کے اس آخری دور کی اصلاح بھی صرف اسی چیز سے ہو گی جس سے اس امت کے پہلے دور کی اصلاح ہوئی اور یہ کہ کتاب وسنت کی پیروی کی جائے اور جو چیز ان کے مخالف ہو اسے ترک کر دیا جائے۔

وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ، وَهُوَ سُبْحَانَهُ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِهِ، وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ

توحید اور اس کی اقسام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ وَخَلِيْلِهِ وَأَمِيْنِهِ عَلَى وَحْيِهِ وَصَفْوَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ، نَبِيِّنَا وَإِمَامِنَا وَسَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَمَنْ سَلَكَ سَبِيْلَهُ وَاهْتَدَى بِهُدَاهُ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ - أَمَّا بَعْدُ:

میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے دینی بھائیوں اور عزیز بچوں کے ساتھ اس ملاقات کا موقع عطا فرمایا' اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ اس ملاقات کو بابرکت بنا دے' ہمارے دلوں اور عملوں کی اصلاح فرما دے' ہمیں دین کی سمجھ بوجھ اور اس پر ثابت قدمی عطا فرمائے' دنیا بھر میں بسنے والے تمام مسلمانوں کی اصلاح فرما دے' اچھے لوگوں کو مسلمانوں کا حکمران بنا دے اور ان کے قائدین کی اصلاح فرما دے اور داعیان ہدایت بکثرت پیدا فرما دے۔ انہ جواد کریم۔

میں اس جامعہ' جامعہ ام القری کی انتظامیہ کا ''مرکز الصیفی'' میں اس پروگرام کے انعقاد کرنے پر ان کا شکریہ ادا کرتا

ہوں، جن میں مدیر جامعہ برادر گرامی قدر جناب ڈاکٹر راشد بن راجح بطور خاص قابل ذکر ہیں کہ انہوں نے اس ملاقات کی مجھے دعوت دی، میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے واسطہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو دنیا و آخرت کی خیروبھلائی اور سعادت کی توفیق عطا فرمائے!

دینی بھائیو! سامعین کرام!! ہم سب نے ابھی ابھی سورۂ حشر کی وہ آیات کریمہ سنی ہیں، جن کی ایک طالب علم نے تلاوت کی ہے، ان آیات کریمہ میں عبرت بھی ہے اور نصیحت بھی، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

(الحشر۵۹/ ۱۸)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (یعنی فردائے قیامت) کے لئے کیا (سامان) بھیجا ہے اور (ہم پھر کہتے ہیں کہ) اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔"

اللہ عزوجل کی یہ ساری کتاب مقدس اول سے آخر تک سراپا نصیحت و دعوت خیر ہے، اس میں اسباب نجات و سعادت کی یاد دہانی ہے اور ترغیب و ترہیب کی تلقین بھی، لہٰذا سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کتاب میں خوب غوروفکر کریں اور امرونہی کی پہچان کے لئے اس کی کثرت سے تلاوت کریں تاکہ جس بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مومن اس کے مطابق عمل کرسکے اور جس بات سے اس نے منع فرمایا ہے، مرد مومن اس سے رک جائے۔

کتاب اللہ سراپا ہدایت و نور اور اس میں ہر خیروبھلائی کے لئے رہنمائی کا سامان ہے، ہر شر سے بچنے کی تلقین ہے، اس میں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی دعوت ہے اور اس میں برے اخلاق و اعمال سے بچنے کی تلقین بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ (الإسراء۱۷/ ۹)

"یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔"

یعنی قرآن مجید اس راستہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ ہدایت والا، سیدھا اور صحیح راستہ ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ﴾ (فصلت۴۱/ ۴۴)

"آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (ص۳۸/ ۲۹)

"(یہ) بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ عقلمند لوگ نصیحت حاصل کریں۔"

مزید ارشاد ہے:

﴿ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ﴾ (الأنعام۶/ ۱۹)

"اور یہ قرآن مجید مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعے سے تم کو اور جس جس شخص تک یہ

قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔"

کتاب اللہ سراپا ہدایت و نور اور مجسم عبرت و نصیحت ہے لہٰذا میں اپنے آپ کو اور ان کو بھی جو میری بات سن ر
ہیں یا جن تک میری یہ بات پہنچے' یہ وصیت کرتا ہوں کہ اس کتاب عظیم کے ساتھ خصوصی تعلق قائم کرو' یہ کائنات
سب سے اشرف و اعظم کتاب ہے' یہ آسمان سے نازل ہونے والی کتابوں میں سب سے آخری کتاب ہے' جو شخص طلب
ہدایت اور معرفت حق کے لئے اس کتاب میں غور و فکر کرے' اللہ تعالیٰ اسے ضرور اس کی توفیق عطا کرتا اور ہدایت سے
بہرہ مند فرماتا ہے۔

یہ کتاب عظیم جس اہم ترین موضوع پر مشتمل ہے' وہ اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے
اور بندوں کا اپنے اللہ پر کیا حق ہے' یہ قرآن مجید کا سب سے اہم موضوع ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ
وہ اس کی توحید کے عقیدہ کو اختیار کریں' اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید
شرک اکبر کو بیان کرتا اور ہمیں بتاتا ہے کہ یہ ناقابل معافی گناہ ہے نیز قرآن مجید کفر و ضلالت کی مختلف انواع و اقسام کو بھی
بیان کرتا ہے۔

اس کتاب میں تدبر کرنے سے اگر اس واجب عظیم کا علم ہو جائے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے جو ذکر فرمایا ہے
اس پر غور کرنے کا موقع مل جائے تو یہ بھی خیر عظیم اور فضل کبیر ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب عظیم میں
خیر و بھلائی کی طرف رہنمائی کی گئی اور ہر شر سے ڈرایا گیا ہے' جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا۔

کتاب اللہ کے بعد خصوصی توجہ کا مرکز و محور سنت رسول اللہ کو ہونا چاہئے کہ یہ ہمارے دین کا اصل ثانی اور وحی ثانی
ہے' سنت رسول اللہ' کتاب اللہ کی تفسیر ہے' کلام الٰہی کے مخفی مقامات کی تشریح اور کتاب اللہ کی توضیح ہے' جیسا کہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (النحل ١٦/ ٤٤)

"اور ہم نے آپؐ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں پر ان احکامات (ارشادات) کو واضح کر دیں جو ان کی
طرف نازل کئے گئے ہیں اور تاکہ وہ غور کریں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ﴾ (النحل ١٦/ ٦٤)

"اس کتاب (قرآن مجید) کو ہم نے آپ پر اس لئے اتارا ہے کہ آپ ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں ان کا
اختلاف ہے۔"

قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا کہ لوگوں کو خیر و بھلائی کی دعوت دی جائے' انہیں راہ نجات کی تعلیم دی جائے' ہلاکت
و بربادی کے راستوں سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کی طرف جو نازل
کیا گیا ہے' اسے کھول کھول کر بیان فرما دیں اور مشتبہ امور کی تشریح و توضیح فرما دیں' چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی
بعثت سے لے کر وفات تک لوگوں کو کتاب اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے رہے' کتاب اللہ کے احکام کی
تشریح و توضیح فرماتے رہے اور جس سے قرآن نے منع کیا ہے' اس سے ڈراتے رہے۔ آپؐ کی عمر مبارک میں سے نبوت کا
یہ عرصہ تیئس برس پر مشتمل ہے جو سب کا سب دعوت و بیان اور ترغیب و ترہیب میں بسر ہوا حتیٰ کہ آپؐ اپنے اس منصب

کی تکمیل کے بعد اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔

آج کی اس رات میرے لیکچر کا موضوع بہت عظیم اور بہت اہم ہے اور وہ ہے عقیدہ کا موضوع یعنی یہ موضوع کہ توحید کیا ہے اور اس کی ضد کیا ہے۔

توحید وہ امر ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث فرمایا' کتابیں نازل فرمائیں اور جنوں اور انسانوں کو پیدا فرمایا' اصل مسئلہ توحید ہے اور باقی تمام احکام اس کے تابع ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری ہی عبادت کریں۔''

اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی کو عبادت کے لئے مخصوص قرار دے لیں اور صرف اسی ہی کی عبادت کریں' جنوں اور انسانوں کو عبث اور بے معنی پیدا نہیں کیا گیا اور نہ اس کے لئے کہ وہ کھائیں پیئیں' محلات تعمیر کریں' نہریں جاری کریں' درخت لگائیں اور نہ انہیں دنیا کے دوسرے اہم کاموں کے لئے پیدا کیا گیا ہے بلکہ ان کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ اپنے رب کی عبادت کریں' اس کی تعظیم بجالائیں' اس کے ارشادات کے سامنے سر جھکا دیں' اس کے نواہی سے باز رہیں' اس کی حدود کے پاس رک جائیں' بندوں کو اس کی طرف متوجہ کریں اور ان کی اس کے حق کی طرف رہنمائی کریں اور اس نے اپنے بندوں کے لئے انواع و اقسام کی نعمتیں اس لئے پیدا فرمائی ہیں تاکہ ان کے استعمال سے اس کی اطاعت و بندگی کے لئے ان میں توانائی آجائے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا ﴾ (البقرۃ ۲/ ۲۹)

''وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں' تمہارے لئے پیدا کیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ﴾ (الجاثیۃ ۴۵/ ۱۳)

''اور آسمان و زمین کی سب (تمام) چیزوں کو اس نے اپنے حکم سے تمہارا مطیع کر دیا ہے۔''

اللہ جل و علا نے بارشوں کو نازل فرمایا' اسی نے نہروں کو چلایا' اسی نے بندوں کے لئے رزق اور انواع و اقسام کی نعمتوں تک رسائی کو آسان بنا دیا تاکہ بندے انہیں استعمال کر کے اس کی اطاعت و بندگی کے لئے توانائی حاصل کر سکیں' اور یہ رزق اور یہ نعمتیں زندگی کے آخر تک ان کے لئے زاد راہ کا کام دیں اور تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور کسی قسم کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ (النحل ۱۶/ ۳۶)

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بت پرستی سے اجتناب کرو۔''

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴾ (الأنبیاء ۲۱/ ۲۵)

''اور جو رسول ہم نے آپ ؐ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَسْـَٔلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَآ أَجَعَلْنَا مِن دُونِ ٱلرَّحْمَٰنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ ﴾ (الزخرف۴۳/ ۴۵)

"اور (اے محمد! ﷺ) جو اپنے پیغمبر ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجے ہیں' ان کے احوال دریافت کر لو کیا ہم نے رحمٰن کے سوا اور معبود مقرر کئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔"

مزید فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ (الإسراء۱۷/ ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

اور سورۂ فاتحہ میں فرمایا:

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ (الفاتحة۱/ ۵)

"(اے پروردگار!) ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔"

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق کو اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ مخلوق صرف اسی کی عبادت کرے' اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم بھی یہی دیا ہے اور اسی مقصد کی خاطر رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور اس کی توحید کو لوگوں کے سامنے بیان فرمائیں۔

اہل علم' جو حضرات انبیاء کرام کے نائب ہیں' ان پر بھی واجب ہے کہ اس امر عظیم کو لوگوں کے سامنے بیان کریں' اہل علم کا سب سے بڑا مطلوب یہی ہونا چاہئے' ان کی پوری توجہ و عنایت اسی طرف ہونی چاہئے' کیونکہ اگر عقیدہ توحید سلامت رہا تو دیگر امور بھی اس کے تابع ہوں گے اور اگر توحید میں خلل آگیا تو دیگر اعمال و اقوال کچھ نفع نہ پہنچا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (الأنعام۶/ ۸۸)

"اور اگر (بالفرض والمحال) وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے' سب ضائع ہو جاتے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَـٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴾ (الفرقان۲۵/ ۲۳)

"اور انہوں نے جو عمل کئے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتی خاک (پراگندہ ذروں کی طرح) کر دیں گے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴾

(الزمر۳۹/ ۶۵)

"(اے محمد! ﷺ آپؐ کی طرف اور آپ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔"

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں دس برس گزارے اور اس عرصہ میں نماز کی فرضیت سے قبل آپؐ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی' اس سارے عرصے میں آپؐ کی دعوت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرو' شرک اور بت پرستی کو چھوڑ دو' تمام جنوں اور

انسانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں اور اپنے آباؤ اجداد کے شرک کو چھوڑ دیں۔

روم کے بادشاہ ہرقل نے صلح حدیبیہ کے ایام میں ابو سفیان بن حرب سے پوچھا تھا جب کہ ابو سفیان قریش کے ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ فلسطین گئے ہوئے تھے اور ادھر اتفاق سے ہرقل بھی ان دنوں القدس میں آیا ہوا تھا' جب ہرقل کو اس قریشی قافلہ کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا تاکہ ان سے اس نبی کے بارے میں سوال کرے' اس قافلہ کے سربراہ ابوسفیان تھے' ہرقل نے ان سے آپؐ کے اور آپؐ کے دعوی نبوت کے بارے میں کچھ سوالات پوچھے۔

ہرقل نے حکم دیا کہ ابوسفیان کو اس کے سامنے بٹھایا جائے اور اس کے ساتھیوں کو اس کے پیچھے بٹھا دیا جائے اور اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے کچھ سوالات پوچھنے لگا ہوں اور اگر یہ غلط جواب دیں تو ان کی تکذیب کر دینا۔

ہرقل نے اس موقع پر ابو سفیان سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں بہت سے سوالات پوچھے جو مشہور و معروف ہیں اور صحیح بخاری اور دیگر کتب میں موجود ہیں' ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ "یہ نبوت کا دعوی کرنے والا انسان کس بات کی دعوت دیتا ہے۔"

ابوسفیان کا جواب تھا کہ وہ ہمیں یہ دعوت دیتا ہے کہ ہم اللہ وحدہ کی عبادت کریں' اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر دیں نیز وہ ہمیں نماز پڑھنے' سچ بولنے' صلہ رحمی کرنے اور عفت و پاک دامنی کی زندگی بسر کرنے کا حکم دیتا ہے۔

ہرقل نے یہ سن کر کہا کہ اگر تم ٹھیک کہتے ہو تو وہ ایک دن میرے ان قدموں کی جگہ کا مالک ہو گا' چنانچہ ایسے ہی ہوا' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ملک شام کا مالک بنا دیا' رومیوں کو وہاں سے نکال دیا اور اپنے نبی اور اپنے لشکر کو اس نے فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔

مقصود یہ کہ شریعت کا یہ اصول ایک عظیم امر ہے اور لوگوں نے جب اس میں سستی کی تو وہ شرک اکبر میں مبتلا ہو گئے۔۔۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔ یہ لوگ اسلام کے مدعی ہیں اور جو ان پر اسلام کی خلاف ورزی کا الزام عائد کرے' اس کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اس عظیم اصول سے جہالت کی وجہ سے خود شرک میں مبتلا ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بہت سے مُردوں کو معبود بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی ہے' یہ لوگ ان کی قبروں کا طواف کرتے ہیں' ان سے فریاد کرتے ہیں' ان سے اپنے بیماروں کی شفا کے لئے دعا کرتے ہیں' حاجتوں کے پورا کرنے اور دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے ان سے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شرک نہیں بلکہ یہ تو نیک لوگوں کی تعظیم اور ان کا اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ پیش کرنا ہے۔ یہ لوگ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کو براہ راست نہیں پکار سکتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اولیاء کے واسطہ کو اختیار کیا جائے جیسے بادشاہوں تک پہنچنے کے لئے وزیروں کا وسیلہ اختیار کرنا پڑتا ہے' اسی طرح رب تک پہنچنے کے لئے اولیاء کا وسیلہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ اولیاء درحقیقت اللہ تعالیٰ کے وزیر ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہہ دی اور پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق ہی کی عبادت شروع کر دی۔ نسأل الله العافية!

یہ سب کچھ اس عظیم اصول کے بارے میں جہالت اور قلت بصیرت کی وجہ سے ہے۔ بدوی' شیخ عبدالقادر' حسین اور دیگر اولیاء کے پجاری درحقیقت بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہو چکے ہیں' یہ لوگ توحید کی حقیقت سے ناآشنا ہیں یہ انبیاء

کرام کی دعوت سے ناواقف ہیں' ان پر امور خلط ملط ہو گئے' یہ شرک میں مبتلا ہو کر اسے مستحسن سمجھنے لگے اور شرک ہی کو انہوں نے دین اور تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھ لیا اور جو انہیں سمجھائے اس کے یہ منکر ہیں اور پھر اکثر شہروں میں اس عظیم اصول کے بارے میں بصیرت رکھنے والے علماء بھی بہت کم ہیں' اس قدر کم کہ انہیں انگلیوں پر شمار کیا جا سکتا ہے' اور ان میں سے بھی بعض کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عالم ہیں لیکن وہ بھی قبروں کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح حکم نہیں دیا یعنی وہ بھی اہل قبور کو پکارتے' ان سے مدد طلب کرتے اور ان کی نذر وغیرہ مانتے ہیں۔

باقی رہے علماء حق' علماء سنت اور علماء توحید تو وہ ہر جگہ ہی کم ہیں لہٰذا اس جامعہ کے طلبہ اور دیگر تمام اسلامی جامعات کے طلبہ پر یہ واجب ہے کہ وہ اس اصول کو تھام لیں' اس کو نہایت مضبوط و مستحکم کر لیں تاکہ وہ ہدایت کے داعی اور حق کی بشارت سنانے والے بن جائیں اور لوگوں کو ان کے دین کی وہ حقیقت بتائیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا ہے بلکہ جس کے ساتھ اس نے اپنے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔

اس وقت میں آپ کے سامنے جو گفتگو کروں گا اس کا تعلق توحید کی اقسام اور شرک کی اقسام سے ہے۔ توحید' وَحَّدَ يُوَحِّدُ تَوْحِيْداً کا مصدر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو واحد مانا جائے یعنی یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت' اسماء و صفات اور الوہیت و عبادت میں وحدہ لاشریک ہے' لوگ اسے تسلیم نہ بھی کریں تو وہ پھر بھی واحد ہے۔ صرف ایک اللہ کی عبادت کو توحید کے نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس عقیدہ کے ساتھ بندہ اپنے رب کو واحد سمجھتا ہے اور اس عقیدہ کی روشنی میں وہ اپنے رب کی اخلاص کے ساتھ عبادت کرتا ہے' صرف اسی کو پکارتا ہے اور یہ ایمان رکھتا ہے کہ صرف وہی اس کائنات کے تمام امور کا مدبر ہے' وہ ساری مخلوقات کا خالق ہے' وہ صاحب اسماء حسنیٰ و صفات کاملہ ہے۔ صرف اور صرف وہی مستحق عبادت ہے' اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

اگر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ توحید کی تین قسمیں ہیں (۱) توحید ربوبیت (۲) توحید الوہیت اور (۳) توحید اسماء و صفات' توحید ربوبیت کا تو مشرک بھی اقرار کرتے تھے اور اس کا انکار نہیں کرتے تھے لیکن اس اقرار کے باوجود وہ دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہو سکے کیونکہ انہوں نے عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص نہ کیا اور توحید الوہیت کا اقرار نہ کیا۔ یہ اقرار تو کیا کہ ان کا رب وہی خالق و رازق ہے اور اللہ ان کا رب ہے لیکن انہوں نے عبادت کے لائق اسی وحدہ لاشریک کو نہ سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے خلاف جہاد کیا حتیٰ کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کے قائل ہو گئے۔

توحید ربوبیت کے معنی رب تعالیٰ کے افعال' کائنات کے لئے اس کی تدبیر اور اس میں اس کے تصرف کے اقرار کے ہیں' اسے، توحید ربوبیت کے نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ بندہ اعتراف کرتا ہے کہ وہ خلاق و رزاق' امور کی تدبیر اور ان میں تصرف کرنے والا ہے' وہ دیتا بھی ہے اور روک بھی لیتا ہے' وہ تہہ و بالا کرتا' عزت و ذلت سے نوازتا' جلاتا اور مارتا اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے فی الجملہ مشرکوں کو بھی اس کا اقرار تھا' جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾ (الزخرف ۴۳/ ۸۷)

"اور اگر آپؐ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً کہیں گے "اللہ" نے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳۸)

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے "اللہ" نے۔"

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿ قُلْ مَن يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَن يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَن يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۳۱)

"(ان سے) پوچھئے کہ تمہیں آسمان و زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ تو جھٹ (فوراً) کہہ دیں گے کہ اللہ! تو کہو پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟"

وہ ان امور کے معترف تھے لیکن عبادت میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے سلسلہ میں اس اقرار سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی بلکہ اس کے ساتھ انہوں نے کئی واسطے اختیار کر لئے اور گمان یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کے سفارش کرنے والے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دینے والے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۸)

"اور یہ (لوگ) اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۸)

"آپ کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جس کا وجود اسے آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے نہ زمین میں؟ وہ پاک اور برتر ہے لوگوں کے شرک سے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کوئی شریک نہیں' آسمان نہ زمین میں بلکہ وہ تو واحد ہے' پاک و منزہ اور بلند وبالا ہے' فرد وصمد ہے' صرف اور صرف وہی مستحق عبادت ہے' جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ ۝ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۲۔۳)

"پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں' اسی کے لئے عبادت کو خالص کرتے ہوئے' خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا) ہے۔"

اور پھر یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳)

"اور جن لوگوں نے اس کو چھوڑ کر اور دوست بنا رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔"

یعنی وہ یہ کہتے تھے کہ ہم ان کی اس لئے عبادت نہیں کرتے کہ یہ نفع و نقصان کے مالک ہیں یا یہ پیدا کرتے اور رزق

دیتے ہیں یا یہ امور کی تدبیر کرتے ہیں' نہیں! بلکہ ہم تو ان کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتے ہیں جیسا کہ سورۂ یونس کی آیت کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وہ اپنے ان معبودوں کے بارے میں یہ بھی کہا کرتے تھے کہ:

﴿ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۸)

"یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ ان کے یہ معبود نفع و نقصان کے مالک ہیں' یا موت و حیات کا اختیار رکھتے ہیں' یا رزق دیتے' عطا کرتے اور منع کرتے ہیں' بلکہ وہ تو ان کی اس لئے عبادت کرتے تھے کہ یہ ان کی سفارش کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں' لات و عزیٰ و منات' مسیح و مریم اور نیک بندوں کی پہلے زمانے کے مشرک اس لئے عبادت نہیں کرتے تھے کہ وہ ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے تھے بلکہ وہ ان کی اس لئے عبادت کرتے تھے کہ وہ اس بات کے امیدوار تھے کہ یہ ان کی سفارش کر دیں گے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے' چنانچہ ان کے اس عقیدے کی وجہ سے حسب ذیل آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرک قرار دیا ہے:

﴿ قُلْ أَتُنَبِّـُٔونَ ٱللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِى ٱلْأَرْضِ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾

(یونس ۱۰/ ۱۸)

"آپ کہہ دیں کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جس کا وجود اسے آسمانوں میں معلوم ہے نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور (اس کی شان) ان کے شرک کرنے سے بہت بلند و برتر ہے۔"

سورۂ زمر کی آیت میں فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِى مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى مَنْ هُوَ كَٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴾

(الزمر ۳۹/ ۳)

"جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں' یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان کا فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا۔"

جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم تو ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر اور کاذب قرار دیا اور بیان فرمایا کہ یہ اپنے اس گمان میں جھوٹے ہیں کہ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے اور اپنے اس عمل یعنی ان کی عبادت' ان کے نام پر ذبح' ان کے نام کی نذر نیاز' ان سے دعا اور استغاثہ وغیرہ کی وجہ سے کافر ہیں۔

نبی ﷺ نے مکہ میں دس سال تک یہ دعوت دی کہ "اے میری قوم! "لا الہ الا اللہ" کہو کامیاب ہو جاؤ گے" لیکن اکثر لوگوں نے آپؐ کی اس دعوت کو قبول کرنے سے اعراض کیا اور بہت تھوڑے لوگ تھے جنہوں نے ہدایت قبول کی' پھر مکہ والوں نے اتفاق سے یہ طے کیا کہ آپؐ کو شہید کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کے شر اور مکر و فریب سے نجات عطا فرمائی اور پھر آپؐ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے' وہاں آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی شریعت کو قائم کیا اور دعوت الی اللہ دی' انصار نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور پھر انہوں نے اور مہاجرین نے آپؐ کے ساتھ مل کر مشرکین مکہ اور دوسرے کفار سے جہاد کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب اور اپنے کلمہ کو سربلند کر دیا اور کفر اور کافروں کو ذلیل و خوار کر

دیا۔

مشرکین توحید کی جس قسم کا اقرار کرتے تھے یہ توحید ربوبیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے افعال مثلاً پیدا کرنے' رزق دینے' تدبیر کرنے' زندہ کرنے اور مارنے وغیرہ میں وحدہ لاشریک ہے حالانکہ یہ توحید ربوبیت' ان کے توحید الوہیت کے انکار کے خلاف دلیل ہے کیونکہ توحید ربوبیت' توحید الوہیت کو مستلزم ہے' یہ اس کی دلیل ہے اور اسے واجب قرار دیتی ہے' اسی وجہ سے ان کے اقرار کو ان کے خلاف حجت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۳۱)

''تو کہو کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟''

اور دوسری آیات میں فرمایا:

﴿ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۶) ''پھر کیا تم عقل نہیں رکھتے!''

﴿ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۳) ''کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔''

اگر کوئی شخص اس امر پر تدبر کرے جس کا یہ لوگ اقرار کرتے تھے اور وہ عقل سے کام لے تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ جو ہستی ان صفات سے متصف ہو وہ یقیناً اس کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے' جب وہ خلاق ہے' رزاق ہے' محی (حیات عطا فرمانے والا) ہے' ممیت (مارنے والا) ہے' معطی (عطا کرنے والا) ہے' مانع (روکنے والا) ہے' امور کائنات کی تدبیر کرنے والا ہے' ہر چیز کو جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسے چھوڑ کر اس کے غیر کی عبادت کی جائے' امید و خوف کا مرکز کسی اور کو قرار دیا جائے' اے کاش! کفار اس حقیقت کو سمجھ لیتے لیکن یہ لوگ اس حقیقت کو سمجھتے ہی نہیں کہ:

﴿ ٱسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ ٱلشَّيْطَـٰنُ فَأَنسَىٰهُمْ ذِكْرَ ٱللَّهِ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ حِزْبُ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ ٱلشَّيْطَـٰنِ هُمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ ﴾

(المجادلۃ ۵۸/ ۱۹)

''شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے۔ یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے اور یقیناً شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے۔''

اور منافقین کے بارے میں فرمایا:

﴿ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۱۸)

''یہ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے راستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے۔''

ان کے ساتھ مشابہت رکھنے والے لوگ بھی اسی طرح ہیں' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ ءَاذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ كَٱلْأَنْعَـٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَـٰفِلُونَ ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۷۹)

''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں' ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں' ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں' یہ لوگ (بالکل) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں' یہی لوگ ہی غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

یہ لوگ حقیقی طور پر غافل ہیں' یہ جانوروں سے مشابہت رکھتے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے آیات بینات' روشن دلائل اور ساطع براہین میں ان کے بارے میں یہی فرمایا ہے لیکن اس کے باوجود یہ لوگ سمجھتے نہیں اور نہ عقل سے کام لیتے ہیں بلکہ اپنے کفروضلالت میں ڈٹے ہوئے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بدر' احد' خندق اور احزاب --- کے دن باقاعدہ جنگیں بھی کیں' یہ لوگ اپنے کفروضلالت میں سرگرداں رہے اور آیات الٰہی نے بھی انہیں کوئی نفع نہ دیا اور غفلت و بے نیازی سے بھی باز نہ آئے!

پھر ایک دن آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو غلبہ عطا فرمایا' اپنے دین کو عزت بخشی اور دشمنوں کو مغلوب کر دیا اور نبی کریم ﷺ نے جب فتح مکہ کے دن ان سے جہاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دشمنوں کے مقابلہ میں فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا اور آپؐ نے مکہ کو بھی فتح کر لیا اور اب لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونا شروع ہو گئے اور اس وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توحید الوہیت کو خوب نمایاں طور پر کھول کھول کر بیان فرمایا' لوگوں نے اسے قبول کیا اور وہ دین حق میں داخل ہو گئے لیکن بعدازاں ہوازن اور طائف کے لوگوں نے آپؐ کی مخالفت میں سر اٹھایا تو ان کے مقابلہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح و نصرت سے نوازا۔اور ان کے شیرازہ کو منتشر کر دیا اور ان کی عورتوں' بچوں اور مالوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو غلبہ عطا فرمایا اور اس طرح آخرکار اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ اور اپنے ایمان دار بندوں کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا۔ فالحمدللہ علی ذلک!

توحید کی دوسری قسم' توحید اسماء و صفات ہے۔ یہ بھی توحید ربوبیت ہی کی جنس سے ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگ اس توحید کا بھی اقرار کرتے اور اسے جانتے پہچانتے تھے' توحید ربوبیت' توحید اسماء و صفات کو بھی مستلزم ہے کیونکہ جو ہستی خلاق' رزاق اور ہر چیز کی مالک ہو گی وہ تمام اسماء حسنٰی و صفات علیا کی بھی مستحق ہو گی اور وہ اپنی ذات' اسماء و صفات اور افعال میں کامل ہے' کوئی اس کا شریک ہے نہ اس کے مشابہ' آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سمیع و علیم ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَيْءٌۭ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشوری۴۲/ ۱۱)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ﴾ (الاخلاص۱۱۲/ ۱۔۴)

"آپ کہہ دیجئے کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ ہے ایک ہی ہے (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے' نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔"

کفار اپنے رب کو اس کے اسماء و صفات سے پہچانتے تھے اور اگر بعض نے ضد اور ہٹ دھرمی کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَٰكَ فِىٓ أُمَّةٍۢ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَآ أُمَمٌۭ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ ٱلَّذِىٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِٱلرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ﴾ (الرعد۱۳/ ۳۰)

"(جس طرح ہم اور پیغمبر بھیجتے رہے ہیں) اسی طرح (اے محمد! ﷺ) ہم نے آپ کو اس امت میں جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں' بھیجا ہے تاکہ آپ ان کو وہ (کتاب) جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے' پڑھ کر سنا

دیں اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے۔ کہہ دیجئے' وہی تو میرا پروردگار ہے' اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے' میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

توحید کی تیسری قسم یہ ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کو قرار دیا جائے اور یہی معنی ہیں "لا الہ الا اللہ" کے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود حقیقی نہیں ہے' "لا الہ الا اللہ" کے اقرار سے غیراللہ کی عبادت کی تمام انواع و اقسام کی نفی ہو جاتی ہے اور اللہ وحدہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے اس کا اثبات ہو جاتا ہے۔

یہ کلمہ تمام دین کی اصل اور اساس ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کو دعوت دی' اپنے چچا ابوطالب کو دعوت دی مگر ابوطالب مسلمان نہ ہوا اور وہ اپنی قوم کے دین پر فوت ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس کے بہت سے مقامات پر اس کلمہ کے معنی کی وضاحت فرمائی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۶۳)

"اور (لوگو) تمہارا حقیقی معبود اللہ واحد ہے' اس بڑے مہربان (اور) رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

ایک اور ارشاد گرامی ہے:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ﴾ (الاسراء۱۷/ ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

مزید فرمایا:

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾ (الفاتحۃ۱/ ۵)

"(اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ ﴾ (البینۃ۹۸/ ۵)

"انہیں تو حکم ہی یہی دیا گیا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں!"

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جو سب کی سب اس کلمہ کی تفسیر بیان کرتی ہیں اور یہ وضاحت کرتی ہیں کہ اس کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ غیراللہ کی عبادت کو باطل قرار دیا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ عبادت صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کا حق ہے جس طرح کہ اس نے سورۂ حج میں فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴾ (الحج۲۲/ ۶۲)

"یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں' وہ باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ رفیع الشان اور بڑا ہے۔"

اور سورۂ لقمان میں فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴾ (لقمان۳۱/ ۳۰)

"یہ اس لئے کہ اللہ ہی کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں' وہ لغو ہیں اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔"

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی حق ہے' اس کی دعوت بھی حق ہے' اور صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی عبادت حق ہے' لہٰذا صرف اسی سے فریاد کی جائے' اسی کے نام کی نذر مانی جائے' اسی پر بھروسا کیا جائے' اسی سے شفاء طلب کی جائے' اسی کے بیت عتیق (قدیم گھر) کا طواف کیا جائے۔ الغرض جس قدر بھی عبادت کی مختلف انواع و اقسام ہیں' ان سب کو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے لئے مخصوص سمجھا جائے کہ وہ ذات گرامی حق ہے' اس کا دین بھی حق ہے' جو شخص توحید کی ان تینوں قسموں کو خوب اچھی طرح معلوم کرے' ان کی حفاظت کرے اور ان کے معانی پر ڈٹ جائے تو وہ جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی واحد اور برحق ہے اور ساری مخلوقات کے سوا صرف اور صرف وہی مستحق عبادت ہے۔ جو شخص توحید کی ان تین قسموں میں سے کسی ایک کو بھی ضائع کردے تو اس نے گویا سب کو ضائع کر دیا کیونکہ یہ آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ دین اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ توحید کی ان سب قسموں پر ایمان رکھا جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کا انکار کرے' اس کا کوئی دین نہیں اور جو شخص یہ گمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ امور کی تدبیر کرنے کے لئے کوئی اور مُصَرِّف بھی ہے تو اہل علم کے اجماع کے مطابق وہ کافر اور شرک فی الربوبیت کا مرتکب ہے۔

جو شخص توحید ربوبیت اور توحید اسماء و صفات کا اقرار کرے لیکن عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ مشائخ یا انبیاء یا فرشتوں' یا جنوں یا ستاروں یا بتوں وغیرہ کی بھی عبادت کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ شرک اور کفر کیا اور اس حالت میں توحید کی باقی قسمیں یعنی توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات بھی اس کے کچھ کام نہ آئیں گی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انسان کا توحید کی تینوں قسموں پر ایمان اور ان کے مطابق عمل ہو اور اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے اور وہ خالق' رازق اور تمام امور کا مالک ہے اور اس کا بھی اقرار کرے مشرک جس کا انکار کرتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا پر ایمان رکھے کہ اس کا کوئی ساجھی ہے نہ سہیم و شریک' جیسا کہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُن لَّهُۥ كُفُوًا أَحَدٌۢ ﴾ (الأخلاص ١١٢/ ١-٤)

"آپ کہہ دیجئے کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ ہے' ایک ہے (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے' نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوا۟ لِلَّهِ ٱلْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (النحل ١٦/ ٧٤)

"تو (لوگو) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

مزید ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشوری ٤٢/ ١١)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

باقی رہ گیا امر ثالث تو وہ توحید عبادت ہے اور یہی معنی ہیں "لا الٰہ الا اللہ" کے اور یہی تمام انبیاء کی دعوت کی اساس

عظیم ہے کیونکہ مشرک' توحید کی باقی دو قسموں کے منکر نہ تھے' بلکہ وہ صرف اس قسم یعنی توحید عبادت کے منکر تھے یہی وجہ ہے کہ جب نبی ﷺ نے ان سے کہا: کہ کہو "لا الہ الا اللہ" تو انہوں نے کہا:

﴿ أَجَعَلَ ٱلْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَىْءٌ عُجَابٌ ﴾ (ص٣٨/ ٥)

"کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔"

انہوں نے یہ بھی کہا:

﴿ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴾ (الصافات٣٧/ ٣٦)

"کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟"

اور اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴾

(الصافات٣٧/ ٣٥-٣٦)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اظہار تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بھلا کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ بَلْ جَآءَ بِٱلْحَقِّ وَصَدَّقَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴾ (الصافات٣٧/ ٣٧)

"(نہیں) بلکہ وہ حق لے کر آئے ہیں اور (پہلے) پیغمبروں کو سچا کہتے ہیں۔"

توحید کی یہ قسم توحید عبادت ہے' پہلے مشرکوں نے بھی اس کا انکار کیا تھا اور آج کے مشرک بھی اس کے منکر ہیں اور اس کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ مثلاً اشجار اور احجار کی عبادت کرتے ہیں' بتوں کی عبادت کرتے ہیں' اولیاء و صالحین کی عبادت کرتے ہیں' ان سے فریاد کرتے ہیں' ان کے نام کی نذر مانتے اور ان کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے ہیں اور وہ تمام امور بھی کرتے ہیں جن کو آج کل قبروں' بتوں اور درختوں وغیرہ کے پجاری بجالاتے ہیں اور اس طرح غیر اللہ کی عبادت کرنے کی وجہ سے یہ لوگ مشرک و کافر ہیں اور اگر اسی حالت میں فوت ہو جائیں تو ان کی بخشش نہ ہوگی' جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ (النساء٤/ ٤٨)

"یقیناً اللہ تعالیٰ یہ جرم نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے' اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ٨٨)

"اور اگر (بالفرض) وہ لوگ (مذکورہ انبیاء بھی) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے' سب ضائع ہو جاتے۔"

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾

(المائدة٥/ ٧٢)

"یقین مانو کہ جو شخص بھی اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔"

لہٰذا ازبس ضروری ہے کہ توحید کی اس قسم کو بھی اختیار کیا جائے اور صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے' اس کی ذات گرامی کے ساتھ شرک کی نفی کر دی جائے' اسی عقیدہ پر استقامت کا مظاہرہ کیا جائے' دوسروں کو اس کی دعوت دی جائے' اسی کو دوستی اور دشمنی کا معیار قرار دیا جائے۔ توحیذ کی اس قسم سے جہالت اور عدم بصیرت کے سبب لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن سمجھتے یہ ہیں کہ وہ بہت ہدایت یافتہ ہیں' جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّهُمُ ٱتَّخَذُوا۟ ٱلشَّيَٰطِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴾ (الأعراف٧/ ٣٠)

"ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنالیا اور سمجھتے (یہ) ہیں کہ (راہ راست پر) ہیں۔"

عیسائیوں اور ان جیسے دیگر لوگوں کے بارے میں فرمایا:

﴿ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِٱلْأَخْسَرِينَ أَعْمَٰلًا ﴿١٠٣﴾ ٱلَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴾ (الكهف١٨/ ١٠٣-١٠٤)

"کہہ دیجئے کہ ہم تمہیں بتائیں کون لوگ اعمال کے لحاظ سے بہت زیادہ نقصان میں ہیں' وہ لوگ جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔"

کافر اپنی جہالت اور دل کی کجی کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ وہ اچھا کام کر رہا ہے حالانکہ وہ غیر اللہ کی عبادت کر رہا ہوتا ہے' غیر اللہ کو پکار رہا ہوتا ہے' غیر اللہ سے فریاد کر رہا ہوتا ہے' غیر اللہ کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنے اور ان کے نام کی نذریں مان کر ان کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے' حالانکہ یہ سب کچھ ان کی جہالت اور عدم بصیرت کی وجہ سے ہے' انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَٱلْأَنْعَٰمِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴾ (الفرقان٢٥/ ٤٤)

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ (بھٹکے ہوئے) ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ﴾ (الأعراف٧/ ١٧٩)

"اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں' ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں....."

اہل علم اور طلبۂ علم پر یہ واجب ہے کہ توحید کی اس نوع (قسم) کی جانب بہت ہی زیادہ توجہ مبذول کریں کیونکہ اس کے بارے میں جہالت کی بہت کثرت ہے اور اکثر مخلوق توحید کی اس نوع کے خلاف روش اختیار کئے ہوئے ہے۔

توحید کی باقی دو قسمیں تو بحمد اللہ بہت واضح اور روشن ہیں لیکن یہ قسم یعنی توحید عبادت' اکثر لوگوں پر ان بہت سے شبہات کی وجہ سے مشتبہ ہے' جنہیں اللہ کے دشمنوں نے رواج دے رکھا ہے اور وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں لیکن اس شخص کے لئے بحمد اللہ معاملہ نہایت واضح اور صاف ہے جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے منور فرما دیا ہو کیونکہ دشمنوں کے پھیلائے ہوئے تمام شبہات باطل ہیں' ان میں کوئی حقیقت نہیں اور اس کے مقابلہ میں حق نہایت واضح اور

روشن ہے اور وہ یہ کہ ہر انسان کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ عبادت کو اخلاص کے ساتھ صرف اور صرف اپنے اللہ کے لئے بجالائے' جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (الغافر ۴۰/ ۱۴)

"سو تم نہایت اخلاص سے اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اللہ کو پکارو اگرچہ یہ کافروں کو ناگوار ہو۔"

اور فرمایا:

﴿ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الجن ۷۲/ ۱۸)

"اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔"

اور ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۰۶)

"اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تمہارا کچھ بھلا کر سکے نہ کچھ بگاڑ سکے' اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔"

ایک اور فرمان ہے:

﴿ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر ۳۵/ ۱۳۔۱۴)

"یہی اللہ تو (معبود حقیقی) تمہارا پروردگار ہے بادشاہی اسی کی ہے اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے برابر بھی (کسی چیز کے) مالک نہیں اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے (یعنی تمہاری حاجت روائی اور مشکل کشائی نہیں کر سکتے) اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کردیں گے اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۱۱۷)

"اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے' جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہو گا' یقیناً کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔"

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات کریمہ میں بیان فرمایا ہے جو سب کی سب اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی کی اخلاص کے ساتھ واجب ہے۔ غیر اللہ کو عبادت کا مستحق سمجھنا شرک اور کفر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں شخصیت یا جمادات میں سے کوئی چیز اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے تو وہ شخص کافر ہے خواہ اس کی عبادت نہ بھی کرے' مثلاً اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ یہ بت یا یہ شخص مثلاً جبریل یا نبی مکرم حضرت محمد ﷺ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یا بدوی' یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا ان کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق ہے' اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنے یا کسی اور سے فریاد طلب کرنے میں

کوئی حرج نہیں' تو وہ شخص یہ عقیدہ رکھنے سے کافر ہو جاتا ہے' خواہ عملی طور پر وہ ایسا نہ بھی کرے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ یہ علم غیب جانتے ہیں' یا کائنات میں تصرف رکھتے ہیں تو اس کی وجہ سے بھی وہ کافر ہو جائے گا' اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے اور اگر کوئی شخص فی الواقع غیراللہ کو پکارے' ان سے مدد مانگے یا غیر اللہ کے نام کی نذر مانے تو وہ شرک اکبر کا مرتکب ہو گا' اسی طرح اگر کوئی شخص غیراللہ کو سجدہ کرے' یا اس کے لئے نماز پڑھے' یا اس کے لئے روزہ رکھے تو وہ بھی شرک اکبر کا مرتکب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

توحید کی ضد شرک ہے' شرک کی بھی تین قسمیں ہیں لیکن درحقیقت شرک کی صرف دو ہی قسمیں ہیں (۱) شرک اکبر (۲) شرک اصغر۔

شرک اکبر: شرک اکبر یہ ہے کہ عبادت یا اس کے کچھ حصے کو غیراللہ کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے یا دین کے ان امور معلومہ میں سے کسی کا انکار کر دیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے مثلاً نماز' رمضان کا روزہ یا کسی ایسی چیز کو حرام ماننے سے انکار کر دیا جائے جسے دین نے حرام قرار دیا ہو مثلاً زنا اور شراب وغیرہ' یا خالق کی معصیت لازم آنے کے باوجود مخلوق کی اطاعت کو اختیار کیا جائے اور ایسا کرنا حلال سمجھا جائے کہ فلاں مرد یا عورت' سربراہ مملکت یا وزیراعظم' عالم یا کسی اور کی ان امور میں بھی اطاعت جائز ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف ہیں' تو ہر وہ عمل جس میں عبادت کا کچھ حصہ غیراللہ کے لئے وقف کر دیا جائے مثلاً اولیاء اللہ کو پکارنا' ان سے فریاد کرنا' ان کے نام کی نذر ماننا یا کوئی ایسا عمل کرنا جس سے اللہ تعالیٰ کے کسی حرام کردہ امر کو حلال ٹھہرانا لازم آتا ہو یا اللہ تعالیٰ کے کسی واجب کو ساقط قرار دینا لازم آتا ہو۔ مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ نماز واجب نہیں یا روزہ واجب نہیں یا استطاعت کے باوجود حج واجب نہیں یا زکوٰۃ واجب نہیں یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طرح کے امور کا شرعاً کوئی حکم نہیں ہے تو یہ کفر اکبر اور شرک اکبر ہے کیونکہ یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کے مترادف ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی ایسے کام کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے جس کا حرام ہونا دین سے بالضرورۃ معلوم ہو مثلاً زنا' شراب یا والدین کی نافرمانی کو حلال سمجھنا یا ڈکیتی و رہزنی' لواطت' سود خوری اور ایسے دیگر امور کو حلال سمجھنا جن کی حرمت نص اور اجماع سے ثابت ہے تو اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے اور اس کا شمار شرک اکبر کا ارتکاب کرنے والے مشرکوں میں ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص دین کا مذاق اڑائے تو وہ بھی مشرک اور اس کا کفر بھی کفر اکبر ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ﴾

(التوبۃ۹/ ۶۵-۶۶)

"کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔"

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی ایسی چیز کو حقیر سمجھتے ہوئے اس کی توہین کرتا ہو جسے اللہ تعالیٰ نے عظیم قرار دیا ہو مثلاً یہ کہ کوئی قرآن مجید کی توہین کرے' اس پر بول و براز کر دے یا اس پر بیٹھ جائے یا اسی طرح توہین کا کوئی اور پہلو اختیار کرے تو اجماع ہے کہ وہ بھی کافر ہے' کیونکہ اس طرح یہ شخص درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تنقیص و تحقیر کرتا ہے' کیونکہ قرآن مجید تو

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام پاک ہے لہٰذا جس نے اس کی توہین کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی توہین کی۔ ان تمام مسائل کو علماء نے اپنی کتب کے "باب حکم المرتد" میں بیان کیا ہے' چنانچہ مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب کی کتب فقہ میں ایک ایسا باب ہے جسے "باب حکم المرتد" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے' اس باب میں کفروضلالت کی تمام اقسام کو بیان کیا گیا ہے' یہ باب لائق مطالعہ ہے' خصوصاً آج کے اس دور میں جب کہ ارتداد کی بہت سی قسمیں پیدا ہو چکی ہیں اور بہت سے لوگوں کے سامنے صورت حال واضح نہیں ہے لہٰذا جو شخص کتب فقہ کے اس باب کا غور سے مطالعہ کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ نواقض اسلام' اسباب ارتداد اور کفروضلالت کی انواع و اقسام کون کون سی ہیں۔

دوسری قسم شرک اصغر ہے۔ اس سے مراد وہ کام ہے جسے نصوص میں شرک کے نام سے موسوم کیا گیا ہے لیکن شرک کی یہ قسم شرک اکبر سے کم تر درجہ کی ہے۔ مثلاً ریاکاری وغیرہ جیسے کوئی شخص ریاکاری کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرے یا ریاکاری کے لئے نماز پڑھے یا ریاکاری کے لئے دعوت الی اللہ کا کام کرے' چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہارے بارے میں مجھے سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے اور جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "اس سے مراد ریا ہے۔" اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ریاکاری (دکھاوا) کرنے والوں سے فرمائے گا "جاؤ ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم دنیا میں عمل کرتے تھے' کیا ان کے پاس تمہارے لئے کوئی جزا ہے۔؟"

اس حدیث کو امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ محمود بن لبید اشہلی انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے' طبرانی' بیہقی اور محدثین کی ایک جماعت نے بھی اسے محمود مذکور سے روایت کیا ہے۔ یہ محمود صغیر صحابی ہیں' نبی کریم ﷺ سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے لیکن اہل علم کے نزدیک صحابہ کرام کی مرسل روایات صحیح اور حجت ہیں اور بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ صحابہ کی مرسل روایات صحیح اور حجت ہیں۔

اسی طرح کسی آدمی کا یہ کہنا کہ "جو اللہ اور فلاں چاہے' اگر اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا" یا یہ جملہ کہ "یہ اللہ اور فلاں کی طرف سے ہے۔" تو اس طرح کہنا بھی شرک اصغر ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے جسے امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "یہ نہ کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یہ کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ چاہے اور پھر فلاں چاہے۔"

اسی طرح امام نسائی نے "قتیلہ" سے روایت کیا ہے کہ یہودیوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ تم بھی شرک کرتے ہو کیونکہ تم یہ کہتے ہو کہ "جو اللہ چاہے اور جو محمد ﷺ چاہے۔" اور تم کہتے ہو کہ "کعبہ کی قسم!" تو نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ جب قسم کھانا چاہیں تو یہ کہیں "رب کعبہ کی قسم" اور یہ کہیں کہ "جو اللہ چاہے اور پھر جو محمد ﷺ چاہیں۔"

سنن نسائی ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کہہ دیا "یا رسول اللہ ﷺ جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں" تو آپ نے فرمایا "کیا تم نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا ہے؟" یہ کہو کہ "جو صرف اللہ وحدہ چاہے۔"

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی تفسیر میں منقول ہے:

﴿ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۲)

"پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو"

اس امت میں شرک اس قدر مخفی ہو گا جیسے اندھیری رات میں' کالے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز ہوتی ہے مثلاً آپ کا یہ کہنا کہ "اے فلاں شخص! واللہ! میری اور آپ کی زندگی کی قسم!" یا یہ کہنا کہ "اگر یہ کتیا نہ بھونکتی تو ہمارے گھر چور آ جاتے۔" یا "اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو چور آ جاتے۔" اسی طرح آدمی کا یہ کہنا کہ "جو اللہ اور آپ چاہیں' اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتا" تو ان جملوں میں فلاں کا استعمال نہ کرو کہ یہ سب شرک بن جائے گا۔ اس حدیث کو امام ابن ابی حاتم نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر امور شرک اصغر کے قبیل سے ہیں' اسی طرح غیراللہ کی قسم کھانا مثلاً کعبہ' انبیاء' امانت' کسی کی زندگی یا کسی کی عزت وغیرہ کی قسم کھانا شرک اصغر ہے کیونکہ "مسند" میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھائے وہ شرک کرتا ہے۔"

امام احمد' ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے غیراللہ کی قسم کھائی اس نے کفر یا شرک کیا۔" اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ راوی کو شک ہے کہ آپ نے کفر کا لفظ استعمال فرمایا یا شرک کا؟ اور یہ احتمال بھی ہے کہ او بمعنی واؤ ہو اور معنی یہ ہو کہ اس نے کفر اور شرک کیا۔

اسی طرح شیخین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے قسم کھانی ہو اسے چاہئے کہ وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔" اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

اگرچہ یہ شرک اصغر کی قسمیں ہیں لیکن دل کی کیفیت کے باعث یہ شرک اصغر' شرک اکبر بھی ہو سکتا ہے مثلاً اگر نبی یا بدوی یا کسی بزرگ کی قسم کھانے والے کے دل میں یہ ہو کہ وہ اللہ کے مثل ہے یا اللہ کے ساتھ اسے بھی پکارا جا سکتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا بھی اس کائنات میں تصرف ہے تو اس عقیدے کی وجہ سے یہ شرک اصغر' شرک اکبر بن جائے گا اور اگر غیراللہ کی قسم کھانے والے کا یہ مقصد نہ ہو اور محض عادت کے طور پر وہ اس طرح کی قسم کھائے تو یہ شرک اصغر ہو گا۔

شرک کی ایک اور قسم بھی ہے جسے شرک خفی کہا جاتا ہے۔ بعض اہل علم نے اس کے' شرک کی تیسری قسم ہونے کے سلسلہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تمہیں اس چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح الدجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمائیے!" آپ نے فرمایا "وہ شرک خفی ہے' آدمی جب نماز پڑھتے ہوئے یہ دیکھتا ہے کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے تو وہ نماز کو سنوار کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔" (احمد)

صحیح بات یہ ہے کہ یہ شرک کی کوئی تیسری قسم نہیں ہے یہ شرک اصغر ہی ہے اور یہ کبھی خفی بھی ہوتا ہے کیونکہ اس کا تعلق دل سے ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اس کی مزید مثالیں' ریاکاری کے لئے قرآن مجید پڑھنا' ریاکاری کے لئے امربالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا' ریاکاری کے لئے جہاد کرنا وغیرہ۔

بعض لوگوں کی نسبت حکم شرعی کے اعتبار سے یہ کبھی خفی بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مذکورہ حدیث میں بیان کی گئی' مثالیں ہیں اور کبھی یہ شرک اکبر ہونے کے باوجود مخفی ہوتا ہے جیسے کہ منافقین کا اعتقاد کہ وہ ظاہری اعمال ریاکاری کے لئے کرتے ہیں' جب کہ ان کا کفر خفی ہوتا ہے' جسے وہ ظاہر نہیں کرتے' جیسا کہ ـــــــــ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓا۟ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُوا۟ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ ﴾ (النساء٤/ ١٤٢-١٤٣)

"منافق (ان چالوں سے اپنے خیال میں) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو ست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کے دکھاوے کے لیے اور اللہ کی یاد تو برائے نام ہی کرتے ہیں (ان کی) حالت یہ ہے کہ (کفروایمان میں) متردد ہیں۔ نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف۔"

منافقین کے کفراور ان کی ریاکاری کا ذکر بہت سی آیات میں ہے۔ نسال الله العافية

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ شرک خفی بھی شرک کی مذکورہ دو قسموں شرک اکبر اور شرک اصغر سے خارج نہیں ہے اور اسے خفی اس لئے کہا گیا کہ شرک کبھی خفی ہوتا ہے اور کبھی جلی۔ جلی کی مثال مُردوں کو پکارنا' ان سے مدد طلب کرنا' اور ان کے نام کی نذر ماننا وغیرہ اور خفی کی مثال وہ شرک ہے جو منافقوں کے دل میں ہوتا ہے حالانکہ وہ بظاہر لوگوں کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھتے اور روزے بھی رکھتے ہیں لیکن باطنی طور پر یہ کافر ہوتے ہیں کیونکہ یہ بتوں کی عبادت کے جواز کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس طرح گویا یہ مشرکوں کے دین پر ہوتے ہیں تو یہ شرک خفی' اکبر ہے کیونکہ اس کا تعلق دلوں سے ہے۔ اسی طرح شرک خفی' اصغر ہے مثلاً وہ شخص جو اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتا یا نماز پڑھتا یا صدقہ کرتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں یا اس طرح کے کوئی اور کام کرتا ہے تو یہ شرک خفی لیکن اصغر ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) اکبر اور (۲) اصغر اور ان میں سے ہر ایک خفی بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً منافقوں کا شرک جو کہ اکبر ہے اور یہ کبھی خفی اور اصغر بھی ہو سکتا ہے مثلاً نماز' یا صدقہ یا دعا یا دعوت الی اللہ یا امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے کاموں کو ریاکاری کے لئے کرنا۔

ہر مومن کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ شرک سے اجتناب کرے اور شرک کی ان تمام صورتوں سے دور رہے' خصوصاً شرک اکبر سے' کیونکہ یہ وہ سب سے بڑا گناہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی ہے اور یہ وہ سب سے بڑا جرم ہے جس میں لوگ مبتلا ہو گئے ہیں اور یہ وہ جرم ہے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ٨٨)

"اور اگر وہ لوگ (انبیاء علیہم السلام) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے' سب ضائع ہو جاتے۔"

نیز اسی کے بارے میں فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ﴾ (المائدة٥/ ٧٢)

"یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔"

اس کے متعلق ایک اور ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ (النساء٤/ ١١٦)

"اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے' اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے

گا۔"

جو شخص حالت شرک پر مرگیا وہ یقینی طور پر جہنمی ہے۔ جنت اس کے لئے حرام ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم ہی میں رہے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک!

شرک اصغر کا شمار بھی اکبر الکبائر میں ہوتا ہے' اس کا مرتکب بھی عظیم خطرے سے دوچار ہوتا ہے لیکن نیکیوں کے غالب آ جانے سے یہ معاف بھی ہو جاتا ہے اور کبھی اس کی سزا بھی ملتی ہے لیکن اس کا مرتکب کفار کی طرح ابدی جہنمی نہ ہو گا کیونکہ یہ ایسا گناہ نہیں ہے جو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا موجب ہو اور اس سے تمام اعمال رائیگاں ہو جاتے ہوں' ہاں البتہ جس عمل میں اس کی آمیزش ہو گی وہ یقیناً رائیگاں ہو جائے گا۔

شرک اصغر کی جس عمل میں آمیزش ہو وہ رائیگاں ہو جاتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص ریاکاری کے لئے نماز پڑھے تو نہ صرف یہ کہ اسے کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ اسے گناہ بھی ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ریاکاری کے لئے قرآن مجید پڑھے تو اسے بھی کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ گناہ بھی ہو گا لیکن شرک اکبر اور کفر اکبر ایسے سنگین جرائم ہیں کہ ان سے زندگی کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ٨٨)

"اور اگر وہ (سابقہ انبیاء علیہم السلام) بھی شرک کرتے تو ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔"

لہٰذا سب مردوں اور عورتوں' عالم اور متعلم اور ہر ایک مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ اس امر کو سیکھے اور اس میں بصیرت حاصل کرے تاکہ وہ توحید کی حقیقت اور اقسام کو جان لے اور شرک کی ان دونوں قسموں' اکبر و اصغر کو پہچان لے تاکہ اگر اس سے شرک اکبر یا اصغر کا ارتکاب ہوا ہو تو وہ فوراً سچی توبہ کرے' توحید کو لازم پکڑے' اس پر استقامت کا مظاہرہ کرے' اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی اور اس کے حق کی ادائی میں زندگی بسر کرے۔ توحید کے کئی حقوق ہیں اور وہ ہیں فرائض کو ادا کرنا اور نواہی کو ترک کرنا یعنی توحید کے ساتھ ساتھ یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ فرائض ادا کئے جائیں اور نواہی کو ترک کیا جائے اور شرک کی تمام صورتوں سے خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ' مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔

شرک اکبر' توحید اور اسلام کے کلی طور پر منافی ہے جبکہ شرک اصغر' کمال واجب کے منافی ہے لہٰذا دونوں صورتوں یعنی شرک اصغر و اکبر کا ترک کرنا ازبس ضروری ہے۔

ہمیں چاہئے کہ دل و دماغ کی اتھاہ گہرائیوں سے اسے سیکھیں اور اس میں فقاہت حاصل کریں اور پوری عنایت اور وضاحت کے ساتھ اسے لوگوں تک پہنچائیں تاکہ مسلمانوں کو ان عظیم الشان امور کے بارے میں شرح صدر حاصل ہو۔

اللہ عزوجل کی بارگاہ قدس میں دست سوال دراز ہے کہ وہ ہمیں اور آپ سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو دین میں فقاہت و ثابت قدمی عطا فرمائے۔ اپنے دین کو فتح و نصرت اور اپنے کلمہ کو سربلندی عطا فرمائے اور ہمیں اور آپ سب لوگوں کو اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں بنا دے! انه سميع قريب.

وَصَلَّى اللهُ عَلَي نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ بِإِحْسَانٍ إِلَي يَوْمِ الدِّيْنِ

وجوب عبادت الٰہی اور دشمنوں پر فتح و نصرت کے اسباب

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَّ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ۔ أَمَّا بَعْدُ:

ہر مکلف انسان کے لئے سب سے اہم واجب اور فرض یہ ہے کہ وہ اپنے اس رب سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرے جو آسمان و زمین اور عرش عظیم کا رب ہے اور جس نے اپنی کتاب کریم میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ رَبَّكُمُ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ فِى سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ يُغْشِى ٱلَّيْلَ ٱلنَّهَارَ يَطْلُبُهُۥ حَثِيثًا وَٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ وَٱلنُّجُومَ مُسَخَّرَٰتٍۭ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ (الأعراف٧/ ٥٤)

”درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا' وہی رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے کہ وہ (دن) اس کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے اور اس نے سورج' چاند اور تارے پیدا کئے' سب اس کے فرمان کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں' دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنوں اور انسانوں کو تو اس نے اپنی عبادت ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات٥١/ ٥٦)

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔“

یہ عبادت جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا' اس سے مراد اس کی توحید ہے اور عبادت کی تمام قسمیں مثلاً نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' رکوع' سجود' طواف' ذبح' نذر' خوف' امید' استغاثہ' استعانت' استعاذہ اور دعا کی تمام قسمیں بھی اس میں شامل ہیں۔ اس عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ان اوامر اور ترک نواہی میں اس کی اطاعت بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کریم اور اس کے رسول امین ﷺ کی سنت نے بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام جنوں اور انسانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس عبادت کو بجا لائیں جس کی خاطر انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ اسی عبادت کے بیان کے لئے اس نے تمام رسولوں کو مبعوث اور تمام کتابوں کو نازل فرمایا ہے' اس کی تفصیل اس کی دعوت اور اسے اخلاص کے ساتھ ادا کرنے کا حکم اللہ وحدہ' ہی کے لئے ہے' جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرۃ٢/ ٢١)

”اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔“

اور فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۚ ﴾ (الإسراء١٧/ ٢٣)

”اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی

کرتے رہو۔"

اس میں "قضی" کے معنی حکم دینے اور وصیت کرنے کے ہیں' اسی طرح اس نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعْبُدُواْ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلْقَيِّمَةِ ﴾ (البينة ٩٨/ ٥)

"اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ (اور یک سو ہو کر) اللہ کی عبادت کریں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور یہی سچا دین ہے۔"

کتاب اللہ میں اس مفہوم کی بہت سی آیات ہیں' جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُواْۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾ (الحشر٥٩/ ٧)

"جو چیز تم کو رسول (ﷺ) دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں' ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ ﴾ (النساء٤/ ٨٠)

"جس شخص نے رسول کی فرماں برداری کی تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔"

مزید ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُواْ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُواْ ٱلطَّٰغُوتَۖ ﴾ (النحل١٦/ ٣٦)

"اور ہم نے ہر جماعت (امت) میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴾ (الأنبياء٢١/ ٢٥)

"اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے' ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو۔"

ارشاد گرامی ہے:

﴿ الٓر ۚ كِتَٰبٌ أُحْكِمَتْ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ﴿١﴾ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّا ٱللَّهَۚ إِنَّنِي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ﴾ (هود١١/ ١-٢)

"یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے بالتفصیل بیان کر دی گئی ہے (وہ یہ) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تم کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔"

یہ آیات محکمات اور اس مفہوم کی قرآن مجید کی دیگر تمام آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف اللہ وحدہ کی اخلاص کے ساتھ عبادت واجب ہے اور یہی دین کی اصل اور ملت کی اساس ہے۔ ان آیات سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنوں اور انسانوں کی تخلیق' انبیاء کی بعثت اور کتابوں کے نزول میں بھی یہی حکمت کارفرما ہے لہٰذا تمام مکلفین پر یہ واجب ہے کہ وہ اس امر کی طرف کامل توجہ دیں اور اسے سمجھنے کی پوری پوری کوشش کریں اور آج نام کے مسلمان جن بہت سی باتوں میں مبتلا ہو چکے ہیں ان سے پرہیز کریں مثلاً انبیاء و اولیاء کے بارے میں غلو سے کام لینا' ان کی قبروں پر عمارتیں' مسجدیں اور قبے بنانا' ان سے سوال کرنا اور مدد مانگنا' حاجات کو پورا کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا' ان سے سوال کرنا' پریشانیوں کے ازالہ' بیماریوں کے لئے شفا اور دشمنوں پر فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے ان کی طرف رجوع کرنا اور اس طرح کے دیگر بے شمار امور ہیں جو شرک اکبر کی قسمیں ہیں۔

کتاب اللہ کے اس مضمون کی موافقت میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث بھی ہیں' چنانچہ صحیحین میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا "کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟" حضرت معاذ نے عرض کیا کہ "اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔" تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے' اسے وہ عذاب نہ دے۔"

صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناتے ہوئے فوت ہو تو وہ جہنم رسید ہو گا۔"

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ یہ اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک نہ بناتا ہو تو یہ شخص جنت میں داخل ہو گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ یہ اس کے ساتھ شرک کرتا ہو تو ایسا شخص جہنم رسید ہو گا۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں' یہ مسئلہ بہت اہم اور عظیم مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث ہی اس لئے فرمایا کہ آپ توحید کی دعوت دیں' شرک کی نفی کریں' چنانچہ جس مقصد کی خاطر آپ کی بعثت ہوئی اس کی تبلیغ کے لئے آپ نے بہت احسن انداز میں فرض ادا کیا حتیٰ کہ اللہ کی راہ میں آپ کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں مگر آپ نے اور آپ کے ساتھ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صبر کا خوب خوب مظاہرہ کیا اور دعوت و تبلیغ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بتوں اور پروہتوں سے جزیرۃ العرب کو پاک کر دیا' لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو گئے' کعبۃ اللہ کے گردوپیش اور اس کے اندر رکھے ہوئے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا گیا' لات' عزیٰ' منات اور قبائل عرب کے دیگر تمام بتوں کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا گیا جس سے جزیرۃ العرب میں اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو سربلندی اور دین اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ پھر مسلمان جزیرۃ العرب سے باہر دعوت و جہاد کے کام کے لئے متوجہ ہوئے اور اس سے اللہ تعالیٰ نے سعادت مند لوگوں کو ہدایت سے بہرہ مند فرمایا اور دنیا کے اکثر حصوں میں حق اور عدل کا بول بالا ہو گیا اور اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہدایت کے امام' حق کے قائد اور عدل و اصلاح کے داعی بن گئے اور پھر ان کے بعد تابعین و تبع تابعین نے

ہدایت کے امام اور حق کے داعی بن کر کام کیا اور اللہ کے دین کی اشاعت کا کام کیا۔ لوگوں کو توحید الٰہی کی دعوت دی' اپنے نفسوں اور مالوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اللہ کی خاطر کسی ملامت گر کی ملامت کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں فتح و نصرت سے نوازا اور دشمنوں کے مقابلہ میں انہیں غلبہ عطا فرمایا اور اپنے حسب ذیل فرمان میں جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دکھایا کہ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد ٤٧/ ٧)

"اے اہل ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔"

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيزٌ ۝ ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّـٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَـٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ ﴾

(الحج ٢٢/ ٤٠-٤١)

"اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے' اللہ اس کی ضرور مدد کرے گا' بے شک اللہ تعالیٰ زبردست قوت اور غلبے والا ہے' یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس (قدرت و اختیار) دیں تو نماز قائم کریں' زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

پھر اس کے بعد لوگوں میں تبدیلی آگئی' وہ فرقوں میں تقسیم ہو گئے' جہاد کے بارے میں سست ہو گئے' عیش و راحت اور خواہش پرستی کی زندگی کو ترجیح دینے لگے' ان میں منکرات عام ہو گئیں --- مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا--- تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے حالات کو بدل دیا اور ان کے اعمال کی سزا کے طور پر ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔ قانون قدرت یہ ہے کہ:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ ﴾ (الرعد ١٣/ ١١)

"اللہ اس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل ہے) نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔"

لٰہذا سب مسلمانوں پر' خواہ ان کا تعلق حکومتوں سے ہو یا قوموں سے' یہ واجب ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع کریں' اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت و بندگی بجالائیں' سابقہ کوتاہیوں اور گناہوں سے توبہ کریں' فرائض کے ادا کرنے میں کمر ہمت باندھ لیں' اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے رک جائیں اور آپس میں ایک دوسرے کو اس کی وصیت بھی کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون بھی کریں۔

سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ شرعی حدود کو نافذ کیا جائے' ہر چیز میں لوگوں کے مابین حکم شریعت کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور شرعی قوانین کو اپنا نظام حکومت بنایا جائے ان وضعی قوانین کو فی الفور ختم کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مخالف ہیں اور ان قوانین کی بنیاد پر اپنا نظام حکومت قطعاً استوار نہ کیا جائے اور تمام لوگوں کو حکم شریعت کا پابند بنایا جائے۔

حضرات علماء کرام کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں میں دین کی سمجھ بوجھ پیدا کریں' ان میں اسلامی بیداری کی روح پھونک دیں' حق و صبر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی وصیت کریں اور نفاذ شریعت کے سلسلہ میں اپنے حکمرانوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

اسی طرح علماء پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ ان ملحدانہ افکار و نظریات مثلاً کیمونزم' سوشلزم اور قومیت پرستی وغیرہ کے خلاف جنگ کریں جو اسلامی شریعت کے مخالف ہیں' اسی سے ہی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے خراب حالات کی اصلاح فرمائے گا' عظمت گم گشتہ کو واپس لوٹائے گا' دشمنوں پر فتح و نصرت عطا کر کے زمین میں غلبہ عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ سب سے سچے' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الروم ۳۰/ ۴۷)

"اور مومنوں کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔" نیز ارشاد فرمایا:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴾ (النور ۲۴/ ۵۵)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو' جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے' مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔"

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ ٱلْأَشْهَٰدُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ ٱلظَّٰلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ ٱللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوٓءُ ٱلدَّارِ ﴾ (غافر ۴۰/ ۵۱۔۵۲)

"ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی قیامت کو بھی) جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لئے لعنت اور برا گھر ہے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور دست سوال دراز ہے کہ وہ مسلمانوں کے حکمرانوں اور عوام کی اصلاح فرمائے' انہیں دین کی فقاہت سے نوازے' انہیں تقویٰ کی بنیاد پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے' سب کو صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے' ان کے ساتھ حق کو نصرت اور باطل کو ذلت عطا کرے' سب کو ایک دوسرے کے ساتھ نیکی و تقویٰ پر تعاون اور حق و صبر کی وصیت کی توفیق بخشے' بلاشبہ وہی ذات گرامی کارساز و قادر ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ وَخِيَرَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ نَبِيِّنَا وَإِمَامِنَا سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَمَنِ اهْتَدَى بِهُدَاهُ إِلَي يَوْمِ الدِّيْنِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ!

صرف اللہ وحدہ عبادت کا مستحق ہے

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ
عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام جو اس تحریر سے مطلع ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور سب مسلمانوں کو دین کی سمجھ بوجھ اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔ أَمَّا بَعْدُ:

اس نصیحت کے ذریعے ان بعض منکر امور کے سلسلہ میں تنبیہہ کرنا مقصود ہے جن میں بہت سے لوگ ازراہ جہالت مبتلا ہو چکے ہیں اور خواہشات نفس کا پجاری بنانے کے لئے شیطان ان کے افکار اور عقلوں سے کھیل رہا ہے۔

ان امور میں سے ایک یہ بھی ہے--- جیسا کہ اس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی ہے--- کہ بعض لوگ دوسروں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتے ہیں اور کئی ایسے امور کے مدعی ہیں جن سے عوام اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ انہیں بھی اس کائنات میں تصرف حاصل ہے لہٰذا انہیں نفع و نقصان کے لئے پکارا جا سکتا ہے۔ حالانکہ جو شخص اپنی عبادت کی لوگوں کو دعوت دے وہ فرعون اور اس جیسے دیگر بڑے بڑے مجرموں اور کافروں سے مشابہت رکھتا ہے۔ عبادت کی مستحق صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی ہے' اپنے کمال قدرت و علم اور مخلوق سے بے نیازی کے باعث صرف اسی کو عبادت کا استحقاق حاصل ہے اور اس کے سوا کوئی اور مستحق عبادت نہیں' چنانچہ اسی مقصد کی خاطر انبیاء کرام کو مبعوث کیا اور کتابوں کو نازل کیا گیا اور اسی کی خاطر جہاد کا بازار گرم کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ﴾ (الأحقاف ۴۶/ ۵-۶)

''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے' جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور ان کو' ان کے پکارنے کی خبر نہ ہو اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔''

مزید فرمایا:

﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۱۱۷)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں' تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہو گا۔ یقیناً کافر لوگ نجات سے محروم ہوں گے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَا تَدۡعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَۖ فَإِن فَعَلۡتَ فَإِنَّكَ إِذٗا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۰۶)

"اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکے' اگر ایسا کرو گے، تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ ﴾ (النساء ٤/ ٤٨)

"اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے' اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٞ ﴾ (لقمان ٣١/ ١٣)

"شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَقَالَ ٱلۡمَسِيحُ يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمۡۖ إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ أَنصَارٖ ﴾ (المائدة ٥/ ٧٢)

"مسیح نے یہود سے یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ یقین مانو جو شخص اللہ کے ساتھ (کسی کو بھی) شریک کرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو گا۔"

ارشاد گرامی ہے:

﴿ ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗاۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ سُبۡحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ﴾

(التوبة ٩/ ٣١)

"انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ (الإسراء ١٧/ ٢٣)

"اور تمہارے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

پس ان اور ان جیسی دیگر آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیراللہ کی عبادت یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ غیر اللہ مثلاً انبیاء' اولیاء' اصنام' اشجار اور احجار کی عبادت' اللہ عزوجل کے ساتھ شرک اور اس کی اس توحید کے منافی ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا فرمایا اور اس کے بیان کرنے کے لئے رسولوں کو مبعوث اور اپنی کتابوں

کو نازل فرمایا اور یہی معنی ہیں "لا الہ الا اللہ" کے۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی اور معبود حقیقی نہیں ہے۔ یہ کلمہ غیر اللہ کی عبادت کی نفی کر کے' اسے اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَٰطِلُ ﴾ (الحج۲۲/ ۶۲)

"یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں' وہ باطل ہے۔"

یہی دین کی اصل اور ملت کی اساس ہے اور اگر یہ اصل و اساس صحیح ہو گی تو عبادات صحیح ہوں گی جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾ (الزمر۳۹/ ۶۵)

"اور (اے محمد! ﷺ) آپ کی طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں' یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (الأنعام۶/ ۸۸)

"اور اگر وہ (سابقہ انبیاء) شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے' سب ضائع ہو جاتے۔"

اس امر عظیم کی خاطر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث اور کتابوں کو نازل فرمایا تاکہ توحید کو بیان کیا جائے' اس کی دعوت دی جائے اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا جائے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ (النحل۱۶/ ۳۶)

"اور ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴾ (الأنبياء۲۱/ ۲۵)

"اور جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو تم میری ہی عبادت کرو۔"

اللہ عزوجل کا ایک اور ارشاد:

﴿ الٓر ۚ كِتَٰبٌ أُحْكِمَتْ ءَايَٰتُهُۥ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۝ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ ۚ إِنَّنِى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ﴾ (هود۱۱/ ۱۔۲)

"یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم و خبیر کی طرف سے بالتفصیل بیان کر دی گئی ہیں (وہ یہ) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اس کی طرف سے تمہیں ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں۔"

مزید فرمایا:

﴿ هَٰذَا بَلَٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا۟ بِهِۦ وَلِيَعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴾ (إبراهيم۱۴/ ۵۲)

"یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اس سے ڈرایا جائے اور وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود

ہے اور اہل عقل نصیحت پکڑیں۔"

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا "یہ کہ کسی کو اللہ کا "ند" بناؤ حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔" "ند" کے معنی نظیر و مثیل کے ہیں تو جو شخص بھی غیراللہ کو پکارے یا غیراللہ کی عبادت کرے یا اس سے فریاد کرے یا اس کے لئے نذر مانے یا اس کے لئے ذبح کرے یا اس کے لئے کسی بھی قسم کی عبادت کرے تو اس نے اسے اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا ہے خواہ وہ نبی ہو یا ولی' فرشتہ ہو یا جن' بت ہو یا کوئی اور چیز! کیونکہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے لئے خاص ہے' کوئی اور اس کا ہرگز ہرگز مستحق نہیں ہے۔"

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟" میں نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔" آپ نے فرمایا "اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ شرک نہ کرے' وہ اسے عذاب نہ دے۔"

اللہ تعالیٰ نے اسی امر عظیم کے لئے جنوں اور انسانوں کو پیدا فرمایا یعنی یہ کہ اس کی توحید کا اقرار کریں' صرف اسی کو مستحق عبادت سمجھیں اور اس کے شرکاء' نظراء اور انداد کو ترک کردیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کے سوا کوئی رب نہیں' جو شخص لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دے یا یہ کہے کہ وہ مستحق عبادت ہے تو وہ کافر ہے۔ واجب ہے کہ اس سے توبہ کرنے کا مطالبہ کیا جائے' اگر توبہ کرے تو درست ورنہ مسلمان حاکم کے لئے واجب ہے کہ ایسے شخص کو قتل کردے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "جو شخص اپنے دین کو بدل دے' اسے قتل کردو۔" (بخاری)

یہ بھی واضح گمراہی اور بہت بڑی جہالت کی بات ہے کہ غیب کی خبریں دینے کے سلسلہ میں کاہنوں' پروہتوں' رمالیوں' نجومیوں' شعبدہ بازوں اور دجالوں کی تصدیق کی جائے۔ یہ بہت منکر کام اور کفر کی ایک شاخ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔" (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے کاہنوں کے پاس جانے اور ان سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اہل سنن نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ "جو شخص کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کا انکار کیا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد (ﷺ) پر نازل فرمایا ہے۔"

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں لہٰذا تمام مسلمانوں کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ کاہنوں' نجومیوں اور ان تمام شعبدہ بازوں سے سوال کرنے سے اجتناب کریں' جو غیب کی خبریں دینے کے دعویدار ہیں اور جاہلوں کی عقلوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ کے سوا امور غیب کو اور کوئی نہیں جانتا صرف وہی ہے جو سینوں کے بھیدوں اور دلوں کی دھڑکنوں کو بھی جانتا ہے' اس کے سوا اور کوئی حتیٰ کہ انبیاء' مرسلین اور فرشتے بھی امور غیب کو نہیں جانتے' وہ صرف اتنا جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ انہیں بتادے۔ جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴾ (النمل ۲۷/ ۶۵)

"(اے پیغمبر ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ آسمان اور زمین والوں میں سے اللہ کے سوا کوئی غیب کی باتیں نہیں جانتے!

اور وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ کب (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ:

﴿ قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ ٱللَّهِ وَلَآ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ وَلَآ أَقُولُ لَكُمْ إِنِّى مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ٥٠)

"اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ (یہ کہ) میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے (اللہ کی طرف سے) آتا ہے۔ آپ پوچھئے کہ بھلا اندھا اور آنکھ والا برابر ہو سکتے ہیں؟ تو پھر تم غور (کیوں) نہیں کرتے ہو؟"

اور فرمایا:

﴿ قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ ٱلسُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (الأعراف٧/ ١٨٨)

"اے پیغمبر (ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے' اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی' میں تو مومنوں کو ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔"

ان آیات کریمہ اور ان کے مفہوم کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی غیب نہیں جانتے حالانکہ آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بہتر اور افضل ہیں جب آپ غیب نہیں جانتے تو مخلوق میں سے کوئی اور کس طرح جان سکتا ہے؟ لہٰذا جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ ﷺ یا مخلوق میں سے کوئی اور غیب جانتا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان لگاتا' دور کی کوڑی لاتا' زبردست گمراہی میں مبتلا ہوتا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ امور غیب کو جاننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور علم غیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ ﴾ (لقمان٣١/ ٣٤)

"صرف اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی' بے شک اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان پانچ چیزوں ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ ﴾ (لقمان٣١/ ٣٤) کے سوا نبی کریم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پانچ باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا' انہیں کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی کو جانتا ہے تو وہ قرآن کے ساتھ کفر کرتا ہے کیونکہ اس طرح اس نے قرآن مجید کی مخالفت کی ہے' ہاں البتہ انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی ایسی بہت سی باتوں کو ضرور جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں معلوم کرا دی ہیں۔

ایمان بالغیب' ایمان کا رکن ہے اور سچے مومنوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور علم غیب کا دعویٰ کرنا اور

امور غیب کی خبر دینا ان کاہنوں کی صفت ہے جو ہدایت سے محروم ہیں نیز یہ ان دجال' شعبدہ باز اور نجومیوں کا دعویٰ ہے جو خود بھی صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں اور جاہل مسلمانوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ﴾ (الأنعام٦/ ٥٩)

"اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں' جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "غیب کی چابیاں پانچ ہیں" اور پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ ﴾ (لقمان٣١/ ٣٤)

"صرف اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے۔"

طلباء علم پر واجب ہے کہ اس بات میں لوگ جس زبردست غلطی میں مبتلا ہو چکے ہیں اس پر انہیں تنبیہ کریں کیونکہ کل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان سے باز پرس ہو گی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَوْلَا يَنْهَىٰهُمُ ٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ ٱلْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ ٱلسُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا۟ يَصْنَعُونَ ﴾ (المائدة ٥/ ٦٣)

"بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلا شبہ وہ بھی برا کرتے ہیں۔"

اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ سیدوں (بنی ہاشم) کے سارے گناہ معاف ہیں خواہ وہ کوئی بھی عمل کریں' یہ حد درجہ جہالت و ضلالت کی بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حسب و نسب کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ اس کے اوامر کی اطاعت کون بجالاتا اور اس کے نواہی سے اجتناب کون کرتا ہے؟ تقویٰ کس میں ہے اور اس کی معصیتوں اور نافرمانیوں سے کون دور ہے؟ حسب و نسب کسی کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا' فرمان باری تعالیٰ یہ ہے:

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ﴾ (الحجرات٤٩/ ١٣)

"بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے" اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے "خبردار! آگاہ رہو کہ جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم ہی خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ رہو وہ ٹکڑا دل ہے۔" دیکھئے ابو طالب' رسول اللہ ﷺ کا حقیقی چچا تھا مگر رسول اللہ ﷺ سے یہ قرابت اور حسب و نسب کی بلندی اس کے کچھ کام نہ آئی۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ ابو طالب کلمہ پڑھ لے تاکہ آپ دربار الٰہی میں اس کی سفارش کر سکیں لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے بارے میں ازل میں یہ لکھ دیا تھا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین پر فوت ہو گا اور وہ دین' شرک اور بت پرستی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے لئے استغفار (بخشش کی دعا) کرنے سے بھی منع فرمادیا:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَن يَسْتَغْفِرُوا۟ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓا۟ أُو۟لِى قُرْبَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَـٰبُ ٱلْجَحِيمِ ﴾ (التوبة٩/ ١١٣)

"نبی (ﷺ) اور مومنوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مشرکوں کے لئے اس بات کے واضح ہو جانے کے بعد کہ وہ دوزخی ہیں، بخشش کی دعا کریں اگرچہ وہ (مشرک، مومنوں اور نبی ﷺ) کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔"
اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ اگر وہ کسی کو ہدایت نہ دینا چاہے تو نبی بھی اسے ہدایت دینے کا اختیار نہیں رکھتا

﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ﴾ (القصص۲۸/ ۵۶)
"(اے محمد! (ﷺ) آپ جسے چاہیں، ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"
اسی طرح ابو لہب بھی نبی ﷺ کا چچا تھا، اس کا بھی کفر پر خاتمہ ہوا اس کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل سورت نازل فرما دی جسے قیامت تک پڑھا جائے گا، یعنی:
﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴾ (المسد۱۱۱/ ۱)
"ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو گیا۔"
حقیقی معیار یہ ہے کہ قولی، عملی اور اعتقادی طور پر قرآن کریم اور سنت مطہرہ کی پیروی کی جائے، باقی رہے حسب و نسب تو یہ کسی کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا، حسب و نسب اسے آگے نہ لے جا سکے گا۔" نیز آپ نے فرمایا "اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ سے اپنی جانوں کو خرید لو، میں اللہ کے دربار میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا۔" اسی طرح آپ نے اپنے چچا عباس، پھوپھی صفیہ اور لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہی فرمایا۔ اگر حسب و نسب کی بلندی کسی کے کام آ سکتی تو ان لوگوں کے ضرور کام آتی۔

آسیب زدہ کے جسم میں جن کے داخل ہونے کا مسئلہ اور جن کے انسان سے مخاطب ہونے کا جواز

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنِ اهْتَدَى بِهُدَاهُ ۔ أَمَّا بَعْدُ:
شعبان ۱۴۰۷ ہجری کے بعض مقامی و غیر مقامی اخبارات و جرائد نے مختصر و مطول طور پر وہ خبریں شائع کیں، جو میرے پاس اس جن کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بارے میں تھیں، جس کا یہاں ریاض میں ایک مسلمان خاتون پر سایہ تھا، اس آسیب زدہ خاتون پر جب برادر عبداللہ بن مشرف عمری مقیم ریاض نے قرآن مجید کی آیات پڑھیں اور جن سے مخاطب ہو کر اسے اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلایا، وعظ و نصیحت کی اور اسے بتایا کہ ظلم کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور پھر جب جن نے عبداللہ کو بتایا کہ وہ کافر ہے اور بدھ مت سے اس کا تعلق ہے تو عبداللہ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے عبداللہ کے پاس اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا، پھر عبداللہ اور عورت کے وارثوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس عورت کو لے کر میرے پاس آئیں تاکہ میں بھی جن کے مشرف بہ اسلام ہونے کے اعلان کو سن سکوں، چنانچہ جب یہ لوگ میرے پاس آئے تو میں نے اس جن سے پوچھا کہ تمہارے اس عورت کے جسم میں داخل ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

اس نے مجھے اسباب بتائے' اس وقت وہ اگرچہ عورت کی زبان سے بات کر رہا تھا لیکن وہ مرد کا کلام تھا' عورت کا کلام نہ تھا' یہ آسیب زدہ خاتون میرے قریب ہی کرسی پر بیٹھی تھی' اس عورت کا بھائی' اس کی بہن' عبداللہ بن مشرف مذکور اور بعض علماء بھی اس موقعہ پر موجود تھے اور وہ سب جن کی باتوں کو سن رہے تھے' اس نے بڑی صراحت کے ساتھ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور بتایا کہ اس کا تعلق بدھ مت سے ہے اور وہ ہندوستان کا رہنے والا ہے۔ میں نے بھی اسے نصیحت کی' اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کی اور کہا کہ اس عورت کے جسم سے نکل جاؤ اور اس پر ظلم سے باز رہو' اس نے میری ان سب باتوں کو قبول کرلیا اور کہا کہ اب میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکا ہوں تو میں نے کہا کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز دیا ہے تو اب اپنی قوم کے سامنے بھی اسلام کی دعوت کو پیش کرو' تو اس نے وعدہ کیا اور عورت کو چھوڑ کر چلا گیا' جاتے وقت اس کی زبان سے آخری کلمہ جو سنا وہ یہ تھا کہ "السلام علیکم" اس کے بعد عورت نے اپنے معمول کے مطابق اپنے لہجہ میں گفتگو شروع کر دی اور محسوس کیا کہ اس کا بوجھ ختم ہو گیا ہے اور اب وہ راحت اور سکون محسوس کرتی ہے۔ اس کے بعد وہ قریباً ایک ماہ یا کچھ دن زیادہ تھے کہ دوبارہ اپنے دو بھائیوں' خالہ اور بہن کے ساتھ میرے پاس آئی اور اس نے بتایا کہ وہ خیروعافیت سے ہے اور وہ دوبارہ اس کے پاس نہیں آیا۔ والحمدللہ!

میں نے اس عورت سے پوچھا کہ وہ جن جب اس کے جسم کے اندر موجود تھا تو وہ کیا محسوس کرتی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ اس وقت وہ بہت غلط قسم کے افکاروخیالات محسوس کرتی تھی جو شریعت کے خلاف ہیں' وہ بدھ مت کی طرف میلان محسوس کرتی تھی اور اس مذہب کی کتابوں کی طرف اس کا میلان تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس جن سے نجات دی تو یہ غلط افکار و خیالات بھی ازخود زائل ہو گئے اور وہ ان خیالات و افکار پریشاں سے نجات پا کر اپنی پہلی حالت پر آ گئی' جس میں اس قسم کے غلط خیالات کا قطعاً کوئی وجود نہ تھا۔

فضیلۃ الشیخ علی طنطاوی کے بارے میں مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے اس قسم کے واقعہ کے رونما ہونے کا انکار کیا ہے اور کہا کہ یہ دجل و فریب اور جھوٹ ہے اور ممکن ہے کہ عورت کے پاس اس وقت کوئی ٹیپ ریکارڈر ہو جس پر گفتگو ریکارڈ کی گئی ہو جو اس وقت سنا دی گئی اور عورت نے خود بات نہ کی ہو میں نے وہ کیسٹ بھی منگوائی جس پر شیخ طنطاوی کی یہ گفتگو ریکارڈ کی ہوئی تھی تو مجھے ان کی اس بات سے بہت تعجب ہوا ہے کہ میں نے تو خود جن سے کئی سوالات کئے تھے' جن کے اس نے جواب دیئے تو کوئی عقلمند یہ کیسے گمان کر سکتا ہے کہ میرے ذہن کے سوالات اور جن کے جوابات پہلے ہی سے ریکارڈ کر لئے گئے تھے نیز شیخ طنطاوی نے یہ بھی کہا کہ کسی جن کا انسان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونا حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے بھی منافی ہے' جو قصہ سلیمان کے ضمن میں مذکور ہوا ہے کہ:

﴿وَهَبْ لِى مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِى لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِىٓ﴾ (صٓ ۳۸/ ۳۵)

"اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔"

بلاشک و شبہ شیخ طنطاوی کی یہ بات غلط اور ان کا یہ فہم باطل ہے --- اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت سے نوازے --- کسی جن کا کسی انسان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کے منافی نہیں ہے کیونکہ جنوں کی ایک بہت بڑی جماعت نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحقاف اور سورۃ الجن میں اس کی وضاحت فرمائی ہے اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "شیطان میرے سامنے آیا اور اس نے بڑا زور لگایا کہ میری نماز کو توڑ دے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ عطا کیا اور میں نے

اسے پچھاڑ دیا اور ارادہ کیا کہ اسے ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہ صبح ہو جائے تو تم اسے دیکھو لیکن مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آگئی کہ هب لی ملكا لاينبغى لاحدمن بعدى تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام و نامراد واپس لوٹا دیا۔" یہ الفاظ صحیح بخاری کی روایت کے ہیں اور صحیح مسلم کی روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ "عفریت جن رات کو میرے پاس آیا تا کہ میری نماز کو قطع کر دے لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر غلبہ عطا کیا اور میں نے اسے پچھاڑ دیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ایک ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہ صبح کے وقت تم سب اسے دیکھو لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آگئی کہ هب لی ملكا لاينبغى لاحدمن بعدى تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام و نامراد واپس لوٹا دیا۔"

امام نسائی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کے پاس شیطان آیا لیکن آپؐ نے اسے پکڑ کر پچھاڑ دیا اور اس کا گلا گھونٹ دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی۔ اگر سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو لوگ اسے صبح بندھا ہوا دیکھتے۔" امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ "میں نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا اور میں اس کا گلا دباتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس کے لعاب کی ٹھنڈک کو اپنی ان دو انگلیوں یعنی انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی کے درمیان محسوس کیا۔"

امام بخاری نے "صحیح" میں تعلیقاً مگر صحت کے وثوق کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقہء رمضان کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا لیکن رات کو میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کھانے کی اشیاء کو کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا اللہ کی قسم! میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا تو وہ کہنے لگا "میں بہت ضرورت مند ہوں' اہل و عیال کا مجھ پر بوجھ ہے اور مجھے بڑی سخت ضرورت ہے۔" تو میں نے اسے چھوڑ دیا اور جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابو ہریرہ! تمہارے رات والے قیدی کا کیا بنا؟" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! اس نے سخت ضرورت اور اہل و عیال کے بوجھ کی شکایت کی تو میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔" آپ نے فرمایا "اس نے جھوٹ بولا ہے اور وہ دوبارہ پھر آئے گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دوبارہ پھر آئے گا۔ لہٰذا میں گھات لگا کر بیٹھ گیا' چنانچہ وہ آیا اور اس نے پھر کھانے کی اشیاء کو کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیا اور میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ "تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔" تو وہ کہنے لگا کہ "مجھے چھوڑ دو' میں بہت ضرورت مند ہوں' مجھ پر اہل و عیال کا بوجھ ہے۔ میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔" تو میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "ابو ہریرہ! تمہارے رات والے قیدی کا کیا بنا؟" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے ضرورت اور اہل و عیال کی شکایت کی تو میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔" آپ نے فرمایا "اس نے جھوٹ بولا ہے اور وہ دوبارہ پھر آئے گا۔" تو میں تیسری بار پھر اس کی گھات میں بیٹھ گیا' وہ آیا اور اس نے اپنے کپڑے میں کھانے کی اشیاء کو ڈالنا شروع کر دیا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ "میں اب تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا' یہ تیسری دفعہ ہے' تم وعدہ کرتے ہو کہ آئندہ نہیں آؤ گے لیکن پھر آ جاتے ہو۔" تو وہ کہنے لگا "مجھے چھوڑ دو میں تجھے کچھ کلمات سکھاتا ہوں' جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا؟" میں نے کہا کہ "کون سے کلمات؟" کہنے لگا کہ "جب تم سونے کے لئے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی

﴿ اللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۵۵) آخر تک پڑھ لو' اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، مقرر کردہ ایک فرشتہ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آئے گا۔" میں نے اسے چھوڑ دیا' صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا "تمہارے رات والے قیدی کا کیا بنا؟" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! (ﷺ) اس نے مجھے کچھ کلمات سکھائے جن کے بارے میں اس کا یہ کہنا تھا کہ ان سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا۔" تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا "کون سے کلمات؟" میں نے عرض کیا "اس نے مجھ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے آؤ تو آیۃ الکرسی اول سے آخر تک مکمل پڑھ لو' اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ایک فرشتہ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آئے گا۔" صحابہ کرام خیر و بھلائی کی بات حاصل کرنے کے چونکہ شدید خواہش مند تھے' اس لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر اسے چھوڑ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اس نے بات سچی کی ہے اگرچہ وہ خود بڑا جھوٹا ہے۔" پھر آپ نے فرمایا "ابو ہریرہ! تمہیں معلوم ہے یہ تین راتیں تم کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟" ابو ہریرہ نے عرض کیا "جی نہیں۔" فرمایا "یہ شیطان تھا۔" (صحیح البخاری مع الفتح' ج ۴' ص: ۴۸۶)

صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "شیطان انسان کے اندر اس طرح چل پھر سکتا ہے' جس طرح خون گردش کرتا ہے۔"

امام احمد رحمہ اللہ نے "مسند" جلد ۴' ص: ۲۱۶ میں صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے کہ عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے یہ عرض کیا "یا رسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز و قرأت میں حائل ہو جاتا ہے۔" آپ نے فرمایا "یہ شیطان خنزب ہے جب تم اسے محسوس کرو تو تعوذ پڑھ کر اپنے بائیں جانب تین بار تھوکو۔" حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "میں نے جب اسی طرح کیا تو اللہ عزوجل نے اسے مجھ سے دور فرما دیا۔" اسی طرح احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک ساتھی فرشتوں میں سے اور ایک شیطانوں میں سے مقرر کیا ہے حتیٰ کہ خود نبی کریم ﷺ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے شیطان کے سلسلہ میں آپ کی مدد فرمائی اور وہ مسلمان ہو گیا ہے اور آپ کو وہ خیر و بھلائی کے کام ہی کی ترغیب دیتا ہے۔

اللہ عزوجل کی کتاب' رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا اور اسے آسیب میں مبتلا کر سکتا ہے۔ لہٰذا کسی عالم کے لئے یہ کیسے جائز ہے کہ وہ اس کا انکار کرے جب کہ اس کی بنیاد بھی علم و ہدایت کے بجائے بعض ان اہل بدعت کی تقلید پر ہو جو اہل سنت و الجماعت کے مخالف ہیں۔

فَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

اب میں قارئین کرام کے سامنے اس سلسلہ میں اہل علم کے چند ارشادات نقل کروں گا۔ مندرجہ ذیل ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ ٱلَّذِينَ يَأۡكُلُونَ ٱلرِّبَوٰاْ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِي يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيۡطَٰنُ مِنَ ٱلۡمَسِّ ﴾

(البقرۃ۲/ ۲۷۵)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو شیطان (جن) نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔"

کے بارے مفسرین کے اقوال:

ابو جعفر بن جریر (طبری) رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ سود کھانے والے اس طرح حواس باختہ ہو کر اٹھیں گے جس طرح دنیا میں وہ شخص تھا جسے شیطان نے آسیب میں مبتلا کر کے مجنون بنا دیا ہو۔ امام بغوی رحمہ اللہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ سود خور قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسے وہ شخص ہو جو شیطان کے آسیب کی وجہ سے مجنون بن گیا ہو۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سود کھانے والے قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ اور جسے شیطان نے دیوانہ بنا دیا ہو' دیوانگی کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کے کھڑے ہونے کی یہ حالت نہایت مضحکہ خیز ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "سود خور کو روز قیامت اس مجنون کی طرح اٹھایا جائے گا جس کا گلا گھونٹا جا رہا ہو" (ابن ابی حاتم) عوف بن مالک' سعید بن جبیر' سدی' ربیع بن انس' قتادہ اور مقاتل بن حیان سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کا قول فاسد ہے جو اس بات کا انکار کرتا ہے کہ جن انسان کو آسیب میں مبتلا کر سکتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ بعض طبیعتوں کا اپنا فعل ہوتا ہے کیونکہ شیطان انسان کے اندر نہیں چل سکتا اور نہ اسے جنون میں مبتلا کر سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں مفسرین کے بہت سے ارشادات ہیں' جو انہیں معلوم کرنا چاہیں' وہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "ایضاح الدلالة فی عموم الرسالة للثقلین" جو کہ مجموع الفتاویٰ' ج ۱۹' ص: ۹ سے ۶۵ تک میں موجود ہے' میں فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ معتزلہ کی ایک جماعت مثلاً جبائی اور ابوبکر رازی وغیرہ نے جن کے آسیب زدہ کے جسم میں داخل ہونے کا انکار کیا ہے۔ البتہ جنوں کے وجود کا انہوں نے انکار نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول احادیث سے جس طرح جنوں کا وجود ظاہر ہے' اس طرح انسانی جسم میں ان کا داخل ہونا ظاہر ہے لیکن ان کی یہ بات غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوالحسن اشعری نے "مقالات اہلسنّت و الجماعت" میں ذکر کیا ہے کہ اہل سنت کا یہ بھی قول ہے کہ جن آسیب زدہ کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا .... ﴾ (البقرة۲/ ۲۷۵)

عبداللہ بن احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ جن' انسانوں کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتا تو انہوں نے فرمایا بیٹا یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ جن' انسانوں کے اندر داخل ہو کر اس کی زبان سے بات کر سکتا ہے' اس مسئلہ کو ہم نے اپنی جگہ پر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاوی' ج ۲۴' ص: ۲۷۶' ۲۷۷ میں یہ بھی لکھا ہے کہ جنوں کا وجود کتاب اللہ' سنت رسول اللہ ﷺ اور امت کے سلف اور ائمہ کے اتفاق سے ثابت ہے نیز باتفاق ائمہ اہل سنت و الجماعت یہ بھی ثابت ہے کہ جن' انسان کے بدن میں داخل ہو سکتا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا ﴾ (البقرة۲/ ۲۷۵) صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "شیطان ابن آدم کے جسم میں یوں چل سکتا ہے' جس طرح خون کی گردش جاری ہے۔"

عبداللہ بن امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ "میں نے اپنے والد گرامی سے کہا کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ جن انسان کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتا۔" تو انہوں نے فرمایا "بیٹا! یہ لوگ غلط کہتے ہیں' جن انسان کے اندر داخل ہو کر اس کی زبان سے بات کر سکتا ہے۔" امام احمد رحمہ اللہ نے یہ جو بات فرمائی ہے یہ ایک مشہور امر ہے' چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ آدمی جب آسیب زدہ ہوتا ہے تو وہ ایسی زبان بولتا ہے جو ناقابل فہم ہوتی ہے اور اس کے جسم پر ایسی سخت ضرب لگائی جاتی ہے

کہ اگر اونٹ کو بھی لگائی جائے تو اس پر بھی زبردست اثر انداز ہو لیکن آسیب زدہ اس ضرب کو محسوس نہیں کرتا اور نہ وہ اس کلام کو محسوس کر رہا ہوتا ہے' جسے وہ بول رہا ہوتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ آسیب زدہ کسی ایسے انسان کو کھینچتا ہے جو تندرست ہوتا ہے اور کبھی اس بستر کو لپیٹنے لگ جاتا ہے' جس پر وہ بیٹھا ہو' لیکن اشیاء کو ایک جگہ سے دوسری جگہ الٹ پلٹ کرنا شروع کر دیتا ہے اور کبھی اس طرح کی کئی اور حرکتیں کرتا ہے جن کے دیکھنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ انسان کی زبان سے بات کرنے والا اور ان تمام اشیاء کو حرکت دینے والا انسان نہیں بلکہ کوئی اور جنس ہے۔

ائمہ مسلمین میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے آسیب زدہ کے جسم میں جن کے داخل ہونے کا انکار کیا ہو' جو شخص اس کا انکار کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ شریعت اس کی تکذیب کرتی ہے تو وہ شریعت کی طرف ایک جھوٹی بات منسوب کرتا ہے کیونکہ ادلۂ شرعیہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو اس کی نفی کرتی ہو۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب زادالمعاد فی ھدی خیر العباد' ج ۴' ص: ۶۶-۶۹ میں فرماتے ہیں کہ ''آسیب کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جو خبیث زمینی روحوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور (۲) وہ جو ردی اخلاط کی وجہ سے ہوتا ہے' اور متاخرالذکر قسم وہ ہے جس کے سبب اور علاج وغیرہ کے بارے میں اطباء گفتگو کرتے ہیں۔

روحوں کی وجہ سے جو جنون ہے' مسلمانوں کے ائمہ اور عقلاء اس کا اعتراف کرتے ہیں' اس کی تردید نہیں کرتے بلکہ اعتراف کرتے ہیں کہ اس کا علاج یہ ہے کہ خبیث اور شریر روحوں کے مقابلہ میں نیک' شریف اور عظیم الشان روحوں کو پیش کیا جائے' اس سے خبیث روحوں کے اثرات ختم ہو جائیں گے' ان کے افعال باطل ہو جائیں گے۔ بقراط نے بھی اس کا اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے' چنانچہ اس نے جنون کی بعض صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اس جنون کے لئے مفید ہے جس کا سبب اخلاط (جسمانی رطوبتوں کا بگاڑ) اور مادہ ہو اور وہ جنون جس کا سبب ارواح ہوں' اس کے لئے یہ طریق علاج مفید نہیں ہے۔

جاہل' گھٹیا اور نچلے درجہ کے اطباء اور زندیقیت پر اعتقاد رکھنے والے' روحوں کے جنون کا انکار کرتے ہیں اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ روحیں مجنون کے جسم پر اثر انداز ہو سکتی ہیں اور ان کا یہ انکار جہالت کی وجہ سے ہے کیونکہ فن طب میں بھی اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور پھر حس اور وجود اس کے شاہد عدل ہیں' ان کا یہ کہنا کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ بعض اخلاط غالب آ جاتی ہیں' تو یہ جنون کی بعض قسموں میں تو ہوتا ہے لیکن تمام قسموں میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آگے لکھتے ہیں کہ بعد میں زندیق (بے دین) طبیب آئے اور انہوں نے کہا کہ جنون کی صرف ایک ہی قسم ہے لیکن جس شخص کو ان روحوں کے بارے میں عقل و معرفت حاصل ہو گی اور اسے ان کی تاثیرات کا علم ہو گا تو وہ ان کی جہالت اور کم عقلی پر ہنسے گا۔

جنون کی اس قسم کے علاج کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو آسیب زدہ کی طرف سے ہے اور دوسرا معالج کی طرف سے۔ آسیب زدہ کی طرف سے تو یہ ہے کہ وہ نفسیاتی قوت سے کام لے اور ان تمام روحوں کے پیدا کرنے والے کی طرف صدق دل سے متوجہ ہو اور صحیح طور پر دل و زبان کی ہم آہنگی کے ساتھ تعوذ کرے' یہ گویا جنگ کی ایک قسم ہے اور جنگجو کو اپنے دشمن پر غلبہ پانے کے لئے کامیابی حاصل ہو نہیں سکتی جب تک اس میں دو باتیں نہ ہوں' ایک تو یہ کہ اسلحہ فی نفسہ صحیح اور بہت اعلیٰ کوالٹی کا ہو اور دوسرا یہ کہ اس کا اپنا بازو بھی مضبوط ہو۔ جب ان میں سے ایک شرط بھی ختم ہو گئی تو اسلحہ کی موجودگی اس کے لئے کوئی بہت مفید ثابت نہ ہو گی اور اگر دونوں پہلو ہی ختم ہوں تو پھر کسی کو اپنے دشمن کے مقابلہ میں فتح

کس طرح حاصل ہو سکتی ہے یعنی دل اگر توحید' توکل' تقویٰ اور توجہ سے خالی ہو اور ہتھیار بھی نہ ہو تو پھر کامیابی کیسے حاصل ہو گی؟

علاج کے دوسرے پہلو کا تعلق معالج سے ہے۔ معالج میں بھی مذکورہ دونوں باتوں کا ہونا ضروری ہے حتیٰ کہ کئی معالج صرف اتنی بات کہتے ہیں کہ "اس کے جسم سے نکل جا" یا وہ صرف "بسم اللہ" یا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" کہتے ہیں تو جن' انسان کے جسم سے نکل جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے "اے اللہ کے دشمن! میں اللہ کا رسول تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ نکل جا۔" (چنانچہ جن نکل جاتا تھا)۔

میں نے اپنے شیخ (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ) کو دیکھا کہ وہ آسیب زدہ کے پاس اپنے کسی قاصد کو بھیج دیتے جو یہ کہتا ہے کہ شیخ نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ نکل جا کیونکہ اس انسان کو تکلیف دینا تیرے لئے حلال نہیں ہے تو اس سے آسیب زدہ کو فوراً اِفاقہ ہو جاتا۔ بسااوقات استاد گرامی خود بھی جن سے بات کرتے اور اگر کبھی جن سرکش ہوتا تو اسے مار کر باہر نکالتے' آسیب زدہ صحیح ہو جاتا اور مار کی وجہ سے اسے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ ہم نے اور دیگر لوگوں نے کئی بار اس طرح کے مناظر دیکھے ہیں۔ الغرض جنون کی اس قسم اور اس کے علاج کا صرف وہی شخص منکر ہو سکتا ہے جس کے پاس علم' عقل اور معرفت کی کمی ہو۔ خبیث روحوں کا تسلط اکثر اس وجہ سے ہوتا ہے کہ متاثرہ لوگوں میں دین کی کمی' دلوں اور زبانوں کی خرابی کی وجہ سے اور ذکر' تعوذات اور نبوی و ایمانی تحصنات سے دوری کی وجہ سے شیطانوں کو ان پر تسلط جمالینا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ خبیث روحیں جب یہ دیکھتی ہیں کہ یہ شخص غیر مسلح ہے یا کبھی یہ دیکھتی ہیں کہ یہ عریاں ہے تو وہ اس کے جسم میں داخل ہو جاتی ہیں۔" امام ابن قیم رحمہ اللہ کا کلام یہاں ختم ہوا۔

ہم نے یہ جو ادلہ شرعیہ اور اہل سنت و الجماعت کے اہل علم کے اجماع کی روشنی میں ذکر کیا ہے کہ جن انسانوں کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں تو اس سے قارئین کرام کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اس شخص کا قول باطل ہے جو اس کا انکار کرے نیز اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ فضیلۃ الشیخ علی طنطاوی نے اس کا جو انکار کیا ہے' تو یہ ان کی غلطی ہے۔ انہوں نے اپنی بات میں یہ بھی کہا ہے کہ اگر ان کی حق کی طرف رہنمائی کی جائے تو وہ رجوع کر لیں گے' لہٰذا امید ہے کہ ہم نے ان سطور میں جو کچھ ذکر کیا ہے شاید اسے پڑھنے کے بعد وہ راہ صواب کی طرف لوٹ آئیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور ان کے لئے ہدایت و توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اخبار "الندوۃ" نے اپنی ۱۴ شوال ۱۴۰۷ ہجری کی اشاعت میں صفحہ ۸ پر ڈاکٹر محمد عرفان کے حوالے سے جو یہ لکھا ہے کہ جنون کا کلمہ "قاموس طبی" میں موجود ہی نہیں ہے تو یہ بھی غلط ہے' نیز یہ کہ جن کا انسان کے جسم میں داخل ہونا اور اس کی زبان سے بات کرنا سو فی صد غلط علمی مفہوم ہے حالانکہ یہ سب باطل ہے اور اس کا سبب امور شرعیہ کے بارے میں علم کی کمی اور اہل سنت و الجماعت کے اہل علم کے اقوال سے ناواقفیت ہے' کیونکہ اگر یہ مسئلہ بہت سے اطباء سے مخفی رہا ہے تو یہ عدم وجود کی دلیل نہیں بلکہ ان اطباء کی بہت بڑی جہالت کی دلیل ہے کہ یہ اس امر سے ناواقف ہیں جسے بے شمار ایسے علماء جانتے ہیں جو صداقت' امامت اور دینی بصیرت میں معروف ہیں بلکہ اس پر تو اہل سنت و الجماعت کا اجماع ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے تمام اہل علم سے نقل کیا ہے۔ ابوالحسن اشعری نے بھی یہی لکھا ہے کہ "یہ اہل سنت و الجماعت سے منقول ہے۔" نیز امام ابوالحسن اشعری کے حوالہ سے علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ شبلی حنفی المتوفی ۷۹۹ہجری نے اپنی کتاب آکام المرجان فی غرائب الاخبار

و احکام الجان۔ کے باب نمبر ۱۵ میں بھی یہی ذکر کیا ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ کے حوالہ سے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اطباء کے ائمہ و عقلاء اس کا اعتراف کرتے ہیں' وہ اس کا انکار نہیں کرتے۔ اس کا انکار کرنے والے جاہل' گھٹیا اور نچلے درجہ کے اطباء اور زندیقیت پر اعتقاد رکھنے والے لوگ ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ ان حقائق کو جو ہم نے ذکر کئے ہیں جان لیں اور مضبوطی سے تھام لیں اور جاہل اطباء اور ان لوگوں کی باتوں سے فریب خوردہ نہ ہوں جو علم و بصیرت کے بغیر محض جاہل طبیبوں اور معتزلہ وغیرہ بدعتیوں کی تقلید کی بنیاد پر ان کا انکار کرتے ہیں۔ واللہ المستعان!

نوٹ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ اور اہل علم کا جو کلام ذکر کیا ہے تو یہ اس بات پر بھی دلالت کناں ہے کہ جن سے مخاطب ہونا' اسے وعظ و نصیحت کرنا' اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور اس کا اس دعوت کو قبول کرینا' اس ارشاد باری تعالیٰ کے مخالف نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سورۂ ص میں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی تھی کہ:

﴿ رَبِّ ٱغْفِرْ لِى وَهَبْ لِى مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِى لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِىٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْوَهَّابُ ﴾ (صٓ ۳۸/ ۳۵)

"اے میرے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی کو شایان نہ ہو' بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔"

اسی طرح جن کو نیکی کا حکم دینا' برائی سے منع کرنا اور اگر وہ انسان کے جسم سے نکلنے سے انکار کرے تو اسے مارنا بھی آیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ تو واجب اور ظالم کو ظلم سے روکنے' مظلوم کی مدد کرنے' نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے قبیل سے ہے کیونکہ جن' درحقیقت انسان پر ظلم کر رہا ہوتا ہے اور صحیح حدیث کے حوالہ سے قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کا گلا اس قدر دبایا کہ اس کا لعاب آپ کے دست مبارک پر بہنے لگا اور آپ نے فرمایا "اگر میرے بھائی سلیمان کی دعا نہ ہوتی تو لوگ صبح کے وقت اس شیطان کو بندھا ہوا دیکھتے۔" صحیح مسلم میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کا دشمن ابلیس میرے پاس آگ کا ایک انگارہ لایا تاکہ اسے میرے چہرے پر لگا دے تو میں نے تین بار کہا اعوذ باللہ منک "میں اللہ تعالیٰ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" پھر میں نے کہا "میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت بھیجتا ہوں۔ پھر میں نے ارادہ کیا کہ اسے پکڑ لوں لیکن اللہ کی قسم! اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو صبح تک وہ یہاں بندھا ہوتا حتیٰ کہ اہل مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔" چنانچہ اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ اس سلسلہ میں اہل علم کے اقوال بھی بہت ہیں لیکن امید ہے کہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا یہ کافی ہوگا اور اس میں طالب حق کے لئے قناعت کا سامان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے واسطہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو دین میں فقاہت و استقامت عطا فرمائے اور ہمیں اقوال و اعمال میں اصابت حق کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور سب مسلمانوں کو اس بات سے پناہ دے کہ ہم علم کے بغیر کوئی بات کریں یا کسی ایسی بات کا انکار کریں جس کا ہمیں علم نہ ہو' بے شک وہی کارساز و قادر ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَي عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ بِإِحْسَانٍ

جادو یا کہانت کے ذریعے علاج اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت خطرناک ہے

یہ دیکھتے ہوئے کہ آج کل ایسے شعبدہ بازوں کی کثرت ہو گئی ہے جو طب جاننے کا دعوی کرتے ہیں لیکن جادو یا کہانت کے ذریعے علاج کرتے ہیں۔ یہ لوگ بعض ملکوں میں پھیل گئے اور سادہ لوح اور جاہل لوگوں کو لوٹ رہے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی خیرخواہی کے پیش نظر میں نے اس بات کو ضروری محسوس کیا کہ یہ واضح کروں کہ اس طریق علاج کو اختیار کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے کس قدر خطرہ ہے کیونکہ اس میں غیراللہ کے ساتھ تعلق قائم ہوتا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کی مخالفت لازم آتی ہے لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے مدد لیتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ علاج معالجہ بالاتفاق جائز ہے۔ مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ باطنی (Internal) یا جراحی (Surgical) یا عصبی (Neural) یا اس طرح کی دیگر بیماریوں کے علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کے پاس جائے جو اس کی بیماری کی تشخیص اور ایسی مناسب ادویہ کے ساتھ علاج تجویز کرے جن کا استعمال شرعاً جائز ہو اور علم طب کی روشنی میں ان کا استعمال اس کے مناسب حال ہو کیونکہ یہ اسباب عادیہ کے اختیار کرنے کے قبیل سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کرنے کے منافی نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی نے بیماری کو نازل کیا اور اس نے اس کے ساتھ اس کی دوا کو بھی نازل فرمایا ہے' کسی نے اس کو جان لیا اور کوئی اس سے ناواقف ہے لیکن یاد رہے کہ اس چیز میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے شفا نہیں رکھی جسے ان کے لئے اس نے حرام قرار دے دیا ہے۔

مریض کے لئے ایسے کاہنوں کے پاس جانا جائز نہیں ہے جو غیبی امور کا دعویٰ کرتے ہیں تاکہ ان سے اپنے مرض کے بارے میں معلوم کرے نیز ان کی باتوں کی تصدیق کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ اٹکل پچو سے بات کرتے ہیں یا جنات کو حاضر کر کے ان سے مدد لیتے ہیں اور یہ کاہن و نجومی لوگ کافر اور گمراہ ہیں کیونکہ یہ علم غیب جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو وہ اس دین کے ساتھ کفر کرتا ہے جو محمد (ﷺ) پر اتارا گیا ہے۔" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا' اصحاب سنن اربعہ نے بیان کیا اور امام حاکم نے ان الفاظ کے ساتھ اسے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص کسی نجومی یا کاہن کے پاس آئے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو وہ اس دین کے ساتھ کفر کرتا ہے جو محمد (ﷺ) پر اتارا گیا۔" حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو فال پکڑے یا جس کے لئے فال پکڑی جائے' جو کہانت اختیار کرے یا جس کے لئے کہانت سے کام لیا جائے' جو جادو کرے یا جس کے لئے جادو سے کام لیا جائے' جو شخص کاہن کے پاس آئے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو وہ اس دین کے ساتھ کفر کرتا ہے' جسے محمد (ﷺ) پر اتارا گیا۔" اس حدیث کو امام بزار نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ان احادیث شریفہ میں نجومیوں وغیرہ کے پاس جانے' ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کی ممانعت اور وعید بیان کی گئی ہے لہٰذا حکمرانوں' احتساب کرنے والوں اور ان لوگوں کو جنہیں قدرت و اختیار حاصل ہوتا ہے چاہئے کہ وہ لوگوں کو کاہنوں اور نجومیوں کے پاس جانے سے روکیں اور جو نجومی وغیرہ بازاروں میں اپنا کاروبار سجائیں ان کو سختی سے منع کریں اور ان کے پاس آنے والوں کو بھی سختی کے ساتھ روکیں۔

اس بات سے فریب خوردہ نہیں ہونا چاہئے کہ ان کی بعض باتیں سچی ثابت ہوتی ہیں یا ان لوگوں کے پاس بہت سے اہل علم بھی آتے ہیں۔ ان کے پاس آنے والے اہل علم درحقیقت راسخ فی العلم نہیں ہوتے بلکہ جاہل ہوتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس جانے' ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس میں زبردست برائی اور بہت زیادہ خطرہ ہے اور اس کے نتائج بھی بدترین ہیں۔ یہ لوگ کاذب اور فاجر ہیں۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کاہن و ساحر کافر ہیں کیونکہ یہ علم غیب کا دعوئ کرتے ہیں اور کسی انسان کا علم غیب کا دعوی کرنا کفر ہے اور پھر یہ لوگ جنات سے خدمت اور ان کی عبادت کئے بغیر اپنے مقصود کو حاصل نہیں کر سکتے تو یہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ کفر اور شرک ہے اور جو شخص ان کے علم غیب کے دعوی کی تصدیق کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ بھی انہی کی طرح کافر ہے' جو شخص ان امور کو سیکھے تو رسول اللہ ﷺ اس سے بری ہیں۔

کسی بھی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ یہ لوگ جو طلسمات وغیرہ پڑھتے یا دیگر خرافات کرتے ہیں' انہیں علاج تصور کرے کیونکہ یہ تو کہانت اور لوگوں کو تلبیس میں مبتلا کرنا ہے جو شخص اس پر راضی ہو وہ گویا ان کے باطل اور کفر میں ان کے ساتھ ممد و معاون ہے۔

کسی مسلمان کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کاہنوں اور نجومیوں سے اس کے بارے میں پوچھے جس سے اس کا بیٹا یا کوئی قریبی عزیز شادی کرنا چاہتا ہو یا میاں بیوی اور ان کے خاندانوں کی محبت و وفا اور دشمنی و بے وفائی کے بارے میں ان سے کچھ پوچھے کیونکہ اس کا تعلق بھی اس غیب سے ہے جس کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

جادو کا تعلق ان امور سے ہے جو حرام اور کفریہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں دو فرشتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۖ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۰۲)

"اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم ذریعۂ آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو' غرض لوگ ان سے ایسا (جادو) سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں اور اللہ کے حکم کے سوا اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے اور کچھ ایسے (منتر) سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہو گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی۔ کاش وہ (اس بات کو) جانتے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جادو کفر ہے اور جادوگر میاں بیوی میں تفریق ڈال دیتے ہیں نیز اس سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ جادو میں فی نفسہ نفع و نقصان کی کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے کونی و قدری حکم سے اثر انداز ہوتا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی نے خیر و شر کو پیدا فرمایا ہے۔

ان افتراء پردازوں کی بدولت زبردست نقصان اور بے پناہ مصیبت کا سامنا ہے جنہوں نے ان علوم کو مشرکوں سے سیکھا اور کمزور عقل والوں کو اپنے دام فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

«فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، وَحَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ»

اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ جادو سیکھتے ہیں وہ درحقیقت ایک ایسی چیز کو سیکھتے ہیں جو ان کیلئے نقصان دہ ہے' قطعاً نفع بخش نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں آخرت میں ان لوگوں کا قطعاً کوئی حصہ نہ ہو گا۔ یہ ایک زبردست وعید ہے جو دنیا و آخرت میں ان کے شدید خسارہ میں مبتلا ہونے پر دلالت کناں ہے۔ انہوں نے اپنی جانوں کو بہت گھٹیا قیمت کے عوض بیچ دیا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِۦٓ أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۱۰۲)

''اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی۔ کاش وہ (اس بات کو) جانتے۔''

شراء کا لفظ یہاں بیع کے معنی میں ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ساحروں' کاہنوں اور دیگر تمام شعبدہ بازوں کے شر سے عافیت و سلامتی کی دعا مانگتے ہیں اور یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے' ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے بارے میں اپنے حکم کو نافذ فرمادے تاکہ بندگان الٰہی ان کے شر اور ان کے خبیث اعمال سے محفوظ رہ سکیں۔ انہ جواد کریم۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے ایسی چیزیں بھی تیار فرمائی ہیں جن کے استعمال سے وہ جادو میں مبتلا ہونے سے قبل اس کے شر سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور جنہیں جادو میں مبتلا ہونے کے بعد بطور علاج استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پنے بندوں پر رحمت' احسان اور اتمام نعمت ہے' چنانچہ یہاں کچھ ایسی چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے جن کو استعمال کر کے انسان جادو کے وقوع پذیر ہونے سے قبل اس کے خطرات سے محفوظ رہ سکتا ہے اور جنہیں وقوع پذیر ہونے کے بعد بطور علاج استعمال کر سکتا ہے اور پھر لطف یہ کہ ان کا تعلق مباح امور سے ہے۔

ان میں سے پہلی قسم یعنی جادو کے وقوع پذیر ہونے سے قبل اس کے خطرات سے محفوظ رہنا اس سلسلہ میں سب سے اہم اور منفعت بخش امر یہ ہے کہ آدمی شرعی اذکار' دعاؤں اور مسنون تعوذات کو پڑھے نیز ہر فرض نماز کے بعد سلام پھیرنے کے بعد اذکار مسنونہ پڑھ کر آیت الکرسی پڑھے جو کہ قرآن کریم کی سب سے عظیم آیت ہے اور وہ حسب ذیل ہے:

﴿ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَىُّ ٱلْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُۥ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَّهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۗ مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۖ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْعَظِيمُ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۲۵۵)

''اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' ہمیشہ زندہ اور کائنات کو تھامنے والا' اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؟ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے'

اسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے' ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے) اس کی کرسی آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت نہیں تھکاتی وہ بڑا عالی رتبہ (اور) جلیل القدر ہے۔"

اسی طرح سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا ہر فرض نماز کے بعد پڑھنا' نیز ان تینوں سورتوں کا تین تین بار نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد پڑھنا بھی اس مقصد کے لئے مفید ہے۔ نیز سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں امن الرسول سے لے کر سورت کے آخر تک کا رات کے ابتدائی حصہ میں پڑھنا بھی بہت مفید ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص رات کو آیت الکرسی پڑھ لے تو اس کی حفاظت کے لئے اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے قریب نہیں آ سکتا۔" اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو یہ اس کے لئے کافی ہوں گی۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسے ہر برائی سے بچانے کے لئے کافی ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح ہر مخلوق کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی کثرت سے پناہ لینا' دن ہو یا رات نیز صحرا' فضا یا سمندر کے سفر کی ہر منزل پر انہیں پڑھنا بھی بہت مفید ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص کسی منزل پر پڑاؤ ڈالے اور یہ پڑھ لے:

«أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ »

"میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ لیتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی ہے۔"

تو وہاں سے کوچ کرنے تک کوئی چیز اسے نقصان نہ پہنچائے گی۔" اسی طرح دن رات کے ابتدائی حصہ میں تین بار درج ذیل کلمات کا پڑھنا بھی مفید ہے:

«بِسْمِ اللهِ الَّذِيْ لاَ يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَاءِ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ»

"اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی' نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ (سب کچھ) سننے اور جاننے والا ہے۔"

کیونکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ کلمات پڑھنے کی ترغیب دی اور اسے ہر برائی سے محفوظ رہنے کا سبب بتایا ہے۔

یہ اذکار و تعوذات جادو کے شر اور دیگر تمام شرور سے بچنے کا اس شخص کے لئے عظیم ترین ذریعہ ہیں جو صدق ایمان' اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر بھروسہ اور اعتماد اور انشراح صدر کے ساتھ ہمیشہ پڑھتا رہے نیز جادو کے وقوع پذیر ہونے کے بعد اس کے ازالہ کے لئے بھی یہ بہت مؤثر ہتھیار ہیں اور ان کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں الحاح و زاری بھی کی جائے اور اس سے یہ دعا بھی کی جائے کہ وہ تکلیف دور کر دے اور اس پریشانی سے نجات عطا فرما دے۔

یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جادو اور بیماریوں کے علاج کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دعا کے ساتھ دم بھی کیا کرتے تھے:

«اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْھِبِ الْبَأْسَ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ، لاَ شِفَاءَ إِلاَّ شِفَاؤُكَ شِفَاءً لاَ یُغَادِرُ سَقَمًا»

"اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور فرما اور شفا عطا فرما' تو ہی شفا دینے والا ہے' تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں' ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری باقی نہ رہنے دے۔"

اسی طرح اس کے لئے وہ دم بھی مفید ہے جو جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تھا اور جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

«بِسْمِ اللهِ أَرْقِیْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ یُؤْذِیْكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ، اَللهُ یَشْفِیْكَ، بِسْمِ اللهِ أَرْقِیْكَ»

"اللہ کے نام کے ساتھ میں تجھ پر دم کرتا ہوں' ہر اس چیز سے جو تجھے تکلیف دے اور ہر انسان یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے' اللہ تجھے شفا دے' میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں۔"

ان کلمات کو تین بار پڑھ کر دم کرنا چاہئے۔ جادو کے علاج کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے' نیز یہ طریقہ اس شخص کے لئے بھی مفید ہے جسے جادو کر کے اپنی بیوی سے مباشرت کرنے سے روک دیا گیا ہو۔ طریقہ یہ ہے کہ آدمی بیری کے درخت کے سات سبز پتے لے' انہیں پتھر وغیرہ کے ساتھ کوٹ لے اور پھر انہیں کسی برتن میں ڈال کر اس پر اتنا پانی ڈالے جو اس کے غسل کے لئے کافی ہو اور اس پانی پر آیت الکرسی' سورۃ الکافرون' سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق' سورۃ الناس اور وہ آیات پڑھ کر دم کرے جن میں سحر کا ذکر ہے مثلاً:

﴿وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١١٧﴾ فَوَقَعَ ٱلْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١١٨﴾ فَغُلِبُوا۟ هُنَالِكَ وَٱنقَلَبُوا۟ صَٰغِرِينَ﴾ (الأعراف ٧/ ١١٧-١١٩)

"اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تم بھی اپنی لاٹھی ڈال دو وہ فوراً (سانپ بن کر) جادو گروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو (ایک ایک کر کے) نگل جائے گی (پھر) تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ' فرعونی کرتے تھے باطل ہو گیا اور وہ مغلوب اور ذلیل ہو کر رہ گئے۔"

سورۂ یونس کی یہ آیات:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ٱئْتُونِى بِكُلِّ سَٰحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ ٱلسَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰٓ أَلْقُوا۟ مَآ أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّآ أَلْقَوْا۟ قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ ٱلسِّحْرُ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ سَيُبْطِلُهُۥٓ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ ٱللَّهُ ٱلْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُجْرِمُونَ﴾ (یونس ١٠/ ٧٩-٨٢)

"اور فرعون نے حکم دیا کہ سب کامل فن جادو گروں کو ہمارے پاس لے آؤ' جب جادو گر آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ جو تم کو ڈالنا ہو ڈالو۔ جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جو چیزیں تم (بنا کر) لائے ہو جادو ہے' اللہ تعالیٰ اس کو ابھی نیست و نابود کر دے گا۔ بلاشبہ اللہ شریروں کے کام سنوارا نہیں کرتا اور اللہ اپنے حکم سے سچ کو سچ ہی کر دے گا' اگرچہ گناہ گار برا ہی مانیں۔"

اور سورۂ طٰہٰ کی یہ آیات:

﴿قَالُوا۟ يَٰمُوسَىٰٓ إِمَّآ أَن تُلْقِىَ وَإِمَّآ أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ أَلْقُوا۟ ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ فِى نَفْسِهِۦ خِيفَةً مُّوسَىٰ ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْأَعْلَىٰ ﴿٦٨﴾ وَأَلْقِ مَا فِى

يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوٓا۟ ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا۟ كَيْدُ سَٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴾ (طہ ۲۰/ ۶۵-۶۹)

"انہوں نے کہا موسیٰ ! یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا نہیں تم ہی ڈالو (جب انہوں نے چیزیں ڈالیں) تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں ایسی آنے لگیں کہ وہ میدان میں ادھر ادھر دوڑ رہی ہیں (اس وقت) موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا خوف نہ کرو بلا شبہ تم ہی غالب ہو اور جو چیز (یعنی لاٹھی) تمہارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی' جو کچھ انہوں نے بنایا ہے (یہ تو) جادو گروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادو گر کہیں بھی جائے کامیاب نہیں ہوتا۔

ان سورتوں اور آیات کو پڑھ کر پانی پر دم کرے' اس میں سے کچھ پانی پی لے اور باقی سے غسل کر لے' اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بیماری کا خاتمہ ہو جائے گا' اگر ضرورت ہو تو اس عمل کو دوبار یا اس سے زیادہ دفعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

جادو کے علاج کے لئے ایک انتہائی مفید طریقہ یہ بھی ہے کہ مقدور بھر کوشش کر کے اس جگہ کو تلاش کیا جائے جہاں جادو وغیرہ کے منتر کو چھپایا گیا ہو خواہ وہ زمین میں کسی جگہ ہو یا پہاڑ وغیرہ میں اور پھر اسے نکال کر اگر تلف کر دیا جائے تو اس سے بھی جادو کا اثر باطل ہو جاتا ہے۔ الغرض یہ ان امور کا بیان ہے جن کے ساتھ جادو سے محفوظ رہا جا سکتا اور جادو میں مبتلا ہونے کی صورت میں جنہیں بطور علاج استعمال کیا جا سکتا ہے۔

باقی رہا جادو کا علاج جادو گروں کے عمل کے ذریعہ' مثلاً جانور ذبح کر کے جنوں کا تقرب حاصل کرنا یا ان کے تقرب کے حصول کے لئے اس طرح کے کچھ دیگر کام کرنا' تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ شیطانی عمل بلکہ شرک اکبر ہے لہٰذا اس سے بچنا واجب ہے۔ اسی طرح کاہنوں' نجومیوں اور شعبدہ بازوں سے جادو کے علاج کے بارے میں سوال کرنا اور ان کے جواب کے مطابق عمل کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ وہ ایمان دار نہیں ہیں بلکہ کاذب اور فاجر ہیں۔ علم غیب کا دعویٰ کرتے اور لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے پاس جانے' ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے' جس طرح کہ اس مقالہ کے آغاز میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہر برائی سے محفوظ رکھے' ان کے دین کی حفاظت فرمائے' انہیں دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمائے اور ہر اس چیز سے بچائے جو اس کی شریعت کے خلاف ہو۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ

وہ امور جو اسلام کے منافی ہیں

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ۔
أَمَّا بَعْدُ:

مسلمان بھائی! اس حقیقت کو خوب جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوں' اسے مضبوطی سے تھام لیں اور ہر اس چیز سے اجتناب کریں جو اسلام کے مخالف ہو۔ اسی بات کی

دعوت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اللہ عزوجل نے ہمیں یہ بتایا کہ جو شخص آپؐ کی پیروی کرے گا' وہ ہدایت یافتہ ہو گا اور جو روگردانی کرے گا' وہ گمراہ ہو جائے گا۔ بہت سی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اسباب ارتداد اور شرک و کفر کی تمام اقسام کے اختیار کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ علماء کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں کے "باب حکم المرتد" میں ذکر فرمایا ہے کہ اسلام کے منافی بہت سی باتیں ایسی ہیں جنہیں اختیار کرنے سے ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے' اس کا خون اور مال حلال ہو جاتا اور وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے' ان میں سے زیادہ خطرناک اور کثرت سے وقوع پذیر ہونے والی دس باتیں ہیں جنہیں شیخ امام محمد بن عبدالوہاب اور دیگر اہل علم ---رحمہم اللہ جمیعاً--- نے ذکر فرمایا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ہم انہی باتوں کو ذکر کریں گے تاکہ آپ بھی ان سے بچیں اور دوسروں کو بھی ان سے بچائیں۔ مختصر سی وضاحت کے ساتھ ان باتوں کو اس امید پر بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے محفوظ رکھے اور عافیت عطا فرمائے۔

(۱) اسلام کے منافی ان دس باتوں میں سرفہرست اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک کرنا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ (النساء٤/ ١١٦)

"بے شک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا جائے' اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا' بخش دے گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ﴾ (المائدة٥/ ٧٢)

یقین مانو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ (کسی کو بھی) شریک کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت (بہشت) حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔"

مردوں کو پکارنا' ان سے فریاد کرنا' ان کی نذر ماننا اور ان کے نام پر جانوروں کو ذبح کرنا بھی شرک ہے۔

(۲) جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلے بنا لے اور ان وسیلوں کو پکارے' ان سے سوال کرے کہ وہ اس کی سفارش کریں اور ان پر توکل کرے تو اس پر اجماع ہے کہ یہ شخص بھی کافر ہے۔

(۳) جو شخص مشرکوں کو کافر نہ سمجھے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مذہب کو صحیح مانے تو وہ بھی کافر ہے۔

(۴) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی سنت و سیرت زیادہ کامل نمونہ ہے' یا آپؐ کے علاوہ کسی اور کا حکم زیادہ اچھا ہے جس طرح کئی لوگ طاغوتوں کے حکم کو آپؐ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں' تو یہ بھی کافر ہے۔

(۵) جو شخص دین کے کسی ایسے حکم کو ناپسند کرے جسے رسول اللہ ﷺ لے کر دنیا میں تشریف لائے --- خواہ اس کے مطابق عمل بھی کر لے --- تو وہ بھی کافر ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَٰلَهُمْ ﴾ (محمد٤٧/ ٩)

"یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز (دین اسلام) کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔"

(۶) جو شخص رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے کسی حکم کا یا ثواب و عذاب کا مذاق اڑائے' وہ بھی کافر ہے' اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی دلیل ہے:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ﴾

(التوبة۹/ ٦٥-٦٦)

"کہہ دیجئے کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے' بہانے مت بناؤ یقیناً تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔"

(۷) محبت یا نفرت پیدا کرنے کے لئے جادو کا استعمال بھی اسی قبیل سے ہے۔ جو شخص جادو کرے یا اس پر راضی ہو' وہ کافر ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَآ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾ (البقرة۲/ ۱۰۲)

"اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعۂ) آزمائش ہیں' تو کفر نہ کر۔"

(۸) مشرکوں کو غالب کرنا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرنا بھی کفر ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ (المائدة۵/ ۵۱)

"اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہو گا' بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

(۹) جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بعض لوگوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت سے مستثنیٰ ہوں تو یہ بھی کفر ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾ (آل عمران۳/ ۸۵)

"اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا متلاشی ہو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

(۱۰) اللہ تعالیٰ کے دین سے روگردانی کرنا' نہ اسے سیکھنا اور نہ اس کے مطابق عمل کرنا' یہ بھی کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَآ ۚ إِنَّا مِنَ ٱلْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴾ (السجدة۳۲/ ۲۲)

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو اس کے پروردگار کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے۔ ہم گناہ گاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔"

اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ اسلام کے منافی ان امور کا کوئی ازراہ مذاق ارتکاب کرتا ہے یا سنجیدگی سے یا ڈر اور خوف کی وجہ سے' ہاں البتہ وہ شخص ضرور مستثنیٰ ہے جسے مجبور کر دیا گیا ہو۔ یہ تمام جرائم بہت خطرناک بھی ہیں اور بکثرت وقوع پذیر ہونے والے بھی' لہٰذا ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان سے اجتناب کرے اور ڈرتا رہے کہ وہ کہیں ان کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں ایسے امور سے جو اس کے غضب و عقاب کو واجب کر دینے والے ہوں۔ امام محمد بن عبدالوہاب کی بات یہاں ختم ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ

ان میں چوتھے نمبر میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ وہ نظام اور قوانین جو لوگوں کے وضع کردہ ہیں' وہ اسلامی شریعت سے افضل ہیں' یا اس کے مساوی ہیں یا انہیں نافذ کرنا بھی جائز ہے تو وہ بھی کافر ہے جو خواہ یہ عقیدہ رکھے کہ اسلامی شریعت ہے تو افضل لیکن اس بیسویں صدی میں اس کا نفاذ ممکن نہیں ہے یا یہ کہنا کہ اسلامی شریعت پر عمل مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب ہے یا یہ کہنا کہ شریعت کا تعلق صرف ان امور سے ہے جو بندے اور اس کے رب کے مابین ہیں اور زندگی کے دیگر امور و معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں' وہ بھی کافر ہے نیز اس میں یہ کہنا بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ حکم دیا ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کر دیا جائے تو یہ سزائیں عصر حاضر میں مناسب نہیں' یا یہ عقیدہ رکھنا کہ معاملات اور حدود میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے حکم کے بغیر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے خواہ اس حکم کو حکم شریعت سے افضل نہ بھی سمجھے تو بھی وہ کافر ہے کیونکہ اس طرح اس نے ان امور کو حلال ٹھہرا لیا جن کے بارے میں اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حرام قرار دیا ہوا ہے اور ہر وہ شخص جو ان امور کو حلال قرار دے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے مثلاً زنا' شراب' سود اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بغیر کسی اور قانون کے مطابق فیصلہ کرنا تو اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ یقینی کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو یہ توفیق دے کہ ہم اس کی مرضی کے مطابق عمل کریں نیز ہمیں اور تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ، وَصَلَّى اللهُ عَلَي نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ

جنوں اور شیطانوں سے مدد طلب کرنا اور ان کے لئے نذر ماننا

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ان تمام مسلمانوں کے نام جو اس تحریر کو دیکھیں' اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو مضبوطی کے ساتھ دین کو تھامنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اَلسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ:

بعض بھائیوں نے مجھ سے ان امور کے بارے میں پوچھا ہے جو بعض جاہل لوگ کرتے ہیں یعنی غیر اللہ کو پکارنا' مشکلات میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مثلاً جنوں کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا' ان کے لئے نذر ماننا' ان کے لئے جانوروں کو ذبح کرنا' بعض لوگوں کا یہ کہنا "اے سات بزرگو! اس کو پکڑ لو۔" ان سات بزرگوں سے مراد جنوں کے سات سردار ہیں یا یہ کہنا کہ "اے سات بزرگو! فلاں شخص کے ساتھ یہ سلوک کرو۔" مثلاً اس کی ہڈیاں توڑ دو' اس کا خون پی لو' اس کا مثلہ کر دو۔ یا یہ کہنا کہ "اے جن ظہیرہ! اس کو پکڑ لو۔ اے جن عصر! اس کو پکڑ لو۔" چنانچہ بعض جنوبی علاقوں کے لوگوں میں اس طرح کی باتوں کا عام رواج ہے' اسی کے ساتھ ہی یہ بھی شامل ہے کہ انبیاء اولیا یا دیگر صالحین وغیرہ سے دعا کی جائے' فرشتوں سے دعا اور مدد طلب کی جائے' ازراہ جہالت یا پہلے لوگوں کی تقلید کی وجہ سے۔ اس طرح کی باتیں بہت سے ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ بعض لوگ ان باتوں کو معمولی قرار دیتے ہوئے کہہ دیتے ہیں

کہ بس یہ باتیں زبان پر آ جاتی ہیں ہمارا مقصد اور عقیدہ یہ نہیں ہے۔ مذکورہ سوال کرنے والے بھائیوں نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ جن لوگوں کے اس طرح کے اعمال ہوں' ان سے رشتے ناطے کرنے' ان کے ذبیحہ جانوروں کا گوشت کھانے' ان کے لئے دعا کرنے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ شعبدہ بازوں' نجومیوں اور ایسے لوگوں کی تصدیق کرنے کا کیا حکم ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ محض کوئی ایسی چیز دیکھ کر جو مریض کے جسم سے لگی ہو مثلاً عمامہ' شلوار اور دوپٹہ وغیرہ' یہ بتا سکتے ہیں کہ مریض کا مرض کیا ہے اور اس مرض کے اسباب کیا ہیں؟

جواب:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَّ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ۔

أَمَّا بَعْدُ:

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کے سوا ہر چیز کو چھوڑ کر صرف اور صرف اس کی عبادت کریں' دعا' استغاثہ' ذبح' نذر اور دیگر تمام عبادات کو صرف اسی کی ذات گرامی کے لئے خاص قرار دے دیں' اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں اس پیغام کی اشاعت کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو آسمانی کتابیں نازل فرمائیں' جن میں سے قرآن کریم سب سے عظیم ترین ہے' اس میں بھی اسی کا بیان اور اسی کی دعوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے ڈرایا گیا ہے' یہی اصل الاصول ملت اور دین کی اساس اور "لا الٰہ الا اللہ" کی شہادت کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے۔ اس سے غیر اللہ کی الوہیت یعنی عبادت کی نفی ہو جاتی اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے عبادت کا اثبات ہو جاتا ہے اور دیگر تمام مخلوقات میں سے اور کوئی نہیں جس کو عبادت کا مستحق سمجھا جا سکے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے دلائل بے حدوحساب ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاريات٥١/ ٥٦)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو (صرف اور صرف) اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔"

نیز فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ (الإسراء١٧/ ٢٣)

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

مزید ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعْبُدُواْ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ (البينة٩٨/ ٥)

"انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ یکسو (تمام باطل ادیان سے منقطع) ہو کر اخلاص عمل کے ساتھ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں۔"

ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِى سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ (الغافر٤٠/ ٦٠)

"اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا' یقین جانو جو لوگ میری

عبادت سے ازراہ تکبر اعراض کرتے ہیں' عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرة٢/ ١٨٦)

"(اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو (آپ کہہ دیں کہ) میں تو (تمہارے) بہت ہی قریب ہوں' جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔"

ان آیات کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے جنوں اور انسانوں کو (محض) اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔ "قضی" کے معنی یہ ہیں کہ اس نے حکم دیا ہے' اس نے وصیت فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے اور یہ وصیت فرمائی ہے اور اسے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی بیان فرمایا کہ "بندے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کریں۔" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بات بھی واضح فرما دی ہے کہ دعا بھی ایک عظیم عبادت ہے' جو اس سے تکبر کرے گا وہ جہنم رسید ہو گا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صرف اور صرف اسی سے دعا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ ہمارے بہت قریب ہے اور وہ اپنے بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے' لہٰذا تمام بندگان الٰہی پر یہ واجب ہے کہ وہ صرف اپنے رب تعالیٰ ہی سے دعا کریں کیونکہ دعا بھی اسی عبادت ہی کی ایک قسم ہے جس کے لئے انہیں پیدا کیا گیا ہے اور جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الأنعام٦/ ١٦٢-١٦٣)

"اے پیغمبر!) آپ کہہ دیں کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا' سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے فرمان بردار ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو یہ بتا دیں کہ آپ کی نماز اور قربانی۔ یعنی جانور کو ذبح کرنا۔ اور جینا اور مرنا اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں تو جو شخص غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے جس طرح غیر اللہ کے لئے نماز پڑھنا شرک ہے' اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا بھی شرک ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نماز و ذبح کو یہاں یکجا ملا کر ذکر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ دونوں اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی کے لئے ہونی چاہئیں تو جو شخص غیر اللہ مثلاً جن' فرشتوں' مُردوں وغیرہ کے نام پر ذبح کرے اور اس سے ان کا تقرب حاصل کرے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی غیر اللہ کے لئے نماز پڑھے اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

«لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ»

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے' جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حسن سند کے ساتھ حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "دو آدمیوں کا گزر ایک قوم کے بت کے پاس سے ہوا جو وہاں سے کسی کو گزرنے کی اجازت

"اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (یعنی فساد عقیدہ) باقی نہ رہے اور دین سب اللہ ہی کا ہو جائے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں' جب وہ یہ کام کریں گے تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچالیں گے' سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گا۔" اس حدیث میں "حتی یشھدوا ان لا الہ لا اللہ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ کر عبادت کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دیں۔ مشرک لوگ جنوں سے ڈرتے اور ان کی پناہ مانگا کرتے تھے تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿ وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ﴾ (الجن ۷۲/ ۶)

"بات یہ ہے کہ کچھ لوگ (چند انسان) بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔"

اہل تفسیر نے آیت کریمہ میں فزادوھم رھقا کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ انہوں نے ان کے ڈر اور خوف میں اور اضافہ کر دیا کیونکہ جن جب یہ دیکھتے کہ انسان ان کی پناہ پکڑتے ہیں تو اس سے ان کے دلوں میں غرور اور تکبر پیدا ہو گیا اور انہوں نے انسانوں کو مزید ڈرانا اور خوف میں مبتلا کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ ان کی زیادہ عبادت کریں اور ان کی طرف رجوع کریں' جنوں کی پناہ کے عوض اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اور اس کے کلمات تامہ کی پناہ پکڑا کریں' چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴾ (فصلت ۴۱/ ۳۶)

"اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو' بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو نازل فرمایا اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص کسی جگہ فروکش ہو اور وہ یہ پڑھ لے:

«أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ »

"میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کی پناہ لیتا ہوں' ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی ہے۔"

تو اسے اس جگہ سے کوچ کرنے تک کوئی چیز نقصان نہ پہنچا سکے گی" ان مذکورہ آیات و احادیث سے ایک طالب نجات اور دین کی حفاظت اور چھوٹے بڑے شرک سے سلامتی کے متلاشی کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مردوں' فرشتوں' جنوں اور دیگر مخلوقات سے تعلق قائم کرنا اور انہیں پکارنا اور ان کی پناہ پکڑنا اور اس طرح کے دیگر امور کو اختیار کرنا زمانۂ جاہلیت کے مشرکوں کا عمل اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ شرک کی انتہائی بدترین صورت ہے لہٰذا واجب ہے کہ اسے ترک کر دیا جائے' اس سے بچا جائے' اس کے ترک کی دوسروں کو بھی تلقین کی جائے اور ایسا کرنے والے کو منع کیا جائے اور جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ اس قسم کے شرکیہ اعمال میں مبتلا ہے تو یہ جائز نہیں کہ اس سے رشتہ ناطہ کیا جائے' اس کا ذبیحہ کھایا جائے' اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے حتیٰ کہ وہ تائب ہو' دعا اور عبادت کو اللہ وحدہ کے لئے خالص کر دے۔ دعا بھی عبادت ہے بلکہ عبادت کی روح ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "دعا

ہی عبادت ہے" اور دوسری حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ "دعا عبادت کا مغز ہے" اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۲۲۱)

"اور (مومنو) مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں' نکاح نہ کرنا کیونکہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے اور اسی طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں' مومن عورتوں کو ان کی زوجیت میں نہ دینا کیونکہ مشرک (مرد) سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے' مومن غلام بہتر ہے۔ یہ (مشرک) لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنے حکم وگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ نصیحت حاصل کریں۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو بتوں' جنوں اور فرشتوں وغیرہ کی عبادت کرنے والی مشرک عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں کہ عبادت صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے خاص ہے' رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کریں اور آپ کے راستہ کی پیروی کریں۔ اسی طرح اس آیت کریمہ میں اس بات سے بھی منع فرمایا کہ مشرکوں کو مسلمان عورتوں کے رشتے دیئے جائیں حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں کہ عبادت صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لئے خاص ہے' رسول اللہ ﷺ کی تصدیق و اتباع کریں' نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ مومن باندی' آزاد مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ اسے دیکھنے والے اور اس کی بات سننے والے کو کتنی ہی اچھی کیوں نہ معلوم ہو' اسی طرح مومن غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے خواہ اسے سننے اور دیکھنے والا اس کے حسن و جمال اور اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کی بہادری وغیرہ کی وجہ سے کتنا ہی خوش کیوں نہ ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں یعنی مشرک مرد اور عورتیں اپنے اقوال و اعمال اور سیرت و اخلاق سے دوزخ کے داعی ہیں جب کہ مومن مرد اور عورتیں اپنے اقوال و اعمال اور سیرت و کردار کے اعتبار سے جنت کے داعی ہیں تو یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح اللہ جل و علا نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴾ (التوبۃ ۹/ ۸۴)

"اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا' یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان (ہی مرے)"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ منافق اور کافر کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے ہیں' اسی طرح ان کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھی جائے' انہیں مسلمانوں کا امام نہ بنایا جائے اور اس کا سبب ان کا کفر' عدم امانت اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی زبردست عداوت ہے اور اس لئے بھی کہ یہ اہل صلوٰۃ و عبادت میں سے نہیں ہیں کیونکہ کفرو شرک کے ساتھ کوئی عمل باقی ہی نہیں رہتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

اللہ عزوجل نے مردہ ذبیحوں اور مشرکوں کے ذبیحوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٢١)

"اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بے شک تم بھی مشرک ہوئے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مردار اور مشرک کا ذبیحہ کھانے سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔ مشرک چونکہ نجس ہے' اس لئے اس کا ذبیحہ بھی مردار کے حکم میں ہے خواہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہی کیوں نہ لیا گیا ہو کیونکہ مشرک کا اللہ تعالیٰ کا نام لینا باطل ہے اور اس کا کوئی اثر نہیں کیونکہ ذبیحہ عبادت ہے اور شرک عبادت کو رائیگاں کر کے باطل کر دیتا ہے حتیٰ کہ مشرک' اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے ہاں البتہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے کھانے کو جائز قرار دیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ﴾ (المائدة٥/ ٥)

"اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔"

کیونکہ اہل کتاب آسمانی دین کی طرف منسوب ہیں اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں اگرچہ اپنے اس دعویٰ میں وہ جھوٹے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تمام انسانوں کی طرف اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر سابقہ تمام دینوں کو منسوخ اور باطل کر دیا ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنی حکمت بالغہ اور بہت سے ان اسرار و رموز کے باعث اہل کتاب کے کھانے اور ان کی عورتوں کو ہمارے لئے حلال قرار دیا ہے جن کی اہل علم نے وضاحت فرمائی ہے لیکن بتوں' مردوں' نبیوں' ولیوں اور دیگر اشیاء کے پجاری بت پرستوں کے کھانے یا عورتوں کو ہمارے لئے حلال قرار نہیں دیا کیونکہ ان کا دین بالکل بلا شک و شبہ بے اصل بلکہ سرے سے ہی باطل ہے لہٰذا ان کا ذبیحہ مردار ہے' اس کا کھانا جائز نہیں۔

کسی شخص کا اپنے مخاطب کو یہ کہنا کہ "تجھ پر جن کا اثر ہے۔" یا "تجھے جن نے پکڑ رکھا ہے۔" یا "شیطان تجھے لے اڑا ہے" یا اس قسم کی دیگر باتیں تو یہ گالی گلوچ کے قبیل سے ہیں۔ یہ باب شرک کے قبیل سے نہیں ہیں۔ مسلمانوں کو اس طرح کی گالیاں دینا بھی جائز نہیں۔ ہاں البتہ ان الفاظ کے کہنے والے شخص کا عقیدہ اگر یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مشیت کے بغیر جن' لوگوں میں تصرف کر سکتے ہیں لہٰذا جو شخص جنوں یا دیگر مخلوقات میں سے کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے تو وہ کافر ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک و قادر ہے' وہ نفع پہنچانے اور نقصان دینے والا ہے' اس کے حکم اور اس کی مشیت و قدرت کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آ سکتی' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیتے ہوئے کہ آپ لوگوں کو یہ عظیم اصول بتائیں' ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (الأعراف٧/ ١٨٨)

"اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو اپنے لئے بہت سے فائدے حاصل کر لیتا اور مجھ

کو کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو مومنوں کو ڈرانے اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔"

اگر ساری مخلوق کے سردار اور ساری مخلوق سے افضل ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر اپنے لئے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے تو کسی دوسرے کو یہ اختیار کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اس مفہوم کی قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

کاہنوں' شعبدہ بازوں' نجومیوں اور ان جیسے دیگر لوگوں سے جو غیب کی خبریں بتانے کا دعوی کرتے ہیں' سوال کرنا ایک منکر امر ہے جو جائز نہیں ہے اور ان کی تصدیق کرنا اس سے بھی زیادہ بڑا منکر امر ہے بلکہ یہ کفر کی ایک شاخ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "جو شخص کسی نجومی کے پاس جا کر سوال کرے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔" (صحیح مسلم)

صحیح مسلم ہی میں حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کاہنوں کے پاس جانے اور ان سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اہل سنن نے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی بیان کیا ہے کہ "جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو وہ اس (دین و شریعت) کے ساتھ کفر کرتا ہے' جسے حضرت محمد (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے۔" اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں' لہٰذا مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ کاہنوں' نجومیوں اور ان تمام شعبدہ بازوں سے سوال کرنے سے اجتناب کریں جو غیب کی خبریں دینے کا کاروبار کرتے اور مسلمانوں کو تلبیس میں مبتلا کرتے ہیں خواہ یہ کاروبار طب کے نام سے ہو یا کسی اور نام سے۔

نبی کریم ﷺ نے ان کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث کے حوالے سے یہ گزر چکا ہے۔ وہ لوگ بھی اسی ممانعت میں شامل ہیں جو طب کے نام سے غیبی امور بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ کئی لوگ مریض کا عمامہ (رومال و پگڑی وغیرہ) یا مریضہ کا دوپٹہ سونگھ کر یہ بتاتے ہیں کہ اس مریض یا مریضہ نے یہ کام کیا جس کی وجہ سے یہ بیمار ہے حالانکہ مریض کے عمامہ میں ایسی کوئی علامت نہیں ہوتی جس سے اس کے مرض کی نشاندہی ہوتی ہو۔ اس دجل و فریب سے ان لوگوں کا مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے فریب ہو کر یہ سمجھیں کہ یہ شخص طب میں ماہر ہے' مرض کے اسباب و اقسام سے آگاہ ہے۔ اس طرح کے لوگ بسا اوقات مریضوں کو کچھ دوائیں بھی دے دیتے ہیں' ہوتا یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے ہی شفا مل جاتی ہے لیکن وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں شفا ان دوائیوں کے استعمال سے ہوئی ہے مرض کا سبب بسا اوقات ان جنوں اور شیطانوں کا اثر ہوتا ہے جن کی وابستگی اس معالج سے بھی ہوتی ہے' وہ اسے بعض مخفی باتیں بتا دیتے ہیں تو یہ معالج انہی پر انحصار کرتا ہے اور جنوں اور شیطانوں کی ان کے مناسب حال عبادت کر کے انہیں خوش کرتا ہے لہٰذا وہ اس مریض سے اپنا اثر ختم کر دیتے ہیں اور اس اذیت کو ختم کر دیتے ہیں جس میں انہوں نے مریض کو مبتلا کر رکھا ہوتا ہے' چنانچہ جنوں' شیطانوں اور ان سے خدمت لینے والوں کے حوالہ سے یہ ایک مشہور و معروف بات ہے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان سب باتوں سے اجتناب کریں' ایک دوسرے کو بھی ان باتوں کے ترک کرنے کی وصیت کریں' تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر بھروسہ اور اعتماد کریں۔ شرعی دم اور مباح دواؤں کے ساتھ علاج میں کوئی حرج نہیں اور ان اطباء سے علاج کرانے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جو حسی اور معقول اسباب کی روشنی میں مرض کی تشخیص اور پھر اس کا علاج تجویز کرتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی نازل کی ہے' اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے' جس نے اسے جان لیا' جان لیا اور جو نہ جان سکا وہ نہ جان سکا۔" اسی طرح

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "ہر بیماری کی دوا ہے' جب بیماری کا علاج صحیح دوا سے کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔" نیز آپ نے یہ ارشاد بھی فرمایا "اے اللہ کے بندو! دوا استعمال کرو' لیکن حرام دوا استعمال نہ کرو۔" اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کی اصلاح فرمائے' ان کے دلوں اور جسموں کو ہر قسم کی بیماری سے شفا عطا فرمائے' انہیں ہدایت سے سرفراز فرمائے۔ ہمیں اور سب مسلمانوں کو گمراہ کن فتنوں سے اپنی پناہ میں رکھے اور شیطان اور اس کے دوستوں کی اطاعت سے محفوظ رکھے۔

إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، وَصَلَّي اللهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَآلِهِ وَصَحْبِهِ

شریعت الٰہیہ کا نفاذ اور غیر شرعی قوانین کا انکار واجب ہے

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَأَشْهَدُ أَنْ لاَّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، إِلٰهُ الأَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ، وَرَبُّ النَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، مَالِكُ الْمُلْكِ، الْوَاحِدُ الأَحَدُ الْفَرْدُ الصَّمَدُ، الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلاَمُهُ عَلَيْهِ، بَلَّغَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّي الأَمَانَةَ، وَجَاهَدَ فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهِ، وَتَرَكَ أُمَّتَهُ عَلَى الْمَحَجَّةِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا، لاَ يَزِيْغُ عَنْهَا إِلاَّ هَالِكٌ ـ أَمَّا بَعْدُ:

یہ ایک مختصر رسالہ اور ضروری نصیحت ہے جس کا موضوع ہے "شریعت الٰہیہ کا نفاذ اور غیر شرعی قوانین کا انکار واجب ہے۔ یہ رسالہ میں نے یہ دیکھ کر لکھا ہے کہ اس زمانے میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بجائے دیگر احکام و قوانین کو اپنائے ہوئے ہیں اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (ﷺ) کو چھوڑ کر نجومیوں' کاہنوں' بادیہ نشین خاندانوں کے سربراہوں اور وضعی قوانین کے ماہروں سے وابستہ ہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ طرز عمل جہالت کی وجہ سے ہے جب کہ کچھ لوگوں کا یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) سے عناد اور دشمنی پر مبنی ہے۔ امید ہے کہ میری یہ نصیحت جاہلوں کے لئے باعث علم' غافلوں کے لئے موجب نصیحت اور بندگان الٰہی کے لئے صراط مستقیم پر استقامت کا سبب قرار پائے گی' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الذاریات۵۱/ ۵۵)

"اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً یہ نصیحت مومنوں کو نفع دے گی۔"

اور فرمایا:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۸۷)

"اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ (اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے

رہنا اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا۔"

اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ اس سے نفع پہنچائے' مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ وہ اس کی شریعت کی پابندی کریں' اس کی کتاب کے احکام و قوانین کو نافذ کریں اور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی سنت مطہرہ کی پیروی کریں۔

برادران اسلام!

اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۵۶)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔"

اور فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ﴾ (الإسراء ۱۷/ ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ دے دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔"

نیز فرمایا:

﴿ ۞ وَٱعْبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُواْ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ﴾ (النساء ٤/ ٣٦)

"اور اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گدھے پر نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا' آپ نے فرمایا "معاذ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟" میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں' وہ انہیں عذاب نہ دے۔" میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو یہ بشارت نہ سنا دوں؟" فرمایا "نہیں' انہیں بشارت نہ سناؤ ورنہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے؟" (بخاری و مسلم)

علماء رحمہم اللہ نے عبادت کی تعریف میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں' ان میں سب سے جامع تعریف وہ ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ "عبادت ان تمام ظاہری و باطنی اقوال و اعمال کا ایک جامع نام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا اور جن سے خوش ہوتا ہے۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ عبادت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان امر' نہی' اعتقاد' قول اور عمل ہر ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لئے کامل اطاعت و فرماں برداری کو اختیار کرے۔ اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی شریعت پر استوار ہو' اللہ تعالیٰ نے جسے حلال قرار دیا ہے' اسے حلال اور جسے حرام قرار دیا ہے' اسے حرام سمجھے۔ اپنے سیرت و کردار اور اعمال و افعال میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی پابندی کرے اور اس سلسلہ میں نفسانی خواہشات سے دور رہے اور یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ فرد ہو یا معاشرہ' مرد ہو یا عورت۔ یاد رہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو زندگی کے بعض پہلوؤں میں تو اپنے رب کے حکم کی اطاعت کرے اور بعض دیگر پہلوؤں میں وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے مخلوق میں سے کسی کے حکم کی پابندی کرے' جیسا کہ اس کی تائید حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا

مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (النساء٤/ ٦٥)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تنازعات (تمام اختلافات) میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور پھر جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں۔"

نیز درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

﴿ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (المائدة٥/ ٥٠)

"کیا یہ لوگ پھر سے زمانۂ جاہلیت کے حکم اور فیصلہ کے خواہش مند ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں' ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے اچھا حکم اور فیصلہ کس کا ہے؟"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے تو اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس دین کے تابع نہیں ہو جاتی' جسے میں لے کر آیا ہوں۔" آدمی کا ایمان صرف اسی صورت میں مکمل ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' چھوٹے بڑے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہو اور زندگی کے ہر معاملہ میں خواہ اس کا تعلق جان سے ہو یا مال سے یا عزت و آبرو سے' فیصلہ کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف رجوع کرے' ورنہ وہ اللہ کا نہیں غیر اللہ کا پجاری ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل١٦/ ٣٦)

"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔"

جو شخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے سر اطاعت جھکا دے (یعنی سر تسلیم خم کر دے) اور اس کی وحی سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار ہے اور جو شخص غیر اللہ کے سامنے سر اطاعت جھکائے اور غیر شریعت سے فیصلے کرائے تو اس نے بتوں کی عبادت کی اور ان کی اطاعت و بندگی اختیار کی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

(النساء٤/ ٦٠)

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوی تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ غیر اللہ کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ شیطان کا انکار کریں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر (سیدھے راستے سے دور ڈال دے۔"

عبودیت صرف اللہ وحدہ ہی کے لئے ہے لہٰذا طاغوت کی عبادت سے اور اس سے مقدمات کا فیصلہ کرانے سے اظہار برأت کرنا کلمۂ شہادت کا تقاضا ہے' جس میں آدمی یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام لوگوں کا رب اور معبود ہے' وہی ان کا خالق ہے' وہی انہیں حکم دیتا اور منع کرتا ہے' وہی موت و حیات کا مالک ہے' وہی ان سے حساب لے گا اور جزاوسزا دے گا لہٰذا صرف اور صرف وہی مستحق عبادت ہے' اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ ﴾ (الأعراف٧/ ٥٤)

"یاد رکھو! اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور فرماں روائی کرنا (یعنی حاکم ہونا)"

جس طرح خالق صرف اللہ وحدہ ہے' اسی طرح آمر بھی صرف وہی ہے اور اس کے امر کی اطاعت واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنا لیا تھا کیونکہ وہ جب اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام قرار دے دیتے تو یہودی ان کی اطاعت کرتے تھے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا ۖ لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَـٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾

(التوبة٩/ ٣١)

"انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔"

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ علماء و مشائخ کی عبادت شاید یہ ہے کہ ان کے نام پر ذبح کیا جائے یا ان کے نام کی نذر مانی جائے یا انہیں رکوع و سجود کیا جائے' اس لئے جب وہ مسلمان ہونے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ کو اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم --- یعنی عیسائی کیونکہ اسلام سے قبل حضرت عدی کا تعلق عیسائیت سے تھا --- ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا یہ بات نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء کو حلال قرار دیا تھا' علماء و مشائخ انہیں حرام قرار دے دیتے تھے تو تم لوگ بھی انہیں حرام سمجھنے لگ جاتے تھے اور وہ جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دیتے تھے تو تم لوگ بھی انہیں حلال سمجھنے لگ جاتے تھے؟" حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "جی ہاں' یہ بات تو تھی۔" تو آپ نے فرمایا "بس یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔" (احمد --- امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا ﴾ (التوبة٩/ ٣١)

"ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔"

یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دے دے تو وہ حرام ہے اور جس چیز کو وہ حلال قرار دے دے بس وہی حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے شریعت قرار دے اس کی پیروی کی جائے' وہ جو حکم دے اسے نافذ کیا جائے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے یعنی وہ شرکاء' نظراء' اعوان' اضداد اور اولاد وغیرہ سے پاک ہے' اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ رب! (تفسیر ابن کثیر' ج ۲' ص: ۳۴۹)

جب یہ حقیقت معلوم ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے اپنے مقدمات کے فیصلے چاہنا یہ اس شہادت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوتوں' حکمرانوں اور نجومیوں وغیرہ سے اپنے فیصلے کرانا اللہ عزوجل کی ذات گرامی پر ایمان کے منافی ہے اور

کفر، ظلم اور فسق ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴾ (المائدۃ٥/ ٤٤)

"اور جو لوگ اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِۦ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُۥ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾ (المائدۃ٥/ ٤٥)

"اور ہم نے ان لوگوں کے لئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے، لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہو گا اور جو شخص اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ ٱلْإِنجِيلِ بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴾ (المائدۃ٥/ ٤٧)

"اور اہل انجیل کو چاہیئے کہ جو احکام اللہ نے اس انجیل میں نازل فرمائے ہیں ان کے مطابق فیصلہ کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے بغیر حکم دینا جاہلوں کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرنا اس کی سزا اور اس کے ایسے عذاب کا مستوجب ہے، جسے وہ ظالم لوگوں سے دور نہیں کیا کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَٱحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَنۢ بَعْضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَٱعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ لَفَٰسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (المائدۃ٥/ ٤٩-٥٠)

"(اے نبی)! جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تمہیں بہکانہ دیں۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔ کیا یہ لوگ پھر سے زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟"

جو شخص اس آیت پر تدبر کرے تو اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس فرمان کو کہ "جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے، اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔" آٹھ تاکیدوں کے ساتھ مؤکد فرمایا، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اے پیغمبر! ان کے درمیان صرف اسی کے مطابق فیصلہ کرنا جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

(۲) لوگوں کی خواہشیں اور چاہتیں کسی حال میں بھی آپ کے اور اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے میں رکاوٹ نہ بنیں' چنانچہ فرمایا "اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کریں۔"

(۳) معاملہ قلیل ہو یا کثیر' چھوٹا ہو یا بڑا' اس میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بغیر فیصلہ کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ فرمایا "اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔"

(۴) اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کرنا اور حکم الٰہی میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے جو دردناک عذاب کا مستوجب ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے۔"

(۵) حکم الٰہی سے اعراض کرنے والوں کی کثرت دیکھ کر مبتلائے فریب نہ ہونے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ بندگان الٰہی میں شکر گزار تو کم ہی ہوتے ہیں' چنانچہ فرمایا "اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔"

(۶) اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے بغیر فیصلہ کرنے کو جاہلیت کے حکم سے تعبیر کیا گیا ہے' چنانچہ فرمایا "کیا یہ لوگ زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں؟"

(۷) یہاں جو عظیم مقصود و مطلوب ہے اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا کہ اللہ کا حکم تمام احکام سے اچھا اور مبنی برعدل و انصاف ہے' چنانچہ ارشاد ہے "اور اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟"

(۸) یقین کا تقاضا یہ ہے کہ یہ علم ہو کہ حکم الٰہی تمام دیگر احکام کے مقابلہ میں بہترین' اکمل' مکمل ترین اور مبنی برعدل و انصاف ہے لہٰذا اس کے سامنے تسلیم و رضا کے جذبہ سے سر اطاعت جھکا دینا واجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے۔"

یہ معانی و مطالب قرآن مجید کی اور بھی بہت سی آیات اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال سے ثابت ہیں مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٣)

"جو لوگ ان (پیغمبر ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو ڈرنا چاہیئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

اور فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ (النساء٤/ ٦٥)

تیرے رب کی قسم وہ ایماندار نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ آپس کے جھگڑوں میں تجھے حاکم مان لیں۔"

مزید فرمایا:

﴿ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ (الأعراف٧/ ٣)

"لوگو جو (کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی ہے' اس کی پیروی کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ﴾
(الأحزاب٣٣/ ٣٦)

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا' جب تک اپنی خواہش کو اس دین کے تابع نہیں کر دیتا' جسے میں لایا ہوں۔" امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے' اسے ہم نے صحیح سند کے ساتھ "کتاب الحجة" میں روایت کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا "کیا یہ بات نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء کو حلال قرار دیا تھا وہ (علماء و مشائخ) انہیں حرام قرار دے دیتے تھے' تو تم لوگ بھی انہیں حرام سمجھنے لگ جاتے تھے اور وہ جب اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دے دیتے تھے تو تم لوگ بھی انہیں حلال سمجھنے لگ جاتے تھے؟" حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "جی ہاں یہ بات تو تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا "بس یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔" اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بعض مسائل میں جھگڑا کرنے والوں سے یہ کہا تھا "قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسنے لگے کہ جب میں یہ کہتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو تم یہ کہنے لگتے ہو کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نے یہ کہا ہے۔"

تو اس گفتگو کے معنی یہ ہیں کہ بندے پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے سامنے مکمل طور پر سراطاعت جھکا دے اور اللہ و رسول کے ارشادات کو ہر شخص کے قول پر ترجیح دے۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت و حکمت کا تقاضا ہے کہ اس کے بندوں کے فیصلے اس کی شریعت و وحی کے ساتھ ہوں کیونکہ ایک انسان کو جو ضعف' خواہش' عجزو درماندگی اور جہالت جیسے عوارض لاحق ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان سے پاک ہے اور وہ حکیم و علیم و لطیف و خبیر ہے' اپنے بندوں کے حالات اور ان کی مصلحتوں کو جانتا اور اس بات سے خوب آگاہ ہے کہ بندوں کے حال و مستقبل کے اعتبار سے کون سی بات ان کے لئے موزوں ہے۔ یہ بھی اس کی تمام رحمت کا اظہار ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے تنازعات اور امور زندگی سے متعلق ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے تاکہ انہیں عدل' خیر اور سعادت حاصل ہو بلکہ رضا' راحت اور اطمینان و سکون قلب کی دولت سے شادکام ہوں' اس لئے کہ بندے کو جب یہ معلوم ہو گا کہ متنازعہ معاملہ میں صادر ہونے والا حکم اللہ خالق و علیم و خبیر کا حکم ہے تو بندہ تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے قبول کرے گا خواہ وہ حکم اس کی اپنی خواہش و ارادہ کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کے برعکس جب اسے معلوم ہو کہ یہ فیصلہ اسی جیسے کسی انسان کا ہے جو اپنی خواہش و شہوت کا پجاری ہے تو وہ اس فیصلہ پر راضی نہ ہو گا بلکہ وہ اپنے مطالبہ پر ڈٹے ہوئے' جھگڑے کو جاری رکھے گا اور اس صورت میں تنازعہ بھی کبھی ختم نہ ہو گا بلکہ اختلاف ہمیشہ برقرار رہے گا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب اپنے بندوں پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ وہ اس کی وحی کی روشنی میں اپنے متنازعہ امور کے فیصلے کریں تو یہ بھی اس کی رحمت و احسان کا اظہار ہے' چنانچہ اس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت وضاحت و صراحت کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَـٰنَـٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا۟ بِٱلْعَدْلِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِۦٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَـٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾

(النساء٤/ ٥٨-٥٩)

"اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو تحقیق اللہ تعالیٰ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا (اور) دیکھتا ہے۔ مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔"

اس آیت کریمہ کے عمومی مخاطب اگرچہ حاکم و محکوم اور راعی و رعایا ہیں لیکن ان کے ساتھ ساتھ اس کے مخاطب قضاۃ و حکام بھی ہیں کہ انہیں حکم ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں جیسا کہ مومنوں کو حکم ہے کہ وہ اس فیصلہ کو دل و جان سے قبول کریں جو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق ہو اور جسے اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہو نیز انہیں حکم ہے کہ تنازع اور اختلاف کی صورت میں وہ معاملہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سپرد کریں۔

مسلمان بھائیو! اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا اور شریعت الٰہی سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانا یہ وہ امر ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی شہادت کا یہی تقاضا ہے اور اس سے یا اس کے کسی جزء سے اعراض موجب عذاب الٰہی ہے خواہ کوئی حکومت اپنی رعایا کے ساتھ معاملہ میں اس بارے میں کوتاہی کرے یا کسی بھی زمان ومکان کی کوئی مسلمان جماعت عقائد و افکار کے باب میں کوتاہی کرے اور یہ کوتاہی خواہ خاص مسائل میں ہو یا عام میں یا ایک جماعت کے دوسری جماعت کے ساتھ یا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ساتھ تعلقات میں' ان تمام صورتوں میں حکم ایک ہی ہے۔ جب ساری مخلوق اسی کی ہے تو حکم بھی اسی کا چلے گا کہ وہ احکم الحاکمین ہے۔ وہ شخص ایمان سے محروم ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ انسانوں کے احکام و آراء اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے بہتر یا اس کے مثیل و مشابہ ہیں یا وہ اس بات کو جائز قرار دے کہ شریعت کے بجائے وضعی احکام یا انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر بھی عمل کیا سکتا ہے' ایسا شخص ایمان سے محروم ہے خواہ وہ یہ عقیدہ بھی رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بہتر' اکمل اور مبنی بر عدل وانصاف ہیں۔ عامۃ المسلمین' امراء و حکام اور اہل حل و عقد پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈریں' اپنے ملکوں اور اپنے تمام امور و معاملات میں شریعت الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں تاکہ اپنے آپ کو اور اپنے ملکوں کو دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی سے بچا سکیں اور ان علاقوں سے عبرت حاصل کریں جہاں احکام الٰہی سے اعراض کیا گیا تو وہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آ گئے' اہل مغرب کی تقلید اور ان کے طریقہ کی پیروی کی وجہ سے اختلاف و انتشار اور بہت سے فتنوں میں مبتلا ہو گئے' خیروبھلائی سے محروم ہو گئے اور ایک دوسرے کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگنے لگے حتیٰ کہ ان کی صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی چلی جا رہی ہے اور یہ صورت حال اس وقت تک درست نہ ہو گی اور دشمنوں کا سیاسی و فکری تسلط اس وقت تک ختم نہ ہو گا جب تک وہ اپنے اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اس کے بتائے ہوئے اس صراط مستقیم پر نہیں چلتے جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے' جس پر چلنے کا اس نے حکم دیا اور جس کے نتیجہ میں ابدی و سرمدی نعمتوں والی جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کیا سچ فرمایا ہے کہ:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىٓ أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ ءَايَـٰتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ ٱلْيَوْمَ تُنسَىٰ ﴾
(طہ ۲۰/ ۱۲۴-۱۲۶)

"اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے' وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو دیکھتا بھالتا تھا؟ تو اللہ فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہیئے تھا) تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں تو' تو نے ان کو بھلا دیا' اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے۔"

اس سے بڑھ کر اور تنگی کیا ہو سکتی ہے' جو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سزا دیتا ہے' جو اس کی نافرمانی کرتے' اس کے اوامر پر لبیک نہیں کہتے بلکہ اللہ رب العالمین کے احکام کے بجائے ایک کمزور مخلوق کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اس شخص سے بڑھ کر بیوقوف اور کون ہو سکتا ہے جس کے پاس حق بات کرنے' امور ومعاملات میں فیصلہ کرنے' راستہ واضح کرنے اور گمراہ کو راہ راست پر لانے کے لئے کتاب اللہ موجود ہو لیکن وہ اسے ترک کر کے کسی آدمی کے اقوال کو یا کسی حکومت کے نظام کو لے لے۔ کیا ایسا کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے اس عمل کی وجہ سے دنیا و آخرت کا خسارہ ان کے مقدر میں ہے' وہ نہ تو دنیا میں فلاح و سعادت سے ہمکنار ہو سکیں گے اور نہ روز قیامت عذاب الٰہی سے بچ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جسے حرام قرار دیا تھا' اسے انہوں نے حلال ٹھہرا لیا اور اس نے جسے واجب قرار دیا تھا' اسے انہوں نے ترک کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ قوم میری اس بات سے نصیحت حاصل کرے' اپنے حالات پر غور و فکر کرے اور جو کچھ اس نے کیا ہے اس کا جائزہ لے کر رشدوہدایت کی طرف پلٹ آئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو تھام لے تاکہ وہ صحیح معنوں میں حضرت محمد ﷺ کی امت بن سکے اور اس کا نام آج بھی اقوام عالم میں اسی طرح بلند ہو جس طرح سلف صالح اور اس امت کے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا نام بلند ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ زمین کے بادشاہ اور دنیا کے رہنما بن گئے تھے اور بندگان الٰہی ان کے تابع فرمان تھے اور یہ سب کچھ نتیجہ تھا اس فتح و نصرت الٰہی کا جس سے اللہ تعالیٰ اپنے ان ایمان دار بندوں کو سرفراز فرمایا کرتا ہے' جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات کے سامنے سرتسلیم خم کر دیتے ہیں۔ اے کاش! کہ میری قوم کے لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے کس قدر قیمتی خزانے کو ضائع کر دیا' کس قدر سنگین جرم کا ارتکاب کیا اور اپنی امت کو کس بلاء اور مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿ وَإِنَّهُۥ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۖ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُونَ ﴾ (الزخرف۴۳/ ۴۴)

"اور یہ تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور (لوگو) تم سے عنقریب پوچھا جائے گا۔"

اور رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث میں ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب آخر زمانے میں لوگ قرآن مجید سے بے نیاز ہو جائیں گے' اس کی تلاوت سے اعراض کریں گے اور اس کے احکام کو نافذ نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو سینوں اور صحیفوں سے محو کر دے گا۔ لہٰذا مسلمانو! خبردار رہو اور احتیاط کرو کہیں ان بداعمالیوں کی وجہ سے تم یا تمہاری آنے والی نسلیں اس عظیم مصیبت سے دوچار نہ ہو جائیں۔ میری اس نصیحت کی مخاطب وہ مسلمان اقوام بھی ہیں' جو دین کو جانتی اور اللہ رب العالمین کی شریعت کو پہچانتی ہیں لیکن اختلافات و تنازعات کے وقت وہ شریعت الٰہی کے بجائے ایسے انسانوں کی طرف رجوع کرتی ہیں جو عرف و عادت کی بنا پر فیصلے کرتے ہیں یا جاہلیت اولیٰ کے لوگوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے محض مقفع مسجع عبارتوں کی بنیاد پر فیصلے کرتے ہیں۔

امید ہے جس انسان تک میری یہ نصیحت پہنچے گی' وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں توبہ کرے گا' ان حرام افعال کے ارتکاب سے رک جائے گا' جو کوتاہی ہوئی اس پر توبہ و استغفار اور ندامت کا اظہار کرے گا' اپنے بھائیوں اور گردوپیش کے لوگوں کو جاہلیت کی عادتیں چھوڑ دینے کی تلقین کرے گا' شریعت کے مخالف ہر قسم کے عرف و عادت کو خیرباد کہہ دے گا کہ توبہ کرنے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں' گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسا کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ حکمرانوں کو بھی چاہیئے کہ وہ حق کی وعظ و نصیحت کرتے رہیں' حق کو بیان کرتے رہیں' مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی زمام اقتدار نیک لوگوں کے ہاتھ میں دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں خیروبھلائی حاصل ہو اور بندگان الٰہی اللہ تعالیٰ کی دشمنی اور اس کی نافرمانی کے ارتکاب سے باز رہیں۔ آج مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شدید محتاج ہیں' اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ان کے حالات میں تبدیلی آئے گی اور ذلت و رسوائی کی یہ زندگی عزت و شرف کی زندگی سے بدل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ و صفات علیا کے واسطہ سے اس سے سوال ہے کہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو کھول دے تاکہ اس کے کلام کو سمجھیں' اس کی طرف متوجہ ہوں' اس کی شریعت پر عمل پیرا ہوں' مخالف شریعت اقوال و اعمال سے اجتناب کریں اور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے اس کے حکم کی پابندی کریں:

﴿إِنِ ٱلْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۚ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (یوسف ١٢/ ٤٠)

"اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

وَصَلَّى اللهُ عَلَي نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَتْبَاعِهِ بِإِحْسَانٍ إِلَي يَوْمِ الدِّيْنِ

جو شخص سوشلزم و کمیونزم کے نفاذ کا مطالبہ کرے

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ ۔ أَمَّا بَعْدُ:

میرے پاس بعض پاکستانی بھائیوں کی طرف سے ایک سوال آیا ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے:

ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے جو سوشلزم و کمیونزم کے نفاذ کا مطالبہ کرتے اور اسلامی نظام حکومت کی مخالفت کرتے ہیں نیز ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے جو اس مقصد کے حصول کی خاطر ان سے تعاون کریں' اسلامی نظام حکومت کا مطالبہ کرنے والوں کی مذمت کریں اور ان پر الزام تراشی اور افتراء پردازی کریں' کیا ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی مسجدوں میں ائمہ و خطباء مقرر کرنا جائز ہے؟

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ، وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنِ اهْتَدَي بِهُدَاهُ

لاریب! مسلمان اماموں اور حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے تمام امور و معاملات میں اسلامی شریعت کو نافذ کریں' اس کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف جنگ کریں' اس مسئلہ پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے اور بحمد اللہ اس میں کوئی اختلاف نہیں' اس سلسلہ میں کتاب و سنت کے دلائل بے شمار ہیں جو اہل علم کو معلوم ہیں' مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ (النساء٤/ ٦٥)

"تمہارے پروردگار کی قسم! یہ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں' تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"

اور فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف واقع ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ﴾ (الشوری٤٢/ ١٠)

"اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہو گا)"

نیز فرمایا:

﴿ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (المائدۃ٥/ ٥٠)

"کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم (قانون) کے خواہش مند ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم (قانون) کس کا ہے۔"

اور ارشاد ہے:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴾ (المائدۃ٥/ ٤٧)

"اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔"

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ غیر اللہ کا حکم اللہ کے حکم سے اچھا ہے یا کسی غیر کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے اچھا ہے تو وہ کافر ہے' اسی طرح اس بات پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ کسی کے لئے حضرت محمد ﷺ کی شریعت سے خروج جائز ہے یا کسی اور شریعت کے مطابق حکم دینا جائز ہے تو وہ کافر اور گمراہ ہے۔ قرآن مجید کے مذکورہ بالا دلائل اور اجماع اہل علم کی روشنی میں سائل اور دیگر لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ جو لوگ سوشلزم' کمیونزم یا دیگر مخالف اسلام مذاہب باطلہ کی دعوت دیتے ہیں' وہ کافر اور گمراہ ہیں' یہ یہود و نصاریٰ سے بھی بڑے کافر ہیں کیونکہ یہ ایسے ملحد لوگ ہیں کہ ان کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہی

نہیں ہے' ایسے لوگوں میں کسی کو مسلمانوں کی کسی مسجد میں امام یا خطیب مقرر کرنا جائز نہیں اور نہ ان کے پیچھے نماز جائز ہے' جو شخص ان کی ضلالت میں مددگار ثابت ہو' ان کی دعوت کو اچھا سمجھے اور داعیان اسلام کی مذمت کرے اور ان پر الزام تراشی کرے تو وہ بھی کافر اور گمراہ ہے اور تائید و حمایت کرنے کی وجہ سے اس کا حکم بھی وہی ہے جو اس ملحد گروہ کا ہے۔ علماء اسلام کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جو شخص اس کے لئے کوشاں ہو کہ کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو اور اس سلسلہ میں وہ ان کی کسی بھی نوعیت کی مدد کرے تو وہ انہی کی طرح کا شمار ہو گا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَـٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ﴾ (المائدة٥/ ٥١)

"اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہو گا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اور فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَابَآءَكُمْ وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْكُفْرَ عَلَى ٱلْإِيمَـٰنِ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ ﴾ (التوبة٩/ ٢٣)

"اے اہل ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے' وہ ظالم ہیں۔"

امید ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ ایک طالب حق کے لئے موجب کفایت و قناعت ہے' اللہ تعالیٰ حق بات ارشاد فرماتا ہے اور راہ راست کی طرف رہنمائی فرماتا ہے' ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں دست بدعا ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حالات کو درست فرما دے' انہیں حق پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرما دے' دشمنان اسلام کو ناکام و نامراد بنا دے' ان کے شیرازہ کو منتشر کر دے' ان کی جماعت کو تتر بتر کر دے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ

سوال ان مسلمانوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے' جو خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتے ہیں حالانکہ ان کے پاس قرآن کریم اور سنت مطہرہ موجود ہے؟

جواب اس قسم کے لوگوں کے بارے میں جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتے ہیں اور پھر غیر منزل من اللہ سے فیصلے کراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کافی نہیں ہے اور عصر حاضر میں وہ اس قابل نہیں کہ اس کے مطابق حکم دیا جائے' میری رائے وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حسب ذیل ارشاد میں بیان فرمائی ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ (النساء٤/ ٦٥)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾ (المائدة٥/ ٤٤)

"اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ کافر ہیں۔"

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو چھوڑ کر غیر شریعت سے فیصلہ کراتے' اسے جائز سمجھتے اور شریعت الٰہی کی روشنی میں فیصلہ کی نسبت اسے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں تو بلاشک و شبہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر' ظالم اور فاسق ہیں جیسا کہ سابقہ دو آیتوں اور دیگر آیات سے ثابت ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَحُكْمَ ٱلْجَـٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (المائدة٥/ ٥٠)

"کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں اور وہ جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟"

وَاللهُ الْمُوَفِّقُ

تنبیہہ

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ۔

أَمَّا بَعْدُ:

میں نے مجلّہ "اقراء" شمارہ نمبر ۶۰۴ مجریہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ ہجری میں ارسطو اور ارسطوقان کے درمیان گفتگو کے زیر عنوان ایک مقالہ دیکھا جس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ "طبیعت غلطی کرتی ہے اور انسان اس کی تصحیح کر دیتا ہے۔" حالانکہ یہ بات ایک منکر عظیم اور کفر صریح ہے۔ یاد رہے فلاسفہ کا اللہ رب ذوالجلال کی ذات گرامی پر ایمان نہیں ہے' جو اللہ' خالق اور مدبر ہے' جسے کمال مطلق حاصل ہے' وہ جو کام کرتا ہے وہ بھی اور جو نہیں کرتا وہ بھی مبنی بر حکمت ہوتا ہے' وہ اپنے افعال اور اقوال میں ہر قسم کی غلطی سے پاک ہے' فلاسفہ کا چونکہ خالق عظیم اور اپنے اسماء و صفات میں کامل اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں ہے' اس لئے وہ حوادث و واقعات کو طبیعت کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کی جہالت اور حضرات انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے بعد (دوری) کا نتیجہ ہے لہٰذا ان کی جہالت اور عدم ایمان کی وجہ سے الٰہیات اور شرائع سے متعلق ان کے اقوال سے فریب خوردہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس دنیا میں بیماریاں' حوادث و واقعات اور جو دیگر حالات رونما ہوتے ہیں' وہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت سے رونما ہوتے ہیں اور ان کے رونما ہونے میں زبردست حکمت و مصلحت بھی ہوتی ہے خواہ مخلوق کو اس سے آگاہی نہ بھی ہو' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴾ (الأنعام٦/ ٨٣)

"بے شک تمہارا پروردگار حکمت والا (اور سب کچھ) جاننے والا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾ (النساء٤/ ٢٤)

"یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔"

مزید فرمایا:

﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ﴾ (الأنبياء ۲۱/ ۲۳)

"وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہو گی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہو گی۔"

اور یہ اس کے کمال حکمت و علم کا تقاضا ہے' ظالموں' کافروں اور جاہلوں کی باتوں سے وہ پاک ہے اور وہ بہت ہی بلند وبالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے لئے نصیحت چونکہ واجب ہے اور اسی واجب سے عہدہ برا ہونے کے لئے یہ سطور لکھی گئی ہیں۔

وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ، وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

ڈائریکٹر جنرل

برائے ادارات بحوث علمیہ وافتاء ودعوۃ وارشاد

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق اور اس کے سوا سب مخلوق ہے

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ ۔ أَمَّا بَعْدُ:

میری طرف ایک بھائی نے یہ لکھا ہے کہ ان کے ایک دوست نے انہیں یہ کہہ کر شبہ میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ اس بات کا تو اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان' زمین' عرش' کرسی اور ہر چیز کا خالق ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ اس بھائی نے اپنے دوست کو یہ جواب دیا کہ تمہاری بات کا پہلا حصہ تو ٹھیک ہے لیکن دوسرا حصہ ٹھیک نہیں اور اس کے بارے میں کسی مسلمان کو بات کرنا زیب نہیں دیتا لہٰذا تمہیں اسی قدر کافی ہے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافی تھا' علم کے سمندر ہونے کے باوجود انہوں نے کبھی اس طرح کا سوال نہیں کیا تھا' نیز انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشورى ۴۲/ ۱۱)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

نیز فرمایا ہے:

﴿ هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْءَاخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (الحديد ۵۷/ ۳)

"وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات کے لحاظ سے سے) پوشیدہ ہے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے۔"

اس بھائی نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اس شبہ کا میں جواب دوں' لہٰذا اس کا میری طرف سے جواب حسب ذیل ہے:

خوب اچھی طرح جان لیجئے --- اللہ تعالیٰ مجھے' آپ کو اور تمام مسلمانوں کو دین میں سمجھ بوجھ اور ثابت قدمی عطا فرمائے --- کہ شیاطین انس و جن مسلمانوں کو بہت سے شبہات میں مبتلا کرتے رہے اور کرتے رہیں گے' ان کا مقصود یہ ہے کہ حق میں تشکیک پیدا کر کے مسلمانوں کو ایمان کے نور سے نکال کر کفر کی ظلمتوں کی طرف لے آئیں' لیکن کافر باطل عقیدہ پر جمے رہیں' یہ بات اس اللہ کے علم و قدرت میں تھی کہ ایسا بھی ہو گا کہ جس نے اس دنیا کو آزمائش و امتحان کا گھر اور حق و باطل کی کشمکش کا مقام بنایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہدایت کا طالب کون ہے اور کون نہیں ہے' سچا کون ہے اور جھوٹا کون' مومن کون ہے اور منافق کون' جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ الٓمٓ ۝ أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتۡرَكُوٓاْ أَن يَقُولُوٓاْ ءَامَنَّا وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُونَ ۝ وَلَقَدۡ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡۖ فَلَيَعۡلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْ وَلَيَعۡلَمَنَّ ٱلۡكَٰذِبِينَ ﴾ (العنکبوت۲۹/ ۱-۳)

"الم ○ کیا یہ لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے' چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ ان کو ضرور ظاہر کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ حَتَّىٰ نَعۡلَمَ ٱلۡمُجَٰهِدِينَ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَنَبۡلُوَاْ أَخۡبَارَكُمۡ ﴾ (محمد۴۷/ ۳۱)

"اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے تاکہ جو تم میں سے جہاد کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں' ان کو معلوم (ظاہر) کریں اور تمہارے حالات جانچ لیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَإِنَّ ٱلشَّيَٰطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰٓ أَوۡلِيَآئِهِمۡ لِيُجَٰدِلُوكُمۡۖ وَإِنۡ أَطَعۡتُمُوهُمۡ إِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُونَ ﴾ (الأنعام۶/ ۱۲۱)

"اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم لوگ ان کے کہے پر چلے تو بے شک تم (بھی) مشرک ہو جاؤ گے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوّٗا شَيَٰطِينَ ٱلۡإِنسِ وَٱلۡجِنِّ يُوحِي بَعۡضُهُمۡ إِلَىٰ بَعۡضٖ زُخۡرُفَ ٱلۡقَوۡلِ غُرُورٗاۚ وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُۖ فَذَرۡهُمۡ وَمَا يَفۡتَرُونَ ۝ وَلِتَصۡغَىٰٓ إِلَيۡهِ أَفۡـِٔدَةُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ وَلِيَرۡضَوۡهُ وَلِيَقۡتَرِفُواْ مَا هُم مُّقۡتَرِفُونَ ﴾ (الأنعام۶/ ۱۱۲-۱۱۳)

"اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا' وہ دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی باتیں ڈالتے رہتے اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے' تو ان کو اور جو کچھ یہ افتراء کرتے ہیں' اس چھوڑ دو اور (وہ ایسے کام) اسے لئے بھی (کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں پر مائل ہوں اور وہ انہیں پسند کریں اور جو کام وہ کرتے تھے' وہی کرنے

لگیں۔"

پہلی، دوسری اور تیسری آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ وہ ہر مدعی ایمان کی آزمائش کرتا رہتا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچا ہے یا نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ اس نے ہم سے پہلے لوگوں کی بھی آزمائش کی تاکہ وہ سچے اور جھوٹے لوگوں کو جان لے' یہ آزمائش مال' فقر' مرض' صحت اور دشمن کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے اور ان مختلف شبہات کی صورت میں بھی جو شیاطین جن و انس پیدا کرتے ہیں' اس قسم کی آزمائش کے بعد ہی پتہ چلتا ہے کہ دعوی ایمان میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون اور اللہ تعالیٰ یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ ظاہر اور بیرونی طور پر موجود ہے یا نہیں' حالانکہ اپنے علم سابق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو یہ بات پہلے سے بھی معلوم ہے کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے' جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لِتَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًۢا ﴾ (الطلاق ٦٥/ ١٢)

"تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیروں کا اندازہ آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے مقرر فرمادیا تھا اور اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا (صحیح مسلم) لیکن اللہ عزوجل اپنے علم سابق کی بنیاد پر اپنے بندوں کا مواخذہ نہیں کرتا بلکہ وہ بندوں کے اعمال کو معلوم کرنے کے بعد ان کا مواخذہ کرتا یا انہیں اجروثواب سے نوازتا ہے حالانکہ بندوں کے اعمال کا اسے پہلے سے علم ہے لیکن وہ بندوں سے جزا و سزا کا معاملہ ان کے اعمال کے خارج میں ظہور پذیر ہونے کے بعد کرتا ہے۔ چوتھی' پانچویں اور چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ شیاطین اپنے رفیقوں کے دلوں میں انواع و اقسام کے شبہات اور ملمع سازی کی ایسی باتیں ڈالتے ہیں جن سے وہ اہل حق کو دھوکا دے سکیں تاکہ ان لوگوں کے دل ان کی باتوں کی طرف متوجہ ہوں جن کا آخرت پر ایمان نہیں ہے اور وہ ان باتوں سے خوش ہوں' اپنی معرکہ آرائیوں کو جاری رکھ سکیں اور حق کو باطل کے ساتھ ملا دیں' حق کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا کردیں' انہیں ہدایت سے روک دیں لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے کچھ ایسے بندوں کو بھی توفیق دیتا ہے جو ان شیطانوں اور ان کے رفیقوں کے پھیلائے ہوئے شبہات کو طشت ازبام کر دیتے ہیں اور براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ کے ساتھ ان کے باطل نظریات کا پردہ چاک کر دیتے ہیں تاکہ وہ حجت تمام کر دیں' عذر ختم کر دیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے جو کتاب نازل فرمائی ہے' یہ بھی تو ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر رہی ہے' جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ تِبْيَٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴾ (النحل ١٦/ ٨٩)

"اور ہم نے آپ پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴾ (الفرقان ٢٥/ ٣٣)

"اور یہ لوگ آپ کے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم آپ کے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں۔"

بعض سلف نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور ہر اس دلیل کو شامل ہے جو اہل باطل قیامت تک پیش کریں گے۔
احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا "یا رسول اللہ! ہمارے دل میں کبھی ایسی باتیں آتی ہیں، جنہیں زبان پر لانا ہم بہت مشکل سمجھتے ہیں؟" فرمایا "کیا یہ صورت تم میں پیدا ہو گئی ہے؟" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا "جی ہاں" فرمایا "یہ تو صریح ایمان ہے۔" بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کے دل میں شیطان کبھی ایسے شکوک و وسوسے پیدا کرتا ہے کہ ان کی خرابی اور قباحت کی وجہ سے انہیں زبان پر لانا بہت مشکل محسوس ہوتا ہے حتیٰ کہ انہیں زبان پر لانے سے یہ کہیں آسان معلوم ہوتا ہے کہ انسان آسمان سے گر پڑے، لہٰذا مرد مومن کا ان وسوسوں کو منکر سمجھنا، ان کو بہت برا سمجھنا اور ان کے خلاف جنگ کرنا صریح ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اور اس کے کمال اسماء و صفات پر سچے ایمان اور اس بات پر ایمان کہ اس کا کوئی مثیل و نظیر نہیں اور وہ خلاق، علیم، حکیم اور خبیر ہے، کا بھی یہ تقاضا ہے کہ مرد مومن ان شکوک و شبہات کا انکار کر دے، ان کے خلاف جنگ کرے اور ان کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھے۔ بلاشک و شبہ آپ کے دوست نے جو ذکر کیا یہ اسی قسم کے وسوسوں میں سے ہے، آپ نے اس کا اچھا جواب دیا ہے اور صحیح طریقہ سے اس کی تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید علم و توفیق سے نوازے۔
اس سوال کے جواب کے سلسلہ میں، اس مسئلہ کے بارے میں وارد بعض احادیث اور اہل علم کے کلام کے بعض حوالہ جات ان شاء اللہ تعالیٰ اب میں ذکر کروں گا تاکہ آپ کے لئے اور شبہ میں مبتلا آپ کے دوست کے لئے صورت حال واضح ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس قسم کے شبہات کے پیدا ہونے کے وقت ایک مومن کے لئے کیا واجب ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق و عنایت سے اس موضوع سے متعلق کچھ دیگر ضروری باتیں بھی ذکر کی جائیں گی۔
وَهُوَ سُبْحَانَهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَالْهَادِيْ إِلَى سَوَاءِ السَّبِيْلِ

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب "الجامع الصحیح" مع فتح الباری ص ۳۳۶ ج ۶ طبع مطبعہ سلفیہ) کے "باب صفۃ ابلیس و جنودہ" میں فرماتے ہیں (یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ بن زبیر کی سند کے ساتھ) کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شیطان تم میں سے ایک کے پاس آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا، اس کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ وہ کہتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کوئی آدمی یہاں تک پہنچ جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے (استغفار پڑھے) اور رک جائے" پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری (مع فتح الباری ص ۲۶۴ جلد ۱۳) کتاب الاعتصام میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خالق کون ہے؟"
امام مسلم نے صحیح مسلم (مع شرح النووی ص ۱۰۴ ج ۲) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے جو قبل ازیں ہم صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں نیز انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری حدیث بھی ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق کو پیدا فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ جو شخص اس طرح کی کوئی بات پائے تو وہ یہ کہے کہ

«آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ»

میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں۔"

اس کے بعد امام مسلم نے اس حدیث کو کچھ دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے' "آپ کی امت کے لوگ یہ کہتے رہیں گے کہ یہ کیا ہے' یہ کیا ہے حتیٰ کہ وہ یہ بھی کہنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟" امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بھی ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنے نفسوں میں کچھ ایسی باتیں پاتے ہیں کہ جنہیں زبان پر لانا بہت بڑا کام محسوس ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا "کیا تم نے یہ صورت حال پالی ہے؟" صحابہ کرامؓ نے جواب دیا "جی ہاں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ تو صریح ایمان ہے۔" پھر امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "یہ تو محض (خالص) ایمان ہے۔"

امام نووی رحمہ اللہ نے "شرح مسلم" میں ان احادیث کے ذیل میں فرمایا ہے کہ جہاں تک ان احادیث کے معانی اور فقہ کا تعلق ہے تو ان میں جو یہ الفاظ آئے ہیں کہ "یہ صریح ایمان ہے' یہ محض ایمان ہے۔" تو ان کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا ان باتوں کے زبان پر لانے کو بہت بڑا سمجھنا صریح ایمان ہے کہ اسے بڑا سمجھنا اور عقیدہ رکھنا تو بڑی دور کی بات ہے' شدت خوف کی وجہ سے اسے زبان پر لانے کو بھی بہت گراں سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان یقیناً مکمل اور تمام شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ دوسری روایت میں اگرچہ اس بات کو بڑا سمجھنے کا ذکر نہیں ہے لیکن اس سے بھی مراد یہی ہے' یہ گویا پہلی روایت ہی کا اختصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے پہلی روایت کو پہلے ذکر فرمایا ہے۔ اس حدیث کے یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ شیطان جب انسان کو گمراہ کرنے سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ اس کے دل میں وسوسے ڈال کر اسے پریشان کرنے کی کوشش کرتا ہے' جب کہ وہ کافر کے پاس جیسے چاہتا ہے آتا جاتا ہے اور اس کے سلسلہ میں صرف وسوسہ پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ تو وہ جس طرح چاہتا ہے' کھیلتا ہے تو اس اعتبار سے حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ وسوسہ کا سبب محض ایمان ہے یا یہ کہ وسوسہ ایمان کے خالص ہونے کی علامت ہے' چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ جو شخص ایسا محسوس کرے تو وہ یہ کہے کہ "امنت باللہ" اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اور اس وسوسہ سے رک جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس باطل خیال کو جھٹک دے اور اس کے ازالہ کے لئے اللہ کی طرف توجہ کرے۔ امام مازری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم یہ دیا ہے کہ وسوسوں کو نظرواستدلال کے طریق سے باطل قرار دینے کی بجائے ان سے اعراض کر کے اور انہیں جھٹک کر دور کرنا چاہئے تو اس سلسلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وسوسوں کی دو قسمیں ہیں (ا) وہ جو مستقل نہیں ہیں) اور نہ وہ شبہات کی پیداوار ہیں تو اس قسم کے وسوسوں کو اعراض اور روگردانی کے ذریعہ ختم کیا جا سکتا ہے' چنانچہ پہلی حدیث کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا اور اس طرح کی کیفیت کو وسوسہ کا نام دیا جائے گا' گویا جب کسی اصل کے بغیر کوئی امر طاری ہو تو اسے دلیل پر غوروفکر کئے بغیر رد کر دیا جائے گا کہ اس کا کوئی اصل ہے ہی نہیں کہ اس کا جائزہ لیا جائے لیکن اس کے برعکس جو وسوسے شبہات کی پیداوار ہیں' انہیں باطل قرار دینے کے لئے نظرواستدلال ہی کا طریقہ اختیار کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

نبی ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اور اس سے رک جائے۔" تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جب یہ وسوسہ پیدا ہو تو آدمی کو چاہئے کہ اس کے شر کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اس کے بارے میں غور و فکر سے باز رہے اور جان لے کہ یہ خیال باطل شیطانی وسوسہ ہے اور شیطان کی تو یہ کوشش ہے کہ وہ انسانوں کو گمراہ کر کے فتنہ و فساد میں مبتلا کر دے لہٰذا وسوسہ کی طرف مائل ہونے سے فوراً اعراض کرنا چاہئے اور اسے ختم کرنے کے لئے اسے ذہن سے جھٹک کر آدمی کو چاہئے کہ کسی اور کام میں مشغول ہو جائے۔ (شرح صحیح مسلم از امام نووی، ص:۱۵۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "فتح الباری" میں اس جواب کے شروع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا' جب یہاں تک پہنچ جائے تو اللہ کی پناہ مانگے اور رک جائے۔" یعنی اس وسوسہ کو مزید جاری رکھنے سے رک جائے' اس کے ازالہ اور خاتمہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور جان لے کہ اس وسوسہ کے ذریعہ شیطان اس کے دین و عقل کو خراب کرنا چاہتا ہے لہٰذا کسی دوسری بات میں مشغولیت اختیار کر کے اسے ترک کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے اور انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہوئے اس وسوسہ کو مزید وسعت دینے سے رک جائے' تو وسوسہ ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کا انسان کے ساتھ معاملہ ہو تو اسے حجت و برہان کے ساتھ خاموش کیا جا سکتا ہے کیونکہ انسان کے ساتھ کلام سوال و جواب کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ کلام محدود ہوتا ہے۔ اگر انسان صحیح اسلوب اختیار کرے اور صحیح دلیل پیش کرے تو مدمقابل جو انسان ہو وہ خاموش ہو جاتا ہے لیکن اس کے برعکس شیطان کے وسوسہ کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ انسان جب ایک دلیل دیتا ہے تو شیطان اس کے مقابلہ میں دوسری دلیل پیش کرتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ انسان حیران و پریشان ہو جاتا ہے۔

«نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ»

خطابی فرماتے ہیں کہ شیطان کا یہ کہنا کہ "تیرے رب کو کس نے پیدا کیا۔" یہ ایک بے معنی کلام ہے جس کا آخری حصہ پہلے حصہ کے مخالف ہے کیونکہ جو خالق ہو اس کے لئے یہ محال ہے کہ وہ مخلوق ہو۔ اس سوال کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس سے تسلسل لازم آتا ہے اور وہ محال ہے اور عقل نے یہ ثابت کیا ہے کہ محدثات کسی محدث کی محتاج ہیں اور اگر محدث بھی کسی اور محدث کا محتاج ہو تو وہ محدث نہ رہا بلکہ وہ بھی محدثات میں سے ہو گیا۔

علامہ خطابی نے یہاں جو شیطانی وسوسہ اور انسانی کلام میں فرق کیا ہے یہ محل نظر ہے کیونکہ صحیح مسلم میں جو حدیث ہشام بن عروۃ عن ابیہ کی سند سے ہے' اس میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے کہ اس مخلوق کو تو اللہ نے پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ جو شخص اس طرح کی کوئی بات پائے تو وہ یہ کہے کہ امنت باللہ "میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہوں" تو اس حدیث میں اس بات میں غور و خوض کو جاری رکھنے سے منع فرما دیا ہے اور اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کیا کہ سائل بشر ہے یا کوئی اور۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کے بارے میں مجھ سے دو آدمیوں نے پوچھا لیکن جب سوال ہی بے معنی تھا تو وہ جواب کا مستحق نہ تھا یا اس قسم کے وسوسہ سے رک جانا اسی طرح ہے جس طرح صفات و ذات باری کے بارے میں غور و خوض سے روک دیا گیا ہے۔ علامہ مازری بیان کرتے ہیں کہ وسوسوں کی دو قسمیں ہیں (ا) جو مستقل توحیت

کے نہیں ہوتے اور نہ وہ شبہ کی پیداوار ہوتے ہیں' انہیں اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ ان سے روگردانی کرلی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے' اسی قسم کے خیال کو وسوسہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (۲) وہ خیالات جو مستقل نوعیت کے ہوتے اور شبہات کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں' ان کا ازالہ نظرو استدلال سے کیا جاتا ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکم یہ ہے کہ وسوسہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی جائے اور کسی دوسرے کام میں مشغولیت اختیار کرلی جائے لیکن اس کے بارے میں یہ حکم نہیں ہے کہ اس پر غور کیا جائے اور دلیل دی جائے کیونکہ اس بات کا علم کہ اللہ عزوجل اپنے موجد سے بے نیاز ہے' ایک ضروری امر ہے جس میں کسی قسم کے مناظرہ کی کوئی گنجائش نہیں اور پھر اس مسئلہ میں زیادہ سوچ بچار کرنے سے انسان کی حیرت میں اضافہ ہو گا اور جس کا یہ حال ہو اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اسی کی ذات گرامی کے ساتھ وابستگی اختیار کرے۔ اس حدیث میں ایسے امور کے بارے میں کثرت سوال کی مذمت کا اشارہ بھی ہے' جن سے آدمی کو کوئی فائدہ نہ ہو اور وہ ان سے بے نیاز ہو' اس حدیث میں نبوت کی صداقت کی یہ دلیل بھی ہے کہ جن باتوں کے وقوع پذیر ہونے کی آپ نے پیش گوئی فرمائی' وہ واقع ہو کر رہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "موافقة صحيح المنقول لصريح المعقول" میں فرماتے ہیں کہ لفظ تسلسل سے مراد تسلسل فی الموثرات ہوتا ہے --- اور یہ کہ حادث کا کوئی فاعل اور فاعل کا پھر کوئی فاعل ہو --- اور یہ بات صریح عقل اور اتفاق عقلاء کی روشنی میں باطل قرار پائی ہے اور یہی وہ تسلسل ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی جائے۔ اس سے آپ نے رک جانے کا بھی حکم دیا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ اس موقعہ پر یہ کہا جائے کہ امنت بالله جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو کس نے پیدا کیا حتیٰ کہ وہ اس سے یہ کہتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟" آپ نے فرمایا کہ "آدمی جب یہاں تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور رک جائے۔" اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ "لوگ ہمیشہ سوال کرتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ یہ بات بھی پوچھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق کو پیدا فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی مسجد ہی میں تھا کہ میرے پاس کچھ بدوی لوگ آئے اور انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ! یہ مخلوق تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا فرمایا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ میں کنکریاں پکڑ کر ان پر دے ماریں اور کہا کہ کھڑے ہو جاؤ' کھڑے ہو جاؤ' میرے خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بالکل سچ فرمایا تھا" صحیح میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے' "آپ کی امت کے لوگ ہمیشہ یہ سوال کرتے رہیں گے کہ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ وہ کہیں گے کہ اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مقصود پورا ہو گیا۔ شاید اب سائل اور اس کے اس دوست کے سامنے بات واضح ہو گئی ہو جس نے یہ شبہ پیش کیا تھا۔ ہم نے آیات' احادیث اور اہل علم کے جن اقوال کو ذکر کیا ہے ان سے اس شبہ کا نہ صرف یہ کہ ازالہ ہو جاتا ہے بلکہ یہ اس شبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اسے بالکل باطل کر دیتے ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نہ کوئی شبیہہ ہے' نہ ہم سر اور نہ شریک۔ وہ اپنی ذات' اسماء' صفات اور افعال میں کامل ہے' وہ ہر چیز کا خالق ہے اور اس کے سوا ہر چیز مخلوق۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں اپنے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہمیں وہ سب کچھ بتا دیا ہے

جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حوالے سے اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ہمیں وہ سب کچھ بھی بتا دیا ہے جس سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ یہ معرفت اس کے اسماء و صفات اور اس کی پیدا کردہ اور صاف نظر آنے والی نشانیوں سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ انہی نشانیوں میں سے خود انسان کا اپنا وجود بھی ہے کہ یہ بلا شبہ ایک ایسی نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت اور اس کے کمال علم و حکمت پر دلالت کناں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱخْتِلَٰفِ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ لَءَايَٰتٍ لِّأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ﴾

(آل عمران ۳/ ۱۹۰)

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے بہت بڑی نشانیاں ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَفِى ٱلْأَرْضِ ءَايَٰتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۲۰۔۲۱)

"اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور خود تمہارے نفوس میں بھی' تو کیا تم دیکھتے نہیں؟"

باقی رہی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کی حقیقت و کیفیت اور اس کی صفات کی کیفیت' تو اس کا تعلق اس علم غیب سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مطلع نہیں فرمایا' لہٰذا اس پر ایمان لانا' اسے تسلیم کرنا اور اس میں غور و خوض نہ کرنا واجب ہے جیسا کہ ہمارے سلف صالح' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے اس میں غوروخوض نہیں کیا' نہ اس کے بارے میں سوال کیا بلکہ ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر اور اس پر جو اس نے اپنی کتاب میں اپنے بارے میں فرمایا یا جسے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان فرمایا' ایمان تھا اور اس پر انہوں نے اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہ کیا' ان کا ایمان تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سمیع و بصیر ہے۔

جو شخص بھی اس طرح کا کوئی وسوسہ محسوس کرے یا اس کے سامنے اس طرح کا کوئی وسوسہ پیش کیا جائے تو اسے چاہیئے کہ اسے زبان پر لانے کو بہت بڑا سمجھے اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس قسم کے وسوسوں کو مسترد کر دے اور یہ کہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہوں' نیز شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے' وسوسوں کو جھٹک دے اور ان سے فوراً اعراض کر لے جیسا کہ سابقہ ذکر کی گئی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی حکم دیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ ان وسوسوں کو بڑا سمجھنا اور انہیں رد کر دینا صریح ایمان ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی تلقین فرمائی ہے کہ اس باب میں سوال کرنے والوں کے ساتھ گفتگو کو طول بھی نہیں دینا چاہیئے کیونکہ اس موضوع میں طول کلام' انسان کو بہت زیادہ شر اور نہ ختم ہونے والے شکوک و شبہات تک پہنچا دے گا۔ شکوک و شبہات اور وسوسوں کے خاتمہ اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل کی جائے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو مضبوطی سے تھام کر انہی کے ساتھ وابستگی اختیار کی جائے اور ان مسائل میں غوروخوض نہ کیا جائے اور یہ طرز عمل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے بھی ہم آہنگ ہے کہ:

﴿ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ ٱلشَّيْطَٰنِ نَزْغٌ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْعَلِيمُ ﴾ (فصلت ۴۱/ ۳۶)

"اور اگر تمہیں شیطان کی جانب سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو' بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پناہ مانگنا' اس کی طرف رجوع کرنا اور ان باتوں میں غوروخوض نہ کرنا جنہیں وسوسہ پیدا کرنے والوں' باطل کلام پیش کرنے والے فلسفیوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے دیگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور علم غیب کے باب میں کسی حجت و برہان کے بغیر مشہور کر رکھا ہے۔ یہ اہل حق و ایمان کا طریقہ ہے اور یہی سلامتی' نجات اور شیاطین جن و انس کے مکروفریب سے محفوظ رہنے کا طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے' آپ کو اور تمام مسلمانوں کو شیطان کی دیسہ کاریوں سے محفوظ رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب بعض لوگوں نے وسوسہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دینے کی بجائے انہیں کنکریاں ماریں اور کہا کہ میرے خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بالکل سچ فرمایا تھا۔

اس سلسلہ میں مومن کے لئے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ وہ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت کرے اور خوب تدبر سے کام لے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفات' اس کی عظمت اور اس کے وجود کے بارے میں ایسے ایسے دلائل ہیں جو دلوں کو ایمان' محبت اور تعظیم سے بھر دیتے ہیں اور جن سے یہ پختہ اعتقاد پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہر چیز کا رب اور مالک ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق و عالم ہے' اس کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ رب۔ اسی طرح مومن کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی بکثرت کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مزید علم نافع' بصیرت و فراست اور حق پر ثابت قدمی عطا فرمائے اور ہدایت کے بعد کج روی سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو یہ توجہ دلائی ہے کہ وہ اس سے سوال کریں' دعا مانگنے کی اس نے ترغیب دی اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازنے کا اس نے وعدہ فرمایا ہے' چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾ (غافر ٤٠/ ٦٠)

"اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر اعراض کیا کرتے ہیں عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ وہ ہمیں' آپ کو' آپ کے دوست کو اور تمام مسلمانوں کو دین کی فقاہت (سمجھ) اور ثابت قدمی عطا فرمائے۔ ہم سب کو گمراہ کن فتنوں اور شیاطین جن و انس کی دیسہ کاریوں اور وسوسوں سے محفوظ رکھے' وہی قادروکارساز ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، وَصَلَّى اللهُ عَلَي عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے معانی کے مطابق اخلاق اختیار کرنا

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے برادر مکرم ...... کے نام' «سَلَّمَهُ اللهُ وَتَوَلاَّهُ»
سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ. وَبَعْدُ:
آپ کا مؤرخہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۶ء کا لکھا ہوا مکتوب گرامی موصول ہوا جس میں آپ نے یہ سوال بھی پوچھا ہے کہ ایک خطیب صاحب نے اپنے خطبۂ جمعہ میں اس بات کی ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کو اپنایا جائے اور اس کے اخلاق کو اختیار کیا جائے۔ کیا اس کلام کا کوئی وزن اور مقصد ہے اور ان سے پہلے بھی کسی نے یہ بات کی ہے یا نہیں؟...... الخ

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعبیر نامناسب ہے لیکن اس کا محمل صحیح ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی صفات کے تقاضے اور اس کے اسماء حسنیٰ کے مطابق اخلاق اختیار کرنے کی ترغیب و تلقین' لیکن یہاں صفات سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جن کے تقاضا کے مطابق متصف ہونا مخلوق کے لئے مستحسن ہے۔ یہاں وہ صفات مراد نہیں ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً اس کا خلاق' رزاق اور الٰہ ہونا کہ اس طرح کی صفات کے ساتھ موصوف ہونا مخلوق کے لئے ممکن ہی نہیں ہے اور نہ کسی کے لئے یہ دعویٰ کرنا جائز ہے کہ وہ ان صفات سے موصوف ہے' اسی طرح ان صفات سے مشابہ اسماء حسنیٰ کا بھی یہی حکم ہے' لہٰذا یہاں وہ صفات مراد ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے ان کے تقاضوں کے مطابق اتصاف پذیر ہوں مثلاً علم' قوت حق' رحمت' حلم' جودوکرم اور عفو وغیرہ' چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ علیم ہے تو وہ علماء سے محبت کرتا ہے۔ وہ قوی ہے تو کمزور مومن کی نسبت قوی مومن سے محبت فرماتا ہے۔ وہ کریم ہے۔ کرم کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ رحیم ہے۔ رحم کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ وہ معاف کر دینے والا ہے' معاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے........ الخ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ صفات اور اس کی دیگر صفات مخلوق کی نسبت اکمل و اعظم ہیں بلکہ خالق اور مخلوق کی صفات کا کوئی مقابلہ ہی نہیں کیونکہ صفات و افعال میں کوئی چیز اس جیسی نہیں ہے جیسا کہ ذات کے اعتبار سے بھی کوئی چیز اس جیسی نہیں ہے۔ مخلوق کے لئے بس اتنی بات ہی کافی ہے کہ اسے ان صفات کے معانی میں سے کچھ حصہ مل جائے جو اس کے مناسب حال ہو اور پھر وہ اسے دائرۂ شریعت کے اندر استعمال کرے مثلاً اگر کوئی جودوکرم میں شرعی حد سے تجاوز کرے گا تو یہ اسراف ہو گا' اگر کوئی رحمت کے اظہار میں دائرۂ شریعت سے تجاوز کرے گا تو اس سے شرعی حدود و تعزیرات معطل ہو جائیں گی' اسی طرح اگر کوئی شخص شرعی حد سے بڑھ کر معافی دے دے تو یہ بھی معافی کا غلط استعمال ہو گا۔ یہ چند مثالیں ہیں' اس سلسلہ میں باقی صفات کا بھی یہی حکم ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں "عدۃ الصابرین" اور "الوابل الصیب" اور شائد "مدارج" اور "زادالمعاد" کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے' چنانچہ "عدۃ" اور "وابل" کے حوالے پیش خدمت ہیں۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ "عدۃ الصابرین" کے ص ۳۱۰ پر رقم طراز ہیں کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ حقیقی معنوں میں شکور ہے تو اپنی مخلوق میں سے اسے وہ شخص زیادہ پسند ہو گا جو صفت شکر سے متصف ہو اور اسے وہ بے حد ناپسند ہو گا جو صفت شکر

سے متصف ہو اور اسے وہ بے حد ناپسند ہو گا جو صفت شکر کو معطل کر دے یا ناشکری کی صفت سے موصوف ہو۔ اسی طرح اسماء حسنیٰ کا معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو اسماء حسنیٰ کے موجب متصف ہوں اور وہ اسے سب سے زیادہ ناپسند ہیں جو ان کے اضداد کے ساتھ موصوف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کو کافر' ظالم' جاہل' سنگدل' بخیل' بزدل اور ذلیل و کمینہ انسان سے نفرت ہے جب کہ وہ ذات گرامی جمیل ہے تو حسن و جمال سے اسے محبت ہے۔ وہ علیم ہے تو علماء کو وہ پسند فرماتا ہے۔ وہ رحیم ہے تو رحمدل لوگوں پر اسے پیار آتا ہے۔ وہ محسن ہے تو وہ احسان کرنے والوں کو چاہتا ہے۔ وہ ستیر ہے تو اہل ستر سے اسے محبت ہے۔ وہ قادر ہے تو عجز و درماندگی پر ملامت کرتا ہے اور کمزور مومن کی نسبت قوی مومن کو زیادہ پسند فرماتا ہے۔ وہ معاف کرنے والا ہے تو معاف کرنے والوں کو پسند بھی کرتا ہے۔ وہ وتر ہے تو وتر سے محبت کرتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کو جس جس چیز سے بھی محبت ہے تو وہ اس کے اسماء و صفات کے آثار و موجبات ہیں اور جس جس چیز سے بھی اسے نفرت ہے تو وہ اس کے اسماء و صفات کی منافی و مخالف اشیاء ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے "الوابل الصیب" ص: ۴۳ پر لکھا ہے کہ جود رب جل جلالہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے کہ وہ عطا فرماتا ہے اور لیتا نہیں' وہ کھانا کھلاتا ہے اور خود کھاتا نہیں' وہ سب سے بڑھ کر جود و سخا کا مظاہرہ فرمانے والا ہے' وہ سب سے زیادہ کرم فرمانے والا ہے۔ مخلوق میں سے بھی اسے سب سے زیادہ پسند وہ ہے جو ان صفات کے تقاضوں سے موصوف ہو کہ وہ کریم ہے' کرم کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے' وہ عالم ہے' علماء کو پسند فرماتا ہے' وہ قادر ہے بہادر لوگوں سے اسے محبت ہے' وہ جمیل ہے' حسن و جمال کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔"

امید ہے کہ میں نے جو کچھ ذکر کیا یہ کافی ہو گا اور اس سے فائدہ بھی حاصل ہو گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو دین میں فقاہت (سمجھ) عطا فرمائے اور دین کے حق کو ادا کرنے کی توفیق بخشے۔

إِنَّهُ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

کیا اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کئے ہوئے ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ ـ أَمَّا بَعْدُ:

یہ سوال بار بار پوچھا گیا ہے کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو یہ کہتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق میں حلول کئے ہوئے ہے' ان کے ساتھ اختلاط کئے ہوئے ہے اور معیت عامہ کے یہی معنی ہیں نیز ان لوگوں نے درج ذیل آیات سے شبہات پیدا کرنے کی بھی کوشش کی ہے:

﴿ وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ ٱلْغَرْبِيِّ ﴾ (القصص۲۸/ ٤٤)

"(اے پیغمبر!) آپ (طور پہاڑ کی) مغربی جانب نہیں تھے۔"

﴿ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَٰمَهُمْ ﴾ (آل عمران۳/ ٤٤)

"اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے تو آپ ان کے پاس نہیں تھے۔"

﴿ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴾ (آل عمران۳/ ٤٤)

"اور نہ اس وقت آپ ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔"

ان آیات کے ان کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تو ان موقعوں پر ان کے پاس موجود نہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ بذاتہ ان کے پاس موجود تھا کیونکہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔

قائل نے چونکہ یہ بات کر کے سوء فہمی کا مظاہرہ کیا اور ایک زبردست غلطی کا ارتکاب کیا ہے جو اس صحیح عقیدہ کے خلاف ہے' جسے قرآن و سنت نے پیش کیا اور سلف امت نے جسے بطور عقیدہ اختیا کیا تھا لہذا میں نے مناسب سمجھا کہ حق کو بیان کر دوں اور اس امر عظیم کے بارے میں قائل پر جو بات مخفی رہ گئی ہے اسے واضح کر دوں کہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کے بارے میں صرف وہی کہا جائے گا جو اس نے اپنی صفات کے بارے میں خود فرمایا ہے یا جو اس کی صفات کے بارے میں اس کے رسول مقبول حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے۔ صفات باری تعالیٰ کو تکییف و تمثیل اور تحریف و تعطیل کے بغیر اس طرح مانا جائے گا جس طرح اللہ جل جلالہ کی ذات گرامی کے شایان شان ہے جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشوریٰ۴۲/ ۱۱)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

یہ بات قرآن و سنت سے ثابت ہے اور اس پر تمام سلف امت کا اجماع ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی مخلوق کے اوپر اور ان سے جدا ہے' وہ اپنے عرش پر مستوی ہے اور استواء اس طرح ہے جس طرح اس کی ذات گرامی کے شایان شان ہے۔ اس کا استواء اپنی مخلوق کے استواء سے مشابہت نہیں رکھتا۔ ہاں البتہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے علم کے اعتبار سے اپنی مخلوق کے ساتھ ہے' اپنی مخلوق کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم نے نہایت بلیغ اور واضح عبارتوں میں اسے بیان فرمایا اور صحیح و صریح احادیث مبارکہ سے بھی یہی بات ثابت ہے۔ قرآن مجید کے وہ دلائل حسب ذیل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں' اپنی مخلوق سے اوپر اور اپنے عرش پر مستوی ہے:

﴿ إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّـٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ ﴾ (فاطر۳۵/ ۱۰)

"اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے مزید فرامین:

﴿ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ﴾ (آل عمران۳/ ۵۵)

"(عیسیٰ) میں تمھاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تمھیں اپنی طرف اٹھا لوں گا۔"

﴿ تَعْرُجُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ إِلَيْهِ ﴾ (المعارج۷۰/ ٤)

"فرشتے اور روح اس کی طرف چڑھتے ہیں۔"

﴿ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰ عَلَى ٱلْعَرْشِ ۚ ٱلرَّحْمَـٰنُ ﴾ (الفرقان۲۵/ ۵۹)

"پھر عرش پر مستوی ہوا (وہ جس کا نام رحمٰن یعنی) بڑا مہربان (ہے)"

﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِى ٱلسَّمَآءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ ٱلْأَرْضَ ﴾ (الملک۶۷/ ۱۶)

"کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے۔ (یعنی پتھروں کی بارش کر دے)"

﴿ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًاۖ ﴾ (الملك ٦٧/ ١٧)

"کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔"

﴿ ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ﴾ (طه ٢٠/ ٥)

"وہ رحمٰن جو عرش پر مستوی ہے۔"

﴿ يَٰهَٰمَٰنُ ٱبْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّيٓ أَبْلُغُ ٱلْأَسْبَٰبَ ۝ أَسْبَٰبَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰٓ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُۥ كَٰذِبًاۚ ﴾ (غافر ٤٠/ ٣٦-٣٧)

"(اور فرعون نے کہا) ہامان میرے لئے ایک محل بناؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) راستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے راستوں پر پھر موسیٰ کے معبود کو دیکھ لوں اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اسی طرح بہت سی صحیح اور حسن احادیث سے بھی یہی بات ثابت ہے مثلاً رسول اللہ ﷺ کا شب معراج اپنے رب کے پاس جانا۔ ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث میں دم کے بارے میں ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ "ہمارا رب وہ اللہ (ہے) جو آسمان میں ہے' اے اللہ! تیرا نام پاک ہے اور تیرا حکم آسمان و زمین میں جاری و ساری ہے۔" حدیث اوعال میں ہے کہ "عرش اس کے اوپر ہے' اللہ اپنے عرش کے اوپر ہے اور وہ تمہارے حالات کو جانتا ہے۔" (احمد' ابوداؤد اور دیگر)

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب ایک باندی سے پوچھا "اللہ کہاں ہے؟" تو اس نے جواب دیا "آسمان میں۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا "میں کون ہوں؟" اس نے جواب دیا "آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔" تو آپؐ نے فرمایا "اسے آزاد کر دو' یہ ایک مومن عورت ہے۔" (صحیح مسلم)

اس طرح کی اور بہت سی احادیث جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں' ہمیں اس بات کے علم یقین کا فائدہ بخشتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس پیغام حق کو امت تک پہنچا دیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے عرش معلّٰی پر' آسمان سے اوپر ہے' عرب و عجم اور جاہلیت و اسلام کی تمام امتوں کو اللہ تعالیٰ نے اسی عقیدہ پر پیدا فرمایا ہے' سوائے ان کے جن کو شیطان نے ان کی فطرت سے دور ہٹا دیا ہو۔ اس مسئلہ میں ائمہ سلف سے اس قدر اقوال مروی ہیں کہ اگر انہیں یکجا کیا جائے تو ان کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک پہنچ جائے۔ کتاب اللہ' سنت رسول اللہ ﷺ' سلف امت' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین عظام اور ان ائمہ کرام سے جنہوں نے نفس پرستی اور اختلاف کے زمانہ کو بھی پایا' اس عقیدہ کے خلاف نصاً اور ظاہراً ایک حرف بھی ثابت نہیں۔ ان میں سے کسی نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ اللہ آسمان میں نہیں ہے یا یہ کہ وہ عرش پر نہیں ہے اور نہ کسی نے کبھی بھی یہ کہا کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے اور اس کی نسبت سے تمام جگہیں برابر ہیں اور نہ کسی نے کبھی بھی یہ کہا کہ وہ عالم میں داخل ہے نہ اس سے خارج اور نہ کسی نے کبھی بھی یہ کہا کہ اس کی طرف انگلیوں وغیرہ سے حسی اشارہ کرنا ناجائز ہے بلکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے نبی کریم ﷺ نے جب عرفات کے دن اپنی زندگی کے سب سے بڑے مجمع میں عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا تو اس میں آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بھی پوچھا "کیا میں نے تم تک اللہ کا دین پہنچا دیا؟" تو سب نے کہا "ہاں آپؐ نے پہنچا دیا۔" تو آپؐ نے اپنی انگلی کو کئی بار آسمان کی طرف اٹھا کر صحابہ کرام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ! تو گواہ رہنا۔" اس طرح کی

اور بھی بہت سی احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر اہل علم نے بھی اس مسئلہ کی خوب وضاحت فرمائی ہے' چنانچہ ملاحظہ فرمائیے فتاویٰ (ابن تیمیہ)' ج ۵' ص : ۱۴۔ مقصود یہ ہے کہ جہمیہ' معطلہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے اہل بدعت کا یہ عقیدہ حد درجہ فاسد' بے پناہ خبیث اور بہت بڑی مصیبت ہے کہ اس سے خالق کائنات جل و علا کی ذات گرامی کا نقص لازم آتا ہے' ہم دلوں کی کجی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس گمراہ مذہب کے باطل ہونے کے بے شمار دلائل ہیں۔ ثابت شدہ شرعی دلائل سے قطع نظر عقل سلیم اور فطرت سلیم بھی اس کی منکر ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے بعض لوگوں کا استدلال بالکل باطل ہے کیونکہ ان کا گمان یہ ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ زمین میں موجود ہے مثلاً طور (پہاڑ) کی طرف' حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے بہت بلند وبالا اور ارفع واعلیٰ ہے۔

اس قائل سے یہ بات مخفی رہ گئی ہے کہ معیت کی دو قسمیں ہوتی ہیں (۱) معیت عامہ اور (۲) معیت خاصہ' معیت خاصہ کی مثالیں حسب ذیل ہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوا۟ وَّٱلَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴾ (النحل۱۶/ ۱۲۸)

"یقیناً جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکو کار ہیں' اللہ ان کے ساتھ ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ﴾ (التوبۃ۹/ ۴۰)

"غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

نیز ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِنَّنِى مَعَكُمَآ أَسْمَعُ وَأَرَىٰ ﴾ (طٰہ۲۰/ ۴۶)

"تحقیق میں تمہارے ساتھ ہوں (اور) سنتا دیکھتا ہوں۔"

اور اس طرح کی دیگر آیات جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے انبیاء' اپنے مومن اور متقی بندوں کے ساتھ ہے کہ انہیں اس کی نصرت و تائید' اعانت و توفیق' تسدید وکفایت اور نگہداشت و ہدایت حاصل ہے' جیسا کہ اللہ عزوجل کا یہ فرمان اس کے نبی حضرت محمد ﷺ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "میرا بندہ نوافل کے ساتھ میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں' جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھ بن جاتا ہوں' جس سے وہ دیکھتا ہے' اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔" اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ واقعی اپنے بندے کے اعضاء بن جاتا ہے کہ وہ ذات اس سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے تمام اعضاء کو ہدایت و توفیق سے نوازتا ہے' جیسا کہ دوسری روایت سے اس کی وضاحت ہوتی ہے جس میں یہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ "وہ میرے ساتھ سنتا' میرے ساتھ دیکھتا' میرے ساتھ پکڑتا اور میرے ساتھ چلتا ہے۔" تو اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ "میں اس کا کان بن جاتا ہوں..... الخ" کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسے راہ راست کی توفیق و ہدایت سے نوازتا اور ایسے کاموں میں پڑنے سے اسے محفوظ رکھتا ہے جو اس کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں۔

معیت عامہ کے معنی مکمل احاطہ اور علم کے ہیں' چنانچہ اس معیت کا بھی بہت سی آیات میں ذکر ہے مثلاً:

﴿ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا۟ ﴾ (المجادلة٥٨/ ٧)

"(کسی جگہ) تین (آدمیوں) کا کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ﴾ (الحدید٥٧/ ٤)

"اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔"

﴿ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَآئِبِينَ ﴾ (الأعراف٧/ ٧)

"پھر اپنے علم سے ان کے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا تَكُونُ فِى شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا۟ مِنْهُ مِن قُرْءَانٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ﴾ (یونس١٠/ ٦١)

"اور (اے پیغمبر) تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو' جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تم پر حاضر ہوتے ہیں (یعنی ہم تمہیں دیکھتے رہتے ہیں)"

اسی طرح اور بھی بہت سی آیات سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے' اس کیفیت کے ساتھ جو اس کے کمال و جلال کے لائق ہے' وہ اپنے علم کے ساتھ اپنی مخلوق کا احاطہ کئے ہوئے ہے' وہ جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے سامنے حاضر ہے خواہ وہ بر و بحر میں ہوں' رات یا دن کا کوئی لمحہ ہو' خواہ وہ اپنے گھر میں ہوں یا جنگل میں اس کے علم میں سب برابر ہیں' سب اس کے بصر و سمع کے سامنے ہیں' وہ ان کے کلام کو سنتا' ان کے مکان کو دیکھتا اور ان کے اسرار اور سرگوشیوں کو جانتا ہے' جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا۟ مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴾ (ھود١١/ ٥)

"دیکھو یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے پردہ کریں' سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں (تب بھی) وہ ان کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے' وہ تو دلوں کی باتوں سے آگاہ ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ ٱلْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِۦ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِٱلَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِٱلنَّهَارِ ﴾ (الرعد١٣/ ١٠)

"کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ لِتَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًۢا ﴾ (الطلاق٦٥/ ١٢)

"تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔"
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) ہے نہ کوئی رب۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے معیت عامہ کی آیات کو علم سے شروع کیا اور علم ہی پر ختم کیا ہے تاکہ بندے یہ جان لیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کے حالات اور تمام معاملات کو جانتا ہے' اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ ان کے گھروں میں' ان کے غسل خانوں میں یا دیگر مقامات پر ان کے ساتھ مختلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے بہت پاک ہے۔ معیت کے یہ معنی بیان کرنا کہ وہ مخلوق کے ساتھ اپنی ذات کے ساتھ مختلط ہے' تو یہ ان اہل حلول کا قول ہے' جن کا یہ گمان ہے کہ ان کا معبود اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے' یہ اللہ تعالیٰ کو اس بات سے تو پاک قرار دیتے ہیں کہ وہ عرش پر مستوی ہو اور اپنی مخلوق سے بلند ہو لیکن اس بات سے اللہ تعالیٰ کو پاک قرار نہیں دیتے کہ وہ غلیظ اور گندی جگہوں پر موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و رسوا کرے' ائمہ سلف صالح مثلاً احمد بن حنبل' عبداللہ بن مبارک' اسحاق بن راھویہ' ابوحنیفہ اور ان کے بعد کے ائمہ ھدی مثلاً شیخ الاسلام ابن تیمیہ' علامہ ابن قیم اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم نے ان لوگوں کی تردید میں بہت کچھ لکھا ہے۔
اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ **وھو معکم** اور اس کے ہم معنی آیات سے یہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ظاہری یا باطنی طور پر مخلوقات کے ساتھ مخلوط و ممزوج ہے کیونکہ مع کا لفظ کسی صورت بھی اس مفہوم پر دلالت کناں نہیں ہے' اس کی زیادہ سے زیادہ جو دلالت ہے وہ کسی امر میں مصاحبت' موافقت اور مقارنت پر ہے اور یہ اقتران ہر جگہ اس کے مناسب حال ہو گا ابو عمر طلمنکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنت مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ (الحدید۵۷/ ٤) اس جیسی دیگر آیات کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسے جانتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اقدس کے اعتبار سے آسمانوں سے اوپر اپنے عرش معلیٰ پر مستوی ہے جیسا کہ اس کی کتاب اور جلیل القدر علماء امت و ائمہ سلف کے ارشادات سے ثابت ہے اور اس کے آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں ان میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں' چنانچہ ابونصر سجزی فرماتے ہیں:

"ہمارے ائمہ سفیان ثوری' مالک' حماد بن سلمہ' حماد بن زید' سفیان بن عیینہ' فضیل' ابن مبارک' احمد اور اسحاق رحمۃ اللہ علیہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات گرامی کے اعتبار سے عرش پر اور اپنے علم کے اعتبار سے ہر جگہ ہے۔"

ابو عمر بن عبدالبر فرماتے ہیں:

"وہ علماء صحابہ و تابعین جن سے علم تفسیر منقول ہے' وہ ارشاد باری تعالیٰ ﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ عرش پر مستوی ہے لیکن علم کے اعتبار سے ہر جگہ ہے۔ اس مسئلہ میں حضرات صحابہ و تابعین میں سے کسی بھی ایسے شخص نے مخالفت نہیں کی جس کا قول قابل حجت ہو۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ' ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ (الحدید۵۷/ ٤)

"اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔"

کے بارے میں فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا نگہبان و گواہ ہے خواہ تم جہاں کہیں اور جس جگہ بھی ہو' برو بحر میں ہو یا دن رات کی کسی گھڑی میں ہو' اپنے گھروں میں رہ رہے ہو یا جنگلوں میں' تمہاری یہ تمام حالتیں اس کے علم

میں یکساں طور پر ہیں، تمہاری تمام کیفیتیں اس کی سماعت و بصارت کے تحت ہیں، وہ تمہارے کلام کو سنتا، تمہاری جگہ کو دیکھتا اور تمہاری مخفی باتوں اور سرگوشیوں کو جانتا ہے، جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا۟ مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُۥ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴾ (ھود ۱۱/ ۵)

"دیکھو یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں تاکہ اللہ سے پردہ کریں، سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں (تب بھی) وہ ان کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے، وہ تو دلوں تک کی باتوں سے آگاہ ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ ٱلْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِۦ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِٱلَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِٱلنَّهَارِ ﴾ (الرعد ۱۳/ ۱۰)

"کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔"

اس کے سوا کوئی معبود ہے نہ پروردگار، اسی طرح حافظ ابن کثیر نے سورۂ مجادلہ کی آیت ما یکون من نجوی ..... این ما کانوا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ ان پر مطلع ہے، ان کے کلام، ان کی مخفی باتوں اور ان کی سرگوشیوں کو سنتا ہے، اللہ اسے جانتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مقرر کردہ فرشتے بندوں کی باتوں کو ان کے نامہ اعمال میں لکھتے بھی جا رہے ہیں، جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ أَلَمْ يَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُمْ وَأَنَّ ٱللَّهَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴾ (التوبۃ ۹/ ۷۸)

"کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھیدوں اور مشوروں تک سے واقف ہے اور یہ کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَىٰهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴾ (الزخرف ۴۳/ ۸۰)

"کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں؟ ہاں ہاں (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (ان کی) سب باتیں لکھ لیتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ کئی ایک علماء نے بیان فرمایا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں معیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے لیکن اس کے علم کے ساتھ اس کی سماعت بھی مخلوق کو محیط اور اس کی بصارت بھی نافذ ہے کہ وہ ذات گرامی اپنی مخلوق پر اس طرح مطلع ہے کہ مخلوق کا کوئی امر اس سے مخفی نہیں ہے۔

سلف کا کلام اس موضوع سے متعلق اس قدر کثرت کے ساتھ ہے کہ اسے شمار نہیں کیا جا سکتا، مقصود یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے اور **وھو معکم** کے معنی یہ ہیں کہ وہ بذاتہ اپنے بندوں کے ساتھ ہے اور اس کی طرف اشارہ جائز نہیں، یہ حد درجہ ساقط اور باطل ہے جیسا کہ بے شمار واضح دلائل سے یہ ثابت ہے، جن میں سے بعض دلائل کو قبل ازیں بیان بھی کیا جا چکا ہے۔ اجماع اہل علم کی روشنی میں بھی یہ عقیدہ باطل ہے، جیسا کہ بعض ائمہ کرام کے اقوال اس سلسلہ میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

اس سے یہ بھی واضح ہے کہ جو لوگ حلول کے قائل ہیں یعنی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بذاتہ اپنی مخلوق میں حلول کر جاتا ہے' وہ راہ راست سے بھٹک گئے اور بہت دور کی کوڑی لاتے ہیں' اللہ تعالیٰ کی طرف انہوں نے ایک خلاف حق بات کو منسوب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی معیت کے بارے میں وارد آیات کی انہوں نے اہل علم کی تفسیر کے خلاف غلط تاویل کی ہے۔ ہم ذلت و رسوائی اور بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں اور اس سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ہمیں حق پر ثابت قدم رکھے اور راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے بے شک وہی قادر و کارساز ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلَي نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ

اس شخص کے بارے میں حکم جو یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے نہ وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ وَخِيَرَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ، وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ، وَمَنْ سَارَ سِيْرَتَهُ وَاهْتَدَى بِهُدَاهُ إِلَي يَوْمِ الدِّيْنِ ـ أَمَّا بَعْدُ:

میرے پاس دینی بھائی مولانا منظور احمد مہتمم جامعہ عربیہ چنیوٹ پاکستان کے دستخط سے درج ذیل سوال آیا ہے:

"حضرات علماء کرام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کے جسد عنصری شریف کے ساتھ آسمان پر رفع اور پھر قرب قیامت آسمان سے زمین پر نزول کے بارے میں کیا فرماتے ہیں' حضرت عیسیٰؑ کا نزول تو اشراط قیامت میں سے ہے' تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو ان کے قرب قیامت نزول کا انکار کرے اور یہ دعوی کرے کہ انہیں پھانسی پر تو لٹکا دیا گیا تھا لیکن وہ اس سے فوت نہیں ہوئے بلکہ کشمیر ہجرت کر گئے تھے اور پھر کشمیر میں طویل عرصہ تک زندہ رہنے کے بعد طبعی موت سے فوت ہوئے اور قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ نازل نہیں ہوں گے بلکہ وہ ان کا کوئی مثیل ہو گا' براہ کرم فتوی سے سرفراز فرمائیے' اللہ تعالیٰ آپ کو اجر و ثواب سے نوازے گا۔"

اَلْجَوَابُ: وَبِاللهِ الْمُسْتَعَانُ، وَعَلَيْهِ التُّكْلاَنُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ»

کتاب و سنت کے بے شمار دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام کو ان کی روح اور جسم کو اکٹھا ہی آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا' آپ فوت ہوئے نہ قتل اور نہ پھانسی دیئے گئے' آپ آخر زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے' دجال کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ ختم کر دیں گے اور صرف اسلام ہی قبول کریں گے اور یہ ثابت ہے کہ آپ کا نزول اشراط قیامت میں سے ہے' ہم نے یہ جو کچھ ذکر کیا ہے' اس پر ان تمام علماء اسلام کا اجماع ہے' جن کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے' ہاں البتہ ان کا اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل ارشاد گرامی میں مذکور "توفی" کے معنی میں اختلاف ہے:

﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ ﴾ (آل عمران۳/ ۵۵)

''اس وقت اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا۔''

اس سلسلہ میں کئی اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وفات (موت) ہے کیونکہ جو شخص باقی دلائل پر غور نہ کرے اس کے سامنے اس آیت کے بظاہر یہی معنی ہیں اور پھر اس لئے بھی کہ اس معنی میں یہ لفظ قرآن مجید میں کئی بار استعمال بھی ہوا ہے مثلاً:

﴿ ۞ قُلْ يَتَوَفَّىٰكُم مَّلَكُ ٱلْمَوْتِ ٱلَّذِى وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ ﴾ (السجدة۳۲/ ۱۱)

''کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ يَتَوَفَّى ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ﴾ (الأنفال۸/ ۵۰)

''اور کاش اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں۔''

اسی طرح کچھ اور آیات بھی ہیں جن میں ''توفی'' کا لفظ موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے آیت میں تقدیم و تاخیر ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ''توفی'' کے معنی قبض کرنے کے ہیں' حافظ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ائمہ سلف کی ایک جماعت سے یہ معنی بیان کئے ہیں اور خود انہوں نے بھی اسی قول کو پسند کیا اور دیگر اقوال پر اسے ترجیح دی ہے تو اس قول کے اعتبار سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ''اے عیسیٰ! میں تجھے عالم ارض سے قبض کر کے عالم آسمان تک پہنچانے والا ہوں جب کہ تو زندہ ہو گا اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔'' چنانچہ عرب اسی معنی میں اس لفظ کو استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں توفیت مالي من فلان یعنی ''فلاں شخص سے میں نے اپنا سارا مال قبضہ میں لے لیا ہے۔''

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وفات نیند ہے کیونکہ نیند کو بھی وفات کہا جاتا ہے اور دلائل سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے لہٰذا واجب ہے کہ آیت کو وفات نیند پر محمول کیا جائے تاکہ تمام دلائل میں تطبیق ہو سکے' وفات کے نیند کے معنی میں استعمال کی مثال حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى يَتَوَفَّىٰكُم بِٱلَّيْلِ ﴾ (الأنعام۶/ ۶۰)

''اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ﴾ (الزمر۳۹/ ۴۲)

''اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں (ان کی روحیں) سوتے میں (قبض کر لیتا ہے) پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے' ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔''

پہلے قول کی نسبت آخری دو قول قابل ترجیح ہیں' بہرحال حق بات یہ ہے جو ناقابل تردید دلائل و براہین سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا تھا لہٰذا وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ ابھی تک آسمانوں میں

زندہ ہیں' آخر زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور ان امور کو سرانجام دیں گے جو ان کے سپرد کئے جائیں گے' جیسا کہ اس کی تفصیل ہمیں حضرت محمد ﷺ کی صحیح احادیث سے ملتی ہے۔

اس کے بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وہ موت طاری ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لکھ رکھی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت میں مذکورہ لفظ "توفی" کی موت سے تفسیر کرنا ایک ضعیف اور مرجوح قول ہے اور اگر اس قول کو صحیح فرض بھی کر لیا جائے تو موت سے مراد وہ موت ہو گی جو آسمانوں سے نزول کے بعد ان پر وارد ہو گی اور آیت میں تقدیم و تاخیر ہے کیونکہ حرف واؤ ترتیب کا متقاضی نہیں ہوتا جیسا کہ اہل علم نے اسے بیان کیا ہے' واللہ الموفق!

جو شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا یا پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا تو قرآن مجید بڑی صراحت کے ساتھ اس قول کی تردید کرتے ہوئے اسے باطل قرار دیتا ہے' اسی طرح اس شخص کا قول جو یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ کو آسمانوں پر نہیں اٹھایا گیا بلکہ وہ کشمیر کی طرف ہجرت کر گئے تھے' وہاں عرصہ دراز تک رہے اور پھر وہاں طبعی موت فوت ہو گئے تھے لہٰذا وہ قیامت سے پہلے نازل نہیں ہوں گے بلکہ نازل ہونے والی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مثیل کوئی دوسری شخصیت ہو گی تو یہ قول بھی بالکل باطل ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر افتراء اور کذب ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اس وقت تک تو نازل نہیں ہوئے لیکن وہ زمانہ مستقبل میں ضرور نازل ہوں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ مذکورہ تفصیل سے سائل اور دیگر لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت مسیحؑ کو قتل کر دیا یا پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا یا یہ کہے کہ وہ کشمیر ہجرت کر گئے اور وہاں طبعی موت فوت ہو گئے تھے اور آسمانوں پر نہیں اٹھائے گئے یا یہ کہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمانوں سے نازل ہو چکے ہیں یا یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ نہیں بلکہ ان جیسی کوئی اور شخصیت آسمانوں سے نازل ہو گی تو وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب کرے' وہ کافر ہے۔ واجب یہ ہے کہ اس سے ان اقوال سے توبہ کروائی جائے اور کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں اس کے سامنے مسئلہ کو واضح کیا جائے' اگر وہ توبہ کر کے حق کی طرف رجوع کرے تو بہت خوب ورنہ اسے کافر قرار دیتے ہوئے قتل کر دیا جائے گا۔

اس مسئلہ سے متعلق دلائل بہت زیادہ بھی ہیں اور مشہور و معروف بھی ہیں مثلاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں سورۂ نساء میں فرمایا:

﴿ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ (النساء ٤/ ١٥٧-١٥٨)

"اور انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔"

اسی طرح متواتر احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک حاکم عادل کی حیثیت سے آخر زمانہ میں نازل ہوں گے مسیح ضلالت (دجال) کو قتل کریں گے' صلیب توڑ دیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ ختم کر دیں گے اور صرف اسلام قبول کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ متواتر احادیث ہیں جو قطعی طور پر

صحیح ہیں' علماء اسلام کا ان کی قبولیت اور ان کے ساتھ ایمان پر اجماع ہے جیسا کہ کتب عقائد میں مذکور ہے۔ اگر کوئی شخص ان کا یہ کہتے ہوئے انکار کرے کہ یہ اخبار آحاد ہیں' ان سے قطعی علم حاصل نہیں ہوتا' یا ان کی یہ تاویل کرے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اخلاق رحمت و شفقت کو اختیار کر لیں گے تو یہ اقوال بالکل باطل' ائمہ اسلام کے عقیدہ کے خلاف' بلکہ شریعت کی ثابت شدہ اور متواتر نصوص کے صریحاً خلاف' شریعت بیضاء پر ظلم' اسلام اور پیغمبر معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث کے خلاف بدترین جرأت' ظن اور خواہش نفس سے فیصلہ اور جادہ حق و ہدایت سے خروج کے مترادف ہیں۔ ایسا اقدام کوئی ایسا شخص نہیں کر سکتا جس کا ایمان صادق ہو' علم شریعت میں رسوخ حاصل ہو اور جس کے دل میں شریعت کے احکام اور نصوص کی تعظیم ہو۔

اسی طرح یہ کہنا کہ حضرت مسیح سے متعلق احادیث اخبار آحاد میں جو علم قطعی کا فائدہ نہیں بخشتیں تو یہ بھی ایک بالکل فاسد قول ہے کیونکہ یہ احادیث بہت زیادہ ہیں۔ کتب صحاح' سنن اور مسانید میں مختلف سندوں اور متعدد مخارج کے ساتھ موجود ہیں اور تواتر کی شرائط پر پوری اترتی ہیں' جس شخص میں شریعت کے بارے میں ادنیٰ سی بھی بصیرت ہو وہ انہیں نظرانداز نہیں کر سکتا اور نہ انہیں ناقابل اعتماد قرار دے سکتا ہے اور اگر ہم یہ تسلیم کر بھی لیں کہ یہ اخبار آحاد ہیں تو تمام اخبار آحاد کے بارے میں تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ مفید علم قطعی نہیں ہیں بلکہ صحیح بات یہ ہے' جیسا کہ محقق اہل علم کا یہ قول ہے کہ اخبار آحاد کی سندیں جب متعدد اور صحیح ہوں اور ان کے خلاف صحیح احادیث موجود نہ ہوں تو وہ مفید علم قطعی ہوں گی۔ لہٰذا اس اعتبار سے جب ہم اس موضوع کی احادیث کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قطعی طور پر صحیح ہیں' ان کی سندیں متعدد ہیں اور ان کے خلاف صحیح احادیث بھی نہیں ہیں تو یہ مفید علم قطعی ہیں خواہ ہم انہیں اخبار آحاد کا نام دیں یا یہ کہیں کہ یہ احادیث متواتر ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ شبہ بالکل باطل ہے اور اس کا قائل جادۂ حق و صواب سے دور ہٹا ہوا ہے اور اس سے بدتر اور زیادہ باطل قول اس شخص کا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کی مخالفت کی جرأت کرتے ہوئے مذکورہ بالا آیات و احادیث کی غلط تاویل کرتا ہے۔ اس شخص نے ایک طرف تو نصوص کتاب و سنت کی تکذیب کی' انہیں باطل قرار دیا اور دوسری طرف اس کا ان باتوں پر ایمان بھی نہیں ہے جو ان نصوص سے ثابت ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول' لوگوں میں عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنا' دجال کو قتل کرنا اور وہ دیگر امور جو ان احادیث میں مذکور ہیں۔ اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی طرف جو امت کے سب سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کو سب سے بڑھ کر جاننے والے تھے' دجل و تلبیس کو بھی منسوب کیا ہے' اس کی بات سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاذ اللہ آپؐ کا ارادہ کچھ اور تھا لیکن آپ ﷺ کا کلام اور آپ ﷺ کے الفاظ بظاہر کچھ اور ہیں گویا نعوذ باللہ آپؐ نے امت کے سامنے افتراء' کذب اور دھوکا پر مبنی الفاظ استعمال کئے' ایسی سوچ اور فکر سے اللہ کی پناہ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا مقام و مرتبہ اس سے کہیں بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی کی طرف کوئی ایسی گھٹیا بات منسوب کی جائے' یہ قول تو ان ملحدین کے قول سے مشابہت رکھتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عوام کی مصلحت کی خاطر انبیاء کرام علیہم السلام دجل و تلبیس سے کام لیتے رہے کہ انہوں نے جو کچھ بظاہر کہا' درحقیقت وہ ان کا مقصود نہ تھا۔ اہل علم و ایمان نے الحمد للہ ایسے ملحدین کی تردید میں خوب لکھا ہے اور دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کے ساتھ ان کی ان لغو باتوں کو باطل قرار دیا ہے۔ ہم دلوں کی کجی' امور کے التباس' گمراہ کن فتنوں اور شیطان کے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اور ہم اللہ

عزوجل کی بارگاہ قدس میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو خواہش نفس اور شیطان کی اطاعت سے محفوظ رکھے' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کے سوا کوئی نیکی کی توفیق عطا کر سکتا ہے نہ برائی سے بچا سکتا ہے۔ امید ہے ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس میں سائل کے لئے تشفی کا سامان بھی ہو گا اور حق کی وضاحت بھی۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ، وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ

قبروں پر مسجدیں بنانے کی ممانعت

بِسْمِ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ۔ أَمَّا بَعْدُ:

رابطۃ العلوم الاسلامیہ کے "مجلّہ" شمارہ نمبر تین اور باب "ماہ رواں میں مسلمانوں کی خبریں" کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مملکت اردنیہ ہاشمیہ میں رابطۃ العلوم الاسلامیہ اس غار پر مسجد تعمیر کرنا چاہتا ہے' جس کا حال ہی میں "رحیب" نامی بستی میں انکشاف ہوا ہے اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ انہی اصحاب کہف کا غار ہے' جن کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے کہ وہ اس میں سوئے رہے تھے۔

اللہ اور اس کے بندوں کی ہمدردی و خیر خواہی چونکہ واجب ہے' اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ مملکت اردنیہ ہاشمیہ میں رابطۃ العلوم الاسلامیہ کے اسی مجلّہ میں یہ مقالہ شائع کراؤں جس میں مذکورہ بالا خبر شائع ہوئی ہے۔ میں رابطہ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ مذکورہ غار پر اس نے مسجد تعمیر کرنے کا جو ارادہ کیا ہے تو وہ اپنے اس ارادہ کو فوراً ختم کر دے' کیونکہ ہماری اسلامی شریعت نے جو ایک کامل ترین شریعت ہے' انبیاء کرام اور صالحین کی قبروں اور آثار پر مسجدیں تعمیر کرنے سے نہ صرف مکمل طور پر منع کیا ہے بلکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت بھی کی ہے کیونکہ یہ شرک اور انبیاء و صالحین کے بارے میں غلو کا ذریعہ ہے' شریعت نے جو کچھ کہا حالات و واقعات اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں اور یہ تصدیق بھی اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور یہ تصدیق اس بات کی بھی برہان ساطع اور حجت قاطع ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو دین لائے اور جسے آپؐ نے امت تک پہنچایا' وہ ایک سچا دین ہے۔ آج جو شخص بھی عالم اسلام کے حالات کا جائزہ لے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ قبروں پر مسجدیں' ان کی تعظیم' ان کی آرائش و زیبائش اور ان کی مجاوری شرک کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے' لہٰذا یہ اسلامی شریعت کی ایک خوبی ہے کہ اس نے اسکے وسیلہء شرک ہونے کی وجہ سے اس سے منع کیا ہے' چنانچہ امام بخاری و مسلم رحمتہ اللہ علیہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس ارشاد کے ذریعے درحقیقت آپ ﷺ اپنی امت کو اس سے بچنے کی تلقین فرما رہے تھے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو خود آپ کی قبر شریف کو نمایاں کیا جاتا لیکن آپ خائف تھے کہ اسے بھی مسجد نہ بنا لیا جائے۔ صحیحین ہی میں ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اور اس میں بنی ہوئی تصویریں بھی دیکھی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب کوئی نیک

آدمی فوت ہوتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس میں پھر تصویریں بھی بناتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ساری مخلوق سے بدترین ہیں۔'' صحیح مسلم میں حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''میں اللہ تعالیٰ کی جناب (بارگاہ) میں اس بات سے اظہار برأت کرتا ہوں کہ تم میں سے میرا کوئی خلیل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس نے اپنا خلیل بنا لیا تھا۔ اگر میں نے امت میں سے کسی کو اپنا خلیل (بے حد گہرا دوست) بنانا ہوتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا۔ لوگو! آگاہ رہو کہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں پر مسجدیں بنا لیتے تھے لہٰذا تم ایسا نہ کرنا' قبروں پر مسجدیں نہ بنانا' میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں' جن کے پیش نظر علماء اسلام اور مذاہب اربعہ کے تمام ائمہ کرام نے قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع کیا ہے' اس سے بچنے کی تلقین کی ہے تاکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل ہو جائے' امت کی خیرخواہی ہو جائے اور انہیں ان امور میں واقع ہونے سے بچایا جا سکے جن میں پہلے غالی یہودی اور عیسائی مبتلا ہوئے اور اب ان جیسے' اس امت کے گمراہ لوگ بھی اس میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

اردن کے رابطہ علوم اسلامیہ پر بھی یہ واجب ہے اور دیگر تمام مسلمانوں پر بھی کہ وہ سنت نبوی پر عمل کریں' ائمہ کرام کے منہج کو اختیار کریں' جس سے اللہ اور اس کے رسول نے بچنے کی تلقین فرمائی ہے' اس سے اجتناب کریں' اس میں بندگان الٰہی کی دنیا و آخرت کی بہتری' سعادت اور نجات ہے۔

کچھ لوگ اس سلسلہ میں اصحاب کہف کے واقعہ کے ضمن میں مذکور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے استدلال کرتے ہیں کہ:

﴿ قَالَ ٱلَّذِينَ غَلَبُواْ عَلَىٰٓ أَمۡرِهِمۡ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِم مَّسۡجِدٗا﴾ (الکہف۱۸/ ۲۱)

''جو لوگ ان کے معاملے میں غلبہ رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم ان (کے غار) پر مسجد بنائیں گے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے سرداروں اور ان لوگوں کا ایک قول نقل کیا ہے جنہیں اس ماحول میں غلبہ حاصل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قول کی تائید نہیں فرمائی اور نہ اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے بلکہ اسے تو مذمت' عیب اور اس طرز عمل سے نفرت دلانے کے طور پر ذکر کیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن پر یہ آیت نازل ہوئی اور جو اس کی تفسیر کو سب لوگوں سے زیادہ بہتر جانتے ہیں' اپنی امت کو قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع فرمایا ہے' اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے' ایسا کرنے والوں کی نہ صرف مذمت کی بلکہ ان پر لعنت بھی فرمائی ہے' اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس مسئلہ میں اس قدر شدت سے منع نہ فرماتے حتیٰ کہ ایسا کرنے والوں پر آپؐ نے لعنت بھی فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ساری مخلوق سے بدترین شمار ہوں گے۔ امید ہے کہ ایک طالب حق کے لئے یہ بیان کافی و شافی ہو گا۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ ہم سے پہلے لوگوں کے لئے قبروں پر مسجدیں بنانا جائز تھا تو ہمارے لئے اس مسئلہ میں ان کے نقش قدم پر چلنا جائز نہ ہو گا کیونکہ ہماری شریعت سابقہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے' ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الرسل ہیں' آپؐ کی شریعت کامل اور ہمہ گیر ہے۔ آپؐ نے ہمیں قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع فرمایا ہے لہٰذا ہمارے لئے آپ کی مخالفت کرنا جائز نہیں بلکہ ہم پر یہ واجب ہے کہ آپؐ کی پیروی کریں' آپؐ نے جس دین و شریعت کو پیش فرمایا

ہے' اسے مضبوطی سے تھام لیں اور قدیم شریعتوں کا جو حصہ اس کے مخالف ہے' اسے ترک کر دیں اور وہ عادات و اطوار جن کو کچھ لوگ مستحسن سمجھتے ہیں مگر وہ ہمارے دین کے خلاف ہیں تو انہیں چھوڑ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے بڑھ کر اور کوئی چیز مکمل نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے بڑھ کر اور کوئی سیرت حسین نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو دین میں ثابت قدمی عطا فرمائے اور تادم زیست تمام ظاہری و باطنی اقوال و اعمال اور دیگر تمام امور و معاملات میں اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق سے نوازے۔

إِنَّهُ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ، وَصَلَّي اللهُ وَسَلَّمْ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ، وَمَنِ اهْتَدَى بِهُدَاهُ إِلَي يَوْمِ الدِّيْنِ

تقدیر کو گالی دینے کی ممانعت

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى مَنْ لاَ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَبَعْدُ:

میں نے اخبار "الریاض" شمارہ نمبر ۴۸۸۷ مجریہ ۱۷ رمضان ۱۴۰۱ ہجری کے "معاشرتی کہانی" کے مستقل گوشہ میں "تقدیر کی سختی" کے زیر عنوان ایک مضمون دیکھا جو تماشہ ابراہیم کے قلم سے ہے' اس میں مضمون نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ زندگی ہم اس طرح بسر کر رہے ہیں گویا ہمارے کوئی حقوق ہی نہیں ہیں' ہم اس طرح رہ رہے ہیں کہ تقدیر ہماری عمروں کے ساتھ کھیل رہی ہے' حتیٰ کہ تقدیر ان سے اکتا جاتی ہے تو انہیں اٹھا کر ایک دوسرے جہان میں پھینک دیتی ہے' تقدیر کبھی تو ہمارے آنسوؤں کے ساتھ کھیلتی ہے اور کبھی ہماری مسکراہٹوں کے ساتھ۔"

یہ کلام کمال توحید اور تقدیر کے ساتھ کمال ایمان کے منافی ہے کیونکہ تقدیر نہیں کھیلتی اور زمانہ کوئی عبث کام نہیں کرتا کیونکہ اس زندگی میں جو کچھ بھی ہوتا ہے' وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر اور اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے' اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی رات دن کو پھیرتا ہے اور وہی اپنی حکمت کے تقاضا کے مطابق سعادت اور شقاوت کا فیصلہ کرتا ہے اور یہ حکمت بسا اوقات لوگوں سے مخفی بھی رہتی ہے کیونکہ ان کا علم محدود ہے اور ان کی عقلیں اس بات سے قاصر ہیں کہ وہ حکمت الٰہی کا ادراک کر سکیں۔ اس کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اپنی مشیت و قدرت کے مطابق پیدا فرمایا ہے' اس نے جو چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوا' وہی دیتا اور منع کرتا ہے' وہی تہ و بالا کرتا ہے' وہی عزت و ذلت سے نوازتا ہے' وہی غنی و فقیر کرتا ہے' وہی ضلالت و ہدایت سے ہمکنار کرتا ہے' وہی سعادت و شقاوت سے نوازتا ہے' وہ جس کو چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے حکومت چھین لیتا ہے۔ اس نے ہر چیز کو بہت احسن انداز میں پیدا فرمایا ہے۔ خالق کے تمام افعال' اوامر اور نواہی حکمت بالغہ پر مبنی ہیں اور ان کے اغراض و مقاصد بے حد قابل ستائش ہیں' جن پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا چاہئے خواہ قصور فہم کی وجہ سے انسان ان اغراض و مقاصد کا ادراک نہ بھی کر سکے۔

صحیح بخاری' صحیح مسلم اور دیگر کتب میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "ابن آدم مجھے ایذاء پہنچاتا ہے جب وہ زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں ہوں' میرے ہاتھ میں امر ہے' میں ہی رات

دن کو پھیرتا ہوں۔" ایک اور روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ "ابن آدم کو یہ نہیں کہنا چاہئے" "ہائے زمانے کی محرومی! کیونکہ میں زمانہ ہوں' میں رات دن کو بھیجتا ہوں اور جب چاہوں گا ان کو روک لوں گا۔"

زمانۂ جاہلیت میں عربوں میں یہ رواج تھا کہ انہیں جو آلام و مصائب پیش آتے' وہ انہیں زمانے کی طرف منسوب کر دیتے اور کہتے کہ "انہیں حوادث دہر پہنچ گئے ہیں' انہیں زمانے نے تباہ و برباد کر دیا ہے۔" وہ شدائد و مشکلات پیدا کرنے والے کو گالی بھی دیتے تھے تو یہ گالی گویا اللہ تعالیٰ کو دیتے کیونکہ درحقیقت تمام امور کا فاعل تو وہی ہے' لہٰذا انہیں منع کر دیا گیا کہ زمانے کو گالی نہ دو' اس حدیث کے یہی معنی امام شافعی' ابوعبید' ابن جریر' بغوی اور کئی دیگر ائمہ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہیں۔

اقلب اللیل والنھار "میں رات اور دن کو پھیرتا ہوں۔" کے معنی یہ ہیں کہ رات دن میں جو بھی خیر و شر رونما ہوتا ہے وہ صرف اللہ کے ارادہ' تدبیر' اور علم و حکمت سے ہوتا ہے اور اس میں اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے صرف وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا' لہٰذا واجب ہے کہ دونوں حالتوں میں اس کی تعریف کی جائے' اس کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے اور توبہ و انابت کے ساتھ صرف اسی کی طرف رجوع کیا جائے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ونبلو... ترجعون

"اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے۔"

امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے "کتاب التوحید" میں ایک باب قائم کیا ہے' جس کا نام ہے باب من سب الدھر فقد آذی اللہ "جب کسی نے زمانہ کو گالی دی' اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی۔" اس باب میں آپ نے مذکورہ بالا حدیث ذکر کر کے فرمایا ہے کہ یہ حسب ذیل کئی مسائل پر مشتمل ہے:

۱۔ زمانے کو گالی دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔

۲۔ زمانے کو گالی دینے کا نام اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا رکھا گیا ہے۔

۳۔ فان اللہ ھو الدھر پر غور کرنا چاہئے۔

۴۔ انسان بسا اوقات دشنام طراز ہوتا ہے' خواہ وہ دل سے اس کا قصد نہ بھی کرے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس مضمون نگار خاتون نے' اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمائے --- عنوان قصہ میں زمانے کی طرف سختی کو منسوب کر کے غلطی کی ہے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تقدیر تصرف نہیں کرتی بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے ساتھ تمام اشیاء کا اندازہ مقرر فرما رکھا ہے اور اللہ سبحانہ' کی طرف قساوت کو بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا کہ وہ تو اپنے بندوں کے ساتھ رحم فرمانے والا ہے' ماں بھی اپنے بچے پر اس قدر شفقت نہیں کرتی جس قدر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے لہٰذا واجب ہے کہ ہم اپنے قلم کو اس طرح کی لغزشوں سے بچائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کی تعمیل ہو' توحید کی تکمیل ہو اور اس چیز سے ہم اجتناب کریں جو توحید یا کمال توحید کے منافی ہو اور جیسا کہ سب لوگ جانتے ہیں' ذرائع ابلاغ کا حلقہ بہت وسیع ہے اور لوگ اس سے متاثر بھی بہت ہوتے ہیں لہٰذا اگر ہم اس طرح کے الفاظ استعمال کریں گے تو وہ لوگوں میں عام ہو جائیں گے اور وہ انہیں بے محابا استعمال کرنے لگیں گے' خاص طور پر نسل نو ان کے استعمال میں احتیاط سے کام نہیں لے گی' لہٰذا اس طرح کے الفاظ کو استعمال کرنے سے احتیاط

کرنی چاہئے۔

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور قلم اور زبان کی لغزشوں سے محفوظ رکھے۔

انه سميع مجيب ... وصحبه

شیخ محمد علی الصابونی کا صفات باری تعالیٰ کے بارے میں موقف اور اس پر تنقید و تبصرہ

مقدمہ:

اَلْحَمْدُ للهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَاَّ نَبِيَّ بَعْدَهُ، وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ۔

أَمَّا بَعْدُ:

میں نے فضیلۃ الشیخ محمد علی الصابونی کا وہ انٹرویو دیکھا جو مجلّہ "المجتمع" شمارہ نمبر ۶۱۳ میں مؤرخہ ۷/۶/۱۴۰۳ھ کو شائع ہوا نیز ان کے وہ چھ مقالات بھی دیکھے جو "المجتمع" شمارہ نمبر ۶۲۷ مؤرخہ ۱۷/۹/۱۴۰۳ھ' شمارہ نمبر ۶۲۸ مؤرخہ ۲۴/۹/۱۴۰۳ھ' شمارہ نمبر ۶۲۹ مؤرخہ ۹/۱۰/۱۴۰۳ھ' شمارہ نمبر ۶۳۰ مؤرخہ ۱۶/۱۰/۱۴۰۳ھ' شمارہ نمبر ۶۳۱ مؤرخہ ۲۳/۱۰/۱۴۰۳ھ اور شمارہ نمبر ۶۴۶ مؤرخہ ۱۷/۲/۱۴۰۴ھ کو شائع ہوئے تھے' یہ انٹرویو اور مقالات چونکہ بہت سی غلطیوں پر مشتمل ہیں' جن میں بعض کی جناب ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان نے اپنے اس مقالہ میں نشاندہی کی ہے' جو مجلّہ "الدعوۃ" جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۹۰۴ مؤرخہ ۲۹/۱۰/۱۴۰۳ھ میں شائع ہوا نیز اس مقام میں یہ بھی "مجلّہ المجتمع" شمارہ نمبر ۶۴۶ مؤرخہ ۱۷/۲/۱۴۰۴ھ اور شمارہ نمبر ۶۵۰ مؤرخہ ۲۴/۲/۱۴۰۴ھ میں شائع ہوا تھا' ڈاکٹر فوزان نے بہت ہی عمدہ اور احسن انداز میں یہ مقالے لکھے ہیں' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے اور ان کے ساتھ حق کی مدد فرمائے' ڈاکٹر فوزان کی تائید وحمایت' کارخیر میں شرکت' حق کی اشاعت اور ان غلطیوں کی نشاندہی کے لئے میں بھی اس موضوع پر قلم اٹھا رہا ہوں' جن کا جناب ڈاکٹر صالح نے اپنے مذکورہ دونوں مقالوں میں ذکر نہیں کیا ہے۔ واللہ الموفق۔

(۱) -- ائمہ اربعہ کی تقلید

شیخ صابونی ائمہ اربعہ کی تقلید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "واجبات میں سے یہ سب سے اہم واجب ہے۔" بلاشک و شبہ تقلید کے بارے میں علی الاطلاق یہ موقف اختیار کرنا غلط ہے کیونکہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی یا ان کے علاوہ کسی اور امام کی تقلید واجب نہیں ہے خواہ علم کے اعتبار سے وہ کیسے ہی اونچے مقام پر فائز کیوں نہ ہو کیونکہ حق تو کتاب و سنت کی اتباع میں مضمر ہے' کسی کی تقلید میں نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ بوقت ضرورت اس شخص کی تقلید کی گنجائش ہے جو علم و فضل اور استقامت عقیدہ میں معروف ہو جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں بیان فرمایا ہے' یہی وجہ ہے کہ ائمہ کرام رحمہم اللہ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ ان کے کلام کو لیا جائے' سوائے

اس کے جو کتاب و سنت کے موافق ہو' چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

«كُلٌّ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُرَدُّ إِلاَّ صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ»

''اس قبر میں محو استراحت ہستی کے سوا ہر شخص کے قول کو لیا بھی جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے۔''

آپ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے' اسی طرح دیگر ائمہ کرام سے بھی اس کے ہم معنی اقوال منقول ہیں۔

جس شخص کے لئے کتاب و سنت سے اخذ کرنا ممکن ہو' اس پر فرض ہے کہ وہ کسی کی تقلید نہ کرے اور بوقت اختلاف اس قول کو لے لے جو کتاب و سنت کے زیادہ قریب ہو اور جس کے لئے کتاب و سنت سے براہ راست اخذ کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ وہ اہل علم سے پوچھ لے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأنبياء۲۱/ ۷)

''اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو۔''

(۲) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مجتہد تھے۔

شیخ صابونی لکھتے ہیں کہ ''ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر بلند علمی درجہ کے باوجود مرتبہ اجتہاد تک نہیں پہنچے بلکہ وہ حنبلی مذہب کے پیروکار تھے اور اکثر و بیشتر حنبلی مذہب ہی کی پابندی کرتے تھے۔''

یہ قول محل نظر بلکہ صریحاً غلط ہے کیونکہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ تو بہت بڑے مجتہد تھے' آپ میں شروط اجتہاد بدرجۂ اتم موجود تھیں' مذہب حنبلی کی طرف آپ کا انتساب آپ کو دائرۂ اجتہاد سے باہر نہیں نکالتا کیونکہ اس انتساب سے مقصود صرف یہ ہے کہ مذہب کے اصول و قواعد میں آپ امام احمدؒ سے متفق ہیں' اس سے یہ مقصود نہیں کہ آپ بلا دلیل ہر بات میں امام احمد کے مقلد ہیں۔ شیخ الاسلامؒ کا طرز عمل تو یہ تھا کہ جو قول دلیل کے زیادہ قریب ہوتا' آپ اسے اختیار فرما لیتے تھے۔

(۳) عقیدہ کی گمراہی بہت ہے' ابوالحسن اشعری نے اپنے مذہب سے رجوع کر لیا تھا

شیخ صابونی نے ذکر کیا ہے کہ عقیدہ کی وجہ سے اختلافات بہت کم ہیں نیز لکھا ہے کہ جو لوگ اشاعرہ کے مذہب کو گمراہ کہتے ہیں' ہم ان سے یہ کہیں گے کہ فتاوی ابن تیمیہؒ کی طرف رجوع کرو اور ابن تیمیہؒ نے ابوالحسن اشعری کے بارے میں جو لکھا ہے اسے پڑھو تاکہ ہمیں بھی یہ معلوم ہو جائے کہ اشعریوں کے مذہب کو گمراہ کہنے والے خود جاہل ہیں۔

اس کے جواب میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ بلاشک و شبہ عقیدہ میں اختلاف کے سبب بہت سے فرقے گمراہ ہوئے مثلاً معتزلہ' جہمیہ' رافضیہ اور قدریہ وغیرہ بلکہ اشاعرہ بھی ان عقائد میں گمراہ ہیں جن میں انہوں نے کتاب و سنت اور اس امت کے بہترین ائمہ ہدایت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین اور ائمہ مجتہدین کی مخالفت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی جو بے جا تاویل کی ہے۔ یاد رہے ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اشاعرہ میں سے نہ تھے' اشعری اگرچہ ان کی طرف منسوب ہیں لیکن انہوں نے ان کے مذہب سے رجوع کر کے اہل سنت کے مذہب کو اختیار کر لیا تھا لہٰذا ائمہ نے امام ابوالحسن اشعری کی تعریف کی ہے' اشاعرہ کے مذہب کی تعریف نہیں کی۔

جو شخص اشاعرہ کے ان عقائد پر اعتراض کرتا ہے' جن میں انہوں نے اہل سنت کے عقیدہ کی مخالفت کی ہے' اس پر

جہالت کا الزام لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ جہالت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر کوئی بات کہی جائے لیکن جو شخص کتاب و سنت اور شریعت کے معتبر قواعد کی روشنی میں بات کرے' سلف امت کے راستہ پر چلے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی غلط تاویل کرنے والوں کا انکار کرے' اسے جہالت کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔

(۴) مردوں کی فوقیت

"مردوں کو شرعی امور کے مکلف ہونے کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے' یہ فوقیت شرف کی وجہ سے نہیں ہے۔"

شیخ صابونی کی یہ بات بھی غلط ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر شرعی امور کے مکلف ہونے اور فضل و شرف کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَآ أَنفَقُوا۟ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ ﴾

(النساء ٤/ ٣٤)

"مرد عورتوں پر حاکم ہیں' اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا ہے کہ اس نے مردوں کو دو باتوں کی وجہ سے عورتوں پر فوقیت عطا فرمائی ہے (۱) مردوں کی جنس کو عورتوں کی جنس پر فضیلت حاصل ہے۔ (۲) مردوں کو یہ فضیلت مال خرچ کرنے کی وجہ سے حاصل ہے کہ مہر ادا کرتے اور دیگر اخراجات پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

(۵) عقیدۂ اہل سنت و الجماعت سے منحرف لوگوں کے غلطی کے اعتبار سے کئی درجے ہیں۔ تفویض' اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔

شیخ صابونی مقدمہ کے بعد اپنے پہلے مقالہ میں لکھتے ہیں کہ "یہ جائز نہیں کہ ہم ان --- یعنی "اشاعرہ" و "ماتریدیہ" --- کو ان روافض' معتزلہ اور خوارج کی صف میں شامل کریں جو اہل سنت و الجماعت سے منحرف ہو گئے تھے۔ زیادہ سے زیادہ ہم ان کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسماء و صفات باری کی تاویل کرنے میں ان سے غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ زیادہ محتاط بات یہ ہے کہ صفات کے موضوع کو ہم اس اللہ علام الغیوب کے سپرد کر دیں' جس سے کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے۔"

اس بات کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اہل سنت کے مخالف فرقوں کے غلطی کے اعتبار سے کئی درجے ہیں' بلاشک و شبہ اشاعرہ غلطی کے اعتبار سے خوارج' معتزلہ اور جہمیہ کی طرح نہیں ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں یا جن مسائل میں انہوں نے اہل سنت سے الگ روش اختیار کی ہے' اسے بھی بیان نہ کیا جائے بلکہ اشاعرہ وغیرہ کی غلطیوں کی نشاندہی بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح دیگر فرقوں کی غلطیوں کو بیان کیا گیا تاکہ حق کو ظاہر کیا جائے' باطل کو واضح کیا جائے' اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو پہنچا دیا جائے اور اس وعید سے بچا جا سکے جو حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں مذکور ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى ٱلْكِتَٰبِ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ وَأَصْلَحُوا۟ وَبَيَّنُوا۟ فَأُو۟لَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ

ٱلرَّحِيمُ﴾ (البقرة۲/ ۱۵۹-۱۶۰)

"تحقیق جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے' ایسے لوگوں پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں ہاں جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے اور (احکام الٰہی کو) صاف صاف بیان کر دیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔"

پھر ہم یہ بھی کہیں گے کہ زیادہ محتاط یہ بات نہیں کہ صفات کے مسئلہ کو اللہ علام الغیوب کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صفات کو اپنے بندوں کے سامنے کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے' اپنی کتاب کریم میں اور اپنے رسول امین ﷺ کی زبانی ان کی وضاحت فرما دی ہے ہاں البتہ ان کی کیفیت کو بیان نہیں فرمایا' لہٰذا واجب یہ ہے کہ ان کی کیفیت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے نہ کہ ان کے معانی کے علم کو۔ اور یہ تفویض (اللہ کے سپرد کرنا) مذہب سلف نہیں ہے بلکہ یہ ایک نیا مذہب ہے' جو سلف صالحین کے مذہب کے خلاف ہے' چنانچہ امام احمد اور دیگر ائمہ سلف نے اہل تفویض کی اس بدعت کا انکار کیا ہے' کیونکہ ان (اشاعرہ وغیرہ) کے مذہب کا تو تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اس انداز سے خطاب کیا ہے کہ اس کے معنی کو وہ سمجھتے ہی نہیں اور اس کی مراد کو وہ جانتے ہی نہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے پاک ہے کہ وہ ایسا انداز بیان اختیار فرمائے۔ اہل سنت اللہ تعالیٰ کے کلام کی مراد کو جانتے ہیں' وہ اس کے اسماء و صفات کے تقاضے کے مطابق اس کی صفت بیان کرتے ہیں اور وہ اسے ہر اس چیز سے پاک سمجھتے ہیں جو اس کی ذات گرامی کے شایان شان نہ ہو۔ اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی روشنی میں یہ جان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام امور میں کمال مطلق کے ساتھ موصوف ہے' جن کے بارے میں اپنی ذات گرامی کے حوالے سے اس نے خود خبر دی یا اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے۔ اب اس سلسلہ میں میں ائمہ سلف کے چند اہم اقوال ذکر کرتا ہوں تا کہ قارئین کرام کے سامنے یہ واضح ہو جائے کہ ہمارا موقف صحیح ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "الفتوی الحمویہ" میں ذکر فرمایا ہے کہ امام ابوبکر بیہقی نے اپنی کتاب "الاسماء و الصفات" میں صحیح سند کے ساتھ امام اوزاعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم--- جب بہت سے تابعین موجود تھے--- یہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے' اسی طرح ہمارا ان صفات پر بھی ایمان ہے' جن کا ذکر سنت میں آیا ہے۔

اوزاعی --- جو کہ عہد تبع تابعین کے ائمہ اربعہ (مالک' اوزاعی' لیث اور ثوری) میں سے ایک ہیں ---- نے اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے اور اس کی دیگر تمام صفات پر ایمان لانے کے متعلق کہا ہے کہ یہ قول تو تابعین سے منقول ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے یہ اس وقت فرمایا جب کہ جہم کا مذہب ظاہر ہو چکا تھا' جو اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا منکر تھا نیز وہ صفات الٰہی کا بھی منکر تھا' امام اوزاعی نے یہ اس لئے فرمایا تھا تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ سلف کا مذہب جہم کے مذہب کے خلاف ہے۔

ابوبکر خلال نے "کتاب السنہ" میں امام اوزاعی سے روایت کیا ہے کہ مکحول اور زہری سے احادیث کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا' ان کو اسی طرح مانو جس طرح یہ آئی ہیں۔ ولید بن مسلم سے بھی روایت ہے کہ میں نے مالک بن انس' سفیان ثوری' لیث بن سعد اور اوزاعی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا جو کہ صفات باری سے متعلق

ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ "ان پر اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح یہ آئی ہیں۔" ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "ان کو اسی طرح مانو جس طرح بلاکیفیت یہ آئی ہیں۔" ان ائمہ نے درحقیقت یہ فرما کر کہ جس طرح یہ آئی ہیں' معطلہ کا رد کیا ہے اور بلاکیفیت کہہ کر ممثلہ کا رد کیا ہے۔

امام زہریؒ اور مکحولؒ اپنے زمانہ کے تابعین میں سب سے بڑے عالم تھے جب کہ باقی چار امام تبع تابعین کے دور میں دنیا کے سب سے بڑے امام تھے' حماد بن زید اور حماد بن سلمہ جیسے ائمہ کا شمار بھی انہی کے طبقہ میں ہے۔

ابوالقاسم ازجی نے اپنی سند کے ساتھ مطرف بن عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام مالک بن انس سے سنا ...... جب کہ آپ کے پاس ایک ایسے شخص کا ذکر ہوا جو احادیث صفات کا منکر ہے کہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول نقل کر رہے تھے کہ "رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد کے حکمرانوں (خلفاء راشدین) نے کچھ سنتیں مقرر فرمائی ہیں کہ انہیں اخذ کرنا کتاب اللہ کی تصدیق' اطاعت الٰہی کی تکمیل اور اللہ کے دین کے لئے باعث قوت ہے' اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کو بدلے اور نہ کسی ایسی چیز کو دیکھنا جائز ہے جو ان کے مخالف ہو' جو ان کے ساتھ ہدایت طلب کرے وہی ہدایت یافتہ ہے' جو ان کے ساتھ نصرت طلب کرے وہ منصور ہے اور جو ان کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ کے علاوہ کوئی اور راہ تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیر دے گا جس طرف اس نے اپنا منہ کیا ہے اور اسے جہنم رسید کرے گا جو بدترین ٹھکانا ہے۔"

خلال نے ایسی سند کے ساتھ جس کے سب راوی ائمہ ثقات ہیں' امام سفیان بن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے' ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ ٱلرَّحْمَٰنُ عَلَى ٱلْعَرْشِ ٱسْتَوَىٰ ﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ۵)

"رحمٰن' جو عرش پر مستوی ہے۔"

کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسے مستوی ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا "استواء غیر مجہول ہے' کیفیت غیر معقول (عقل میں نہ آنے والی) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغام بھیجا' رسول اللہ ﷺ نے اسے واضح طور پر پہنچا دیا اور ہم پر فرض ہے کہ اس کی تصدیق کریں یہ کلام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے تلمیذ رشید امام مالک بن انس سے بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔ مثلاً ابوالشیخ اصبہانی اور ابوبکر بیہقی نے یحییٰ بن یحییٰ سے روایت کیا ہے کہ ہم امام مالک بن انس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اے ابو عبداللہ! الرحمن علی العرش استوی کے حوالہ سے سوال ہے کہ استواء کی کیا کیفیت ہے؟ یہ سوال سن کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سر جھکا لیا حتیٰ کہ آپ پسینے میں شرابور ہو گئے اور پھر فرمایا "استواء غیر مجہول ہے' کیفیت غیر معقول ہے اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔" پھر فرمایا کہ "میں تمہیں بدعتی سمجھتا ہوں۔" اور پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو یہاں سے نکال دیا جائے۔

امام ربیعہ اور امام مالک کا جو یہ قول ہے کہ استواء غیر مجہول' کیفیت غیر معقول اور اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے تو یہ باقی ائمہ کے اس قول کے موافق ہے کہ صفات کو اسی طرح مانو جس طرح یہ بلاکیف آئی ہیں تو اس طرح انہوں نے کیفیت کے علم کی نفی کی ہے' صفت کی حقیقت کی نفی نہیں کی' اگر یہ لوگ معنی سمجھے بغیر محض الفاظ پر ایمان لائے ہوتے تو یہ نہ کہتے "استواء غیر مجہول' کیفیت غیر معقول ہے۔" اور نہ یہ کہتے کہ "ان کو اسی طرح بلاکیف مانو جس طرح یہ آئی ہیں۔" ورنہ اس طرح استواء معلوم نہ ہوتا بلکہ حروف معجم کی طرح مجہول ہوتا اور اگر لفظ سے معنی سمجھ میں نہ آتے تو پھر

نفس کیفیت کے جاننے کی بھی ضرورت نہ تھی بلکہ ضرورت اسی بات کی تھی کہ صفات کے اثبات کے بعد ان کی کیفیت جاننے کی نفی کی جاتی۔

جو شخص جزئی صفات یا مطلقاً صفات کی نفی کرے اسے بلاکیف کہنے کی ضرورت نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ عرش پر نہیں ہے تو اسے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ عرش پر بلاکیف مستوی ہے' اگر سلف کا مذہب حقیقت میں نفی صفات ہوتا تو وہ بلاکیف کے الفاظ استعمال نہ کرتے' علاوہ ازیں ان کا یہ کہنا کہ "ان کو اسی طرح بلاکیف مانو جس طرح یہ آئی ہیں" اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کی دلالت کو ان کے الفاظ کے اعتبار سے اسی طرح باقی رکھا جائے' یہ آیات ایسے الفاظ پر مشتمل ہیں جو اپنے معانی پر دلالت کرتی ہیں اگر ان الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت نہ ہوتی تو پھر واجب یہ تھا کہ یہ نہ کہا جاتا کہ ان کے الفاظ کو تو مانو لیکن عقیدہ یہ رکھو کہ ان کا مفہوم مراد نہیں ہے یا یہ کہ ان الفاظ کو تو مانو اور عقیدہ یہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو ان صفات کے ساتھ موصوف قرار نہیں دیا جا سکتا' جن پر ان الفاظ کی حقیقت دلالت کناں ہے اور پھر اس وقت ان کو اس طرح مانا تو جاتا جس طرح یہ آئی ہیں اور یہ کہا جاتا کہ ان کو بلاکیف مانو کیونکہ جو چیز ثابت ہی نہ ہو اس کی کیفیت کی نفی کرنا ایک لغو بات ہے۔

(۲) جو حق کی مخالفت کرے' اس کا انکار کرنا واجب ہے' علم چھپانے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے

شیخ صابونی نے اپنے مذکورہ مقالہ میں شیخ حسن البنا رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ بات بھی لکھی ہے کہ "ہم متفق علیہ باتوں پر جمع ہو جائیں گے اور مختلف امور میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے۔"

اس کے جواب میں ہم یہ عرض کریں گے کہ ہاں جن امور میں ہم متفق ہیں مثلاً یہ کہ حق کی نصرت و حمایت کی جائے' اس کی دعوت دی جائے' ان امور میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنا واجب ہے باقی رہا مختلف امور میں ایک دوسرے کو معذور سمجھنا تو یہ بات علی الاطلاق درست نہیں ہے بلکہ اس میں قدرے تفصیل ہے۔ وہ مسائل جو اجتہادی ہیں اور جن کی دلیل مخفی ہے تو ان میں یہ واجب ہے کہ ہم ایک دوسرے کا انکار نہ کریں لیکن وہ مسائل جو نصوص کتاب و سنت کے خلاف ہوں' ان میں حکمت' موعظت حسنہ اور احسن انداز میں جدال کے اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے انکار کرنا واجب ہے تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق عمل ہو سکے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾ (المائدۃ۵/ ۲)

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"

اور فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ (التوبۃ۹/ ۷۱)

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے (مددو معاون اور) دوست ہیں وہ بھلائیوں (نیکی) کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ﴾ (النحل۱۶/ ۱۲۵)

"(اے پیغمبر!) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے بحث (مناظرہ) کیجئے۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔" اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص نیکی کے کام کی رہنمائی کرے اسے بھی عمل کرنے والے کے برابر ثواب ہو گا۔" ان دونوں حدیثوں کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں بیان فرمایا ہے اور اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں۔

(۷) مسلمانوں کا دینی اختلاف اگرچہ بہت عظیم حکمتوں پر مبنی ہے تاہم واجب ہے کہ حق کا اتباع اور خواہش نفس سے اجتناب کیا جائے

پھر اپنے دوسرے مقالہ میں شیخ محمد علی صابونی نے مسلمانوں کے سلفی' اشعری' صوفی' ماتریدی --- اور دیگر مختلف فرقوں میں تقسیم ہونے پر بہت تنقید کی ہے' بلاشک و شبہ مسلمانوں کی تفرقہ بازی ہر مسلمان کے لئے تکلیف دہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مسلمان بھائی حق پر اکٹھے ہوں اور نیکی و تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں لیکن مسلمانوں میں یہ جو اختلاف ہے اس میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے کئی عظیم حکمتیں اور قابل ستائش مصلحتیں ہیں جن کی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعریف ہی کی جائے گی' اس کے سوا ان تمام حکمتوں اور مصلحتوں کو تفصیل کے ساتھ کوئی اور جانتا بھی نہیں ہے' ہمیں اتنا معلوم ہے کہ اس سے یہ تمیز ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دوست کون ہیں اور اس کے دشمن کون' طلب حق میں سرگرم عمل کون ہیں اور حق سے منہ پھیر کر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے کون ہیں' اس میں نبی کریم ﷺ کی تصدیق بھی ہے اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ وہ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ آپ نے تو وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اس اختلاف کی خبر دے دی تھی اور فرمایا تھا کہ "میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور ان میں سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب جہنم رسید ہوں گے' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! وہ فرقہ کون سا ہے؟ فرمایا "وہ جماعت ہے اور ایک دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ وہ فرقہ جس کا عمل اس کے مطابق ہو گا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ حق پر جمع ہوں اور اپنے متنازعہ امور کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ (النساء ٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿وَمَا ٱخۡتَلَفۡتُمۡ فِيهِ مِن شَيۡءٖ فَحُكۡمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۚ﴾ (الشوری ٤٢/ ١٠)

"اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو گا۔"

یہ دونوں آیات کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ جب بھی ان میں عقیدہ یا کسی دوسرے مسئلہ میں نزاع ہو تو اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیں' اس سے ان کے سامنے حق واضح ہو جائے گا' ان میں اتفاق اور دشمنوں کے خلاف ان کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو جائے گا' ہر گروہ کا اپنے باطل موقف پر ڈٹے رہنا اور حق پر قائم دوسرے گروہ کی بات کو تسلیم نہ کرنا' اس طرز عمل کی شریعت میں ممانعت ہے اور یہی دشمنوں کے مسلمانوں پر غلبہ اور تسلط کا سبب ہے' وہ شخص حد درجہ قابل ملامت ہے جو باطل پر جما رہتا ہے اور حق قبول کرنے سے انکار کرتا ہے لیکن جو شخص حق کو اختیار کرے اس کی دعوت دے' اس کی مخالفت کرنے والے کے باطل موقف کو واضح کر دے تو یہ شخص قابل ملامت نہیں بلکہ اس قابل ہے کہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے' ایسے ہی شخص کے لئے دو اجر ہیں ایک اجتہاد کا اجر اور دوسرا حق کو پا لینے کا اجر۔

(۸) رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد سے لے کر آج تک اہل سنت و الجماعت کا مذہب ایک ہی ہے

شیخ صابونی نے اپنے دوسرے مقالہ میں ذکر کیا ہے کہ اہل سنت کے دو مذہب مشہور ہیں (۱) مذہب سلف اور (۲) مذہب خلف..... الخ

یہ بات بالکل غلط ہے اور ہمارے علم کے مطابق صابونی سے پہلے کسی نے آج تک یہ بات نہیں کی کیونکہ اہل سنت کا صرف ایک ہی مذہب ہے اور یہ وہی مذہب ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے تابعین عمل پیرا تھے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر اسی طرح ایمان لایا جائے' جس طرح یہ وارد ہیں اور ان پر ایمان لایا جائے کہ یہ حق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ان اسماء و صفات سے اسی طرح موصوف ہے جس طرح اس کے شایان شان ہے' ان میں تحریف' تعطیل' تکییف' تمثیل' ظاہر معنی کے بجائے تاویل اور تفویض کے اہل سنت قائل نہیں بلکہ اہل سنت کا ایمان ہے کہ ان کے معنی معلوم ہیں اور وہ حق اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے لائق ہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی چیز میں اپنی مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا اور خلف کا مذہب اس کے خلاف ہے جیسا کہ ہر وہ شخص اسے جانتا ہے جس نے دونوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو' اس کے بعد صابونی نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ اہل سنت صفات کے معانی کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اسے انہوں نے بار بار کئی مقامات پر ذکر کیا ہے تو ان کی یہ بات غلط ہے اور اہل سنت کی طرف انہوں نے ایک ایسی بات کو منسوب کیا ہے' جس سے وہ بری ہیں جیسا کہ قبل ازیں ہم تمام اہل سنت کی طرف سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام کے حوالہ سے اس کا جواب دے آئے ہیں کہ اہل سنت اللہ تعالیٰ کی طرف صفات کے معانی کو نہیں بلکہ ان کی کیفیت کے علم کو سپرد کرتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

(۹) اہل سنت و الجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اثبات و نفی نص کی بنیاد پر ہو گی

پھر صابونی نے ذکر کیا ہے۔ اللہ اسے ہدایت بخشے --- کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسم' آنکھ' کان' زبان اور حلق سے پاک ہے --- یہ اہل سنت کا مذہب نہیں بلکہ یہ تو اہل کلام مذموم کا مبنی بر تکلف قول ہے۔ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے صرف اسی چیز کی نفی کرتے ہیں' جس کی نفی اس نے خود یا اس کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے اور اثبات بھی صرف اسی چیز کا کرتے ہیں جس کا اثبات اس نے خود یا اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے' ان مذکورہ بالا امور کا

نصوص میں چونکہ اثبات ہے نہ نفی' لہٰذا واجب ہے کہ ان کے بارے میں بحث نہ کی جائے اور نفی و اثبات کے اعتبار سے ان کے بارے میں تعرض نہ کیا جائے' اس سلسلہ میں یہی قول کافی ہے کہ اہل سنت اللہ تعالیٰ کے صفات و اسماء کے اثبات کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ ان میں اپنی مخلوق سے مشابہت نہیں رکھتا کہ اس ذات گرامی کا کوئی شریک نہیں اور اس کا کوئی ہم سر نہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی صرف وہی صفت بیان کی جائے گی جو اس نے خود بیان فرمائی یا اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی' اس سلسلہ میں قرآن و حدیث سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔" بہت سے دیگر ائمہ سنت نے بھی یہی بات بیان فرمائی ہے' ہاں البتہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی "کتاب الاعتقاد" میں اس طرح کی جو باتیں آگئی ہیں تو ان کا تعلق متکلمین کے کلام اور تکلف سے ہے' جن کو انہوں نے اچھا سمجھ کر ان کے صحیح ہونے کا عقیدہ اختیار کر لیا حالانکہ حق بات یہ ہے کہ یہ اہل سنت کا کلام نہیں بلکہ اہل بدعت کا کلام ہے۔

(۱۰) اہل سنت و الجماعت اثبات و نفی میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے پابند ہیں

صابونی نے اپنے دوسرے مقالہ میں لکھا ہے کہ "آج کل کے بعض جاہل مدعیان علم اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب صورت پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس طرح پیش کرتے ہیں گویا وہ اعضاء و حواس سے مرکب ایک جسم ہے جس کا ایک چہرہ' دو ہاتھ' دو آنکھیں' پنڈلی اور انگلیاں ہیں' وہ چلتا' نازل ہوتا اور دوڑتا ہے' ان صفات کو بیان کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح بیٹھتا ہے جس طرح کوئی چارپائی پر بیٹھتا ہے اور وہ اسی طرح اترتا ہے جس طرح ہم میں سے کوئی سیڑھی پر سے اترتا ہے --- یہ شخص بزعم خود یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کو سلف صالح کا مذہب سمجھا رہا اور ان کے سامنے استواء و نزول کے معنی کی حقیقت کو ثابت کر رہا ہے حالانکہ یہ ایک حسی جلوس ہے اور اس طرح نہیں ہے جس طرح تاویل کرنے والے اس کی تاویل کرتے ہیں' اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ' یہ تو عین ضلالت ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کو تشبیہ بھی دی اور اس کا جسم بھی ثابت کیا۔ اس کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی چھوٹے گڑھے میں گرنے سے بچنے کے لئے بھاگ کر کسی بڑے گڑھے میں جاگرے اور پھر کسی بہت ہی دور جگہ جا گرے۔"

اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی صابونی کو ہدایت بخشے' اس مذکورہ کلام میں اس نے حق اور باطل کو اس طرح جمع کر دیا ہے کہ اسے ہر صاحب سنت جانتا ہے' چنانچہ مومن قارئین کرام کے لئے اس کی کچھ حسب ذیل تفصیل پیش خدمت ہے۔

جہاں تک اللہ رب ذوالجلال کی ذات گرامی کے چہرہ' دونوں ہاتھوں' دونوں آنکھوں' پنڈلی اور انگلیوں کا تعلق ہے' تو یہ کتاب و سنت صحیحہ کے نصوص سے ثابت ہیں' لہٰذا مانتے ہیں لیکن اس طریقے سے جو اس کی ذات گرامی کے شایان شان ہے۔ نزول اور تیز چلنے کا ذکر بھی صحیح احادیث میں موجود ہے' یہ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمائے اور ان اوصاف کا آپ نے اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات فرمایا لیکن اس طریقے کے مطابق جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی کے شایان شان ہے اور ان کی کیفیت کو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا' لہٰذا صابونی کا ان صفات کا انکار کرنا گویا رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا ہے کیونکہ اس میں سے بعض صفات کا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ذکر فرمایا ہے اور بعض دیگر کا اپنے نبی ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اپنی خواہش نفس سے بات نہیں کرتے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بارے میں آپ جو بھی بتاتے وہ وحی الٰہی کی روشنی میں بتاتے تھے' باقی رہا صابونی کا یہ کہنا کہ "ان صفات کو بیان کرتے ہوئے وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح بیٹھتا ہے جس طرح کوئی چارپائی پر بیٹھتا ہے اور وہ اسی طرح اترتا

ہے جس طرح ہم میں سے کوئی سیڑھی پر سے اترتا ہے۔" تو اہل سنت اس سے بری ہیں کیونکہ یہ اہل سنت کا نہیں بلکہ ان مشبہین کا کلام ہے' جن کو سلف صالح نے کافر قرار دیا ہے اور ان کی اس بات کا انکار کیا ہے کیونکہ یہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ سے متصادم ہے کہ :

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشوری ٤٢/ ١١)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

اسی طرح اس کے ہم معنی اور بھی بہت سی آیات ہیں' لہٰذا کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اہل حق یعنی اہل سنت اور مشبہ اہل باطل کے کلام کو آپس میں خلط ملط کر دے اور ان میں کوئی تمیز نہ کرے بلکہ واجب یہ ہے کہ دونوں کے کلام میں فرق کرتے ہوئے تمیز کی جائے۔

(۱۱) ابو حنیفہ' ابن ماجشون' مالک اور احمد بن حنبل نے سب سے پہلے اصول دین پر لکھا اور گمراہوں کی تردید کی۔

صابونی نے اپنے تیسرے مقالہ میں لکھا ہے کہ "جس نے سب سے پہلے اصول دین پر لکھا اور اہل زیغ و ضلالت کے شبہات کی تردید کی وہ ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی ہیں۔"

یہ بات صحیح نہیں ہے کیوں کہ ان دونوں سے پہلے اس موضوع پر لکھنے والوں میں امام ابو حنیفہ' امام عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ ماجشون' امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ' امام احمد بن حنبل' امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ' امام عثمان بن سعید دارمی --- جنہوں نے مریسی کی تردید میں لکھا --- امام عبدالعزیز کنانی صاحب الحیدۃ اور دیگر بے شمار ائمہ کرام ہیں' رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) سلف کا ایک ہی مذہب ہے اور وہی مذہب اہل سنت و الجماعت کا ہے۔ تفویض سلف کا مذہب نہیں ہے

اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے صابونی نے اپنے تیسرے مقالہ میں دوبارہ پھر یہ لکھا ہے کہ "سلف کے دو مذہب ہیں' ایک مذہب اہل تفویض کا ہے اور دوسرا اہل تاویل کا.... آگے مزید لکھتے ہیں کہ بعض مذہب سلف کو فضیلت دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں سلامتی کا پہلو زیادہ ہے جب کہ بعض دوسرے لوگ مذہب خلف کو افضل قرار دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس میں صحت و درستی کا پہلو غالب ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ صابونی صاحب کی یہ تقسیم بالکل باطل ہے کیونکہ سلف کا صرف ایک ہی مذہب ہے' یہی مذہب اہل سنت و الجماعت کا ہے یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا مذہب اور یہی مذہب سلامتی والا بھی ہے' زیادہ علم اور زیادہ صحت و درستی کا حامل بھی اور دوسرا مذہب جو خلف کا مذہب ہے وہ مذموم ہے کیونکہ یہ اہل تاویل و تحریف و تکلف کا مذہب ہے۔ لیکن خلف کے مذہب کی مذمت اور اس سے بچنے کی تلقین کے یہ معنی نہیں کہ خلف کافر ہیں کیونکہ تکفیر کے لئے ایک دوسرا حکم ہے جو اس بات پر مبنی ہے کہ اس شخص کا قول کیا ہے' اس میں باطل کا عنصر کتنا ہے اور اس میں حق کی مخالفت کا پہلو کس قدر ہے؟ لہٰذا یہ کہنا جائز نہیں کہ مذہب خلف کی مذمت اور اشاعرہ کی چند صفات کے سوا دیگر تمام صفات کی تاویل و تحریف کرنے کی وجہ سے ان کے نظریات کے انکار سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم انہیں کافر قرار دے رہے ہیں بلکہ اس سے ہمارا مقصود صرف یہ بیان کرنا ہے کہ انہوں نے اہل سنت کی مخالفت کی ہے اور صفات باری تعالیٰ کی تاویل کی جو روش اختیار کی ہے' یہ باطل ہے اور صحیح مذہب سلف صالح یعنی اہل سنت و الجماعت ہی کا ہے کہ صفات سے متعلق آیات

و احادیث کو مانا جائے اور یہ اسماء و صفات جن امور پر دلالت کرتی ہیں' ان کو کسی قسم کی تحریف' تعطیل' تاویل' تکییف اور تمثیل وغیرہ کے بغیر اسی طرح مانا جائے جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات گرامی کے شایان شان ہے جیسا کہ پہلے بھی اسے کئی بار بیان کیا جا چکا ہے۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو!

صابونی نے یہاں امام بیہقی کے قول کا حوالہ دیا ہے اور اس کے بارے میں قبل ازیں ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ غلطی کی وجہ سے اہل بدعت کے کچھ الفاظ کو انہوں نے صحیح سمجھتے ہوئے اپنی کتاب میں داخل کر دیا اور پھر امام بیہقی کا تعلق بھی علم کلام میں دلچسپی رکھنے والوں میں تھا' اس لئے علم کلام کی بعض خرابیاں ان کے اعتقاد میں شامل ہو گئی تھیں' اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرے اور انہیں معاف فرمائے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کی اس فروگذاشت پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فتاوی' ج ۶' ص: ۵۳ پر مطلع فرمایا ہے۔

(۱۳) اہل سنت و الجماعت صفات باری کی تاویل کے قائل نہیں' بعض لوگوں نے ان کے کلام کو جو تاویل کہا ہے تو وہ درحقیقت عربی زبان کے مطابق کلام اللہ کی تفسیر ہے۔

پھر صابونی نے اپنے تیسرے مقالہ میں یہ بھی کہا ہے' کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ ہم مذہب خلف کو مذہب سلف پر ترجیح دے رہے ہیں' ہم علماء کلام کی اس رائے کو بھی صحیح نہیں سمجھتے کہ "مذہب سلف میں سلامتی کا پہلو زیادہ ہے جب کہ مذہب خلف میں صحت و درستی کا پہلو غالب ہے۔" بلکہ ہم ایمان و یقین کی بنیاد پر یہ کہتے ہیں کہ مذہب سلف ہی سلامتی اور صحت و درستی کا حامل ہے لہٰذا ہم صفات خالق جل و علا کی تاویل کی کوشش نہیں کریں گے بلکہ ہم ان پر اسی طرح ایمان لائیں گے جس طرح یہ وارد ہیں تشبیہ و تجسیم کی نفی کرتے ہوئے' جس طرح یہ وارد ہیں' ہم اسی طرح ان کا اقرار کریں گے پھر انہوں نے کسی شاعر کے اس مصرعہ سے بھی استشہاد کیا ہے کہ ع

«إِنَّ الْمُفَوِّضَ سَالِمٌ مِمَّا تَكَلَّفَهُ الْمُؤَوِّلُ»

"سپرد کرنے والا اس تکلف سے بچ جاتا ہے جس کا تاویل کرنے والا ارتکاب کرتا ہے۔"

لیکن آگے چل کر صابونی لکھتے ہیں کہ اگر صفات کی تاویل کرنے والا گمراہ ہے تو پھر ہمیں ان تمام سلف صالح کو گمراہ قرار دے دینا چاہئے جنہوں نے حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ:

﴿مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ﴾ (المجادلة۵۸/ ۷)

"(کسی جگہ) تین (آدمیوں) کا کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے۔"

کی تاویل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے علم کے ساتھ ہوتا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾ (الحديد۵۷/ ٤)

"تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔"

کی تاویل کرتے ہوئے کہا کہ اس معیت سے مراد معیت علم ہے تاکہ تعدد ذات لازم نہ آئے' اسی طرح ہم حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کو بھی گمراہ قرار دیں گے کہ انہوں نے ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ﴾ (الواقعة۵٦/ ۸۵)

"اور ہم اس (مرنے والے) سے تمہاری نسبت قریب تر ہوتے ہیں لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔"

کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے فرشتے مرنے والے سے تم سے بھی قریب ہوتے ہیں لیکن تم ان کو دیکھ نہیں سکتے' اسی طرح انہوں نے حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ (قٓ ۱٦/٥٠)

"اور ہم اس کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔"

کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے فرشتے انسان کی رگ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں کیونکہ حلول و اتحاد سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک ہے اور اس کی نفی پر اجماع ہے..... صابونی آگے لکھتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ تاویل کبھی واجب ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ "حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔" یا جیسا کہ اس نے کشتی نوح کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

﴿ وَحَمَلْنَٰهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَٰحٍ وَدُسُرٍ ۝١٣ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ ﴾ (القمر ٥٤/ ١٣-١٤)

"اور ہم نے نوح کو ایک کشتی پر جو تختوں اور میخوں سے تیار کی گئی تھی' سوار کر لیا' وہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی (یہ سب کچھ) اس شخص کے انتقام کے لئے کیا گیا جس کو کافر مانتے نہ تھے۔"

اس کے جواب میں ہم صابونی سے یہ کہیں گے کہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ سلف صالح کے مذہب اور اعتقاد کو اختیار کر لیا کہ وہی اسلم و احکم ہے لیکن آپ اس پر ثابت قدم نہیں رہے کہ کبھی تو آپ مذہب تاویل کو اختیار کرتے ہیں اور کبھی مذہب تفویض کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جب کہ ایک مرد مومن کے لئے واجب یہ ہے کہ وہ حق پر ثابت قدم رہے اور اس کے پایہ استقامت میں لغزش نہ آئے۔ آپ نے جو سلف کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ وھو معکم کی علم سے تاویل کرتے ہیں تو درحقیقت یہ تاویل نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک آیات معیت کے معنی ہی یہ ہیں جیسا کہ امام ابو عمر بن عبدالبر اور ابو عمر طلمنکی نے کہا کہ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے کیونکہ کتاب و سنت کے ان نصوص کا یہی تقاضا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علو' فوقیت اور حلول و اتحاد سے پاک ہونے پر دلالت کناں ہیں' جو شخص بھی ان آیات پر غور کرے گا تو اسے یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ معیت سے مراد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے حالات اور ان کے امور و معاملات کا علم ہے جب کہ معیت خاصہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء و اولیاء کو اپنی تائید و حمایت سے نوازتا ہے جب کہ اسے ان کے حالات کا علم بھی ہوتا ہے اور فتح و نصرت سے نوازتا ہے جب کہ وہ ان کے تمام امور و معاملات سے مطلع بھی ہوتا ہے۔ عرب جن کی زبان میں کتاب و سنت کا نزول ہوا' وہ ان معنوں کو جانتے ہیں اور اس سلسلہ میں انہیں کوئی شک و شبہ نہیں' یہی وجہ ہے کہ ان آیات کے معنی اس قدر واضح تھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ان آیات کے معنی پوچھنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی' اسی طرح ہمیں دیگر نصوص کی تاویل کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے معنی بے حد روشن اور ظاہر ہیں مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ﴿ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا ﴾' ﴿ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِيٓ ﴾ اور ﴿ وَٱصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾ کے بارے میں کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہئے کہ کشتی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی آنکھ کے ساتھ چلتی تھی اور نہ یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کی آنکھوں میں تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کشتی اللہ تعالیٰ کی نگہداشت' عنایت' تسخیر اور حفاظت میں چلتی تھی اور حضرت محمد ﷺ اپنے مولا کی عنایت' حفاظت اور نگہداشت میں تھے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ ولتصنع علی عینی تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ

تاکہ تم میری نگہداشت و حفاظت میں پرورش پاؤ' اسی طرح حدیث میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "میں اپنے بندے کا کان بن جاتا ہوں' جس سے وہ سنتا ہے' آنکھ بن جاتا ہوں' جس سے وہ دیکھتا ہے۔" تو ان کی تفسیر ایک دوسری روایت کے ان الفاظ سے ہو جاتی ہے کہ "وہ میرے لئے سنتا' میرے لئے دیکھتا' میرے لئے پکڑتا اور میرے لئے چلتا ہے۔" جس شخص کو عربی زبان میں ادنیٰ سی بصیرت بھی حاصل ہو وہ یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کا کان' آنکھ' ہاتھ اور پاؤں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک' بلند وبالا اور ارفع و اعلیٰ ہے لہٰذا اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ بیان کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو' اس کی اطاعت اور اس کے حق کے لئے قیام کے باعث یہ توفیق عطا فرما دیتا ہے کہ ان کے افعال و حرکات صحیح ہوتے ہیں' اسی طرح دیگر احادیث کے بھی یہی معنی ہیں۔

باقی رہی یہ حدیث کہ "حجر اسود اللہ تعالیٰ کا داہاں ہاتھ ہے۔" تو یہ حدیث ضعیف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ مرفوع نہیں بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی موقوف روایت ہے لیکن مرفوع ہو یا موقوف اس کے معنی ظاہر ہیں جیسا کہ خود اس حدیث ہی میں یہ وضاحت ہے کہ جس نے حجر اسود کو بوسہ دیا اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کیا اور اس کے دائیں ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ نہیں ہے بلکہ اسے ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کی ترغیب کے پیش نظر تشبیہ یوں دی گئی ہے کہ اسے ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے والا اس شخص کی مانند ہے جو اللہ کے ہاتھ سے مصافحہ کر کے گویا اسے بوسہ دے رہا ہو۔

اسی طرح صحیح حدیث میں اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے کہ وہ اپنے بندے سے یہ فرمائے گا کہ "میں بیمار ہوا مگر تو نے میری عیادت نہ کی' میں بھوکا تھا مگر تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔" تو اس حدیث ہی میں اس کے معنی کی اس طرح وضاحت موجود ہے کہ "کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تو میرے فلاں بیمار بندے کی عیادت کرتا تو مجھے بھی اس کے پاس موجود پاتا اور اگر تو اس بھوکے کو کھانا کھلاتا تو مجھے بھی اس کے پاس پاتا۔" تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیمار ہوتا ہے نہ بھوکا' لہٰذا اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مریض کی بیمار پرسی اور بھوکے کو کھانا کھلانے کی ترغیب دے رہا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ ﴾ (قٓ ۵۰/ ۱۶)

"اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ ﴾ (الواقعۃ ۵۶/ ۸۵)

"اور ہم اس (مرنے والے) سے تمہاری نسبت قریب تر ہوتے ہیں۔"

کی ایک جماعت نے یہی تفسیر کی ہے کہ اس سے فرشتوں کا قرب مراد ہے کیونکہ بوقت موت فرشتوں کا بندے کے قریب آنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم' اس کی تقدیر اور اپنے بندوں کی نگہداشت کی وجہ سے ہوتا ہے جبکہ کچھ دیگر لوگوں نے اس کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ اس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب مراد ہے جو اس کے علم' اس کی قدرت اور اس کے اپنے بندوں کے احاطہ کی صورت میں ہے یعنی یہاں قرب کے معنی وہی ہیں جو معیت کے ہیں کہ وہ اپنے عابد و سائل بندوں کے قریب ہے حالانکہ وہ ذات گرامی علو و فوقیت کی صفات سے متصف ہے۔ اس قرب سے مراد حلول اور اتحاد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی اس سے پاک ہے کیونکہ کتاب و سنت کے قطعی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش

پر ہے' اپنی مخلوق سے جدا ہے' مخلوق سے بلند ہے لیکن اس کا علم ہر جگہ ہے' جو شخص نصوص کتاب و سنت پر غور کرے اور بعض کی بعض سے تفسیر کرے تو اس کے سامنے معنی واضح ہو جائیں گے اور اسے کسی تاویل کی ضرورت نہ ہو گی۔

ابو جعفر بن جریر طبری نے سورۂ ق کی آیات کی تفسیر میں دوسرا قول اور سورۂ واقعہ کی آیت میں پہلا قول پسند کیا ہے' اہل سنت نے نصوص صفات کی تاویل کرنے والے کا انکار کیا اور اسے بدعتی قرار دیا ہے کیونکہ ان کی تاویل کرنے سے کئی قسم کی باطل باتیں لازم آتی ہیں۔ کلمات الٰہی کی تحریف لازم آتی ہے' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کمال کی نفی لازم آتی ہے اور اس کے بارے میں یہ سوء ظن پیدا ہوتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ایسے کلام سے مخاطب کیا ہے جو بظاہر تشبیہ و تمثیل پر مبنی ہے لیکن حقیقت میں اس سے مراد کچھ اور ہے' یہی وہ تاویل مذموم ہے جسے اہل کلام نے اختیار کیا مگر اہل سنت نے ان کا انکار کرتے ہوئے اس مسئلہ میں انہیں گمراہ قرار دیا کیونکہ انہوں نے ظاہری معنی کے خلاف نصوص کی تاویل کی اور اس حق سے جس پر یہ دلالت کناں تھیں' انہیں پھیر دیا اور پھر اس سلسلہ میں ان کے پاس کتاب و سنت سے کوئی دلیل و برہان بھی نہیں' یہ انہوں نے محض اپنی عقلوں اور ان آراء کی بنیاد پر کیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل و برہان نازل نہیں فرمائی اور پھر اہلسنّت نے ان کے افکار و آراء سے ان کے سامنے یہ بھی ثابت کیا کہ جس چیز سے یہ تاویل کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کر رہے تھے' اسی چیز کو انہوں نے اختیار بھی کیا۔ بات یہ ہے کہ بلاشک و شبہ تناقض و تضاد سے صرف وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو نفی و اثبات کے سلسلہ میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات پر اکتفا کرے اور وہ اہلسنّت و الجماعت ہیں۔ واللہ المستعان۔

(۱۴) مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کے وجوب سے یہ لازم نہیں آتا کہ فعل و عقیدہ کا بھی انکار نہ کریں

اپنے چوتھے مقالہ میں شیخ صابونی نے یہ دعوت دی ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اتفاق و اتحاد ہونا چاہئے' دشمنان اسلام کے خلاف سب کی متفقہ کوششیں ہونی چاہئیں اور پھر یہ ذکر کیا ہے کہ یہ وقت مختلف مذاہب کے پیروکاروں' اشعریوں' اخوانیوں حتیٰ کہ صوفیوں کی مخالفت کا وقت نہیں ہے۔

اس کے جواب میں گزارش ہے کہ لاریب! مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں' حق پر سب اکٹھے ہو جائیں اور دشمنان اسلام کے خلاف نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے کہ:

﴿ وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۰۳)

"اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور باہمی اختلاف سے بچو۔"

اور تفرقہ سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ تَفَرَّقُوا۟ وَٱخْتَلَفُوا۟ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۰۵)

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور واضح احکام آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگے۔"

لیکن مسلمانوں کے اتحاد' حق پر اتفاق اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے وجوب سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ صوفیہ اور دیگر لوگوں کے منکر فعل اور عقیدہ کا بھی انکار نہ کریں بلکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے حکم کا تقاضا یہ

ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں' برائی سے منع کریں اور اس شخص کے سامنے حق کو واضح کریں' جو حق کو ظن یا اس کے خلاف کو صحیح گمان کرے اور اسے شرعی دلائل کی روشنی میں واضح کریں تاکہ سب لوگ حق پر متفق ہو جائیں اور خلاف حق کو چھوڑ دیں اور یہی تقاضا ہے حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کا:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ ﴾ (المائدة٥/ ٢)

"اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (آل عمران٣/ ١٠٤)

"اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کام سے منع کرے' یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔"

اہل حق اگر غلطی کرنے والوں کی غلطیوں اور خطاکاروں کی خطاؤں کو بیان کرنے سے سکوت اختیار کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جو نیکی کی طرف بلانے' اچھے کام کرنے کا حکم دینے اور برے کاموں سے منع کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی اطاعت نہ کر سکیں گے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اگر انسان انکار منکر سے سکوت اختیار کرلے' غلطی کرنے والے کو نہ سمجھائے اور حق کی مخالفت کرنے والے کو نہ بتائے تو اس کے کس قدر خوفناک نتائج مرتب ہوتے ہیں نیز یہ خاموشی اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے بھی خلاف ہو گی جو اس نے ہمدردی و خیرخواہی کرنے' امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق سے نوازے!

(۱۵) صفات میں تفویض و تاویل مذہب سلف نہیں

صابونی نے اپنے پانچویں مقالہ میں لکھا ہے کہ "سلف صالح جن کے بارے میں صفات باری کے موضوع کے حوالہ سے ہم نے اپنے سابقہ مقالات میں گفتگو کی ہے' ان کا مذہب تفویض مطلق نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے بلکہ ان کا ایک دوسرا مذہب ہے جو نظر ثاقب اور نصوص کتاب و سنت کے فہم سلیم و مستقیم پر دلالت کرتا ہے۔ اس مسلک د منہج کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

اولاً: جن آیات اور احادیث صفات کی تاویل کے بغیر چارہ کار نہ ہو ان کی تاویل کرلی جائے بشرطیکہ لغوی' شرعی یا اعتقادی اسباب کی وجہ سے اس تاویل میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

ثانیاً: قرآن کریم اور سنت مطہرہ نے اللہ جل وعلاء کی جن صفات مثلاً سمع' بصر' کلام' محبت' رضا' استواء' نزول' اتیان و مجیئ (آنا) وغیرہ کو ثابت کیا ہے ان پر تشبیہ یا تعطیل یا تجسیم یا تمثیل کے بغیر بطریق تسلیم و تفویض' اللہ تعالیٰ کی مراد کے مطابق ایمان لایا جائے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دعویٰ کہ یہ سلف کا مذہب ہے یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو بے بنیاد اور غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے بارے میں سلف صالح کا مذہب تفویض نہیں ہے' نہ تفویض عام اور نہ تفویض خاص بلکہ وہ صرف کیفیت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا اور جیسا کہ امام مالک اور احمد اور کئی دیگر

ائمہ نے بیان فرمایا اور جیسا کہ ان سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن شیخ امام مالک نے بیان فرمایا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین! اسی طرح صفات کی تاویل کرنا بھی سلف کا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ تو ان کو اسی طرح مانتے ہیں جس طرح یہ وارد ہیں اور ان کے معانی کے ساتھ اسی طرح ایمان لاتے ہیں کہ جس طرح تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے شایان شان ہو جیسا کہ اسے پہلے کئی مرتبہ بیان کیا جا چکا ہے۔

اسی طرح تجسیم کی نفی یا اثبات بھی سلف کا مذہب نہیں ہے کیونکہ اس کا کتاب و سنت میں ذکر ہے نہ سلف امت کے کلام میں جیسا کہ کئی ایک ائمہ نے اسے بیان فرمایا ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "التدمریہ" میں چھٹے قاعدہ کے تحت رقم طراز ہیں کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی نقائص کے ساتھ وصف بیان کرتا ہے تو اس کی تردید کے لئے یہ طریقہ ایک فاسد طریقہ ہے، سلف یا ائمہ میں سے کسی نے اس طریقہ کو اختیار نہیں کیا اور نہ ان میں سے کسی نے اللہ تعالیٰ کے لئے جسم یا جوہر یا تحیز (کسی ایک ہی جگہ میں منحصر ہونا) کا لفظ نفیاً یا اثباتاً استعمال کیا ہے کیونکہ یہ مجمل الفاظ ہیں، ان سے حق ثابت ہوتا ہے نہ باطل کی نفی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہود اور دیگر کفار کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں فرمائے، کلام کا یہ ایک بدعی انداز ہے سلف اور ائمہ نے اس اسلوب کلام کو اختیار کرنے سے انکار فرمایا ہے۔"

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب "فضل علم السلف علی علم الخلف" میں لکھا ہے کہ "صحیح موقف وہ ہے جس پر ائمہ سلف تھے کہ آیات و احادیث صفات کو اسی طرح مانا جائے جس طرح یہ وارد ہیں کہ ان کی تفسیر کی جائے نہ کیفیت بیان کی جائے اور نہ تمثیل، چنانچہ اس مسئلہ میں ائمہ سے خصوصاً امام احمد رحمہ اللہ سے کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔ ان آیات و احادیث صفات کے معانی میں غور و خوض کرنا اور ان کے لئے کسی مثال کو بیان کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اگرچہ امام احمد رحمہ اللہ کے زمانہ کے قریب کے بعض لوگوں نے مقاتل کے طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے ان میں غور و خوض کیا بھی ہے تو وہ لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے کیونکہ اس سلسلہ میں مقتداء ائمہ اسلام مثلاً ابن مبارک، مالک، ثوری، اوزاعی، شافعی، احمد، اسحاق اور ابو عبید رحمہم اللہ جیسے ائمہ کرام ہیں۔ ان ائمہ کے ہاں فلاسفہ تو کجا متکلمین کا سا انداز کلام بھی نہیں ہے اور ہر اس شخص کے کلام کا یہ اسلوب نہیں ہے جو قدح و جرح سے محفوظ رہا ہے۔ امام ابو زرعہ رازی کا قول ہے کہ "ہر وہ شخص جس کے پاس علم ہو، وہ اپنے علم کی حفاظت نہ کر سکے اور اس کی نشر و اشاعت کے لئے وہ علم کلام کا محتاج ہو تو تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔"

کتاب و سنت سے اللہ تعالیٰ کے جس قدر بھی اسماء و صفات ثابت ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی تاویل کرنا واجب ہو بلکہ نصوص سے تو وہ اسماء و صفات ثابت ہیں جو اس معنی مراد پر دلالت کناں ہیں جس کا اثبات اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے لیے اسی طرح واجب ہے جس طرح اس کے لائق ہے اور اس بات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی کوئی ایسی تاویل کی جائے جو ظاہر کلام کے خلاف ہو، البتہ ان صفات کی کیفیت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے گا جیسا کہ ائمہ سنت کے ارشادات کے حوالہ سے قبل ازیں بھی اسے بیان کیا جا چکا ہے۔

(۱۶) سلفی اہل علم ائمہ اسلام میں سے کسی ایک کو بھی کافر قرار نہیں دیتے ہاں البتہ خلاف حق تاویل کرنے

والوں کی غلطی کو ضرور واضح کر دیتے ہیں

صابونی کو اللہ تعالیٰ ہدایت و توفیق بخشے' انہوں نے اپنے پانچویں مقالہ میں لکھا ہے "میں اپنے سلفی بھائیوں کے لئے اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی گردنوں پر امت کو گمراہ قرار دینے اور ان اہل فقہ و حدیث و تفسیر ائمہ اسلام کی تکفیر کا بوجھ اٹھائیں جو اشاعرہ کے مذہب پر تھے' اگر ہم مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کر دیں اور شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری جیسی شخصیتوں کو بھی گمراہ قرار دیں تو ہمیں اس سے کیا حاصل .... شیخ صابونی نے یہاں کچھ اور حضرات کے نام بھی لئے اور لکھا ہے کہ یہ جلیل القدر ائمہ امام اشعری کے مذہب پر تھے ..... الخ۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ سلفی اہل علم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان ائمہ کرام کو جن کا آپ نے ذکر کیا ہے' کافر قرار دیتا ہو ہاں البتہ سلفی اہل علم' بہت سی صفات کے بارے میں تاویل کی جو غلطی یہ کرتے ہیں' اسے ضرور واضح کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یہ تاویل کرنا سلف امت کے مذہب کے خلاف ہے اور یہ ان ائمہ کی تکفیر ہے نہ امت کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا ہے' بلکہ یہ تو اللہ کے دین اور اس کے بندوں کی ہمدردی و خیرخواہی ہے' حق کا بیان ہے' دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ مخالفین حق کی تردید ہے' اس فریضہ کی ادائیگی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حق کے بیان کرنے اور اسے نہ چھپانے کے بارے میں علماء پر فرض قرار دیا ہے اور یہ تو دعوت الی اللہ اور اس کی راہ کی طرف رہنمائی ہے اگر اہل حق' حق کو بیان کرنے میں خاموشی اختیار کر لیں تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ خطاکار اپنی خطاؤں ہی کو اختیار کئے رکھیں گے' دوسرے لوگ ان کی تقلید کریں گے اور اس بوجھ کو اٹھانے کے ذمہ دار قرار پائیں گے' جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے حسب ذیل ارشاد میں ذکر فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ ٱلْبَيِّنَٰتِ وَٱلْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى ٱلْكِتَٰبِ ۙ أُو۟لَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ وَأَصْلَحُوا۟ وَبَيَّنُوا۟ فَأُو۟لَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴾ (البقرة۲/ ۱۵۹۔۱۶۰)

"جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے' ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں' ہاں! جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے ہیں اور (احکام الٰہی کو) صاف صاف بیان کر دیتے ہیں' ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ نے علماء اہل کتاب سے یہ عہدوپیان لیا تھا کہ وہ دین کو لوگوں کے سامنے ضرور کھول کھول کر بیان کریں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں مگر اس عہدوپیان کو توڑ دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے سے منع فرمایا ہے۔

اگر اہل سنت بھی ان لوگوں کی غلطیوں کی نشاندہی نہ کریں جو کتاب و سنت کی مخالفت کرتے ہیں تو پھر تو یہ بھی مغضوب اور گمراہ اہل کتاب کی طرح ہو جائیں گے پھر ہم برادر صابونی کی خدمت میں یہ بھی گزارش کریں گے کہ علماء اشاعرہ ابوالحسن اشعری کے متبع نہیں ہیں کیونکہ انہوں نے صفات کی تاویل سے رجوع کر کے اہل سنت والجماعت کے اس

مذہب کو اختیار کر لیا تھا کہ اسماء و صفات کو تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے بغیر اسی طرح ثابت مانا جائے جس طرح یہ وارد ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنی دونوں کتابوں "الابانۃ" اور "المقالات" میں اسے واضح فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام اشعری کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے والا جو شخص صفات کی تاویل کرے، وہ ان کے جدید مذہب پر نہیں بلکہ قدیم مذہب پر ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ ایک عالم کا مذہب وہ ہوتا ہے، جس کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کا انتقال ہوا ہو، جو اس نے پہلے کہا ہو اور جس سے اس نے رجوع کر لیا ہو، وہ اس کا مذہب نہیں ہوتا، اس سے خبردار رہئے اور ہر اس بات سے اجتناب کیجئے جس سے امور و معاملات میں اختلاط رونما ہو یا وہ اپنی مناسب جگہ پر نہ رہیں۔ (اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔)

(۱۷) صابونی جسے سلف کی تاویل سمجھتے ہیں اس کی حقیقت۔

صابونی نے اپنے اس چھٹے مقالہ میں یہ کہا ہے کہ جس کا آغاز انہوں نے هذا بيان للناس "یہ لوگوں کے لئے بیان ہے۔" کے الفاظ سے کیا ہے کہ بعض آیات و احادیث صفات کی تاویل کرنے سے ایک مسلمان جماعت اہل سنت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے کسی کی تاویل کرنا غلط ہے اور کسی کی تاویل کرنا صحیح ہے۔ کئی ایسی آیات ہیں جن کی صحابہ و تابعین اور علماء سلف نے تاویل کی لیکن کوئی شخص یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ انہیں گمراہ یا اہل سنت و الجماعت سے خارج قرار دے، پھر صابونی نے اس سلسلہ میں کئی مثالیں دیں، جن میں سے ایک مثال حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے کہ:

﴿ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾ (التوبة ۹/ ٦٧)

"انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔"

اسی طرح اس کی مثال کے طور پر صابونی نے ان آیات کا حوالہ دیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ استہزاء کرنے والوں کے ساتھ ہنسی کرتا ہے، مومنوں کا مذاق اڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور مکر کرنے والوں کے ساتھ مکر کرتا ہے، اسی طرح انہوں نے بطور مثال یہ حدیث بھی پیش کی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا "میں بیمار ہوا لیکن تو نے میری عیادت نہ کی، میں بھوکا تھا لیکن تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔" صابونی لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ اس طرح نہیں جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ مذہب سلف میں تاویل کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے بلکہ مذہب سلف بھی یہ ہے کہ جہاں تاویل کے بغیر اور کوئی چارہ کار ہی نہ ہو، وہاں تاویل کر لی جائے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام کچھ تفصیل کا متقاضی ہے کیونکہ اس میں کچھ باتیں حق ہیں اور کچھ باطل، چنانچہ صابونی کا یہ کہنا کہ بعض صفات کی تاویل سے ایک مسلمان جماعت اہل سنت سے خارج نہیں ہو جاتا، فی الجملہ صحیح ہے کیونکہ اشاعرہ کی طرح بعض صفات کی تاویل کرنے والا مسلمانوں کی جماعت سے خارج نہیں اور نہ غیر صفات میں وہ جماعت اہلسنت سے خارج ہے لیکن اثبات صفات اور انکار تاویل کے وقت ایسا شخص اہل سنت میں داخل نہیں ہوگا مثلاً اشاعرہ اور ان جیسے دیگر لوگوں نے اثبات صفات کے مسئلہ میں اہل سنت کی مخالفت کی ہے اور ان کے راستے کو انہوں نے اختیار نہیں کیا لہٰذا اس کا تقاضا یہ ہے کہ تاویل صفات کے باب میں ان کے موقف کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا جائے اور ان کی غلطی کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا جائے کہ یہ موقف اہل سنت کے موقف کے خلاف ہے جیسا کہ اس مقالہ کے شروع میں بھی اس

کا بیان گزر چکا ہے لہٰذا اس بات میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ اشاعرہ باب اسماء و صفات میں اہل سنت میں سے نہیں ہیں اگرچہ دیگر ابواب میں یہ اہل سنت میں سے ہیں تا کہ ان کے مذہب کا مطالعہ کرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ بعض صفات کی تاویل میں انہوں نے غلطی کی ہے اور اس مسئلہ میں انہوں نے حضرات صحابہ و تابعین کی مخالفت کی ہے' ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری ہے تا کہ حق کا اثبات اور باطل کی نفی ہو اور اہل سنت و اشاعرہ میں سے ہر ایک کو وہ مقام و مرتبہ دیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

یہ مطلقاً جائز نہیں ہے کہ تاویل کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا جائے کیونکہ تاویل تو ان کے مذہب کے خلاف ہے لہٰذا تاویل کو اشاعرہ اور دیگر تمام اہل بدعت کی طرف منسوب کیا جائے گا جنہوں نے نصوص کی ناجائز طور پر تاویل کی ہے۔

اہل سنت کی تاویل کے سلسلہ میں برادر صابونی نے جو مثالیں پیش کی ہیں' یہ ان کی دلیل نہیں بن سکتیں کیونکہ اہل سنت کا یہ کلام باب تاویل میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق تو معنی کی وضاحت اور معنی کے بارے میں لوگوں کے شکوک و شبہات کے ازالہ سے ہے' چنانچہ ان کی پیش کردہ مثالوں کا مفصل جواب حسب ذیل ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾ (التوبۃ ۹/ ٦٧)

"انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔"

میں نسیان سے مراد وہ نسیان نہیں ہے جو حسب ذیل ارشاد باری میں مراد ہے:

﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴾ (مریم ۱۹/ ٦٤)

"اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔"

اور جو حسب ذیل میں مراد ہے:

﴿ فِى كِتَـٰبٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّى وَلَا يَنسَى ﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ٥٢)

"جو کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار چوکتا ہے نہ بھولتا ہے۔"

بلکہ یہ نسیان جس کی نفی کی جا رہی ہے' اس کے اور معنی ہیں اور وہ نسیان جس کا ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾ (التوبۃ ۹/ ٦٧)

"انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔"

میں اثبات ہے' اس کے اور معنی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی ضلالت میں چھوڑ رکھا ہے اور ان سے اعراض فرما رکھا ہے کیونکہ انہوں نے اس کے اوامر کو ترک کر رکھا ہے اور اپنے نفاق اور تکذیب کی وجہ سے اس کے دین سے اعراض کر رکھا ہے اور جس نسیان کی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات گرامی کے حوالہ سے نفی کی ہے' یہ ذہول و غفلت کے معنی میں ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ اپنے کمال علم' اپنے بندوں کے حالات کے بارے میں کمال بصیرت اور ان کے تمام امور و معاملات کے احاطہ کی وجہ سے پاک ہے' وہ زندہ' ہمیشہ رہنے والا کہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند' وہ بھولتا ہے نہ غافل ہوتا ہے' ان عیوب و نقائص سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے' اس سے معلوم ہوا کہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ ٱلْمُنَـٰفِقُونَ وَٱلْمُنَـٰفِقَـٰتُ بَعْضُهُم مِّنۢ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ﴾ (التوبۃ ۹/ ٦٧)

"منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس (یعنی ایک ہی طرح کے) ہیں' برے کام کرنے کو کہتے

اور نیک کاموں سے منع کرتے اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں' انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا۔"

میں نسیان کی تفسیر میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی ضلالت میں چھوڑ دیا' یہ تاویل نہیں بلکہ یہ تو لغوی معنی کے اعتبار سے اس مقام کی تفسیر ہے کیونکہ لفظ نسیان کے اس استعمال کے اعتبار سے معنی مختلف ہیں جیسا کہ علماء تفسیر نے بیان فرمایا ہے' چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نسوا اللہ یعنی "وہ اللہ کے ذکر کو بھول گئے۔" فنسیھم تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اس طرح معاملہ کیا جیسے وہ ان کو بھول گیا ہو' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقِيلَ ٱلْيَوْمَ نَنسَىٰكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ﴾ (الجاثیۃ٤٥/ ٣٤)

"اور کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا' اسی طرح آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔"

اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ استہزاء کرنے والوں کے ساتھ استہزاء کرتا ہے' مذاق کرنے والوں کے ساتھ مذاق کرتا ہے' مکر کرنے والوں کے ساتھ مکر کرتا ہے' فریب کرنے والوں کو فریب دیتا ہے' تو اس کے لئے کسی تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے عمل کے مطابق معاملہ کرتا ہے' جب اللہ تعالیٰ کا مذاق کرنے والوں سے مذاق حق ہے نیز مکر کرنے والوں سے فریب حق ہے تو اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ان الفاظ کا جو استعمال ہوا ہے' تو یہ اس طریقہ سے ہے جو اس کی عظمت و جلالت کے لائق ہو اور مخلوق سے جس کی مشابہت نہ ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نے تو ان افعال کو حق کے خلاف عناد' کفر اور انکار کی خاطر کیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے افعال کے مطابق معاملہ کیا لیکن اس طرح نہیں کہ ان کے افعال سے اس کی مشابہت ہو بلکہ اس طرح کہ اس کی کیفیت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا اور کوئی جانتا ہی نہیں ہے اور پھر اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ان سے فریب' مکر' مذاق اور استہزا کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس نے ان کو مہلت دے رکھی ہے اور انہیں وہ فوراً سزا نہیں دے رہا' اسی طرح اس کی صورت یہ بھی ہے کہ وہ قیامت کے دن منافقوں کے لئے کچھ نور کو ظاہر کرے گا لیکن پھر ان سے اس نور کو سلب کرلے گا جیسا کہ اس نے سورہ حدید میں اس کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

﴿ يَوْمَ يَقُولُ ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلْمُنَٰفِقَٰتُ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱنظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ٱرْجِعُوا۟ وَرَآءَكُمْ فَٱلْتَمِسُوا۟ نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُم بِسُورٍ لَّهُۥ بَابٌۢ بَاطِنُهُۥ فِيهِ ٱلرَّحْمَةُ وَظَٰهِرُهُۥ مِن قِبَلِهِ ٱلْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ قَالُوا۟ بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَٱرْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ ٱلْأَمَانِىُّ حَتَّىٰ جَآءَ أَمْرُ ٱللَّهِ وَغَرَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿١٤﴾ فَٱلْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مَأْوَىٰكُمُ ٱلنَّارُ هِىَ مَوْلَىٰكُمْ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴾

(الحدید٥٧/ ١٣-١٥)

"اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر (شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو' پھر ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب' تو مناق لوگ مومنوں سے کہیں گے کہ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے! وہ کہیں گے کیوں نہیں تھے' لیکن تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور (ہمارے حق

میں) حوادث کے منتظر رہے اور (اسلام میں) شک کیا اور (لاطائل) آرزوؤں نے تم کو دھوکا دیا' یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور اللہ کے بارے میں تم کو دغا باز دغا دیتا رہا۔ تو آج تم سے معاوضہ نہیں لیا جائے گا اور نہ (وہ) کافروں ہی سے (قبول کیا جائے گا) تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے (کہ) وہی تمہارے لائق ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔"

اہل سنت کے علماء تفسیر نے یہی معنی بیان فرمائے ہیں' چنانچہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ ﴾ (البقرة۲/ ۱۵)

"ان (منافقوں) سے اللہ ہنسی کرتا ہے۔"

کی تفسیر کے بارے میں علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے نزدیک صحیح قول اور صحیح تفسیر یہ ہے کہ عربی زبان میں استہزاء کے معنی یہ ہیں کہ استہزاء کرنے والا اس کے سامنے جس سے استہزاء کیا جا رہا ہو ایسے قول و فعل کو ظاہر کرے جو ظاہری طور پر اسے خوش کر دے لیکن باطنی طور پر اپنی طرف اور اپنے فعل سے وہ اسے درحقیقت غم پہنچا رہا ہو اسی طرح خداع (دھوکا) سخریہ (مذاق) اور مکر (فریب) کے معنی بھی یہی ہیں کہ جب ان لوگوں نے یہ طرز عمل تو ان کے ساتھ معاملہ بھی اسی طرح کا کیا گیا یعنی جب منافقوں نے اپنی زبانوں سے بظاہر یہ تاثر دیا کہ وہ اللہ' اس کے رسول اور جو دین وہ (رسول) لائے ہیں اسے تسلیم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بظاہر مسلمانوں میں شمار کیا اگرچہ باطنی طور پر وہ ان سچے مسلمانوں میں شمار نہ تھے جنہوں نے اپنی زبانوں' ضمیروں' دلوں کی اتھاہ گہرائیوں سے اور صحیح ارادوں کے ساتھ اقرار کیا اور ان کے قابل ستائش اعمال نے ان کے ایمان کی صحت پر مہر تصدیق بھی ثبت کی لیکن منافقین کا معاملہ ان کے برعکس ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ ان کے کذب کا علم اور ان کے خبیث اعتقاد کی اطلاع تھی اور معلوم تھا کہ اپنی زبانوں سے جس کے یہ دعویدار ہیں' اس کے بارے میں یہ خود شک میں مبتلا ہیں اگرچہ بظاہر یہ اس کی تصدیق کرتے تھے' حتیٰ کہ جب آخرت میں انہیں انہی لوگوں میں اٹھایا جائے گا جن میں یہ دنیا میں شمار ہوتے تھے تو یہ گمان کرنے لگیں گے کہ جہاں وہ (یعنی اہل ایمان) جائیں گے وہاں یہ بھی جائیں گے' جہاں وہ داخل ہوں گے' وہاں یہ بھی داخل ہوں گے' اللہ تعالیٰ نے بھی اگرچہ ان کے لئے ایسے احکام کو ظاہر فرمایا جنہوں نے انہیں دنیا میں بھی ان کے ساتھ ملائے رکھا اور آخرت میں بھی اس وقت تک انہی کے ساتھ رکھے گا' جب وہ ان میں اور اپنے دوستوں میں فرق کرتے ہوئے ان کو دردناک سزا اور خوفناک جہنم سے دوچار کر دے گا اور انہیں جہنم کے اس سب سے نیچے کے طبقے میں پہنچائے گا جسے اس نے اپنے سب سے بڑے دشمنوں اور بدترین انسانوں کے لئے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ اس طرح کرنا ان کے افعال کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ یہ معاملہ مبنی برعدل و انصاف ہے' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے وہ اسی بات کے مستحق تھے کہ ان کی منافقانہ روش کی وجہ سے دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بھی وہ احکام رکھے جو اس کے دوستوں کے لئے تھے حالانکہ یہ منافق اس کے دشمن تھے' آخرت میں انہیں مومنوں کے ساتھ ہی اٹھائے گا حالانکہ دنیا میں یہ اللہ تعالیٰ کی تکذیب کرنے والے تھے تاآنکہ وہ لمحہ آ جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ اپنے سچے مومن بندوں اور منافقوں میں فرق کر دے گا کہ وہ منافقوں کے ساتھ استہزاء' مذاق' خداع اور مکر کرے گا۔ جب کہ ان الفاظ کے وہ معنی ہوں جو ہم نے ابھی بیان کئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ' ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ يَوْمَ يَقُولُ ٱلْمُنَٰفِقُونَ وَٱلْمُنَٰفِقَٰتُ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱنظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ ﴾ (الحدید۵۷/ ۱۳)

"اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہماری طرف نظر(شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں......."

کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارے والد ابو حاتم نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے عبدہ بن سلیمان نے بیان کیا' انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن مبارک نے اور انہوں نے کہا کہ ہم سے صفوان بن عمرو نے بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ مجھ سے سلیم بن عامر نے بیان کیا کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ باب دمشق کی طرف گئے اور ابو امامہ باھلی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے' جب نماز جنازہ پڑھی گئی اور لوگوں نے میت کو دفن کرنا شروع کر دیا تو ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لوگو! اب تو تم ایک ایسی جگہ صبحیں اور شامیں بسر کر رہے ہو' جس میں تم نیکیوں اور برائیوں کو حاصل کر رہے ہو اور ممکن ہے کہ عنقریب تم ایک دوسری جگہ چلے جاؤ اور وہ یہ ہے --- قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے --- اور یہ تنہائی' تاریکی اور کیڑوں کا گھر ہے اور بہت تنگ ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے کشادہ فرما دے اور پھر یہاں سے تم روز قیامت کے مقامات کی طرف منتقل کئے جاؤ گے۔ تم انہی مقامات میں ہو گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی چیز لوگوں کو ڈھانپ لے گی۔ جس سے کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ پڑ جائیں گے' پھر تمہیں ایک اور منزل کی طرف منتقل کر دیا جائے گا جہاں لوگوں کو شدید ظلمت اور تاریکی نے ڈھانپ رکھا ہو گا پھر وہاں نور تقسیم ہو گا مومن کو تو نور دیا جائے گا لیکن کافر اور منافق کو کچھ بھی نہ دیا جائے گا اور یہی وہ مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

﴿ أَوْ كَظُلُمَٰتٍ فِى بَحْرٍ لُّجِّىٍّ يَغْشَىٰهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِۦ سَحَابٌ ظُلُمَٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهُۥ لَمْ يَكَدْ يَرَىٰهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ ٱللَّهُ لَهُۥ نُورًا فَمَا لَهُۥ مِن نُّورٍ ﴾ (النور۲۴/ ۴۰)

"یا (ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے) جیسے دریائے عمیق میں اندھیرے' جس پر لہر چڑھی چلی آتی ہو (اور) اس کے اوپر اور لہر (آ رہی ہو اور) اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک (چھایا ہوا)' جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے اور جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کیلئے (کہیں بھی) روشنی نہیں (مل سکتی)"

کافر و منافق' مومن کے نور سے روشنی حاصل نہ کر سکیں گے جس طرح اندھا بینا کی بصارت سے روشنی حاصل نہیں کر سکتا' منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے:

﴿ ٱنظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيلَ ٱرْجِعُوا۟ وَرَآءَكُمْ فَٱلْتَمِسُوا۟ نُورًا ﴾ (الحدید۵۷/ ۱۳)

"ہماری طرف نظر(شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔"

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دھوکا ہو گا جو وہ منافقوں کو دے گا۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ ﴾ (النساء۴/ ۱۴۲)

"یہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے۔"

یہ اس جگہ واپس آئیں گے جہاں نور تقسیم ہوا تھا مگر وہاں اب یہ کچھ بھی تو نہ پائیں گے لہٰذا یہ مومنوں کے پاس جائیں گے، تو ان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا کہ:

﴿ بَاطِنُهُۥ فِيهِ ٱلرَّحْمَةُ وَظَٰهِرُهُۥ مِن قِبَلِهِ ﴾ (الحدید۵۷/ ۱۳)

”جو اس کی جانب اندرونی ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے' اس طرف عذاب ہے۔“

سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں کہ نور تقسیم ہونے اور منافق و مومن میں تمیز ہونے تک منافق مبتلائے فریب ہی رہے گا پھرانہوں نے اپنے والد گرامی' یحییٰ بن عثمان' ابن حیوۃ' ارطاۃ بن منذر' یوسف بن حجاج کی سند کے ساتھ ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس قدر شدید ظلمت و تاریکی طاری کر دے گا کہ کوئی مومن یا کافر اپنے ہاتھ تک کو بھی نہ دیکھ سکے گا پھر اللہ تعالیٰ مومنوں پر ان کے اعمال کے بقدر نور پھیلا دے گا تو منافقین' مومنوں کے پیچھے لگ جائیں گے اور کہیں گے کہ:

﴿ اَنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾ (الحدید۵۷/ ۱۳)

”ہماری طرف نظر(شفقت) کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔“

عوفی' اور ضحاک وغیرھما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ جب ظلمت اور تاریکی میں مبتلا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نور پھیلا دے گا' مومن جب اس نور کو دیکھیں گے تو اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور یہ نور گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کے لئے جنت کی راہنمائی کرے گا' منافق جب دیکھیں گے کہ مومن چل پڑے ہیں تو وہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑیں گے تو اللہ تعالیٰ منافقوں پر اندھیرا طاری کر دے گا تو اس وقت وہ مومنوں سے کہیں گے کہ ﴿ اَنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ﴾ کہ ہم دنیا میں تمہارے ساتھ تھے تو مومن کہیں گے کہ جاؤ واپس اس مقام پر تاریکی میں لوٹ جاؤ' جہاں سے تم آئے ہو اور وہاں نور تلاش کرو۔“ (تفسیر ابن کثیر)

یہ جو ہم نے ابن جریر اور ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہما کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اس سے قاری کے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا' کافروں کے ساتھ مکرومذاق' منافقوں کے ساتھ دھوکا و استہزاء اور اپنے دشمنوں کے ساتھ فریب مبنی برحقیقت ہے اور یہ کسی تاویل کا محتاج نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے یہ حق و عدل پر مبنی ہے اور اس کی طرف سے کافروں اور منافقوں کے عمل کی اس طرح سزا ہے جس طرح اس کی ذات گرامی کے لائق ہے اور یہ اس طرح نہیں ہے جس طرح اس کے دشمنوں سے اس کا ظہور ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے بلکہ یہ اس طرح ہیں جس طرح اس کی ذات پاک کے شایان شان ہیں' اور اللہ تعالیٰ کی یہ تمام صفات اور افعال حق اور عدل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی کیفیت کو بھی اور کوئی نہیں جانتا' بندگان الٰہی صرف اس قدر جانتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب کریم میں بیان فرما دیا یا جسے اس نے اپنے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان فرما دیا ہے۔

(۱۸) صابونی نے ابن تیمیہؒ کا حوالہ غلط دیا ہے۔

صابونی نے اپنے چھٹے مقالہ اور بعض سابقہ مقالوں میں بھی لکھا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ”علماء فروع دین کے مددگار ہیں جب کہ اشاعرہ اصول دین کے مددگار ہیں۔“

صابونی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی طرف اس قول کو منسوب کرتے ہوئے فتاویٰ جلد ۴ کا حوالہ دیا ہے۔ ج ۴' ص ۱۶ کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قول فقیہ ابو محمد کا ہے' شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نہیں' اس سے معلوم ہوا کہ برادر صابونی سے یہ قول نقل کرتے ہوئے غلطی ہو گئی ہے اور اگر بالفرض اس قول کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اشاعرہ کی غلط بات کی بھی تردید نہ کی جائے کیونکہ شرعی قاعدہ یہ ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے

بھی بیان فرمایا ہے کہ "عالم کی جو بات کتاب و سنت کے موافق ہو گی اس پر اس کی تعریف کی جائے گی اور جو کتاب و سنت کے مخالف ہو گی اس کی تردید کی جائے گی" امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول مبنی بر حق ہے' اہل سنت و الجماعت کا بھی یہی موقف ہے' اشاعرہ اور دیگر لوگوں نے اصول دین اور دیگر موضوعات پر حق کی حمایت میں جو کہا یا لکھا وہ قابل ستائش ہے اور ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں' ان کی تردید کی جائے گی تاکہ حق ثابت ہو جائے اور باطل کی تردید ہو جائے تاکہ کم علم لوگوں کے لئے کوئی بات مشتبہ نہ رہے۔" واللہ المستعان۔

(۱۹) ضعیف حدیث سے استدلال جائز نہیں --- کلمہ گو مسلمان سے زبان روکنے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی غلطیوں کو بھی واضح نہ کیا جائے۔

صابونی نے اپنے چھٹے مقالہ میں ذکر کیا ہے کہ "صحیح حدیث میں ہے کہ تین چیزیں اصول ایمان میں سے ہیں (۱) اس سے رک جانا جس نے لاالہ الااللہ پڑھ لیا۔ (۲) گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر قرار نہ دینا۔ (۳) تقدیر کے ساتھ ایمان لانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیکن حدیث کی معتبر کتابوں کی طرف جب ہم نے مراجعت کی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے' علامہ سیوطیؒ نے "جامع" میں اس کے ضعف کی نشاندہی کی ہے۔ امام ابوداؤد نے اسے بطریق یزید بن ابی نشبہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن یہ راوی یزید مجہول ہے جیسا کہ "تہذیب" اور "تقریب" میں ہے' مناوی نے "فیض القدیر" میں لکھا ہے کہ یزید بن ابی نشبہ (نون کے ضمہ کے ساتھ) کی روایت امام ابوداؤد کے سوا مؤلفین کتب ستہ میں سے اور کسی نے بیان نہیں کی اور یہ راوی مجہول ہے' جیسا کہ مزی اور دیگر ائمہ نے بیان کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ برادر صابونی نے اس حدیث کو جو صیغۂ جزم کے ساتھ صحیح لکھا ہے' تو یہ درست نہیں ہے' اس طرح کی حدیث کو صیغہ تمریض روی (روایت کیا گیا ہے) کے ساتھ بیان کرنا چاہئے جیسا کہ اہل علم نے ضعیف احادیث بیان کرنے کے لئے یہ اسلوب اختیار کیا ہے اور پھر برادر صابونی نے وہ الفاظ بھی صحیح طور پر نہیں لکھے جو اس حدیث میں آئے ہیں۔ لہٰذا ہم اتمام فائدہ کے لئے ابوداؤد سے اس کے الفاظ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے اسے سعید بن منصور' ابومعاویہ' جعفر بن برقان از یزید بن ابی نشبہ کی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین باتیں اصل ایمان ہیں (۱) اس سے رک جانا جس نے لاالہ الااللہ پڑھ لیا اسے کسی گناہ کی وجہ سے کافر قرار نہ دو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج قرار دو (۲) جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے لے کر اس وقت تک جہاد باقی رہے گا جب میری امت کا آخری شخص دجال سے لڑے گا' اسے کسی ظالم کا ظلم یا کسی عادل کا عدل ختم نہ کر سکے گا اور (۳) تقدیر پر ایمان لانا۔

اس حدیث کے ہم معنی کچھ دیگر صحیح احادیث بھی ہیں لہٰذا اہل سنت و الجماعت کا قول ان کے مطابق ہے' چنانچہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور پھر اس گواہی کے معنی کی پابندی کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اسلام کے منافی ہو تو اس سے رک جانا واجب ہے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی اس حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں حتیٰ کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں' جب وہ یہ کام کریں گے تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچالیں گے مگر بجز اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ عزوجل کے سپرد ہو گا۔"

خوارج کے برعکس اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ شرک کے سوا کسی اور گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا اور کسی ایسے عمل کی وجہ سے جو اسے مشرکوں کے ساتھ نہ ملائے' اسلام سے خارج نہیں قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ ﴾ (النساء٤/ ٤٨)

"اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔"

برادر صابونی نے اس حدیث کو اسی لئے ذکر کیا تھا کہ وہ یہ استدلال کریں کہ یہ واجب ہے کہ اشاعرہ کے بارے میں یہ بات نہ کی جائے' ان کی غلطیوں کو واضح نہ کیا جائے' اسی طرح دیگر اسلامی فرقوں نے جو غلطیاں کی ہیں' انہیں بھی واضح نہ کیا جائے لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کے یہ معنی نہیں کہ جو حق کی مخالفت کرے اس سے رک جانا بھی واجب ہے' نہ اس کے یہ معنی ہیں کہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیا جائے اور نہ اس کا یہ مفہوم ہے کہ اشاعرہ اور دیگر لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو بھی بیان نہ کیا جائے بلکہ کتاب اللہ اور صحیح سنت کے تمام دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ واجب ہے کہ نیکی کا حکم دیا جائے' برائی سے منع کیا جائے اور مخالف حق کی تردید کی جائے اور راہ راست کی طرف اس کی راہنمائی کی جائے تاکہ جو مرنا چاہے وہ بھی دلیل سے مرے اور جو جینا چاہے وہ بھی دلیل کی بنیاد پر جیئے' جیسا کہ قبل ازیں بھی بیان کیا ہے۔ اگر مذکورہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا اظہار کرے اور کلمہء توحید کا اقرار کرے تو اس سے لڑنے سے رک جانا ہو گا اور پھر اس کا جائزہ لے کر' ادلہء شرعیہ کے مطابق اس سے وہ معاملہ ہو گا جس کا وہ مستحق ہے' جیسا کہ اس پر وہ صحیح احادیث دلالت کناں ہیں جن کی طرف ہم نے ابھی ابھی اشارہ کیا ہے۔

وَاللهُ سُبْحَانَهُ وَلِـيُّ التَّوْفِيْقِ، وَهُوَ حَسْبُـنَا وَهُوَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ

شیخ صابونی کے افکاروخیالات پر ہمارا تبصرہ اختتام پذیر ہوا۔

وَالْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ وَأَمِيْنِهِ عَلٰى وَحْيِهِ وَصَفْوَتِهِ فِي خَلْقِهِ، إِمَامِ الْمُجَاهِدِيْنَ، وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ، وَمَنْ سَلَكَ سَبِيْلَهُ، وَاهْتَدٰى بِهُدَاهُ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

توحید کی حقیقت پہچاننے کا طریقہ

سوال اعتقاد' کردار اور عمل کے اعتبار سے توحید کی حقیقت پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب الحمدللہ یہ طریقہ بہت آسان ہے' مومن کو چاہئے کہ وہ اپنا خود محاسبہ کرے' اپنے آپ کو حق کا پابند بنائے' شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے والوں کو اپنا آئیڈیل بنائے' اللہ تعالیٰ کی توحید پر ثابت قدم رہے' اس کے لئے اخلاص کا مظاہرہ کرے' اس کے لئے عمل کو اپنے اوپر لازم قرار دے' اس کی طرف دعوت دے حتیٰ کہ توحید پر ثابت قدم ہو جائے اور توحید اس کی طبیعت میں رچ بس جائے تو اس کے بعد اسے کوئی ایسا شخص نقصان نہ پہنچا سکے گا جو اسے توحید سے دور ہٹانا یا اس میں خلل ڈالنا چاہے۔ اس سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ انسان توحید کو اہمیت دے اور اس سلسلہ میں خود اپنا محاسبہ کرتا رہے اور اسے خوب اچھی طرح سے پہچان لے تاکہ شکوک و شبہات اسے راہ راست سے دور نہ لے جا سکیں۔

از راہ جہالت قبروں کا طواف کرنا

سوال ہم بعض اسلامی ملکوں میں یہ دیکھتے ہیں کہ وہاں کچھ لوگ از راہ جہالت قبروں کا طواف کرتے ہیں تو ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے' کیا انہیں مشرک قرار دیا جائے گا؟

جواب جو شخص بتوں کو پکارے یا ان سے استغاثہ وغیرہ کرے تو اس کا حکم بحمداللہ واضح ہے کہ یہ کفر اکبر ہے الا یہ کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قصد سے قبروں کا طواف کیا ہے جس طرح کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور یہ گمان کرے کہ قبروں کا طواف جائز ہے اور اس کا اس سے قصد اصحاب قبور سے تقرب کا حصول نہ ہو بلکہ قصد صرف اللہ وحدہ کے تقرب کا حصول ہو تو ایسے شخص کو کافر نہیں بلکہ بدعتی قرار دیا جائے گا کیونکہ قبروں کے پاس جس طرح نماز پڑھنا بدعت ہے' اسی طرح قبروں کا طواف بھی ایک منکر بدعت ہے اور یہ سب باتیں بالآخر کفر تک پہنچانے والی ہیں' قبروں کے پجاریوں پر غلبہ اصحاب قبور کے تقرب کے حصول ہی کا ہوتا ہے جس طرح کہ وہ ان کے نام پر جانوروں کو ذبح کر کے اور ان کے نام کی نذر مان کر ان کے تقرب کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہ سب شرک اکبر کی صورتیں ہیں' جو شخص ان کا ارتکاب کرتے ہوئے مر جائے' وہ کافر مرے گا' اسے نہ غسل دیا جائے گا' نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ اسے مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کیا جائے گا' آخرت میں اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گا اگر اس کے پاس توحید کی دعوت نہیں پہنچی تو یہ اہل فترت کے حکم میں ہو گا اور اس کی دلیل نبی ﷺ کی والدہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے آپ کی نبوت کے زمانہ ہی کو نہیں پایا جس کی وجہ سے وہ اپنی قوم کے دین پر تھیں' نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کے لئے دعا کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ کو یہ اجازت نہیں ملی کیونکہ وہ اپنی قوم کے دین پر تھیں' اسی طرح آپ کے والد کا معاملہ ہے کہ جب ایک سائل نے آپ سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ "میرا باپ اور تمہارا باپ، دونوں جہنم میں ہیں۔" آپ کے والد کا انتقال زمانۂ جاہلیت میں ہوا تھا اور وہ اپنی قوم کے دین پر تھے' لہٰذا ان کا حکم بھی کافروں کے حکم جیسا ہے لیکن وہ شخص جس تک دنیا میں توحید کی دعوت نہ پہنچے' وہ حق سے ناواقف ہو اور فوت ہو جائے تو علماء کے صحیح قول کے مطابق قیامت کے دن اس کا امتحان ہو گا' اگر امتحان میں کامیاب ہو گیا تو جنت میں داخل ہو گا اور اگر امتحان میں ناکام رہا تو جہنم رسید ہو گا' ان تمام اہل فترت کے بارے میں بھی یہی حکم ہے' جن تک دین کی دعوت نہیں پہنچ سکی تھی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴾ (الاسراء۱۷/ ۱۵)

"اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب نہیں دیا کرتے۔"

لیکن جس شخص کے پاس قرآن پہنچ گیا یا جس کے پاس رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچ گیا اور اس نے لبیک نہ کہا تو اس پر حجت قائم ہو گئی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٩)

"اور یہ قرآن مجید مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔"

اور فرمایا:

﴿ هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ ﴾ (إبراهيم١٤/ ٥٢)

"یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام ہے) تاکہ ان کو اس سے ڈرایا جائے۔"

جس شخص کے پاس قرآن اور اسلام پہنچ جائے اور پھر وہ دائرۂ اسلام میں داخل نہ ہو تو وہ کافر ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس امت میں سے جو یہودی اور عیسائی بھی میرے بارے میں سنے' پھر مر جائے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو وہ اہل جہنم میں سے ہو گا۔" (صحیح مسلم) اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے میں سننے ہی کو حجت قرار دیا گیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ جو دیار اسلام میں کفر کا اظہار کرے تو اس کا حکم کافروں جیسا ہے' باقی رہا یہ مسئلہ کہ وہ روز قیامت نجات پائے گا یا نہیں تو یہ معاملہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد ہے' اگر اسے دعوت نہیں پہنچی اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بارے میں اس نے نہیں سنا تو قیامت کے دن اس کا امتحان ہو گا اور اس کی طرف جہنم کی آگ کی ایک گردن بھیجی جائے گی جیسا کہ حدیث اسود بن سریع میں آیا ہے کہ اس سے کہا جائے گا کہ اس میں داخل ہو جاؤ اور اگر وہ داخل ہو گیا تو آگ اس کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی اور اگر اس نے آگ میں داخل ہونے سے انکار کیا تو یہ گردن اس کے گرد لپٹ جائے گی اور وہ جہنم رسید ہو جائے گا۔ (ہم اللہ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس تک دعوت نہ پہنچے جیسے کہ وہ لوگ جو اطراف دنیا میں رہتے ہیں یا جن کا تعلق اوقات فترت سے ہے یا دعوت تو پہنچے لیکن وہ مجنون اور فاتر العقل ہو یا بے عقل ہو تو یہ اور ان جیسے دیگر لوگ مشرکوں کے ان بچوں کی طرح ہیں جو چھوٹی عمر میں فوت ہو جائیں کہ مشرکوں کے وہ تمام بچے جو بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں' ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے تھے' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس وقت یہی جواب دیا تھا' جب آپ سے ان چھوٹے بچوں کے بارے میں سوال کیا گیا تھا۔ ان کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کا اظہار روز قیامت ان کے امتحان سے ہو گا جو امتحان میں کامیاب رہا' وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو ناکام رہا وہ جہنم رسید ہو گا۔«لاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ»

قرآنی اور غیر قرآنی تعویذ کا حکم

سوال قرآنی اور غیر قرآنی تعویذ کا کیا حکم ہے؟

جواب غیر قرآنی تعویذ اگر ہڈیوں' طلسموں' گھونگوں اور بھیڑیئے کے بالوں وغیرہ کی صورت میں ہوں تو وہ منکر اور حرام ہیں اور ان کی حرمت نص سے ثابت ہے لہٰذا کسی بچے یا بڑے کے لئے تعویذوں کا استعمال جائز نہیں ہے' چنانچہ نبی کریم

ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَلَا أَتَمَّ اللهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدْعَةً فَلَا وَدَعَ اللهُ لَهُ»

"جو شخص تعویذ لٹکائے' اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کو پورا نہ فرمائے اور جو سیپی وغیرہ لٹکائے' اللہ تعالیٰ اسے آرام نہ دے۔"

اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ:

«مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيْمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ»

"جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔"

اگر تعویذ کا تعلق قرآن مجید یا معروف اور پاکیزہ دعاؤں سے ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے' بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے' سلف کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اسے انہوں نے مریض پر پڑھ کر دم کرنے کی طرح قرار دیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں' عبداللہ بن مسعود اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ سلف و خلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے کہ تعویذ لٹکانا جائز نہیں خواہ وہ قرآنی الفاظ پر مشتمل ہو تاکہ سدذریعہ ہو' مادہ شرک کی بیخ کنی ہو اور عموم کے مطابق عمل ہو کیونکہ وہ احادیث جن میں تعویذوں کی ممانعت ہے' وہ عام ہیں اور ان میں کسی استثنائی صورت کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا واجب یہ ہے کہ عموم کے مطابق عمل کیا جائے اور وہ یہ کہ کسی قسم کے تعویذ کا استعمال بھی جائز نہیں کیونکہ قرآنی تعویذوں کا استعمال پھر غیر قرآنی تعویذوں تک بھی پہنچا دیتا ہے اور معاملہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ لہٰذا واجب یہ ہے کہ تمام قسم کے تعویذوں کے استعمال کی ممانعت ہو اور واضح دلیل کی وجہ سے یہی موقف درست ہے۔

اگر ہم قرآن اور پاکیزہ دعاؤں پر مشتمل تعویذ کو جائز قرار دے دیں تو پھر اس سے دروازہ کھل جائے گا اور ہر شخص جیسا چاہے گا تعویذ استعمال کرے گا' اگر منع کیا جائے تو وہ کہے گا کہ یہ تو قرآن یا پاکیزہ دعاؤں پر مشتمل ہے' اس سے دروازہ کھل جائے گا' شگاف بڑا ہو جائے گا اور ہر طرح کے تعویذوں کا استعمال ہونے لگے گا۔

تعویذوں کی ممانعت کی ایک تیسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ آدمی ان کے ساتھ بیت الخلاء اور دیگر گندی جگہوں پر بھی چلا جاتا ہے' جب کہ یہ جائز نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کو لے کر بیت الخلاء یا کسی گندی جگہ میں جائے۔

حدیث «إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ» کے معنی

سوال حدیث: «إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ» کے کیا معنی ہیں؟

جواب اس حدیث کی سند "لاباس به" (یعنی قابل حجت) ہے' اسے احمد اور ابوداؤد نے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دم جو ایسے الفاظ کے ساتھ ہوں۔ جن کے معنی معلوم نہ ہوں یا وہ شیطانوں کے نام یا اس طرح کی دیگر چیزوں پر مشتمل ہوں تو وہ ممنوع ہیں۔ "تولہ" جادو کی ایک قسم ہے' جس کا نام صرف اور عطف بھی ہے۔ "تمائم" سے مراد وہ تعویذ ہیں جو نظر یا جن وغیرہ کا اثر ختم کرنے کے لئے بچوں پر لٹکائے جاتے ہیں' کبھی بیماروں' بڑی عمر کے لوگوں اور اونٹوں وغیرہ کو بھی باندھے جاتے ہیں' تیسرے سوال کے جواب کے ضمن میں اس کا جواب گزر چکا ہے جانوروں پر جو لٹکایا جاتا ہے' اسے اوتار کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے' یہ شرک اصغر ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو تعویذوں کا ہے' صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض مغازی میں یہ پیغام دے کر ایک

قاصد کو بھیجا کہ لشکر میں تانت کا کوئی قلادہ باقی نہ رہنے دیا جائے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ تمام قسموں کے تعویذ حرام ہیں خواہ وہ قرآنی ہوں یا غیر قرآنی۔

اسی طرح دم کے الفاظ اگر مجہول ہوں تو وہ حرام ہے اور اگر وہ الفاظ معروف ہوں' ان میں شرک نہ ہو اور نہ کوئی ایسی بات جو شریعت کے مخالف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی دم کیا اور کرایا بھی اور فرمایا کہ "دم میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ شرکیہ نہ ہو۔" (مسلم)

پانی پر دم کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں یعنی دم کر کے اگر پانی پر پھونک مار دی جائے اور مریض اسے پی لے تو اس میں کوئی حرج نہیں یا اس پانی کے مریض پر چھینٹے مار دیئے جائیں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں' چنانچہ سنن ابی داؤد کے باب کتاب الطب میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی پر دم کر کے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ پر اس پانی کے چھینٹے مارے' سلف سے بھی ایسا ثابت ہے لہذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

مختلف نسبتوں سے اونٹ کو نحر کرنا

سوال بعض قبائل کی یہ عادت ہے کہ وہ مختلف نسبتوں سے اونٹ نحر کرتے ہیں تو کیا اسے عقیدہ کی خرابی شمار کیا جائے گا؟

جواب یہاں قدرے تفصیل ہے' اگر اونٹ کو مہمانوں اور لوگوں کو کھانا کھلانے کے لئے نحر کیا گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں' شریعت میں اس کی اجازت ہے اور اگر اونٹ کو بادشاہوں کی ملاقات یا بڑے لوگوں کی تعظیم کی خاطر نحر کیا گیا ہے تو یہ شرک ہے کیونکہ یہ ذبح لغیر اللہ ہے لہذا یہ صورت ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَمَآ أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ ٱللَّهِ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۷۳)

"اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔"

کے عموم میں داخل ہو گی۔ اسی طرح قبروں کے پاس اہل قبور کے جودوکرم کی یاد کے طور پر نحر کرنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ عمل جاہلیت ہے جو منکر اور ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اسلام میں اونٹ ذبح کرنے پر فخر کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے" اور اگر اونٹ نحر کرنے سے مقصود اہل قبور کے تقرب کا حصول ہے تو یہ شرک اکبر ہے' اسی طرح جنوں اور بتوں وغیرہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بھی شرک اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

نبی ﷺ کی ذات گرامی پر درود کے بعض بدعی الفاظ

سوال بعض لوگ نبی ﷺ کی ذات گرامی پر درود شریف کے لئے الفاظ اس طرح استعمال کرتے ہیں:

اللهم صل علی نبینا محمد طب القلوب و دواء العافية تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب درود شریف کے یہ الفاظ شریعت میں ثابت نہیں ہیں اور پھر ان میں ابہام بھی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے لئے معاملہ کے مشتبہ ہونے کا بھی اندیشہ ہے اور پھر سب سے افضل درود' درود ابراہیمی ہے' جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

"اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما' جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے' بے شک تو ہی تعریف کے لائق بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے' اے اللہ! تو محمد ﷺ اور آل محمد پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی ہیں' بے شک تو ہی تعریف کے لائق' بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔"

یہ درود شریف معروف اور نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ اس کی کئی قسمیں ہیں' ان میں سے جس قسم کے الفاظ کے مطابق درود پڑھ لیا جائے حکم شریعت پر عمل ہو جائے گا بشرطیکہ وہ ان اقسام میں سے ہو جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔

کثرت سے اللہ کے نام کی جھوٹی سچی قسمیں کھانا

سوال میرا ایک قریبی رشتہ دار اللہ تعالیٰ کے نام کی کثرت سے جھوٹی سچی قسمیں کھاتا ہے' تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اسے نصیحت کی جائے اور کہا جائے کہ تم کثرت سے قسمیں نہ کھایا کرو خواہ سچی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاحْفَظُوٓا أَيْمَٰنَكُمْ﴾ (المائدۃ ۵/ ۸۹)

"اور (تمہیں) چاہئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔"

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے نہ کلام فرمائے گا' نہ ان کی طرف روز قیامت دیکھے گا' نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا (۱) بوڑھا زانی (۲) متکبر فقیر اور (۳) وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال تو دیا ہے لیکن وہ قسم کھا کر خریدتا اور قسم کھا کر ہی بیچتا ہے۔" اہل عرب کم قسمیں کھانے والے کی تعریف کرتے تھے جیسا کہ شاعر نے کہا ؎

قَلِيْلُ الْأَلَا يَا حَافِظٌ لِيَمِيْنِهِ
إِذَا صَدَرَتْ مِنْهُ الْأَلْيَةُ بَرَّتْ

"وہ قسمیں کم کھانے والا اور اپنی قسم کی حفاظت کرنے والا ہے اور جب اس سے قسم صادر ہوتی ہے تو وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔"

"الیۃ" کے معنی قسم کے ہیں۔ مومن کو چاہئے کہ وہ قسمیں کم کھائے خواہ سچا ہی کیوں نہ ہو' کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کثرت سے قسمیں کھانے کی وجہ سے وہ جھوٹی قسمیں کھانے لگے۔

یہ معلوم ہے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر جھوٹ کے ساتھ قسم بھی شامل ہو تو اس کی حرمت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے لیکن اگر ضرورت یا مصلحت راجحہ کی وجہ سے جھوٹی قسم کھانی پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت عقبہ بن ابی معیط سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے مابین صلح کرا دیتا ہے' وہ بہتر بات کہتا ہے اور اچھی بات کی خبر دیتا ہے۔" ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نہیں سنا کہ جسے لوگ جھوٹ کہتے ہیں' اس میں آپ نے تین صورتوں کے سوا اور کسی صورت میں اس کی اجازت دی ہو اور وہ تین صورتیں یہ ہیں (۱) لوگوں میں صلح کرانا (۲) جنگ کے موقعہ پر اور (۳) شوہر کی اپنی بیوی سے اور بیوی کی اپنے شوہر سے گفتگو (صحیح مسلم) مثلاً لوگوں میں صلح کی خاطر ایک آدمی اگر یوں کہے کہ اللہ کی قسم! تمہارے ساتھی صلح کو پسند کرتے اور وہ چاہتے ہیں کہ اتفاق ہو اور اسی طرح دوسروں کے پاس جا کر بھی اسی قسم کی بات کرے اور مقصد نیک اور لوگوں میں صلح کرانا ہو تو اس

میں مذکورہ حدیث کے پیش نظر کوئی حرج نہیں' اسی طرح اگر وہ دیکھے کہ ایک انسان کسی کو ازراہ ظلم قتل کرنا چاہتا ہے یا اس پر کوئی اور ظلم ڈھانا چاہتا ہے اور وہ یہ کہہ کر اسے اس ظالم سے بچالے کہ اللہ کی قسم! یہ میرا بھائی ہے جب کہ وہ اسے ناحق قتل کرنا یا اسے ناحق مارنا چاہتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ اسے اپنا بھائی کہنے سے وہ ظالم اس کے احترام کی وجہ سے اسے چھوڑ دے گا تو اس طرح کی صورت میں اپنے مسلمان بھائی کو ظلم سے بچانے کی مصلحت کے پیش نظر جھوٹی قسم کھانا واجب ہے۔ مقصود کلام یہ ہے کہ جھوٹی قسموں کے بارے میں اصل تو یہ ہے کہ اس کی ممانعت ہے اور جھوٹی قسم کھانا حرام ہے لیکن اگر اس میں جھوٹ کی نسبت کوئی بڑی مصلحت ہو جیسا کہ سابقہ حدیث میں مذکور تین صورتیں ہیں تو پھر جھوٹی قسم کھانے کی اجازت ہے۔

کیا شرک اصغر سے انسان ملت سے خارج ہو جاتا ہے

سوال کیا شرک اصغر سے انسان ملت سے خارج ہو جاتا ہے؟

جواب شرک اصغر' انسان کو ملت سے خارج تو نہیں کرتا لیکن اس سے ایمان میں کمی ہو جاتی ہے اور یہ کمال توحید واجب کے منافی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ریاکاری کے لئے تلاوت یا صدقہ یا اس طرح کا کوئی عمل کرے تو اس کے ایمان میں کمی اور ضعف پیدا ہو جائے گا اور وہ ریاکاری کی وجہ سے گناہ گار ہو گا لیکن اس کی وجہ سے اسے کفر اکبر کا مرتکب قرار نہیں دیا جائے گا۔

وجادلھم.... کی ضمیر کا مرجع

سوال ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ ﴾ (النحل ۱۶/ ۱۲۵)

"(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث (مناظرہ) کرو۔"

میں وجادلھم کی ضمیر کا مرجع کون لوگ ہیں؟

جواب اس ضمیر کا مرجع مدعوین (وہ لوگ جن کو دعوت دی جا رہی ہو) ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور "وجادلھم" کی ضمیر کا مرجع مدعوین ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر' اس کی مثال حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ۞ وَلَا تُجَٰدِلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ ﴾ (العنکبوت۲۹/ ۴۶)

"اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریقے سے کہ نہایت اچھا ہو۔"

اہل کتاب سے مراد کفار یہود ونصاری ہیں' ان سے جھگڑا جائز نہیں مگر ایسے طریق سے جو بہت اچھا ہو۔ ہاں البتہ ان میں سے جو ظالم ہوں تو ان کے ساتھ معاملہ اسی طرح ہو گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔

توحید کا اقرار کرنا لیکن واجبات ادا کرنے میں کوتاہی

سوال اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا تو قائل ہے لیکن بعض واجبات کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے؟

جواب ایسے شخص کا ایمان ناقص ہو گا' اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بعض کام کرتا ہے تو اہل سنت و الجماعت کے نزدیک اس کے ایمان میں بھی کمی واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک ایمان' قول و عمل اور عقیدہ کا نام ہے اور اطاعت کے ساتھ اس میں اضافہ اور معصیت کے ساتھ کمی واقع ہوتی ہے' مثلاً اگر کوئی شخص بغیر عذر کے رمضان کے سارے یا کچھ روزے ترک کر دیتا ہے تو یہ بہت بڑی معصیت ہے جو ایمان کو ناقص اور کمزور بنا دیتی ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک آدمی اس سے کافر ہو جاتا ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جو روزے کے وجوب کا اقرار کرلے اور کاہلی و سستی کی وجہ سے کچھ روزے چھوڑ دے تو اس سے وہ کافر نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ کے بروقت ادا کرنے میں کوتاہی کی یا زکوٰۃ کو ترک کر دیا تو یہ بھی بہت بڑی معصیت ہو گی جو کہ ضعیف ایمان کا موجب ہو گی۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ترک زکوٰۃ سے انسان کافر ہو جاتا ہے' اسی طرح اگر کسی نے قطع رحمی کی یا اپنے والدین کی نافرمانی کی تو اس سے بھی ایمان میں نقص اور ضعف پیدا ہو گا اسی طرح دیگر تمام معصیتیں (نافرمانیاں) بھی ایمان میں ضعف اور نقص کا موجب ثابت ہوتی ہیں۔

اسی طرح ترک نماز بھی ایمان کے منافی اور موجب ارتداد ہے خواہ اس کے وجوب کا انکار نہ بھی کیا جائے' چنانچہ اس مسئلہ میں علماء کے دو اقوال میں سے صحیح ترین قول یہی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اصل معاملہ تو اسلام ہے' اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان عہد نماز کا ہے' جس نے اسے ترک کر دیا' وہ کافر ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تارک نماز کافر ہے۔

ادیان باطلہ بھی دین ہیں

سوال ۴ صفر ۱۴۰۳ھ کی جمعہ کی شام کو ٹیلی ویژن نے اپنا پروگرام "عالم فطرت" ٹیلی کاسٹ کیا جسے ابراہیم راشد پیش کرتے ہیں' اس پروگرام کی یہ قسط ہندوستان کے بارے میں تھی۔ اس پروگرام کے آغاز میں میزبان نے کہا کہ یہ بالکل بجا ہے کہ ہندوستان مختلف ادیان کا وطن ہے۔ چنانچہ اس میں ہندومت' بدھ مت اور سکھ دھرم........ میں اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ دین جنہیں پروگرام کے میزبان نے ادیان کہا کیا یہ واقعی ادیان ہیں؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اور بھیجے ہوئے دین ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کو مفاہیم کی تصحیح کی توفیق بخشے؟

جواب ہر وہ طریقہ جسے لوگوں نے دین و عبادت کے لئے اختیار کر رکھا ہو اس کا نام دین ہے خواہ وہ بدھ مت' بت پرستی' یہودیت' ہندومت اور نصرانیت کی طرح باطل ہی کیوں نہ ہو' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ (الکافرون۱۰۹/ ۶)

"تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔" (یعنی تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر)

اس میں بتوں کے پجاریوں کے طریقے کو بھی دین کہا گیا ہے' جب کہ دین حق صرف اسلام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران۳/ ۱۹)

"تحقیق اسلام ہی اللہ کے نزدیک دین حق ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾ (آل عمران۳/ ۸۵)

"اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾ (المائدۃ۵/ ۳)

"آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔"

اسلام اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کی عبادت کا نام ہے یعنی تمام ماسوا اللہ کی بجائے صرف اور صرف اسی کی عبادت کی جائے' اس کے اوامر کی اطاعت بجالائی جائے' اس کے نواہی کو ترک کر دیا جائے' اس کی حدود کی پاسداری کی جائے' ہر اس چیز کے ساتھ ایمان لایا جائے جس کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے۔ ادیان باطلہ میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے اور نہ پسندیدہ ہے بلکہ یہ سب ایجاد بندہ اور غیر منزل ہیں۔ جب کہ اسلام اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کا دین ہے اور ہاں البتہ ان کی شریعتوں میں قدرے اختلاف رہا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ (المائدۃ۵/ ٤٨)

"ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔"

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا شرک ہے

سوال میرے خاندان میں ابھی تک یہ رسم چلی آ رہی ہے کہ وہ اولیاء صالحین کی قبروں پر تقرب حاصل کرنے کے لئے بکریوں کو ذبح کرتے ہیں' میں نے انہیں اس سے منع کیا ہے تو اس سے ان کے عناد میں اضافہ ہی ہوا ہے' میں نے ان سے کہا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے تو انہوں نے کہا کہ "ہم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرتے ہیں جس طرح اس کی عبادت کا حق ہے اور اگر ہم اس کے اولیاء کی زیارت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہوئے یہ کہیں کہ اے اللہ! بحق فلاں ولی ہمیں شفاء دے یا ہماری فلاں مصیبت کو دور کر دے' تو اس میں کیا گناہ ہے؟" میں نے کہا کہ ہمارے دین میں اس طرح کے کسی واسطہ کا کوئی تصور نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو۔ آپ کی رائے میں ان لوگوں کے علاج کے لئے کیا تدبیر مناسب ہو سکتی ہے' میں ان کے حوالے سے کیا کروں' بدعت کے خلاف کس طرح لڑائی کروں؟ امید ہے رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں گے!

جواب کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں یہ بات معلوم ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقرب حاصل کرنا خواہ غیر اللہ کا تعلق اولیاء سے ہو یا جنوں سے یا بتوں سے یا دیگر مخلوقات سے' یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور جاہلیت و مشرکین کے اعمال میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِى وَنُسُكِى وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِى لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ

ٱلْمُسْلِمِينَ﴾ (الأنعام٦/ ١٦٢-١٦٣)

"(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔"۔

"نسک" کے معنی ذبح کرنے کے ہیں' اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ غیراللہ کے نام پر ذبح کرنا بھی اللہ کے ساتھ شرک ہے جس طرح غیراللہ کے لئے نماز پڑھنا شرک ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ﴾ (الکوثر١٠٨/ ١-٢)

"(اے محمد! ﷺ) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔"

اس سورہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ رب کے لئے نماز پڑھیں اور اسی کے لئے قربانی کریں جب کہ اس کے برعکس اہل شرک غیراللہ کو سجدہ کرتے اور غیراللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ (الإسراء١٧/ ٢٣)

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ (البینة٩٨/ ٥)

"اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں اور یک سو ہو کر....."

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ذبح کرنا عبادت ہے لہٰذا واجب ہے کہ یہ عبادت بھی صرف اللہ وحدہ کے لئے اخلاص کے ساتھ سرانجام دی جائے۔ صحیح مسلم میں امیرالمومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو غیراللہ کے لئے ذبح کرے۔"

قائل کا جو یہ قول ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے بحق اولیاء یا بجاہ اولیاء یا بحق نبی یا بجاہ نبی سوال کرتا ہوں تو یہ اگرچہ شرک نہیں لیکن جمہور اہل علم کے نزدیک یہ بدعت اور وسائل شرک میں سے ضرور ہے کیونکہ دعا ایک عبادت ہے اور اس کی کیفیت توقیفی امور میں سے ہے اور یہ ہمارے نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں جو مخلوق میں سے کسی ایک کے حق یا جاہ کے ساتھ وسیلہ کے جواز پر دلالت کناں ہوں۔ لہٰذا مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ وسیلہ کی کوئی ایسی صورت اختیار کرے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہ دی ہو' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَٰٓؤُا۟ شَرَعُوا۟ لَهُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنۢ بِهِ ٱللَّهُ ﴾ (الشوریٰ٤٢/ ٢١)

"کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس نے ہمارے اس امر(دین) میں کوئی ایسی نئی بات پیدا کی جو اس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے" اس کی صحت متفق علیہ ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے جسے امام بخاری نے صحیح میں تعلیقاً مگر صیغۂ جزم کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے" یعنی عمل کرنے والے کا عمل مقبول نہیں ہو گا۔ لہٰذا اہل اسلام پر واجب ہے کہ صرف اسی کی پابندی کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اس سے اجتناب کریں جسے بطور بدعت لوگوں نے ایجاد کیا ہو۔ وسیلہ کی شرعی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات' اس

کی توحید' اعمال صالحہ' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ایمان' اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اس طرح کے دیگر نیکی و خیر کے اعمال کا وسیلہ اختیار کیا جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

ان تصویروں کا حکم جنہیں گھروں میں آرائش کے لئے لگایا جاتا ہے

سوال ان تصویروں کا کیا حکم ہے' جنہیں گھروں میں عبادت کے لئے نہیں بلکہ صرف آرائش و زیبائش کے لئے لٹکایا جاتا ہے؟

جواب گھروں' دفتروں اور ڈرائنگ رومز میں تصویروں اور حنوط شدوں جانوروں کو سجانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ ان احادیث کے عموم کے پیش نظر جائز نہیں ہے' جو گھروں وغیرہ میں تصویروں اور مورتیوں کے لٹکانے کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا وسیلہ ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ایک تو اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کی مشابہت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ بھی اس میں مشابہت ہے۔ حنوط شدہ جانورں کے استعمال میں مال کا ضیاع اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ مشابہت ہے اور پھر اس سے مصور تصویروں کے لٹکانے کا دروازہ بھی کھلتا ہے اور ہماری اسلامی شریعت جو ایک کامل ترین شریعت ہے' نے ان اسباب و ذرائع کو بھی بند کرنے کا حکم دیا ہے جو شرک یا معاصی تک پہنچانے والے ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اپنے زمانہ کے پانچ نیک لوگوں کی تصویریں بنانے اور اپنی مجلسوں میں انہیں لٹکانے کی وجہ سے شرک میں مبتلا ہو گئی تھی جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں بیان فرمایا ہے کہ:

﴿ وَقَالُوا۟ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا۟ كَثِيرًا ﴾

(نوح ۷۱/ ۲۳-۲٤)

"اور انہوں نے کہا اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ود اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا (پروردگار) انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔"

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ "جو تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو اسے برابر کر دو۔" (صحیح مسلم) اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "روز قیامت سب سے سخت عذاب مصوروں کو ہو گا" اور بھی بہت سی احادیث ہیں' واللہ ولی التوفیق۔

تصویریں لٹکانے کا حکم

سوال گھروں وغیرہ میں تصویریں لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کا حکم یہ ہے کہ تصویریں اگر انسان یا دیگر ذی روح چیزوں کی ہوں تو حرام ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "جو تصویر دیکھو اسے مٹا دو اور جو اونچی قبر دیکھو' اسے برابر کر دو۔" (صحیح مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر کے صحن کے سامنے ایک ایسا پردہ لٹکا دیا تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں' جب نبی اکرم ﷺ نے اسے دیکھا تو پھاڑ دیا۔ آپ کے چہرہ اقدس کا رنگ بدل گیا اور فرمایا "عائشہ! ان تصویروں کے بنانے والوں کو روز قیامت عذاب ہو گا اور کہا جائے گا کہ ان میں جان ڈالو جن کو تم نے تخلیق کیا ہے۔" (صحیح مسلم) ہاں البتہ تصویر اگر فرش پر ہو کہ اسے حقیر سمجھا جاتا ہو یا تکیہ پر ہو کہ اس پر ٹیک لگائی جاتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ جبرائیل نے آپ کے پاس آنے کا وعدہ کیا تھا تو وہ حسب وعدہ آئے لیکن آپ کے گھر میں داخل نہ ہوئے تو نبی کریم ﷺ

نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ گھر میں تصویر ہے' پردے میں تصویریں بنی ہوئی ہیں نیز گھر میں کتا بھی ہے تو جبرائیل نے کہا کہ تصویر کے سر کو کاٹ دیا جائے' پردے کے بارے میں جبرائیل نے کہا کہ اسے پھاڑ کر اس کے دو ایسے تکیے بنا لئے جائیں جنہیں پاؤں تلے پامال کیا جائے اور کتے کے بارے میں کہا کہ اسے گھر سے باہر نکال دیا جائے' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اسی طرح کیا تو جبرائیل علیہ السلام کاشانہ نبوت میں داخل ہوئے۔" اس حدیث کو امام نسائی اور کئی دیگر محدثین نے مضبوط سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حدیث میں ہے کہ کتے کا یہ بچہ حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا تھا جو گھر کے سامان وغیرہ کے نیچے تھا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔" (متفق علیہ) حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر اگر فرش یا بچھونے وغیرہ میں ہو تو یہ دخول ملائکہ سے رکاوٹ نہیں بنتی' اسی طرح حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مذکورہ پردے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تکیہ بنا لیا تھا جس کے ساتھ نبی کریم ﷺ ٹیک لگایا کرتے تھے۔

حدیث (إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ) اور (مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمْ) میں تطبیق

سوال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "دم تعویذ اور جادو وغیرہ شرک ہے۔" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میرے ایک خالو بچھو کے ڈسے ہوئے کو دم کرتے تھے' رسول اللہ ﷺ نے جب دم سے منع فرمایا تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے اور میں بچھو کے ڈسنے سے دم کرتا ہوں۔" تو آپ نے فرمایا "تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو اسے ضرور فائدہ پہنچانا چاہئے۔" تو دم کے موضوع سے متعلق ان جواز و عدم جواز کی احادیث میں تطبیق کس طرح ہو گی؟ نیز اگر بیماری میں مبتلا کسی انسان کے سینہ پر قرآنی آیات پر مشتمل تعویذ لٹکا دیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب جس دم سے منع کیا گیا ہے' اس سے مراد وہ دم ہے جس میں شرک ہو یا غیراللہ کا وسیلہ ہو یا ایسے مجہول الفاظ ہوں جن کے معنی معلوم نہ ہوں اور جو دم ان باتوں سے پاک ہوں وہ شرعاً جائز ہیں اور شفا کے عظیم اسباب میں سے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "دم کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شرکیہ نہ ہو۔" نیز آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو تو اسے ضرور فائدہ پہنچانا چاہئے۔" ان دونوں احادیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح میں بیان فرمایا ہے نیز رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "دم صرف نظربد اور بخار کے لئے ہوتا ہے۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ جس قدر ان دو چیزوں کے لئے دم زیادہ مناسب اور موجب شفا ہے' کسی اور چیز کے لئے نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خود دم کیا بھی ہے اور آپ نے کروایا بھی ہے۔

بیماروں یا بچوں پر دم کا لٹکانا جائز نہیں کہ لٹکائے ہوئے دم کو تمائم (تعویذ)' حروز (تعویذ) اور جوامع کہا جاتا ہے اور ان کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ حرام اور اقسام شرک میں سے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو تعویذ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پورا نہ کرے اور جو سیپی لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کا کام پورا نہ کرے۔" نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔" نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "دم' تعویذ اور جادو وغیرہ شرک ہیں۔"

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تعویذ اگر قرآنی آیات یا مباح دعاؤں پر مشتمل ہوں تو جائز ہیں یا حرام؟ صحیح بات یہ ہے کہ اس صورت میں بھی تعویذ حرام ہیں اور اس کے دو سبب ہیں (۱) احادیث مذکورہ کا عموم ہر طرح کے تعویذوں کو شامل ہے' خواہ وہ قرآنی ہوں یا غیر قرآنی (۲) ذریعہ شرک کو روکنے کا تقاضا ہے کہ یہ بھی حرام ہوں کہ اگر قرآنی تعویذوں کو جائز قرار دیا جائے تو ان کے ساتھ دیگر تعویذ بھی خلط ملط ہو جائیں گے' معاملہ مشتبہ ہو جائے گا اور ان تمام تعویذوں کے لٹکانے سے شرک کا دروازہ کھل جائے گا۔ یاد رہے کہ شریعت کا ایک عظیم ترین قاعدہ یہ بھی ہے کہ ان تمام اسباب و وسائل کو بھی بند کر دیا جائے جو شرک اور معاصی تک پہنچانے والے ہوں۔ واللہ ولی التوفیق!

سوال کچھ لوگ اپنے بقول طب عوامی سے علاج کرتے ہیں' جب کوئی ان میں سے کسی ایک طبیب کے پاس جاتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنا اور اپنی والدہ کا نام لکھو اور کل ہمارے پاس آؤ' اگلے روز جب کوئی ان کے پاس جاتا ہے تو وہ بتاتے ہیں کہ تجھے فلاں بیماری ہے اور اس کا یہ علاج ہے ..... ان میں سے ایک طبیب یہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ علاج کے لئے کلام الٰہی کو استعمال کرتا ہے تو ان لوگوں اور ان کے پاس جانے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب جو شخص علاج کے لئے اس مذکورہ بالا طریقے کو استعمال کرتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ علاج کے لئے جنوں سے مدد لیتا ہے اور علم غیب جاننے کا دعوی کرتا ہے لہٰذا اس کے پاس جانا' اس سے کچھ پوچھنا اور اس سے علاج کروانا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ "جو کوئی کسی نجومی کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہ ہو گی۔" (صحیح مسلم)

اسی طرح اور بھی بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کاہنوں' نجومیوں اور جادوگروں کے پاس جانے' ان سے سوال کرنے اور ان کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے' چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو وہ اس دین و شریعت کے ساتھ کفر کرتا ہے' جسے محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔" ہر وہ شخص جو کنکریوں یا گھونگھوں کے استعمال سے یا زمین پر لکیریں کھینچ کر یا مریض سے اس کے' اس کی ماں یا اس کے قریبی رشتہ داروں کے نام معلوم کر کے اس کی بیماری یا علاج وغیرہ کے بارے میں بتاتا ہے' تو نبی ﷺ نے اس سے سوال پوچھنے اور اس کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ان لوگوں کے پاس جانے' ان سے سوال کرنے اور ان سے علاج کرانے سے اجتناب کرنا واجب ہے خواہ یہ اس بات کا دعوی ہی کیوں نہ کریں کہ وہ قرآن سے علاج کرتے ہیں کیونکہ باطل پرست لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ دجل و فریب سے کام لیتے ہیں لہٰذا ان کی باتوں کی تصدیق کرنا جائز نہیں۔ واجب ہے کہ اگر کوئی ایسے کسی شخص کو جانتا ہو تو وہ اپنے شہر کے قاضی یا امیر یا دیگر حکمرانوں کے پاس اس کی شکایت کرے تاکہ اس کے بارے میں حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کیا جائے اور مسلمان اس کے شر سے' اس کے فساد سے اور اس کے باطل طریقے سے مال کھانے سے محفوظ رہ سکیں۔

وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ

قبر پر میت کا نام اور بعض دعائیں وغیرہ لکھنا

سوال میں نے اپنے ہاں بعض قبروں پر سیمنٹ کی بنی ہوئی تختیاں لگی ہوئی دیکھی ہیں جن کا طول ایک میٹر اور عرض نصف میٹر ہے اور ان پر میت کا نام' تاریخ وفات اور اس طرح کے بعض دعائیہ جملے لکھے ہوئے ہیں کہ "اے اللہ فلاں بن

فلاں پر رحم فرما..... " تو اس طرح کے کام کا کیا حکم ہے؟

جواب قبروں پر عمارتیں بنانا جائز نہیں ہے' نہ سیمنٹ کے ساتھ اور نہ کسی اور چیز کے ساتھ اور نہ ان پر کچھ لکھنا ہی جائز ہے کیونکہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر عمارت بنانے اور ان پر لکھنے سے منع فرمایا ہے' چنانچہ امام مسلمؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر کو چونا گچ کیا جائے' اس پر بیٹھا جائے اور اس پر عمارت بنائی جائے۔" اس حدیث کو امام ترمذی اور کئی دیگر محدثین نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "آپ ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے منع فرمایا" کیونکہ یہ غلو کی ایک قسم ہے' لہٰذا اس سے منع کرنا واجب ہے۔ یہ تحریر بسا اوقات غلو کی اس حد تک پہنچا دیتی ہے جس کا انجام بدترین اور کئی شرعی ممانعتوں پر مبنی ہوتا ہے بلکہ صحیح صورت یہ ہے کہ قبر کی اپنی مٹی کو اس پر ڈال دیا جائے اور قریباً ایک بالشت تک اونچی کی جائے تاکہ معلوم ہو کہ یہ قبر ہے۔ قبروں کے سلسلہ میں یہی وہ سنت ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا عمل رہا' قبروں پر مسجدیں بنانا' قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبے بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔" (متفق علیہ)

صحیح مسلم میں حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اسی طرح مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور اگر میں امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ خبردار! آگاہ رہو کہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں پر مسجدیں بناتے رہے لیکن خبردار تم قبروں پر مسجدیں نہ بنانا' میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔" اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

قبروں پر لکھنے کا حکم

سوال کیا میت کی قبر پر لوہے یا سیمنٹ کی پلیٹ نصب کر کے اس پر قرآنی آیات اور میت کا نام اور اس کی تاریخ وفات وغیرہ لکھنا جائز ہے؟

جواب میت کی قبر پر لکھنا جائز نہیں' نہ قرآنی آیات اور نہ کچھ اور لوہے کی پلیٹ نصب کرنا جائز ہے اور نہ پتھر وغیرہ کی' کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ "نبی ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے' اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے" اس حدیث کو امام مسلم نے "صحیح" بیان فرمایا ہے۔ ترمذی اور نسائی میں صحیح سند کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں کہ "آپ نے قبر پر لکھنے سے بھی منع فرمایا۔"

رسول اللہ ﷺ کی قبر کو مسجد نبوی میں داخل کرنے کی حکمت

سوال یہ تو معلوم ہے کہ مسجدوں میں مُردوں کو دفن کرنا جائز نہیں اور جس مسجد میں قبر ہو اس میں نماز جائز نہیں تو سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور بعض صحابہ کرام کی قبروں کے مسجد نبوی میں داخل کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب حدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا تھا۔" (متفق علیہ) اسی طرح یہ بھی صحیح حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' کہ حضرت ام سلمہ و ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک گرجا کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا' انہوں

نے بتایا کہ اس میں تصویریں بھی بنی ہوئی تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ان لوگوں میں سے جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور پھر اس میں تصویریں بھی بنا لیتے' اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ساری مخلوق سے بدترین شمار ہوں گے۔" (متفق علیہ) امام مسلم نے "صحیح" میں حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی طرح اپنا خلیل بنا لیا ہے جس طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنا لیا تھا' اگر میں امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔ خبردار! آگاہ رہو کہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور ولیوں کی قبروں پر مسجدیں بنا لیتے تھے لیکن خبردار! تم قبروں پر مسجدیں نہ بنانا' میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔"

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبر کو چونا گچ کرنے' اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے' یہ اور ان کے ہم معنی دیگر احادیث صحیحہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا حرام ہے' ایسا کرنے والے پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ یہ احادیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ قبروں پر عمارتیں بنانا' قبے بنانا اور قبروں کو پختہ بنانا بھی حرام ہے کیونکہ یہ شرک اور اللہ تعالیٰ کے سوا اصحاب قبور کی عبادت کا سبب ہے' جیسا کہ قدیم و جدید دور کے واقعات اس بات کے شاہد ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں پر یہ واجب ہے خواہ وہ دنیا بھر میں کہیں بھی رہ رہے ہوں اس سے اجتناب کریں جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس بات سے فریب خوردہ نہ ہوں کہ بہت سے لوگ کیا کر رہے ہیں کیونکہ حق تو مومن کی متاع گم شدہ ہے' وہ اسے جب بھی پا لیتا ہے تو اسے حاصل کر لیتا ہے اور پھر حق معلوم کرنے کے لئے معیار کتاب و سنت ہے' لوگوں کے آراء و اعمال معیار نہیں ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صاحبین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تدفین مسجد نبوی میں نہیں ہوئی تھی بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہوئی تھی لیکن جب ولید بن عبدالملک کے عہد میں مسجد نبوی میں توسیع کی گئی تو پہلی صدی کے آخر میں حجرہ کو مسجد میں داخل کر دیا گیا لہٰذا ولید کے اس عمل کو مسجد میں تدفین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صاحبین رضی اللہ عنہما کو ارض مسجد کی طرف منتقل نہیں کیا گیا بلکہ توسیع کے پیش نظر حجرہ کو مسجد میں شامل کیا گیا تھا لہٰذا کسی کے لئے یہ عمل قبروں پر عمارتیں بنانے یا قبروں پر مسجدیں بنانے یا مسجدوں میں دفن کرنے کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ ان صحیح احادیث میں ان تمام امور کی ممانعت ہے جو میں نے ابھی ذکر کی ہیں اور ولید کا عمل جو رسول اللہ ﷺ کی ثابت شدہ سنت کے خلاف ہو' حجت نہیں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

میں نے بیوی سے کہا "اگر میں دوسری شادی نہ کروں تو' دین اسلام سے بری ہوں گا

سوال میرا اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑا تھا تو ان ناخوش گوار تعلقات کے باعث' جن کا سبب بچے کا پیدا نہ ہونا تھا' میں نے غصے کی حالت میں مگر کامل عقل و شعور کے ساتھ اپنی بیوی سے یہ کہہ دیا کہ اگر میں دوسری شادی نہ کروں تو میں دین اسلام سے بری ہوں گا لیکن اس کے بعد ہمارے تعلقات خوش گوار ہو گئے' بیوی حاملہ بھی ہو گئی اور میں نے دوسری شادی کا ارادہ ترک کر دیا' سوال یہ ہے کہ اس قسم کا کفارہ کیا ہو گا؟

جواب یہ ایک بے ہودہ بات ہے' مسلمان کے لئے اس طرح کی قسم کھانا جائز نہیں ہے' نہ اس طرح کے الفاظ ہی زبان پر

حرام کردہ امور کو حرام سمجھے' فرائض کے ادا کرنے میں کوشش کرے اور اگر کوئی لغزش ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی اور پکی (پختہ) توبہ کرے۔

عالم شباب میں ارکان اسلام کی پابندی اور گناہوں کا ارتکاب

سوال ایک نوجوان اسلام کے ارکان خمسہ کی تو اس طرح پابندی کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ بعض گناہوں کا ارتکاب بھی کرتا ہے یعنی اس نے واجبات و منہیات کو یکجا کر رکھا ہے تو اس شخص کے بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب توبہ کا دروازہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک کھلا ہے لہٰذا ہر کافر اور گناہگار کو چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خالص توبہ کر لے اور وہ اس طرح کہ ماضی میں جو کفر و معصیت کا ارتکاب ہوا' اس پر ندامت کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف اور تعظیم کی وجہ سے اسے فوراً ترک کر دے اور یہ عزم صادق کر لے کہ آئندہ اس کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ جب آدمی اس طرح توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ تمام سابقہ گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور ٢٤/ ٣١)

"اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَإِنِّى لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَـٰلِحًا ثُمَّ ٱهْتَدَىٰ ﴾ (طہٰ ٢٠/ ٨٢)

"اور جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے' عمل نیک کرے' پھر سیدھے راستے پر چلے' اس کو میں ضرور بخش دینے والا ہوں۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور توبہ بھی پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔" مسلمان کے حق میں توبہ کی تکمیل اس طرح ہوتی ہے کہ ظلم سے اگر کسی کا حق چھینا ہے تو اسے واپس لوٹائے یا اس سے معاف کروائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "اگر کسی نے اپنے بھائی کی کوئی چیز ظلم سے حاصل کی ہو تو اس سے آج ہی معاف کروا لے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں انسان کے پاس کوئی دینار یا درہم نہ ہو گا۔ اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی برائیوں کو اس پر لاد دیا جائے گا۔" (بخاری) اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں۔

قیامت کا قائم ہونا

سوال ہم اکثر یہ سنتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک ساری زمین پر اسلام نہ پھیل جائے اور دوسری طرف ہم یہ بھی سنتے ہیں کہ قیامت اس وقت قائم ہو گی جب روئے زمین پر کوئی لاالہ الااللہ کہنے والا نہ ہو گا' تو ان دونوں باتوں میں کس طرح تطبیق ہو گی؟

جواب یہ دونوں باتیں صحیح ہیں' چنانچہ صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "قیامت قائم نہ ہو گی حتیٰ کہ عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوں گے' وہ دجال کو قتل کریں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' صلیب کو توڑ دیں گے' مال کی کثرت ہو جائے گی' وہ جزیہ ختم کر دیں گے اور صرف اسلام قبول کریں گے یا تلوار۔ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ

اسلام کے سوا دیگر تمام ادیان کو ختم کر دے گا اور سجدہ صرف اللہ وحدہ ہی کے لئے ہو گا۔" تو ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں ساری زمین پر اسلام کی حکمرانی ہو گی اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا دین باقی نہ رہے گا۔

اسی طرح نبی ﷺ کی یہ احادیث بھی تواتر سے ثابت ہیں کہ قیامت بدترین قسم کے لوگوں پر قائم ہو گی۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن مردوعورت کی روح کو قبض کرے گی اور اس کے بعد صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جن پر قیامت برپا ہو گی۔

نفسیاتی بیماری اور دین

سوال ہمارے شہر میں ایک متدین شخص ایک نفسیاتی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے تو بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دین کی وجہ سے یہ شخص اس بیماری میں مبتلا ہوا ہے' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے اپنی داڑھی منڈوا دی اور اب نماز بھی اس طرح باقاعدگی سے نہیں پڑھتا جس طرح پہلے پڑھا کرتا تھا' تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ وہ شخص دین میں رسوخ اور احکام دین پر پابندی سے عمل کرنے کی وجہ سے بیمار ہوا' کیا اس طرح کی بات کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا؟

جواب دین کو مضبوطی سے تھامنا کسی مرض کا سبب نہیں بن سکتا بلکہ دین تو دنیا و آخرت کی ہر خیروبھلائی کا سرچشمہ ہے۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بے وقوف لوگوں کی اس قسم کی باتوں کو صحیح مانے اور نہ یہ جائز ہے کہ ان لوگوں کی باتوں کی وجہ سے داڑھی منڈوا یا کٹوا دے یا نماز باجماعت ادا کرنا ترک کر دے۔ بلکہ واجب یہ ہے کہ استقامت کے ساتھ حق پر قائم رہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے غضب و عذاب سے ڈرتے ہوئے ہر اس چیز سے اجتناب کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدۡخِلۡهُ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَاۚ وَذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ۝١٣ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَٰلِدٗا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٞ مُّهِينٞ ﴾ (النساء٤/ ١٣ـ١٤)

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمان برداری کرے گا' اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے نکل جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت کا عذاب ہو گا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ۝٢ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُۚ ﴾ (الطلاق٦٥/ ٢ـ٣)

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا' وہ اس کے لئے (رنج و محن سے) مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مِنْ أَمْرِهِۦ يُسْرًا ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا۔"

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس متدین شخص کو دین کی وجہ سے بیماری لاحق ہوئی ہے تو وہ جاہل ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس کی اس بات کی تردید کی جائے اور اسے بتایا جائے کہ دین تو سراپا خیر ہے' کسی مسلمان کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ واللہ ولی التوفیق!

آیت ﴿ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ﴾ میں ورود سے کیا مراد ہے

سوال سورہ مریم کی آیت ۷۱' ۷۲ اس طرح ہے:

﴿ وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوا۟ وَّنَذَرُ ٱلظَّـٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴾ (مریم ۱۹/ ۷۱-۷۲)

"اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر گزرنا ہو گا' یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔ پھر ہم پرہیز گاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔"

میں اس آیت کریمہ' خاص طور پر "ورود" کے معنی معلوم کرنا چاہتا ہوں' میں نے ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ کی کتاب "التخویف من النار" میں پڑھا ہے کہ آئمہ کا "ورود" کے معنی کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ تو سوال یہ ہے کیا اس کے معنی جہنم کی آگ میں داخل ہونے کے ہیں کہ ایک بار تو مومن اور کافر سب جہنم میں داخل ہوں گے اور پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو جہنم کی آگ سے نجات عطا فرما دے گا یا اس سے مقصود اس پل صراط پر سے گزرنا ہے جو تلوار کی دھار سے باریک ہے اور جس سے پہلا گروہ بجلی کی طرح' دوسرا گروہ ہوا کی طرح' تیسرا گروہ عمدہ گھوڑے کی طرح' چوتھا گروہ اعلیٰ درجہ کے اونٹ اور دیگر جانوروں کی رفتار سے گزر جائے گا اور فرشتے اس وقت کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ! سلامت رکھنا' اے اللہ! سلامت رکھنا؟

جواب رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ اس ورود سے مراد اس پل صراط سے گزرنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جہنم کی چھت پر نصب فرمایا ہے --- اللہ تعالیٰ ہمیں اور سب مسلمانوں کو جہنم سے بچائے --- اور جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے لوگ اپنے اعمال کے مطابق اس سے گزر جائیں گے۔

جہالت کی وجہ سے کون معذور سمجھا جائے گا

سوال وہ کون لوگ ہیں جنہیں جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا یعنی کیا امور فقیہ میں جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا یا عقیدہ اور توحید کے بارے میں بھی جہالت کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا؟ اس حوالہ سے حضرات علماء کرام پر کیا فرض عائد ہوتا ہے؟

جواب جہالت کا دعویٰ اور اس کی وجہ سے عذر ایک تفصیل طلب مسئلہ ہے۔ جہالت کی وجہ سے ہر شخص کو معذور قرار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ امور جنہیں اسلام نے پیش کیا' رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے بیان فرمایا' کتاب اللہ نے ان کی وضاحت فرمائی اور مسلمانوں میں یہ امور پھیل گئے تو ان کے بارے میں یہ دعویٰ بالکل قابل قبول نہیں ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ آپ (ﷺ) لوگوں کے سامنے دین کی وضاحت اور

تشریح فرما دیں' چنانچہ آپ نے نہایت وضاحت کے ساتھ دین کی تبلیغ فرمائی اور دین کی حقیقت کو امت کے سامنے نہایت کھول کھول کر بیان فرما دیا اور دین سے متعلق ہر چیز کو نہایت شرح و بسط سے بیان فرما دیا اور امت کو ایسی روشن اور منور شریعت دی جس کی راتیں بھی دنوں کی طرح جگمگاتی ہیں اور کتاب اللہ سراپا ہدایت و نور ہے' لہٰذا اگر کچھ لوگ ان امور کے بارے میں جہالت کا دعویٰ کریں جو بالضرور دین سے معلوم ہیں اور مسلمانوں میں وہ پھیل چکے ہیں مثلاً کوئی شرک اور غیر اللہ کی عبادت کے بارے میں جہالت کا دعویٰ کرے یا یہ دعویٰ کرے کہ نماز واجب نہیں ہے یا رمضان کے روزے واجب نہیں ہیں یا زکوٰۃ واجب نہیں ہے یا استطاعت کے ہوتے ہوئے بھی حج واجب نہیں ہے تو اس طرح کا کوئی دعویٰ بھی قابل قبول نہ ہو گا کیونکہ یہ تمام امور مسلمانوں کو معلوم ہیں اور دین اسلام سے یہ ضروری طور پر معلوم ہیں اور مسلمانوں میں یہ امور عام ہو چکے ہیں لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں جہالت کا دعویٰ قابل قبول نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ ان امور سے جاہل ہے جسے مشرکین قبروں اور بتوں کے پاس کرتے ہیں یعنی مُردوں کو پکارتے' ان سے استغاثہ کرتے' ان کے نام پر ذبح کرتے اور ان کی نذر مانتے ہیں یا مردوں' بتوں' جنوں' فرشتوں یا نبیوں سے شفا یا دشمنوں کے خلاف مدد مانگتے ہیں تو ان میں سے ہر ہر امر کے بارے میں ضروری طور پر دین سے یہ بات معلوم ہے کہ یہ شرک اکبر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے اور اس کے رسول ﷺ نے بھی اسے صاف صاف بیان فرما دیا ہے' چنانچہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک لوگوں کو اس شرک سے ڈرایا' اسی طرح دس سال تک آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اس شرک کی مذمت کی اور اس سے بچنے کی تلقین فرمائی اور واضح فرمایا کہ یہ واجب ہے کہ اخلاص کے ساتھ عبادت صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی کی جائے' اس سلسلہ میں آپ قرآن مجید کی درج ذیل آیات کی تلاوت بھی فرماتے:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ (الاسراء ۱۷/ ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴾. (الفاتحة ۱/ ۵)

"(اے پروردگار!) ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ (البينة ۹۸/ ۵)

"اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں (اور یکسو ہو کر) دین کو (شرک سے) خالص کر کے اللہ کی عبادت کرو۔"

مزید فرمایا:

﴿ فَٱعْبُدِ ٱللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۲)

"(اے نبی!) خالص اللہ ہی کی بندگی کیا کر۔"

ایک اور ارشاد:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِى وَنُسُكِى وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِى لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴾ (الأنعام ۶/ ۱۶۲-۱۶۳)

"(اے نبی!) کہہ دو کہ میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرماں بردار ہوں۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ﴾ (الکوثر۱۰۸/ ۱-۲)

"(اے محمد! ﷺ) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا تَدْعُواْ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا ﴾ (الجن۷۲/ ۱۸)

"پس اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَن يَدْعُ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرْهَٰنَ لَهُۥ بِهِۦ فَإِنَّمَا حِسَابُهُۥ عِندَ رَبِّهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴾ (المؤمنون۲۳/ ۱۱۷)

"اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کچھ بھی سند نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہو گا' کچھ شک نہیں کہ کافر رستگاری (چھٹکارا) نہیں پائیں گے۔"

اسی طرح دین کا مذاق اڑانا' دین میں طعنہ زنی کرنا' دین کے ساتھ استہزاء کرنا اور دین کو گالی دینا' یہ سب کفر اکبر ہے۔ اس کے ارتکاب کرنے والے کو بھی معذور تصور نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ بات بھی ضروری طور پر دین سے معلوم ہے کہ دین کو گالی دینا یا رسول اللہ ﷺ کو گالی دینا یا استہزاء و مذاق اڑانا بھی کفر اکبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝٦٥ لَا تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ﴾ (التوبۃ۹/ ۶۵-۶۶)

"کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔"

لہٰذا اہل علم پر یہ واجب ہے' خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی رہتے ہوں' کہ یہ باتیں لوگوں کو بتائیں اور ان کے سامنے انہیں ظاہر کریں تاکہ عوام کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے اور یہ امر عظیم لوگوں میں عام ہو جائے اور وہ مُردوں کے ساتھ تعلق اور استغاثہ کو چھوڑ دیں' خواہ اس کا تعلق دنیا میں کسی جگہ سے بھی ہو' مصر سے ہو یا شام سے' عراق سے ہو یا مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے روضہ کے پاس سے یا مکہ مکرمہ سے ہو یا کسی بھی اور جگہ سے تاکہ حاجیوں کو بھی یہ بات معلوم ہو جائے اور عام لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا دین کیا ہے اور اس کی شریعت کیا ہے؟

علماء کے سکوت کی وجہ سے عوام کے تباہی و بربادی اور جہالت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اس لئے اہل علم پر یہ واجب ہے' خواہ وہ دنیا میں کسی بھی جگہ کے رہنے والے ہوں' کہ وہ لوگوں کے پاس اللہ کے دین کو پہنچائیں' انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم سکھائیں اور بتائیں کہ شرک کی کون کون سی قسمیں ہیں تاکہ وہ علی وجہ البصیرت شرک کو ترک کر دیں اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ اسی طرح بدوی یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی قبروں کے پاس جو کچھ ہوتا ہے یا مدینہ منورہ میں نبی ﷺ کی قبر شریف کے پاس جو ہوتا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ علماء لوگوں کو

سمجھائیں اور بتائیں کہ عبادت صرف اور صرف اللہ وحدہ کا حق ہے' اس حق میں اس کے ساتھ کوئی سہیم و شریک نہیں ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ ﴾ (البینۃ۹۸/ ۵)

"اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں"

اور فرمایا:

﴿ فَٱعۡبُدِ ٱللَّهَ مُخۡلِصٗا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴾ (الزمر۳۹/ ۲)

"اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے۔ دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا) ہے"

مزید فرمایا:

﴿ ۞ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ (الإسراء۱۷/ ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو"

کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ..... لہٰذا تمام اسلامی ممالک کے اہل علم پر' ان ملکوں کے اہل علم پر جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور دنیا میں کسی بھی جگہ رہنے والے اہل علم پر یہ واجب ہے کہ لوگوں کو اللہ کی توحید سکھائیں' انہیں علیٰ وجہ البصیرت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی تعلیم دیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ شرک سے انہیں ڈرائیں کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ یہ اس کی عبادت کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقۡتُ ٱلۡجِنَّ وَٱلۡإِنسَ إِلَّا لِيَعۡبُدُونِ ﴾ (الذاریات۵۱/ ۵۶)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔"

اور اس کی عبادت یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے' اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کی جائے' اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اور دلوں کو اس کی طرف متوجہ کیا جائے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۱)

"لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو! جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔"

باقی رہے وہ مسائل جو مخفی ہوتے ہیں مثلاً مسائل معاملات' نماز اور روزہ کے بعض مسائل تو ان میں جاہل کو معذور تصور کیا جائے گا جس طرح نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کو معذور سمجھا تھا جس نے "جبہ" میں احرام باندھ لیا اور اسے خوشبو سے معطر بھی کر رکھا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا "جبہ اتار دو' اپنے جسم سے خوشبو کو دھو ڈالو اور عمرہ میں بھی اسی طرح کرو جس طرح حج میں کرتے ہو۔" اس شخص کی جہالت کی وجہ سے آپ نے اسے فدیہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح بعض دیگر مسائل جو مخفی ہوتے ہیں ان کے بارے میں جاہل کو بتایا اور سکھایا جائے گا لیکن وہ امور جو اصولی ہیں جن کا تعلق اصول عقیدہ' ارکان اسلام اور محرمات ظاہرہ سے ہے' ان میں جہالت کا عذر قابل قبول نہ ہو گا۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں میں رہتے ہوئے یہ کہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ زنا حرام ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہ ہو گا' بلکہ اس پر حد زنا جاری کی جائے گی یا

مسلمانوں میں رہتے ہوئے اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ شراب حرام ہے تو اس کا بھی یہ عذر قبول نہ ہو گا بلکہ اس پر شراب کی حد جاری کی جائے گی یا اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ والدین کی نافرمانی حرام ہے تو اس کی یہ بات درست تسلیم نہ کی جائے گی' بلکہ اسے سزا دی جائے گی اور ادب سکھایا جائے گا یا اگر کوئی یہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ کہ لواطت --- (ہم جنس پرستی) --- حرام ہے تو اس کا یہ عذر قابل قبول نہ ہو گا اور اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ یہ ظاہری امور ہیں جو مسلمانوں میں معروف ہیں اور یہ بات بھی معروف ہے کہ ان کے بارے میں اسلام کا نکتۂ نظر کیا ہے۔

ہاں! اگر کوئی شخص کسی ایسے علاقے میں ہو جہاں دور دور تک اسلام نہ ہو یا وہ افریقہ کے کسی ایسے گمنام علاقے میں ہو جہاں مسلمان نہ ہوں تو اس کا دعویٰ جہالت قبول کیا جائے گا اور جب وہ اس حالت میں فوت ہو جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو گا اور اس کا حکم اہل فترت جیسا ہو گا اور صحیح بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا روز قیامت امتحان ہو گا اگر یہ امتحان میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی' تو جنت میں داخل ہوں گے اور اگر نافرمانی کی تو جہنم رسید ہوں گے۔ لیکن جو شخص مسلمانوں میں رہتے ہوئے کفر کا ارتکاب کرتا اور معلوم شدہ فرائض و واجبات کو ترک کرتا ہے تو ایسے شخص کا عذر قابل قبول نہ ہو گا کیونکہ معاملہ بالکل واضح ہے۔ مسلمان بحمد اللہ موجود ہیں جو نماز پڑھتے' روزہ رکھتے اور حج کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ زنا' شراب اور والدین کی نافرمانی حرام ہے اور یہ تمام باتیں مسلمانوں میں مشہور و معروف ہیں' لہٰذا ان حالات میں جہالت کا دعویٰ ایک باطل دعویٰ قرار پائے گا۔ واللہ المستعان۔

جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے سوالات پوچھنے کا حکم

سوال ریاض سے برادر صالح علوی بشر نے اپنے سوال میں یہ پوچھا ہے کہ یمن کے بعض علاقوں میں کچھ لوگ ہیں جو سادات کہلاتے ہیں اور یہ لوگ شعبدہ باز ہیں اور دین کے منافی کئی کام بھی کرتے ہیں مثلاً یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لوگوں کو پیچیدہ اور نازک بیماریوں سے شفا بخشنے کی قدرت رکھتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر وہ اپنے جسم میں خنجر پیوست کر لیتے ہیں یا اپنی زبان کو کاٹ کر دوبارہ جوڑ لیتے ہیں اور اس سے انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ ان میں سے کچھ لوگ نماز پڑھتے ہیں اور کچھ نماز بھی نہیں پڑھتے۔ خود تو دوسرے خاندانوں میں شادی کر لیتے ہیں لیکن اپنے خاندان کی عورت کا دوسرے خاندان کے کسی مرد کو رشتہ نہیں دیتے۔ مریضوں کے لئے دعا کرتے ہوئے اس طرح کہتے ہیں کہ اے اللہ! اے فلاں! --- اپنے آباؤ اجداد میں سے کسی کا نام لیتے ہوئے --- زمانۂ قدیم میں لوگ ان کی بہت تعظیم کرتے' انہیں غیر معمولی انسان سمجھتے اور یہ کہتے تھے کہ یہ مقربین بارگاہ الٰہی ہیں بلکہ وہ انہیں رجال اللہ کے نام سے موسوم کرتے تھے' البتہ اب لوگوں کی رائے ان کے بارے میں مختلف ہے خاص طور پر نوجوان طبقہ اور طالب علم ان کے خلاف ہیں جبکہ معمر لوگ اور غیر تعلیم یافتہ لوگ ابھی تک ان کی عقیدت کا دم بھرتے ہیں۔ امید ہے آپ اس موضوع پر روشنی ڈال کر حقیقت حال کو واضح فرمائیں گے؟

جواب یہ اور ان جیسے دیگر لوگ درحقیقت ان صوفیوں میں سے ہیں جن کے اعمال منکر اور تصرفات باطل ہیں۔ ان کا شمار ان نجومیوں میں بھی ہے جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص کسی نجومی کے پاس جا کر کچھ پوچھے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔" کیونکہ یہ لوگ علم غیب کا دعویٰ کرتے اور جنات سے خدمت لیتے ہیں لہٰذا اس حدیث شریف کے پیش نظر ان کے پاس جانا اور ان سے کچھ پوچھنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد

ہے کہ "جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین و شریعت کے ساتھ کفر کیا جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (ﷺ) پر نازل فرمایا ہے۔"

ان کا غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے استغاثہ کرنا یا یہ گمان کرنا کہ ان کے اسلاف اور آباؤ اجداد اس کائنات میں تصرف کرتے یا مریضوں کو شفا دیتے ہیں اور فوت یا غائب ہونے کے باوجود ان کی دعا کو سنتے ہیں تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ کفر ہے اور یہ سب مشرکین کے اعمال ہیں لہٰذا واجب ہے کہ ان کا اور ان کے پاس جانے' ان سے سوال پوچھنے اور ان کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا جائے کیونکہ ایک طرف ان کے اعمال نجومیوں اور کاہنوں جیسے ہیں تو دوسری طرف ان مشرکوں جیسے ہیں جو غیر اللہ کے پجاری ہیں' غیر اللہ سے استغاثہ کرنے والے ہیں اور غیر اللہ یعنی جنات' مُردوں اور ان لوگوں سے مدد مانگتے ہیں جن کی طرف یہ منسوب ہیں اور جن کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ وہ ان کے آباؤاجداد اور اسلاف ہیں یا یہ ایسے ہی دیگر لوگوں کو پکارتے ہیں جن کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ انہیں ولایت و کرامت حاصل ہے۔ یہ سب اعمال شعبدہ بازی' کہانت اور نجومیت ہیں اور شریعت مطہرہ میں ان کی تردید کی گئی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ ان لوگوں سے بعض منکر تصرفات کا ظہور ہوتا ہے مثلاً اپنے جسموں میں خنجر پیوست کر لینا یا اپنی زبان کو کاٹ دینا تو یہ سب دجل و فریب اور اس جادو کی قسموں میں سے ہے جسے نصوص کتاب و سنت نے حرام قرار دیا اور اس سے اجتناب کرنے کی تلقین کی ہے لہٰذا اس قسم کی باتوں سے ایک عقل مند آدمی کو فریب خوردہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ اس قسم کی باتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے فرعون کے زمانہ کے جادوگروں کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے کہ:

﴿يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ۶۶)

"موسیٰ (علیہ السلام) کے خیال میں وہ ایسی آنے لگیں کہ وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔"

یہ لوگ جن کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے انہوں نے جادو' شعبدہ بازی اور کہانت کو یکجا کر لیا ہے۔ نجوم' شرک اکبر' غیر اللہ سے استعانت و استغاثہ اور دعویٰ علم غیب اور کائنات میں تصرف کے دعویٰ کو بھی یکجا کر لیا ہے۔ یہ سب شرک اکبر' کھلم کھلا کفر اور شعبدہ بازی کے وہ اعمال ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ نیز ان باتوں میں اس علم غیب کا دعویٰ بھی ہے جسے بجز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (النمل ۲۷/ ۶۵)

"کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب نہیں جانتے۔"

ان سب مسلمانوں پر جو ان کے حالات سے آگاہ ہیں' یہ واجب ہے کہ وہ ان کی تردید کریں' ان کے سوء تصرف کو واضح کریں اور بتائیں کہ یہ ایک منکر امر ہے۔ ان کے یہ اعمال شرک اور کفر ہیں کہ ان میں شعبدہ بازی' کہانت اور نجومیت ہے' نیز دعویٰ علم غیب بھی ہے اور یہ سب ضلالت' کفر اور باطل کی قسمیں ہیں۔ ان سے اور ان کا ارتکاب کرنے والوں سے بچنا واجب ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ دوسرے خاندانوں سے رشتے لے تو لیتے ہیں لیکن ان کو رشتے دیتے نہیں' یہ بھی جہالت و ضلالت کی بات ہے' شریعت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾ (الحجرات ۴۹/ ۱۳)

"لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو

شناخت کرو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔"

اگر ان کا تعلق سادات یا بنی ہاشم سے ہو تو پھر بھی ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنی بیٹیوں کے رشتے دوسرے خاندانوں کے لئے حرام قرار دیں' یہ بھی ایک منکر امر اور رسول اللہ ﷺ کے اس عمل کے مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا حالانکہ یہ اسدیہ ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کا نکاح اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے کر دیا تھا حالانکہ یہ قریشی ہیں' اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تعلق بنو ہاشم سے نہیں بلکہ بنو عدی سے ہے۔ الغرض اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کا موقف باطل اور سلف کے عمل کے مخالف ہے' لہٰذا واجب ہے کہ انہیں نصیحت کی جائے' اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں ڈرایا جائے اور کہا جائے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں ان تمام امور سے توبہ کریں جو اس کی شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان سب کو ہدایت سے نوازے!

مُردوں کا وسیلہ اختیار کرنا شرک ہے

سوال قبروں اور مزاروں کی زیارت اور ان میں مدفون لوگوں کا وسیلہ اختیار کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اگر قبروں کی زیارت اس لئے ہو کہ مُردوں سے مانگا جائے' ذبح اور نذر کے ساتھ ان کا تقرب حاصل کیا جائے' ان سے استغاثہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکارا جائے تو یہ شرک اکبر ہے۔ اسی طرح لوگ ان شخصیتوں کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں جنہیں وہ اولیاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں' خواہ وہ زندہ ہوں یا مُردہ اور ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ نفع و نقصان کے مالک ہیں یا یہ کہ وہ ان کی دعاؤں کو سنتے ہیں یا بیماروں کو شفا دیتے ہیں' تو یہ سب شرک اکبر ہے۔ والعیاذ باللہ!

یہ اسی طرح کا عمل ہے جس طرح مشرکین کا لات و منات' اپنے دیگر بتوں اور دوسرے معبودوں کے ساتھ عمل تھا' لہٰذا مسلمان ممالک کے حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اس عمل کی تردید کریں' لوگوں کو ان فرائض اور واجبات کی تعلیم دیں جو شریعت کے مقرر کردہ ہیں۔ لوگوں کو اس شرک سے روکیں' ان قبوں کو گرا کر پیوند خاک کر دیں جو قبروں پر بنائے گئے ہیں کیونکہ یہ باعث فتنہ اور اسباب شرک میں سے ہیں نیز ان کا بنانا حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر عمارتیں بنائی جائیں۔ قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ لہٰذا قبر پر کوئی عمارت یا مسجد بنانا جائز نہیں ہے بلکہ واجب یہ ہے کہ قبریں ظاہر ہوں اور ان پر کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو جس طرح کہ مدینہ منورہ اور ہر اسلامی ملک میں مسلمانوں کی وہ قبریں تھیں جو بدعات و خواہشات سے متاثر نہ ہوئیں کہ وہاں مُردوں کو پکارا جاتا ہے نہ ان سے اور نہ درختوں' پتھروں' جنوں یا فرشتوں سے استغاثہ کیا جاتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کی جاتی ہے کہ ان سے مدد مانگی جاتی ہو یا فریاد کی جاتی ہو یا بیماروں کے لئے شفا طلب کی جاتی ہو یا غائب کی واپسی کے لئے دعا کی جاتی ہو' یا جنت میں داخلہ اور جہنم سے پناہ کی دعا کی جاتی ہو کیونکہ یہ سب باتیں شرک ہیں۔ اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا بھی شرک ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٦٢-١٦٣)

"(اے نبی !) کہہ دو کہ میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (الکوثر١٠٨/ ١-٢)

"(اے محمد! ﷺ) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے تو اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھا کرو اور قربانی کیا کرو۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرتا ہے۔" علماء کرام پر واجب ہے کہ وہ یہ باتیں یاد دلائیں اور جاہلوں کو ان کی تعلیم دیں' ان کی رہنمائی فرمائیں۔ حکمرانوں پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کریں' اس شرکیہ عمل سے روکیں' عوام کے اور شرک کے درمیان دیوار بن کر حائل ہو جائیں' جو باز نہ آئے اسے ادب سکھائیں اور اس شرک عظیم سے توبہ کرائیں' یہ علما' حکام اور امراء پر واجب ہے۔ ہم سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت اور توفیق کی دعاء مانگتے ہیں۔

اسماء و صفات سے متعلق چند آیات کی تفسیر

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے جناب برادر مکرم ڈاکٹر محمد امین حسین سلمہ اللہ کے نام۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کے اس خط کے جواب میں یہ خط لکھا جا رہا ہے' جس میں آپ نے یہ تحریر کیا ہے کہ امید ہے کہ آپ حسب ذیل آیات کے معنی کی وضاحت فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں گے:

﴿ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ٣)

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾ (البقرة٢/ ٢٥٥)

﴿ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴾ (الزخرف٤٣/ ٨٤)

امید ہے کہ آپ ان آیات کریمہ کے معنی اور اس حدیث مبارکہ کے معنی کی وضاحت فرمائیں گے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اس بچی سے پوچھا کہ "اللہ کہاں ہے؟" تو اس نے کہا "آسمان میں۔" آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ "میں کون ہوں؟" تو اس نے جواب دیا کہ "آپ اللہ کے رسول ہیں۔" تو یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "اسے آزاد کر دو' یہ مومنہ ہے....؟"

جواب ان آیات کریمہ اور حدیث نبوی شریف کے عام معنی تو یہ ہیں کہ ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے بلند وبالا اور ارفع و اعلیٰ ہے' تمام مخلوق کا وہ معبود ہے' اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے خواہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی' ظاہر ہو یا مخفی' نیز ان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس سے

عجز کی نفی کی گئی ہے۔

خاص معنی کے اعتبار سے ارشاد باری تعالیٰ ' وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ' کرسی کی عظمت و وسعت نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عظمت اور کمال قدرت پر دلالت کناں ہے۔ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْعَظِيمُ کے معنی یہ ہیں کہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے مابین ہے' ان کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے گراں یا دشوار نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ بہت ہی آسان ہے۔ وہ ہر جاندار کے عمل کو دیکھ رہا اور تمام اشیاء کی نگہبانی فرما رہا ہے کہ کوئی چیز اس کی دسترس سے باہر ہے اور نہ وہ اس سے اوجھل ہو سکتی ہے' اس کے سامنے تمام اشیاء حقیر ہیں' متواضع' ذلیل اور چھوٹی ہیں اور سب اس کی محتاج اور فقیر ہیں' وہ غنی' حمید اور اپنے ارادہ کے مطابق کر گزرنے والا ہے' وہ جو کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جا سکتا جبکہ بندگان الٰہی سے پوچھا جائے گا' وہ ہر چیز پر غالب ہے' وہ ہر چیز کا محاسب ہے' وہ نگہبان' بلند وبالا اور عظیم ہے' اس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں' اللہ تعالیٰ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ وَهُوَ ٱللَّهُ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَفِى ٱلْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ٣)

"اور آسمان اور زمین میں وہی (ایک) اللہ ہے۔ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو سب سے واقف ہے۔"

تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جسے اللہ کہا جاتا ہے وہ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں بسنے والے' اس کی عبادت کرتے' اسے واحد مانتے اور اس کی الوہیت کا اقرار کرتے ہیں' اسے اللہ کے نام سے یاد کرتے اور شوق اور ڈر سے اسے پکارتے ہیں' سوائے ان جنوں اور انسانوں کے جنہوں نے کفر کو اختیار کر رکھا ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا علم کس قدر بے پایاں ہے۔ اسے اپنے بندوں کے حالات کی اطلاع ہے اور وہ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے' خواہ وہ اعمال مخفی ہوں یا ظاہر کہ اس کے ہاں مخفی و ظاہر اعمال یکساں ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اعمال سے خواہ وہ اچھے ہوں یا برے آگاہ ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى فِى ٱلسَّمَآءِ إِلَٰهٌ وَفِى ٱلْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْعَلِيمُ ﴾ (الزخرف٤٣/ ٨٤)

"اور وہی (ایک) آسمانوں میں معبود ہے اور (وہی) زمین میں معبود ہے اور وہ دانا (اور) علم والا ہے۔"

کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی آسمانوں میں معبود ہے اور وہی زمینوں میں بھی معبود ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والے اسی کی عبادت کرتے ہیں اور سب اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں سوائے اس کے جس پر بدبختی غالب آگئی ہو اور اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہو اور ایمان نہ لایا ہو' وہ اپنی شریعت و تقدیر میں دانا اور اپنے بندوں کے تمام اعمال کو جاننے والا ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِى ٱلْأَرْضِ ۖ مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا۟ ۖ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴾ (المجادلة٥٨/ ٧)

"کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' اللہ کو سب معلوم ہے (کسی جگہ) تین آدمیوں کا کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے' خواہ وہ کہیں ہوں پھر جو کام یہ کرتے رہے ہیں

قیامت کے دن وہ (ایک ایک) ان کو بتائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔"

کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے تمام بندوں کے حالات سے آگاہ ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں' وہ ان کے کلام اور مخفی باتوں اور سرگوشیوں کو سنتا اور ان کے اعمال کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور ان تمام باتوں کے سننے کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے مقرر کردہ فرشتے کراماً کاتبین ان سب باتوں کو لکھتے بھی جا رہے ہیں۔ اہلسنّت والجماعت کے نزدیک اس آیت کریمہ میں مذکور "معیت" سے مراد "معیت علم" ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ساتھ ان کے پاس ہے' ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے' ان کو دیکھ رہا ہے' اپنی مخلوق سے وہ مطلع اور باخبر ہے کہ مخلوق کا کوئی کام بھی اس سے مخفی نہیں رہ سکتا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی تمام مخلوق سے اوپر ہے' عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کے جلال اور عظمت کے لائق ہے اور وہ اپنی صفات میں مخلوق کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا' جس طرح کہ اس نے خود ہی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ (الشوری۴۲/ ۱۱)

"اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔"

پھر وہ روز قیامت اپنے بندوں کو ان تمام اعمال کی خبر دے گا جو انہوں نے دنیا کی زندگی میں کئے تھے کیونکہ وہ ہر چیز کو جانتا اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ وہ عالم الغیب ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کی کوئی ذرہ بھر چیز بھی اس کے علم سے باہر نہیں بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کتاب مبین میں لکھی ہوئی ہے۔

باقی رہی اس باندی والی حدیث جس کے آقا نے اسے مارنے کے کفارہ کے طور پر آزاد کرنا چاہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا "آسمان میں۔" آپ ﷺ نے فرمایا "میں کون ہوں؟" تو اس نے جواب دیا کہ "آپ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔" تو آپ نے فرمایا "اسے آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔" تو یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے بلند ہے نیز اس بات کا اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اعتراف ایمان کی دلیل ہے۔

یہ ان آیات کے مختصر معنی ہیں جن کے بارے میں آپ نے پوچھا تھا' ان آیات اور ان کے ہم معنی ان صحیح احادیث کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر دلالت کناں ہیں' مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مسلک اہلسنّت والجماعت کو اختیار کرے اور وہ یہ ہے کہ ان آیات و احادیث پر ایمان لایا جائے' جن امور پر یہ دلالت کرتی ہیں ان کی صحت کا اعتقاد رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے لئے انہیں اس طرح مانا جائے جس طرح اس کی ذات گرامی کے لائق ہے اور ان میں تحریف' تعطیل' تکییف اور تمثیل کی روش کو اختیار نہ کیا جائے کہ یہی وہ صحیح مسلک ہے جس پر سلف صالح گامزن تھے اور سب کا اس کی صحت پر اتفاق بھی تھا۔ اسی طرح ہر مسلمان جو اپنے لئے سلامتی چاہتا ہے' پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ ان امور میں واقع ہونے سے اجتناب کرے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہیں اور ان اہل ضلالت کے راستے سے دور ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل کرتے اور ان کی نفی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں اور جاہلوں کی باتوں سے بہت ہی بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہم آپ کے لئے "العقیدۃ الواسطیۃ" از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مع شرح از شیخ محمد خلیل ہراس کا ایک نسخہ بھی ارسال کر رہے ہیں کیونکہ اس کتاب میں اس موضوع سے متعلق خاصی مفصل بحث ہے جس کے بارے میں آپ نے سوال کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو علم نافع اور اس کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے' نیز ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کی توفیق ارزاں فرمائے۔

«إِنَّهُ سَمِيعٌ مُجِيبٌ ۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ»

فتح المجید پر علامہ محمد حامد فقی کے حواشی پر تبصرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ ۔ أَمَّا بَعْدُ:

میں نے کتاب "فتح المجید شرح کتاب التوحید" تالیف امام علامہ محقق شیخ عبدالرحمٰن ابن حسن بن شیخ امام مجدد لمعالم الاسلام فی القرن الثانی عشرالهجری الشیخ محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی تمیمی حنبلی رحمهم الله جمیعا' پر استاذ علامہ شیخ محمد حامد فقی کے حواشی کا مطالعہ کیا اور انہیں کثیر فوائد پر مشتمل پایا کہ انہوں نے بہت ہی احسن اور مفید انداز میں ان حواشی کو لکھا ہے۔ ان میں سے اگرچہ اکثر حواشی شیخ عبدالرحمٰن مذکور کی کتاب "قرة العیون" سے ماخوذ ہیں تاہم شیخ محمد حامد فقی کے ان حواشی میں کچھ غلطیاں بھی ہیں۔ لہٰذا ضروری محسوس ہوا کہ ان کے بارے میں مطلع کر دیا جائے' ان کے حواشی اور اپنے حواشی میں فرق کرنے کے لئے میں نے ان کے حواشی کے ساتھ سٹار (ستارے) کی علامت لگا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اجر بے پایاں سے نوازے۔ انه جواد کریم ان حواشی کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے واللہ ولی التوفیق۔

ص ۸۷ حاشیہ (۱)

☆ "وفد عبدالقیس ۹ ہجری میں آیا تھا۔"

یہ بات محل نظر ہے کیونکہ وفد عبدالقیس فتح مکہ سے پہلے آیا تھا جیسا کہ ان کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

إِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيَّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ

"ہمارے اور آپ کے مابین کفار مضر کا یہ خاندان (قبیلہ) حائل ہے۔"

اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ اہل مکہ کفار مضر کے قائد اور سربراہ تھے اور وہ فتح مکہ کے سال یعنی ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے' چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تاریخ کی کتاب البدایة والنہایة میں اس واقعہ کے سیاق و سباق سے یہی معنی اخذ کئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ص ۱۲۸ حاشیہ (۲)

☆ "اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ بہت شدید مذاق ہے اور یہ بات آیات کے مقاصد کے منافی بھی ہے ...." الخ۔

یہ بات بھی محل نظر ہے کیونکہ تعویذوں کا لٹکانا دین کے ساتھ مذاق نہیں بلکہ یہ تو شرک اصغر اور جاہلیت کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ کبھی یہ تعویذ لٹکانے والے کی نیت کی وجہ سے شرک اکبر بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر وہ یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے یہ تعویذ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں یا اس طرح کا کوئی اور اعتقاد رکھے تو یہ شرک اکبر ہے اور اگر یہ اعتقاد رکھے کہ یہ نظر بد یا جنات وغیرہ سے محفوظ رہنے کا سبب ہیں تو یہ شرک اصغر ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سبب قرار نہیں دیا بلکہ ان سے منع فرمایا اور ان کے استعمال کی ممانعت کی ہے اور اپنے رسول ﷺ کی زبانی واضح فرمایا ہے کہ یہ شرک ہے کیونکہ تعویذ استعمال کرنے والا انہی کی طرف التفات کرتا اور انہی سے تعلق رکھتا ہے' اگر تعویذوں کا لٹکانا آیات الٰہی کے ساتھ مذاق ہوتا تو پھر تو یہ کفر اور ارتداد تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا۟ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَٰنِكُمْ ﴾

(التوبۃ۹/ ۶۵-۶۶)

"کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے' بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔"

ہمیں نہیں معلوم کہ اہل علم میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ تعویذ آیات الٰہی کے ساتھ مذاق ہیں اور پھر لٹکانے والوں کا عمل بھی اس کی نفی کرتا ہے کیونکہ وہ نفع و برکت کی امید سے لٹکاتے ہیں' ان کا مقصد استہزاء یا مذاق نہیں ہوتا جیسا کہ اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ المستعان۔

ص ۱۴۵' ۱۴۶ حاشیہ (۱)

☆ "اسی طرح کھانے پینے کی ہر وہ چیز یا کوئی اور چیز جس کا نام غیر اللہ کی نذر یا تقرب رکھا جائے نیز وہ کھانا جسے ان قبروں کے مجاوروں اور طاغوتوں میں تقسیم کرنے کے لئے تیار کرایا جائے....."

یہ مقام تفصیل طلب ہے' اگر مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت اور تقرب کی وجہ سے شرک ہے تو یہ بات صحیح ہے کیونکہ کسی کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ عبادت کی کسی بھی صورت کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا کرے خواہ وہ نبی ہو یا کوئی اور! لاریب!! مُردوں کے لئے کھانا' پینا یا نقدی وغیرہ امید اور خوف سے پیش کرنا خواہ وہ نبی ہوں یا ولی یا بت وغیرہ تو یہ غیر اللہ کی عبادت میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہو اور اگر شیخ حامد کی مراد یہ ہے کہ وہ نقدی' کھانا پینا اور زندہ حیوانات جن کو ان کے مالکوں نے انبیاء و اولیاء کے لئے پیش کیا ہو تو انہیں پکڑنا اور ان سے نفع اٹھانا حرام ہے' تو یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ وہ اموال ہیں جن سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کیونکہ ان اموال کے مالک ان سے بے نیاز ہو چکے ہیں اور یہ مردار کے حکم میں بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا جو لوگ ان اموال کو لے لیں' ان کے لئے یہ مباح ہیں جیسا کہ دیگر وہ تمام ایسے اموال جن کے مالکان نے ان سے بے نیاز ہو کر انہیں ترک کر دیا ہو کہ جو انہیں لینا چاہے لے لے جیسا کہ زمیندار خوشوں اور کھجور کے درختوں کے مالک کھجوروں وغیرہ کو فقراء کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وہ اموال اپنے قبضہ میں لے لئے تھے جو لات کے خزانوں سے برآمد ہوئے تھے اور انہی اموال ہی سے آپ ﷺ نے عروہ بن مسعود ثقفی کے قرضوں کو ادا فرمایا تھا' طاقت کے بعد آپ ﷺ ان اموال کو اپنے قبضہ میں لینے سے اس لئے نہیں رکے کہ انہیں لات کے نام پر پیش کیا گیا تھا' لیکن یہ واجب ہے کہ جب جاہلوں اور مشرکوں کو اس طرح مال پیش کرتے ہوئے دیکھے تو انہیں سمجھائے اور بتائے کہ یہ شرک ہے تاکہ خاموشی سے اور ان مالوں کو لے لینے سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ غیر اللہ کے نام پر ان مالوں کو پیش کرنا اور اسے ذریعہ تقرب سمجھنا جائز ہے۔ شرک تو سب سے بڑا گناہ ہے لہٰذا اس کا ارتکاب کرنے والے کی تردید کرنا واجب ہے۔ ہاں البتہ کھانا اگر مشرکوں کے ذبیحہ جانوروں کے گوشت یا چربی یا شوربے سے بنایا گیا ہو تو وہ حرام ہے کیونکہ مشرکوں کا ذبیحہ مردار کے حکم میں ہے' لہٰذا وہ حرام ہے اور اس کے ساتھ ملنے والا کھانا بھی نجس ہے لیکن وہ روٹی وغیرہ جس میں مشرکوں کے ذبیحہ وغیرہ کی کسی چیز کی آمیزش نہ ہو تو وہ استعمال کرنے والے کے لئے حلال ہے' اسی طرح نقدی وغیرہ بھی حلال ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ واللہ اعلم۔

ص ۱۵۴ حاشیہ (۲)

☆ "یہ گویا ان کی عبادت کی ایک قسم ہے۔"
یہ بہت مجمل بات ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہاں اس طرح تفصیل سے بات کی جائے کہ جو شخص میلاد کی محفل اس لئے قائم کرتا ہے کہ صاحب میلاد کا تقرب حاصل کرے اور اس طرح نفع و برکت حاصل کرنے کی امید کرے یا یہ قصد (ارادہ) کرے کہ اس سے اس کی مشکلات اور پریشانیوں کا ازالہ ہو جائے گا تو اس نیت سے محفل میلاد کے قیام کو صاحب میلاد کی عبادت تصور کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ اسے پکارے بھی یا اس سے استغاثہ کرے یا اس کے لئے نذر مانے یا اس کے لئے ذبح کرے یا عبادت کی دیگر اقسام میں سے کسی عبادت کو اختیار کرے تو یہ شرک ہو گا اور اکثر وہ لوگ اسی طرح کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا بدوی وغیرہ کے مولود کا اہتمام کرتے ہیں۔
اگر کوئی شخص تقرب الٰہی کے حصول کے لئے میلاد منانے کا اہتمام کرتا ہے یعنی وہ یہ سمجھتا ہے کہ میلاد منانا بھی ان عبادات میں سے ہے' جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے تو یہ (شخص) صاحب میلاد کی عبادت کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا بشرطیکہ محفل میلاد میں یہ کسی اور شرکیہ عمل کا ارتکاب نہ کرے ہاں! البتہ میلاد کا منانا بجائے خود ایک ایسی بدعت ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا نہ اس کے رسول ﷺ نے اور نہ ہی سلف صالح رضی اللہ عنہم نے اسے کیا لہٰذا یہ بدعت ہے خواہ اس کا مقصد اچھا ہی ہو کیونکہ تمام عبادات توقیفی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بغیر کسی کو یہ اختیار نہیں ہے، کہ وہ ازخود عبادت کی کسی صورت کو اختیار کرے۔ سچی بات یہ ہے کہ میلاد کی یہ محفلیں دین میں بہت بڑی مصیبت ہیں ان کی وجہ سے اس قدر شرک اور فساد برپا ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے "فانا للہ وانا الیہ راجعون" ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرما دے' انہیں دین میں فقاہت عطا فرمائے اور انہیں اتباع سنت اور ترک بدعت کی توفیق عطا فرمائے۔ انہ سمیع مجیب!

ص ۳۰۴ حاشیہ (۱)

☆ "اس طرح کے مسائل میں لیث بن ابی سلیم یا ابن قیم کی رائے کے مطابق عمل نہیں کیا جا سکتا۔"
شارح نے یہاں جو بات ابن ابی سلیم' وھب بن منبہ اور ابن قیم کے حوالہ سے ذکر فرمائی ہے' اس پر شیخ حامد کا اعتراض صحیح نہیں بلکہ شیخ حامد کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کیونکہ قرآن کریم اور بیری کے درخت کے پتوں کے ساتھ علاج مباح دواؤں کے ساتھ علاج کے قبیل سے ہے۔ یہ باب بدعات سے نہیں ہے بلکہ یہ باب التداوی میں سے ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "اللہ کے بندو! علاج کرو لیکن حرام چیزوں کے ساتھ علاج نہ کرو۔" سنن ابی داؤد کے کتاب الطب میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے برتن میں موجود پانی پر پڑھ کر دم کیا اور اس سے مریض پر چھینٹے مارے اس سے بھی معلوم ہوا کہ بیری کے پتوں اور دم شدہ پانی کے ساتھ مریض کے علاج کرنے اور مریض پر اس کے چھینٹے مارنے میں ازروئے شریعت کوئی حرج نہیں' بشرطیکہ دم کے الفاظ شرک و بدعت سے پاک ہوں اور استعمال کی جانے والی دوا مباح ہو۔ واللہ ولی التوفیق!

ص ۳۷۳ حاشیہ (۱)

☆ "نسخ کا یہ دعویٰ بہت عجیب ہے۔"
اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ سلف کے ہاں فقہاء کی نسبت نسخ کے بہت وسیع معنی ہیں کیونکہ سلف نسخ کے لفظ کو مطلق کی تقیید اور عام کی تخصیص کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مفہوم اس سے مختلف ہوتا ہے جو نص

مطلق اور نص عام سے سمجھ میں آتا ہے۔ سورہ ہود کی آیت مطلق ہے اس سے بظاہریوں معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے، طلب گار کو اس کے اعمال کے مطابق اس کی مراد دی جاتی ہے۔ جب کہ سورۃ الاسراء کی آیت نے یہ بیان کیا ہے کہ دنیا بھی اسی قدر ملتی ہے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے اور اسی کو ملتی ہے جس کے لئے اللہ چاہے تو اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے طلب گار کو اپنی خواہش کے مطابق دنیا صرف اسی وقت ملتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے عمل تو کرتا ہے لیکن دنیا اسے نہیں ملتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا اور یہ بات بہت ہی واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

ص ۳۷۸ حاشیہ (۲)

☆ "برد چغہ کی طرح ہوتی ہے۔"

یہ بات محل نظر ہے کیونکہ صحیح بات یہ ہے کہ برد چغہ کی طرح نہیں بلکہ یہ اور چیز ہے' چنانچہ "القاموس" میں ہے کہ برد ضمہ کے ساتھ ہے اور اس کے معنی دھاری دار کپڑے کے ہیں' اس کی جمع "ابراد" "ابرد اور "برود" ہے اور اس سے مراد وہ چادریں ہیں جنہیں اوڑھ لیا جاتا ہے۔"

ص ۴۲۲ حاشیہ (۱)

☆ "باقی رہا اوامر اور نواہی کی تبلیغ میں حیا تو.... " الخ۔

یہ ایک اچھی بات ہے' شارح نے جس روایت کو ذکر کیا ہے اس کے'جواب میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے (یاد رہے شارح نے یہ کہا ہے کہ بعض سندوں سے یہ الفاظ وارد ہیں کہ آپ ﷺ کو اس بات سے انہیں منع کرنے سے حیا مانع تھی) کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات سے حیا مانع تھی کہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بذریعہ وحی ممانعت کے نزول سے قبل' کسی کام سے منع فرما دیں خواہ اسے ترک کر دینا مستحسن ہی کیوں نہ ہو لیکن آپ اپنی طرف سے منع نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو کیونکہ جب بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسلسل یہ خواب آیا کہ یہ رات رمضان کی آخری سات راتوں میں سے ایک رات ہے تو یہ خواب اس بات کی دلیل بن گئے کہ ان سات راتوں میں عبادت کے لئے اور بھی زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

ص ۴۲۲ حاشیہ (۲)

☆ "اس حدیث کے ذریعے نبی کریم ﷺ قبل از نبوت کے واقعات کے بارے میں خبر دینا چاہتے ہیں۔"

شیخ حامد کا اس بات سے مقصود یہ ہے کہ نبی ﷺ نے سچے خواب کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ یہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے تو یہ آپ ﷺ نے ماضی میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی خبر دی ہے حالانکہ بات یہ نہیں بلکہ اس باب میں وارد روایات اس امر پر دلالت کناں ہیں کہ نبی ﷺ کی مراد ماضی و مستقبل میں جس خواب کی خبر دینا ہے خواہ اس کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے' سچے خواب مفید ہوتے ہیں اور ان سے بشارت حاصل ہوتی ہے' ان کا فائدہ یہ ہے کہ یہ نبوت کا پینتالیسواں بعض روایات کے مطابق چھیالیسواں اور بعض کے مطابق سینتالیسواں حصہ ہیں اور اگر ان روایات سے مراد وہ ہوتی جو شیخ حامد نے بیان فرمائی ہے تو احادیث کے یہ الفاظ مختلف نہ ہوتے اس تنوع کی وجہ -واللہ اعلم- یہ ہے کہ سچا خواب بجائے خود دیکھنے والے کی صلاحیت اور اس میں مخفی ان قرائن و شواہد کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے جو خواب کے سچا ہونے پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ علماء نے اسے ذکر فرمایا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں کہ "قاضی نے کہا ہے کہ امام طبری نے ارشاد فرمایا ہے کہ روایات میں یہ اختلاف درحقیقت خواب دیکھنے والے کے حالات کے اعتبار سے ہے کہ صالح شخص کا خواب چھیالیسواں حصہ ہو گا جب کہ فاسق کا خواب سترواں حصہ ہو گا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ خفی خواب سترواں حصہ اور جلی خواب چھیالیسواں حصہ ہو گا" پھر خطابی کے حوالہ سے بھی انہوں نے بعض اہل علم سے اسی طرح نقل کیا ہے اور پھر مازری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "خوابوں میں شکوک و شبہات بھی ہوتے ہیں جب کہ نبوت میں نہیں ہوتے تو نبوت خوابوں کی نسبت چھیالیس درجے زیادہ روشن اور ممتاز ہوتی ہے۔" واللہ اعلم۔

ص ۴۳۴ حاشیہ (۳)

☆ "نِسعة" نون کے کسرہ اور مہملہ کے سکون کے ساتھ' بٹی ہوئی رسی جس سے اونٹ وغیرہ کو نکیل ڈالی جاتی ہے۔"

یہ بات محل نظر ہے کہ اس سے اونٹ وغیرہ کو نکیل ڈالی جاتی ہے کیونکہ نسعہ اس رسی کو کہتے ہیں جس سے کجاوہ کو کسا جاتا ہے' اس کا اطلاق نکیل پر نہیں ہوتا' چنانچہ "القاموس" میں ہے کہ نسع کسرہ کے ساتھ ہے اور اس سے مراد وہ تسمہ ہے جسے جوتوں کی ڈوری کی صورت میں عرض کی طرف سے بنا جاتا ہے اور اس سے کجاووں کو باندھا جاتا ہے۔ اس کے ایک ٹکڑے کو نسعہ کہتے ہیں۔ اور اس کا نام نسعہ اس کے طول کی وجہ سے ہے۔"

ص ۴۳۶ حاشیہ (۱)

☆ "اور اسی باب سے علم اور اہل علم کا مذاق اڑانا اور علم کی وجہ سے ان کا احترام نہ کرنا بھی ہے۔"

اس کلام میں اجمال ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہاں اس طرح تفصیل سے بات کی جائے کہ اگر علم شرعی یا اس کی وجہ سے علماء کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو یہ ارتداد ہے کیونکہ یہ اس چیز کی تنقیص اور توہین ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے عظمت بخشی ہے' اسی طرح اگر وہ اس علم کو حقیر سمجھتا اور اس کی تکذیب کرتا ہے تو اس کا حکم بھی یہی ہے اور اگر وہ علماء کا مذاق ان کے لباس کی وجہ سے یا بعض کے دنیا کے حریص ہونے کی وجہ سے یا لوگوں سے ان کی بعض عادتوں کے مختلف ہونے کی وجہ سے اڑاتا ہے' جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں تو ایسے شخص کو مرتد قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کا تعلق دین سے نہیں بلکہ کچھ اور امور سے ہے۔

وَاللهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ

طہارت اور نماز

موسم گرما میں جرابوں پر مسح

سوال میں بعض نمازیوں کو اکثر دیکھتا ہوں کہ وہ موسم گرما میں بھی وضو کرتے ہوئے جرابوں پر مسح کرتے ہیں' امید ہے آپ رہنمائی فرمائیں گے کہ یہ کہاں تک جائز ہے اور مقیم کے لئے کون سی صورت افضل ہے یعنی وضو کرتے ہوئے پاؤں کو دھونا یا جرابوں پر مسح کرنا جب کہ مسح کرنے والے بعض لوگوں کے پاس کوئی عذر نہیں ہوتا بجز اس کے کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی رخصت ہے؟

جواب احادیث صحیحہ کے عموم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ موسم گرما اور سرما دونوں میں جرابوں اور موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس بات کی مجھے کوئی شرعی دلیل معلوم نہیں کہ مسح صرف موسم سرما ہی میں کیا جائے۔ ہاں البتہ مسح کے لئے شریعت کی مقرر کردہ شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ جراب اس مقام کو چھپائے ہوئے ہو جسے دھونا فرض ہے' اسے بحالت طہارت پہنا گیا ہو نیز مدت کو بھی ملحوظ رکھا جائے جو مقیم کے لئے ایک دن رات اور مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہے۔ علماء کے صحیح قول کے مطابق مدت کا آغاز اس وقت ہو گا جب بے وضو ہونے کے بعد وہ پہلی دفعہ وضو کرتے ہوئے مسح کر رہا ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔

طہارت کے بغیر پہنی ہوئی جرابوں پر مسح کر کے نماز پڑھنا

سوال میں نے (نماز) فجر کے لئے وضو کیا' نماز پڑھی اور جرابیں پہننا بھول گیا اور نماز کے بعد سو گیا' پھر اپنے کام پر جانے کے لئے بیدار ہوا اور طہارت کے بغیر ہی جرابیں پہن لیں اور جب ظہر کا وقت ہوا تو وضو کرتے ہوئے میں نے جرابوں پر مسح کر لیا اور نماز پڑھ لی' اسی طرح عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی جرابوں پر مسح کر کے پڑھ لیں کیونکہ میں یہ سمجھتا رہا کہ میں نے جرابوں کو بحالت طہارت پہنا ہے۔ عشاء کی نماز کے دو گھنٹے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے جرابوں کو وضو کر کے نہیں پہنا تھا تو سوال یہ ہے کہ ان چار نمازوں کا کیا حکم ہے کیا یہ صحیح ہیں یا نہیں جب کہ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا؟

جواب جو شخص موزوں یا جرابوں کو حالت غیر طہارت میں پہنے اور ان پر مسح کر کے بھول کر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز باطل ہے لہٰذا اس طرح مسح کر کے وہ جتنی نمازیں پڑھے' اسے دوہرانا پڑیں گی کیونکہ مسح کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جرابوں کو طہارت کی حالت میں پہنا جائے اور اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ جس شخص نے غیر طاہر حالت میں پہنی ہوئی جرابوں پر مسح کر کے نماز پڑھ لی وہ ایسے ہے جیسے اس نے طہارت کے بغیر نماز پڑھ لی ہو اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "طہارت کے بغیر نماز اور مال خیانت سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔" (صحیح مسلم بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما)

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "تم میں سے کوئی جب بے وضو ہو جائے تو اس وقت تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وہ وضو نہ کر لے۔" اسی طرح صحیحین ہی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "وہ ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے' آپ ﷺ حاجت کے لئے تشریف لے گئے' پھر واپس تشریف لائے اور وضو فرمایا' مغیرہ وضو کرا رہے تھے' جب آپؐ نے سر کا مسح فرما لیا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ جھکے تاکہ آپ ﷺ کے موزے اتار دیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو میں نے انہیں حالت طہارت میں پہنا ہے' تو آپ ﷺ نے ان پر مسح فرمایا۔" (اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔)

ان احادیث کی روشنی میں آپ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کے لئے ان چاروں نمازوں یعنی ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کا دوبارہ پڑھنا فرض ہے اور بھولنے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہو گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ﴾ (البقرۃ ۲/ ۲۸۶)

"اے پروردگار! ہم سے بھول یا چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجئو۔"

صحیح حدیث میں ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ "میں نے ایسا کیا" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس دعاء کو قبول فرما لیا ہے کہ وہ بھول یا چوک کی صورت میں مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ فللہ الحمد

والشکر علیٰ ذلک۔

وضو کرنے والا جرابیں کب پہنے

سوال مجھ سے ایک آدمی نے کہا کہ وضو کرتے وقت بایاں پاؤں دھونے سے پہلے دائیں پاؤں میں جراب پہننا جائز نہیں ہے' میں نے کافی عرصہ قبل ایک کتاب میں جس کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں' یہ پڑھا تھا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور علماء کے راجح قول کے مطابق یہ جائز ہے' امید ہے آپ اس مسئلہ کے بارے میں تفصیلی جواب سے نواز کر ثواب دارین حاصل کریں گے؟

جواب افضل اور زیادہ احتیاط والی بات یہ ہے کہ بایاں پاؤں دھونے سے پہلے جراب نہ پہنی جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور موزے پہنے تو اسے چاہئے کہ ان پر مسح کرلے اور انہی میں نماز پڑھ لے اور اگر چاہے تو انہیں نہ اتارے ہاں البتہ حالت جنابت میں انہیں اتارنا پڑے گا۔" (دارقطنی اور حاکم نے اسے بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

اسی طرح حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مسافر کو تین دن اور تین راتیں اور مقیم کو ایک دن رات کے لئے یہ رخصت دی کہ اگر اس نے وضو کرکے موزے پہنے ہوں تو ان پر مسح کرلے۔ (دارقطنی --- ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔)

صحیحین میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے آپ ﷺ کے موزے اتارنا چاہے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ "انہیں چھوڑ دو' میں نے انہیں حالت طہارت میں پہنا ہے۔"

ان تینوں اور ان کے ہم معنی دیگر احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے لئے موزوں پر مسح جائز نہیں الا یہ کہ اس نے انہیں کمال طہارت کے بعد پہنا ہو جس نے موزے یا جراب کو بایاں پاؤں دھونے سے پہلے دائیں میں پہن لیا ہو تو اس نے اسے تکمیل طہارت سے پہلے پہن لیا ہے۔ بعض اہل علم اس صورت میں بھی مسح کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک پاؤں کو دھونے کے بعد جراب میں داخل کیا گیا ہے لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں کو دھونے کے بعد جرابوں کو پہنا جائے اور دلیل سے بھی بظاہر یہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا جس شخص نے بایاں پاؤں دھونے سے پہلے دائیں پاؤں میں موزہ یا جراب پہن لی ہو اسے چاہئے کہ وہ اسے اتار لے اور دونوں پاؤں کو دھونے کے بعد انہیں پہنے تاکہ اختلاف سے بھی بچ جائے اور دین میں محتاط پہلو کو بھی اختیار کرلے۔ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ ۔

سونے کے بعد بغیر وضو کئے نماز پڑھنا

سوال میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ظہر یا عصر کی نماز سے پہلے بیت الحرام میں سو جاتے ہیں اور پھر جب لوگوں کو بیدار کرنے والا آتا ہے تو وہ وضو کئے بغیر اٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں' بعض عورتیں بھی اسی طرح کرتی ہیں تو اس سلسلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں' جَزَاكُمُ اللهُ خَيْرًا ۔

جواب جب نیند اس قدر گہری ہو کہ شعور زائل ہو جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ صحابی جلیل صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب ہم مسافر ہوں تو تین دن اور تین راتوں

تک اپنے موزوں کو نہ اتاریں ہاں البتہ حالت جنابت میں انہیں ضرور اتارنا ہو گا لیکن بول و براز اور نیند کی وجہ سے انہیں اتارنے کی ضرورت نہیں۔ اس حدیث کو نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے' (یہ الفاظ ترمذی کی روایت کے ہیں اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آنکھ دبر کا تسمہ ہے' جب آنکھیں سو جاتی ہیں تو یہ تسمہ ڈھیلا ہو جاتا ہے۔" اسے احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے' اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے تاہم اس کے شواہد موجود ہیں جن سے اس روایت کو تقویت حاصل ہو جاتی ہے مثلاً حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث اور اس طرح یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مرد یا عورت مسجد حرام یا کسی بھی اور جگہ سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اسے وضو کرنا ہو گا اور اگر اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی تو اس کی یہ نماز صحیح نہ ہو گی۔ شرعی وضو یہ ہے کہ کلی کرنے اور ناک صاف کرنے کے ساتھ چہرے کو دھویا جائے' دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھویا جائے' کانوں سمیت سر کا مسح کیا جائے اور ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کو دھویا جائے۔ یاد رہے نیند' ہوا کے خروج' شرمگاہ کو ہاتھ لگانے اور اونٹ کا گوشت کھانے کی صورت میں وضو کرنے سے پہلے استنجاء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وضو سے پہلے استنجاء یا ڈھیلوں کا استعمال تو اس وقت واجب ہے جب بول و براز کیا ہو یا کوئی اور ایسی صورت ہو جو ان کے ہم معنی ہو' باقی رہی اونگھ تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ اونگھ کی صورت میں شعور ختم نہیں ہوتا اور اس طرح اس باب میں واردشدہ مختلف احادیث میں تطبیق بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ -

جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے لئے قرآن مجید پڑھنا

سوال ہم گرلز کالج کی طالبات ہیں' ہمارے نصاب میں قرآن مجید کے ایک پارہ کا حفظ کرنا بھی شامل ہے لیکن کبھی یوں بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ہمارے امتحان کے دنوں میں ایام شروع ہو جاتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا اس حالت میں کاغذ پر قرآن مجید کی سورہ کا لکھنا اور اسے حفظ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب علماء کے صحیح قول کے مطابق حیض و نفاس والی عورت کے لئے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے کیونکہ ممانعت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے لیکن ان حالتوں میں عورتوں کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگائیں بلکہ اسے پاک کپڑے وغیرہ کے ساتھ پکڑیں' اسی طرح بوقت ضرورت اس کاغذ وغیرہ کو بھی کپڑے سے پکڑیں جس پر قرآن مجید لکھا ہوا ہو۔

جنبی کو چاہئے کہ وہ غسل کئے بغیر قرآن مجید نہ پڑھے کیونکہ اس سلسلہ میں صحیح حدیث موجود ہے جس میں اس کی ممانعت ہے۔ حیض و نفاس والی عورت کو جنبی پر قیاس کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ حیض و نفاس کی مدت لمبی ہوتی ہے جب کہ حالت جنابت کی مدت بہت مختصر ہوتی ہے اور جنابت کے بعد غسل کرنا ہروقت ممکن ہوتا ہے۔ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

احتلام کی وجہ سے غسل کرنے کا حکم

سوال نیند سے بیدار ہونے کے بعد بعض اوقات اس طرح یاد آتا ہے جیسے احتلام ہوا ہو لیکن اس کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تو کیا اس صورت میں غسل واجب ہے یا نہیں؟ فتوی دیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے!

جواب احتلام کی صورت میں غسل صرف اسی وقت واجب ہے جب آدمی پانی کو دیکھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "پانی' پانی سے ہے" اس کے معنی یہ ہیں کہ غسل کے لئے پانی اس صورت میں استعمال کرنا ہے جب پانی (مادہ منویہ) خارج

ہو۔ اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ اس حدیث میں احتلام کا حکم بیان کیا گیا ہے لہٰذا اگر آدمی نے اپنی بیوی سے مباشرت کی ہو تو غسل بہرصورت واجب ہو گا خواہ پانی خارج نہ بھی ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جب مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ سے مل جائے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔“ (صحیح مسلم) اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب مرد عورت کی چار شاخوں (دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں) کے درمیان بیٹھے اور پھر کوشش کرے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔“ (متفق علیہ۔ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ”خواہ انزال نہ بھی ہو۔“)

”صحیحین“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا (والدہ حضرت انس ﷺ) نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا' کیا احتلام کی صورت میں عورت پر بھی غسل واجب ہے؟ فرمایا ”ہاں جب پانی دیکھے۔“ تمام اہل علم کے نزدیک اس مسئلہ میں مردوں اور عورتوں کے لئے ایک ہی حکم ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

سر دھونے سے الرجی ہونے کی وجہ سے غسل کا حکم

سوال میں ایک شادی شدہ خاتون' سینہ کی الرجی کی مریض ہوں اور سارا سال نزلہ میں مبتلا رہتی ہوں۔ سوال یہ ہے کہ میں نماز کس طرح پڑھوں؟ کیا میں سر کو دھوئے بغیر صرف مسح پر اکتفاء کر کے غسل کر سکتی ہوں کیونکہ اگر میں سر کو دھوؤں تو اس سے مجھے ہفتہ میں کئی بار نزلہ کا حملہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے میں نماز چھوڑ دیتی ہوں کیونکہ سر نہیں دھو سکتی اور مجھے صرف مسح پر اکتفاء کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا بہت قلق و اضطراب میں مبتلا ہوں جب کہ مجھے معلوم ہے کہ دین بہت آسان ہے۔ امید ہے آپ مجھے شافی جواب عطا فرما کر مستفید فرمائیں گے تاکہ میں پرامن زندگی بسر کروں اور اپنے فرض کو بھی مکمل طور پر ادا کرسکوں۔ میں استانی ہوں' مجھے روزانہ ڈیوٹی پر جانا پڑتا ہے اور ہوا لگ جانے سے صاحب فراش ہو جاتی ہوں' کیونکہ میں مریض ہوں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اپنی ازدواجی زندگی میں بہت پریشان ہوں کہ ایک طرف اگر خاوند کی اطاعت کا مسئلہ ہے تو اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا بھی مسئلہ ہے؟

جواب اگر جنابت اور حیض کی وجہ سے سر دھونے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے تو تمہارے لئے تیمم کے ساتھ مسح کرنا ہی کافی ہو گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١٦)

”سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔“

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس سے میں تمہیں منع کروں اس سے اجتناب کرو اور جس کا حکم دوں' مقدور بھر اس کی اطاعت بجالاؤ۔“

کیا حائضہ عورت میدان عرفات میں دعاؤں کی کتاب پڑھ سکتی ہے

سوال کیا حائضہ عورت کے لئے عرفہ کے دن دعاؤں کی کتابوں کو پڑھنا جائز ہے جبکہ ان کتابوں میں قرآنی آیات بھی لکھی ہوتی ہیں؟

جواب حیض و نفاس والی عورت کے لئے مناسک حج کی دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں' صحیح قول کے مطابق قرآن مجید کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ کوئی ایسی صحیح اور صریح نص موجود نہیں ہے جس میں حیض و نفاس والی عورت کے لئے قرآن مجید کے پڑھنے کی ممانعت ہو۔ ممانعت صرف جنبی کے لئے ہے کہ وہ حالت جنابت میں قرآن مجید کی تلاوت

نہ کرے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے ثابت ہے اور یہ جو حائضہ والی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے کہ "حائضہ اور جنبی قرآن مجید میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔" تو یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسے اسماعیل بن عیاش نے حجازیوں سے روایت کیا ہے اور وہ حجازیوں سے روایت کرنے میں ضعیف ہے۔ حیض و نفاس والی عورت قرآن مجید کو ہاتھ لگائے بغیر زبانی پڑھ سکتی ہے جب کہ جنبی کے لئے غسل کرنے سے پہلے زبانی یا دیکھ کر قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں ہے' دونوں میں فرق یہ ہے کہ جنابت کا وقت بہت تھوڑا سا ہوتا ہے اور جنبی کے لئے فوراً غسل کرنا ممکن ہوتا ہے اور اگر غسل کرنے سے عاجز ہو تو وہ تیمم کر سکتا ہے اور تیمم سے نماز پڑھ سکتا اور تلاوت کر سکتا ہے جب کہ حیض و نفاس والی عورتوں کا معاملہ ان کے اپنے ہاتھ میں نہیں ہوتا بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے' حیض و نفاس کا معاملہ کئی دن تک جاری رہتا ہے' لہٰذا ان کے لئے تلاوت کی اجازت دی گئی تاکہ قرآن مجید کو بھول نہ جائیں اور قرآن مجید کی تلاوت اور اس سے شرعی احکام سیکھنے کی فضیلت سے محروم نہ رہیں لہٰذا ایسی کتابوں کے پڑھنے کی تو بالاولیٰ اجازت ہو گی' جن میں آیات و احادیث کی ملی جلی دعائیں ہوں۔ اس مسئلہ میں یہی بات درست ہے اور علماء کے دو قولوں میں سے یہی قول صحیح ترین ہے۔

کیا غیر طاہر حالت میں کتب تفسیر پڑھنا گناہ ہے

سوال میں بعض کتب تفسیر مثلاً "صفوة التفاسیر" کا مطالعہ کرتی ہوں جب کہ میں حالت طہارت میں نہیں ہوتی یعنی اپنے خاص ایام میں ہوتی ہوں تو کیا اس میں کوئی حرج اور گناہ تو نہیں ہے؟

جواب علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق حیض و نفاس والی عورت کے لئے کتب تفسیر اور ہاتھ لگائے بغیر قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ جنبی کے لئے غسل کئے بغیر قرآن مجید کے پڑھنے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے۔ ہاں البتہ جنبی' کتب تفسیر و حدیث وغیرہ کو پڑھ سکتا ہے لیکن ان کے ضمن میں جو آیات آئی ہوں انہیں نہیں پڑھ سکتا کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنابت کے سوا اور کوئی چیز قرآن مجید کی تلاوت سے مانع نہیں ہوتی تھی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جنہیں امام احمد نے جید سند کے ساتھ مروی ایک حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ "جنبی قرآن مجید کی ایک آیت بھی نہیں پڑھ سکتا۔"

اگر نفاس والی عورت چالیس دنوں سے پہلے پاک ہو جائے

سوال اگر نفاس والی عورت چالیس دنوں سے پہلے پاک ہو جائے تو کیا وہ روزہ' نماز اور حج ادا کر سکتی ہے؟

جواب ہاں نفاس والی عورت اگر چالیس دنوں سے پہلے پاک ہو جائے تو وہ روزہ' نماز' حج اور عمرہ ادا کر سکتی ہے اور اس کے شوہر کے لئے اس سے مباشرت کرنا بھی جائز ہے مثلاً اگر وہ بیس دنوں کے بعد پاک ہو جائے تو وہ غسل کر کے نماز' روزہ ادا کر سکتی ہے اور اپنے شوہر کے لئے بھی حلال ہو گی اور جو عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے کہ انہوں نے اسے مکروہ سمجھا ہے تو یہ کراہت تنزیہہ پر محمول ہو گی اور یہ ان کا اجتہاد ہے لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ اگر وہ چالیس دنوں سے پہلے پاک ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں' اس کی طہارت صحیح ہو گی اور اگر چالیس دنوں کے اندر دوبارہ خون آ جائے تو صحیح قول کے مطابق یہ نفاس کا خون شمار ہو گا اور حالت طہارت میں ادا کیا ہوا روزہ' نماز اور حج صحیح ہو گا اور حالت طہارت میں ادا کی ہوئی کسی عبادت کو دہرانے کی ضرورت نہ ہو گی۔

غسل حیض کے بعد خون کا دوبارہ جاری ہونا

سوال معمول کے پانچ ایام گزار کر غسل کرنے کے بعد کبھی کبھی یہ دیکھتی ہوں کہ غسل کے فوراً بعد نہایت معمولی سی مقدار میں خون آیا ہے' ہمیشہ اس طرح نہیں ہوتا بلکہ ہر دو یا تین حیضوں کے بعد اس طرح ہوتا ہے' تو سوال یہ ہے کہ کیا میں اپنے معمول کے پانچ ایام گزار کر نماز' روزہ شروع کر دوں یا اس چھٹے دن کو بھی معمول کا دن شمار کروں اور نماز' روزہ ادا نہ کروں؟

جواب طہارت کے بعد خارج ہونے والا مادہ اگر زرد یا مٹیالے رنگ کا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں سمجھا جائے گا اور اس کا حکم پیشاب کے حکم میں ہو گا۔ ہاں البتہ اگر وہ صاف طور پر خون ہو تو اسے حیض شمار کیا جائے گا اور تمہیں دوبارہ غسل کرنا ہو گا کیونکہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا --- (ان کا شمار صحابیات میں ہے ---) سے روایت ہے کہ "طہارت کے بعد ہم زرد یا مٹیالے رنگ کے خارج ہونے والے پانی کو کچھ بھی شمار نہیں کرتی تھیں۔"

ایام حیض میں بے قاعدگی

سوال میں بیالیس سال کی ایک خاتون ہوں' مجھے پہلے چار دن ایام آتے ہیں پھر تین دن تک بند رہنے کے بعد ساتویں دن پھر شروع ہو جاتے ہیں لیکن یہ ایام پہلے کی نسبت خفیف ہوتے ہیں اور ان میں خون کا رنگ مٹیالا ہوتا ہے اور یہ سلسلہ بارہ دن تک جاری رہتا ہے' مجھے خون کی کمی کا عارضہ لاحق تھا جو بحمد اللہ علاج سے ٹھیک ہو گیا ہے اور اب میں نے اپنی مذکورہ ان دونوں حالتوں کے بارے میں متقی و پرہیز گار اطباء سے مشورہ کیا ہے تو انہوں نے یہ کہا ہے کہ میں چار دنوں کے بعد غسل کر کے نماز' روزہ اور دیگر عبادات شروع کر دیا کروں اور گزشتہ دو سال سے میں طبیب کے اس مشورہ پر عمل بھی کر رہی ہوں لیکن اب بعض خواتین نے یہ کہا ہے کہ مجھے آٹھ دن تک انتظار کرنا چاہئے امید ہے کہ آنجناب صحیح صورت کی طرف میری رہنمائی فرمائیں گے؟

جواب مذکورہ بالا چار اور چھ یہ تمام' حیض کے ایام ہیں لہٰذا ان دنوں میں نماز' روزہ چھوڑ دو اور ان مذکورہ ایام میں تمہارے شوہر کے لئے وظیفہ زوجیت ادا کرنا بھی حلال نہیں ہے' چار دنوں کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر لو اور چار اور چھ ایام کے مابین کی مدت طہارت میں میاں بیوی کے تعلقات بھی حلال ہیں' ان دنوں میں روزہ رکھنے میں بھی کوئی امر مانع نہیں ہے اور اگر ماہ رمضان ہو تو ان دنوں میں روزے رکھنا واجب ہو گا' اسی طرح جب یہ دوسری دفعہ کے چھ دن پورے ہو جائیں تو پھر غسل کرو اور دیگر تمام پاک عورتوں کی طرح نماز' روزہ ادا کرو' بات یہ ہے کہ ایام حیض میں کمی بیشی ہو سکتی ہے اور یہ ایام یکجا بھی آ سکتے ہیں اور الگ الگ بھی! اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کی توفیق بخشے۔ ہمیں' آپ کو اور تمام مسلمانوں کو دین کی سمجھ اور ثابت قدمی عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اس طرح نماز پڑھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے تاکہ اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل ہو جائے کہ:

«صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ» (صحیح بخاري)

"تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"

۱۔ خوب اچھے طریقے سے اس طرح وضو کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل ہو سکے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُواْ بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة٥/ ٦)

"مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو)"

یہ اس لئے بھی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔"

۲۔ نمازی کو چاہئے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو اپنے تمام جسم سمیت قبلہ یعنی کعبہ کی طرف رخ کرے اور جس فرض یا نفل نماز کو ادا کرنا چاہتا ہے' دل میں اس کی نیت کرے' زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کرے کیونکہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنے کا شریعت میں حکم نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہیں فرمائے۔ مسنون ہے کہ نمازی خواہ وہ امام ہو یا منفرد اپنے آگے سترہ رکھ لے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے۔

۳۔ اللہ اکبر کہہ کر تکبیر تحریمہ کہے اور اس وقت نظر سجدہ کی جگہ پر ہو۔

۴۔ تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں یا کانوں کی لو کے برابر اٹھائے۔

۵۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ پر اس طرح باندھے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ہو کیونکہ وائل بن حجر اور قبیصہ بن حلب طائی عن ابیہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس طرح وارد ہے۔

۶۔ اس کے بعد مسنون یہ ہے کہ دعا استفتاح پڑھی جائے اور وہ یہ ہے:

«اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ»

"اے اللہ تو میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنی دوری کر دے جتنی دوری تو نے مشرق و مغرب کے درمیان رکھی ہے۔ اے اللہ! تو مجھے میری خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسا کپڑے کو میل کچیل سے پاک صاف کر دیا جاتا ہے۔ اے اللہ! تو مجھے میری خطاؤں سے پانی' برف اور اولوں سے دھو ڈال۔"

اور اگر چاہے تو اس کے بجائے یہ دعا بھی پڑھ سکتا ہے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَاۤ إِلٰهَ غَيْرُكَ»

"میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ' تیری ہی حمد و ثنا کے ساتھ' تیرا نام بہت برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔"

پھر پڑھے:

«أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ»

"میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں مردود شیطان سے' (شروع) اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

اور پھر سورہ فاتحہ پڑھے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«لاَ صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہے اور اگر نماز جہری ہو تو آمین بلند آواز سے کہی جائے اور اس کے بعد قرآن مجید کا جو حصہ آسانی سے پڑھنا ممکن ہو وہ پڑھ لیا جائے۔

۷۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں یا کانوں تک اٹھائے' سر کو کمر کے برابر رکھے' اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے' اپنی انگلیوں کو کھلا رکھے اور اس طرح نہایت اطمینان سے رکوع کرتے ہوئے یہ پڑھے:

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ»

''پاک ہے میرا عظیم پروردگار۔''

افضل یہ ہے کہ اس تسبیح کو تین بار یا اس سے بھی زیادہ بار پڑھا جائے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ بھی پڑھے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ»

''پاک ہے تو اے اللہ ہمارے پروردگار اور تیری ہی حمد وثنا ہے۔ اے اللہ تو مجھے بخش دے۔''

۸۔ رکوع سے سر اٹھاتے وقت یہ کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھائے:

«سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه»

''اللہ نے اس شخص کی (تعریف) سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔''

یہ کلمہ سب کو کہنا چاہئے خواہ امام ہو یا منفرد اور اس کے بعد حالت قیام میں یہ پڑھے:

«رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ، مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»

''اے ہمارے پروردگار (میں تیری تعریف کرتا ہوں) اور تیرے ہی لئے بہت زیادہ پاکیزہ' برکت والی تعریفیں ہیں' آسمانوں کو بھر دینے کے بقدر اور زمین کے بھر دینے کے بقدر اور جو ان دونوں کے درمیان (فضا) ہے' اس کے بقدر اور اس کے بعد ہر اس چیز کے بقدر جو تو چاہے۔''

اور اگر اس کے بعد یہ بھی پڑھ لے:

«أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ، وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ لاَ مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ»

''اے حمد وثنا اور عظمت و بزرگی کے مالک جو کسی بندے نے (تیری شان میں) کہا اس سے زیادہ کے مستحق اور ہم سب تو تیرے ہی بندے ہیں جو تو عطا فرمائے اس کو کوئی منع کرنے والا نہیں ہے اور جو تو منع کر دے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور تیرے (قہر وغضب) سے کسی دولت مند کو اس کی دولت بچا نہیں سکتی۔''

تو اچھا ہے کیونکہ یہ کلمات بھی بعض صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ اگر مقتدی ہو تو وہ سر اٹھاتے وقت کہے

«رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ. . . .» مستحب ہے کہ امام و مقتدی میں سے ہر ایک اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ پر اسی طرح باندھ لے جس طرح اس نے رکوع سے پہلے حالت قیام میں باندھے تھے کیونکہ وائل بن حجر اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

۹۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں چلا جائے' اگر آسانی سے ممکن ہو تو گھٹنوں ● کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھے اور اگر اس میں دشواری ہو تو پھر ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھ لے' دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے' ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر رکھے اور سجدہ میں اپنے جسم کے سات اعضاء کو زمین پر رکھے یعنی' پیشانی مع ناک' دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کی اندرونی جانب اور سجدہ میں یہ پڑھے:

«سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى»

"پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند و برتر ہے۔"

اور اسے تین بار یا تین بار سے بھی زیادہ پڑھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ پڑھنا بھی مستحب ہے:

«سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ»

"اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تیری ہی تعریف ہے' اے اللہ تو مجھے معاف فرما دے۔"

سجدہ میں خوب کثرت سے دعاء کرنی چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رکوع میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم بیان کرو اور سجدہ میں خوب خوب دعاء کرو کیونکہ سجدہ میں کی گئی دعاء اس لائق ہے کہ اسے شرف قبولیت سے نوازا جائے۔ اسی طرح یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا سجدہ میں کثرت سے دعاء کرو۔" (ان دونوں احادیث کو امام مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے)

نمازی کو چاہئے کہ وہ سجدہ میں اپنے لئے اور دیگر مسلمانوں کے لئے دنیا و آخرت کی بہتری کی دعا کرے خواہ نماز فرض ہو یا نفل' سجدہ میں دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے' پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے اٹھا کر رکھے اور کہنیوں کو بھی زمین سے اٹھا کر رکھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سجدہ میں اعتدال کو اختیار کرو اور تم میں سے کوئی اپنے ہاتھوں کو اس طرح نہ پھیلائے جس طرح کتا پھیلاتا ہے۔"

۱۰۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائے' بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے' دایاں پاؤں کھڑا رکھے' اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے رانوں اور گھٹنوں پر رکھے اور یہ دعا پڑھے:

«رَبِّ اغْفِرْلِيْ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ وَاهْدِنِيْ وَاجْبُرْنِيْ»

"اے میرے رب! تو میری مغفرت فرما' اے میرے رب! تو میری مغفرت فرما' اے میرے رب! تو میری مغفرت فرما' اے اللہ! تو میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے ہدایت دے اور میری بگڑی بنا دے۔"

● جس روایت میں گھٹنے پہلے رکھنے کا ذکر ہے بلحاظ سند ضعیف ہے۔ (زبیر علیزئی)

یہ دعاء پڑھتے ہوئے نمازی دونوں سجدوں کے درمیان نہایت اطمینان سے اس طرح بیٹھے کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آ جائے' جس طرح وہ رکوع کے بعد بالکل سیدھا اطمینان سے کھڑا ہوا تھا اسی طرح اب اطمینان سے بیٹھ جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ رکوع کے بعد اور دونوں سجدوں کے درمیان اعتدال کو بہت طول دیا کرتے تھے۔

۱۱۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے اور اس میں بھی سب کچھ اسی طرح کرے جس طرح پہلے سجدہ میں کیا تھا۔

۱۲۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے اور تھوڑی دیر کے لئے اس طرح بیٹھ جائے جس طرح دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا جاتا ہے اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں اور علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق یہ جلسہ مستحب ہے' اگر اسے ترک بھی کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں' اس جلسہ میں کوئی ذکر یا دعاء نہیں ہے پھر اگر آسانی سے ممکن ہو تو اپنے گھٹنوں پر اعتماد کرتے ہوئے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور اگر اس میں دشواری ہو تو ہاتھوں کو زمین پر رکھتے ہوئے کھڑا ہو جائے اور سورہ فاتحہ پڑھے' فاتحہ کے بعد قرآن مجید کا جو مقام آسانی سے پڑھ سکتا ہو تو وہ پڑھے اور پھر دوسری رکعت اسی طرح پڑھے جس طرح پہلی رکعت پڑھی تھی۔ یاد رہے مقتدی کے لئے امام سے سبقت جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا ہے' اسی طرح تمام افعال کو امام کے ساتھ سرانجام دینا بھی مکروہ ہے' جبکہ سنت یہ ہے کہ تمام افعال میں امام کی اقتداء ہو یعنی امام کے بعد مگر تاخیر کے بغیر اور اس کی آواز کے انقطاع پر تمام افعال سرانجام دیئے جائیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ لہٰذا اس سے اختلاف نہ کرو' جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہے تو تم ''ربنا ولک الحمد'' کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔'' (متفق علیہ)

۱۳۔ جب نماز ''ثنائی'' یعنی دو رکعتوں والی ہو مثلاً نماز فجر' جمعہ اور عید تو دوسرے سجدہ کے بعد اس طرح بیٹھ جائے کہ دائیں پاؤں کھڑا ہو' بایاں پاؤں بچھا ہو' دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہو' انگشت شہادت کے سوا دیگر تمام انگلیوں کو مٹھی میں بند انگشت شہادت کے ساتھ توحید کا اشارہ کرے اور اگر اپنے ہاتھ کی چھنگلیا اور بیچ کی انگلی کو بند کرے اور انگوٹھے کا بیچ کی انگلی کے ساتھ حلقہ بنائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے تو اچھا ہے کیونکہ یہ دونوں صورتیں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں اور افضل یہ ہے کہ کبھی ایک صورت کو اختیار کرے اور کبھی دوسری صورت کو اور پھر اس جلسہ میں تشہد پڑھے' جس کے الفاظ یہ ہیں:

«اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ»

''تمام قولی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اور تمام فعلی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی اللہ ہی کے لئے ہیں' سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی! (ﷺ) اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں بھی آپ پر ہوں اور سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر' میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

اس کے بعد یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ، إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

"اے اللہ! تو محمدؐ اور آل محمد (ﷺ) پر رحمت نازل فرما' جس طرح تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی ہے' بے شک تو ہی لائق حمدوثنا' بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔ اے اللہ! تو محمد (ﷺ) و آل محمد پر برکتیں نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائی ہیں' بے شک تو ہی تعریف کے لائق' بڑائی اور بزرگی کا مالک ہے۔"

اس کے بعد چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہنے کے لئے یہ پڑھے:

«اَللّٰھُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ»

"اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے فتنوں سے اور کانے دجال کے فتنہ سے۔ (تو مجھے ان تمام فتنوں سے بچا کر اپنے حفظ و امان میں لے لے)"

اس کے بعد دنیا و آخرت کی بھلائی کی جو چاہے دعاء مانگے' اگر اس موقعہ پر اپنے والدین اور دیگر مسلمانوں کے لئے دعاء کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں' خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ دعاء سے فراغت کے بعد یہ الفاظ کہتے ہوئے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیر دے:

«اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ»

"تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو! تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو!!"

۱۴۔ اگر نماز تین رکعتوں والی ہو مثلاً مغرب یا چار رکعتوں والی ہو مثلاً ظہروعصروعشاء تو مذکورہ تشہد اور درود شریف پڑھنے کے بعد اپنے گھٹنوں پر اعتماد کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہو' اللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اٹھائے اور پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ پر باندھ لے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور صرف سورہ فاتحہ پڑھے اور اگر ظہر کی تیسری اور چوتھی رکعت میں کبھی کبھی فاتحہ سے زیادہ بھی پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے بروایت حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ یہ ثابت ہے' مغرب کی نماز ہو تو تیسری رکعت کے بعد تشہد پڑھا جائے' تشہد کے بعد نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر درود پڑھا جائے' عذاب جہنم سے پناہ اور خوب کثرت سے دعاء مانگی جائے جیسا کہ دو رکعتوں والی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ہم یہ ذکر کر آئے ہیں۔ لیکن اس تشہد میں سرین کا سہارا لے کر بیٹھے' بائیں پاؤں کو دائیں پاؤں کے نیچے رکھے' اپنے نچلے حصہ پر بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے جیسا کہ حدیث ابو حمید سے ثابت ہے اور پھر "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیر دے۔

سلام پھیرنے کے بعد تین بار "استغفراللہ" پڑھے اور پھر یہ کلمات پڑھے:

«اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَکْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ، اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَیْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، لَا

حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ، لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ، وَلاَ نَعْبُدُ إِلاَّ إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ، لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ، وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ»

"اے اللہ! تو سلام ہے' تیری ہی طرف سے سلامتی ہے' بڑا برکت والا ہے تو! اے عظمت و جلال اور اکرام و احسان کے مالک! اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے' کوئی اس کا شریک نہیں ہے' اسی کا سارا ملک ہے اور اسی کی ساری تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! تو جو عطا فرمائے' اس کو کوئی منع کرنے والا نہیں' اور جو تو نہ دے' اسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اس کی دولت (تیری گرفت سے) نہیں بچا سکتی (کسی بھی کام کی) طاقت و قوت اللہ (کی مدد) کے بغیر ممکن نہیں' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اس کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کرتے' اسی کی عطا کردہ سب نعمتیں ہیں اور اسی کا (ہم پر) فضل و احسان ہے' اسی کی سب اچھی تعریفیں ہیں' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہم تو پورے اخلاص کے ساتھ صرف اسی کے دین کے ماننے والے ہیں خواہ کافروں کو یہ برا لگے۔"

اس کے بعد تینتیس بار "سبحان اللہ" تینتیس بار "الحمدللہ" اور تینتیس بار "اللہ اکبر" پڑھے اور اس تعداد کو پورا ایک سو بنانے کے لئے ایک بار یہ کلمہ پڑھے:

«لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ»

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا یہ تمام ملک ہے اور اسی کے لئے تمام تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

ہر نماز کے بعد آیت الکرسی' سورۃ الاخلاص' سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کو بھی پڑھنا چاہئے۔ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد ان تین سورتوں کو تین تین بار پڑھنا مستحب ہے کیونکہ اس کا ذکر صحیح حدیث میں موجود ہے' اسی طرح نماز فجر و مغرب کے بعد مذکورہ ذکر کے بعد درج ذیل کلمہ کو بھی دس بار پڑھنا مستحب ہے:

«لاَ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيْتُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ»

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اسی کا یہ تمام ملک ہے اور اسی کے لئے تمام تعریف ہے' وہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

کیونکہ یہ بھی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ امام کو چاہئے کہ وہ تین بار استغفار اور «اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْكَ السَّلاَمُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلاَلِ وَالْإِكْرَامِ» پڑھ کر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور پھر اس کے بعد مذکورہ اذکار پڑھے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی بہت سی احادیث مبارکہ مثلاً صحیح مسلم میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت ہے۔ یاد رہے یہ تمام اذکار پڑھنا سنت ہیں فرض نہیں ہیں

ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ وہ حالت حضر میں یہ بارہ رکعات ضرور پڑھے یعنی ظہر سے پہلے چار اور بعد میں دو' مغرب کے بعد دو' نماز عشاء کے بعد دو اور نماز صبح سے پہلے دو رکعتیں۔ نبی کریم ﷺ انہیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے' انہیں سنن رواتب کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کہ جو شخص ایک دن رات میں بارہ رکعات نفل پڑھے تو اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا جائے گا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد ان بارہ رکعات کی تفصیل اسی طرح بیان کی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ سفر میں نبی کریم ﷺ ظہر' مغرب اور عشاء کی سنتوں کو ترک کر دیتے اور فجر کی سنتوں اور وتروں کو ضرور ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی ذات گرامی ہی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٢١)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں بہترین (عمدہ) نمونہ موجود ہے۔"

اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "تم اس طرح نماز پڑھو' جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔"

«وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ ـ وَصَلَّي اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ»

اہل بدعت اور احکام شریعت سے ناواقف لوگوں کے باطل و منکر پمفلٹ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ـ أَمَّا بَعْدُ:

میں نے "تارک نماز کی سزا" نامی ایک پمفلٹ دیکھا ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ جو شخص سستی کی وجہ سے نماز چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے پندرہ سزائیں دے گا---- پھر اس کے بعد ان پندرہ سزاؤں کو ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس پمفلٹ کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ جو کوئی اس کتابچے کو پڑھے گا تو امید ہے کہ وہ اس کی فوٹو کاپیاں کروا کے لوگوں میں بھی تقسیم کرے گا اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ نیکی کا کام کرنے والے کو فاتحہ کا ثواب ملتا ہے' اسی طرح میں نے ایک اور پمفلٹ دیکھا جس میں قرآن کریم کی تین آیات لکھی ہوئی تھیں اور ان میں سے پہلی آیت یہ تھی کہ:

﴿ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعْبُدْ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴾ (الزمر ٣٩/ ٦٦)

"بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو۔"(۱)

اور پھر لکھا ہے کہ یہ آیات چار دنوں کے بعد خیر و بھلائی کو لانے کا سبب بنتی ہیں۔ لہٰذا جو شخص ضرورت مند ہو اس کی طرف اس کی پچیس کاپیاں بھیجی جائیں اور پھر آخر میں کچھ سزائیں ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ جو کوئی ان آیات کو ترک کر دے گا تو اسے یہ سزائیں ملیں گی۔

یہ دونوں پمفلٹ چونکہ باطل اور منکر ہیں لہٰذا میں نے ان کے بارے میں مطلع کرنا ضروری سمجھا تاکہ وہ لوگ ان سے فریب خوردہ نہ ہوں جو شریعت مطہرہ کے احکام سے ناواقف ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

بلاشک و شبہ یہ دین میں ایک تو ایجاد طریقہ ہے اور علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف ایک غلط بات کو منسوب کرنا ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں بیان فرمایا ہے کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ

سُلْطَانًا وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف۷/ ۳۳)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو' ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے اور اس کو بھی (حرام کیا ہے) کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ (حرام کیا ہے) اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔"

لہٰذا اس آدمی کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے جو اس منکر طریقے کو اختیار کرتا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے جو انہوں نے بیان ہی نہیں فرمائی۔ سزاؤں کی تحدید اور اعمال کی جزا کے تعین کا تعلق علم غیب سے ہے' لہٰذا اس کے معلوم کرنے کا طریقہ صرف وحی الٰہی ہے جس کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور ان پمفلٹوں میں مذکور سزاؤں کا کتاب و سنت میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

وہ حدیث جسے صاحب پمفلٹ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے کہ تارک نماز کو پندرہ قسم کی سزائیں ملتی ہیں.... الخ تو یہ باطل اور جھوٹی روایت ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جھوٹ ہے جیسا کہ حفاظ حدیث علماء کرام رحمہم اللہ مثلاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان" میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دیگر علماء نے بیان فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "لسان المیزان" میں محمد بن علی بن عباس بغدادی عطار کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے تارک نماز کے بارے میں ایک باطل حدیث ابوبکر بن زیاد نیشاپوری کی طرف منسوب کی جسے اس سے محمد بن علی موازینی' ابی نرسی کے شیخ نے روایت کیا ہے اور محمد بن علی کا گمان یہ ہے کہ ابن زیاد نے اسے ربیع عن الشافعی عن مالک عن سمی عن ابی صالح عن ابی ہریرہ سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص نماز میں سستی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے پندرہ سزائیں دے گا---- یہ روایت بالکل باطل اور صوفیاء کی وضع کردہ ہے۔

بحوث العلمیۃ والافتاء کی مستقل کمیٹی نے اس حدیث کے باطل ہونے کے بارے میں مورخہ ۱۴۰۱/۶/۱۰ ہجری کو فتویٰ بھی دیا تھا' کوئی عقلمند آدمی اس بات کو پسند نہیں کر سکتا کہ وہ اس موضوع حدیث کی ترویج و اشاعت کرے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص میری طرف کوئی ایسی حدیث منسوب کرکے روایت کرتا ہے جسے وہ جھوٹی حدیث سمجھتا ہے تو وہ بھی دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔" اس جھوٹی حدیث کی ضرورت بھی کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو کچھ نماز کی شان اور تارک نماز کی سزا کے بارے میں بیان فرمایا ہے' وہ کافی شافی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَٰبًا مَّوْقُوتًا﴾ (النساء٤/ ١٠٣)

"بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔"

اور اہل جہنم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ﴾ (المدثر۷٤/ ٤٢-٤٣)

"تم کو دوزخ میں کونسی چیز لے آئی؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔"

گویا جہنمیوں کی ایک نشانی ترک نماز بھی ہے' نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ﴿٥﴾ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾ (الماعون۱۰۷/ ٤-٧)

"تو ایسے نمازیوں کے لئے (جہنم کی وادی ویل یا) خرابی ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں' جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی چیزیں عاریتاً نہیں دیتے۔"

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (۱) یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا اور (۵) اس کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا جو راستہ کی استطاعت رکھتا ہو۔ نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "ہمارے اور ان کے درمیان عہد نماز ہے جو نماز کو ترک کر دے' وہ کافر ہے۔" اس موضوع سے متعلق آیات و احادیث بہت ہیں جیسا کہ معلوم ہے۔

دوسرا پمفلٹ جو کئی آیات سے شروع کیا گیا اور جن میں سے پہلی آیت یہ ہے کہ:

﴿ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعْبُدْ وَكُن مِّنَ ٱلشَّـٰكِرِينَ ﴾ (الزمر ۳۹/ ٦٦)

"بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو۔"

اور اس پمفلٹ کے لکھنے والے نے یہ ذکر کیا ہے کہ جو اسے تقسیم کرے گا اسے فلاں فلاں خیرو بھلائی حاصل ہو گی اور جو اسے چھوڑ دے گا تو اسے فلاں فلاں سزا ملے گی' یہ بھی بے حد باطل اور بہت بڑی جھوٹی بات ہے۔ یہ ان جاہلوں اور بدعتیوں کے کام ہیں جو عوام کو حکایات' خرافات اور باطل باتوں میں مشغول رکھ کر اس واضح اور صاف حق سے دور لے جانا چاہتے ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں موجود ہے۔ لوگوں کے لئے خیر یا شر کی جو بات بھی پیدا ہو' وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی طرف سے ہے:

﴿ قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِى ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ ﴾ (النمل ۲۷/ ٦٥)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں' اللہ کے سوا' غیب کی باتیں نہیں جانتے۔"

رسول اللہ ﷺ سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ جو شخص ان تین یا ان سے زیادہ آیتوں کو لکھے تو اسے یہ یہ ثواب حاصل ہو گا اور جو اسے چھوڑ دے اسے یہ یہ عذاب ہو گا' یہ محض جھوٹا دعویٰ' کذب اور بہتان ہے۔ جب یہ حقیقت معلوم ہو گئی تو ثابت ہوا کہ ان دونوں پمفلٹوں کو لکھنا' انہیں تقسیم کرنا اور کسی بھی طریقے سے ان کی ترویج و اشاعت میں شرکت کرنا جائز نہیں' اگر کسی نے پہلے ایسا کیا ہو تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرے' جو کچھ ہوا اس پر ندامت کا اظہار کرے اور پکا عزم و ارادہ کرے کہ آئندہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں حق کو حق سمجھنے' اس کی اتباع کرنے اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے نیز ظاہری و باطنی فتنوں سے بچائے۔

وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ»

نماز باجماعت ادا کرنا واجب ہے

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام جو میری اس تحریر کو دیکھے' اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اور ان کو اپنے ان بندوں کی سلک مروارید میں منسلک کرے

خوف و تقویٰ الٰہی جن کا شعار ہے۔ آمین!

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ـ أَمَّا بَعْدُ:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بہت سے مسلمان نماز باجماعت ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں اور بعض علماء نے اس سلسلہ میں جو سہولت بیان کی ہے اس سے استدلال کرتے ہیں۔ مجھ پر واجب ہے کہ میں اس مسئلہ کی اہمیت و نزاکت کو بیان کروں۔ کسی بھی مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اس معاملہ میں کوتاہی کرے جس کی عظمت شان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول کریم علیہ من ربہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے اپنی سنت مطہرہ میں بیان فرمایا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں نماز کا ذکر بڑی کثرت سے کیا ہے' اس کی شان کو بہت عظیم قرار دیا ہے' اس کی حفاظت کرنے اور اسے باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ اس میں کوتاہی و سستی کرنا منافقوں کی نشانی ہے' چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حَـٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَـٰنِتِينَ﴾ (البقرة۲/ ۲۳۸)

"(مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز (یعنی نماز عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرو۔"

تو جو شخص نماز کو کم اہمیت دیتا اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر باجماعت ادا نہیں کرتا تو اس کے بارے میں یہ کیونکر سمجھا جائے کہ اس نے نماز کی حفاظت اور اس کی تعظیم کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ﴾ (البقرة۲/ ۴۳)

"اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ کے آگے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔"

یہ آیت کریمہ نص ہے کہ نمازیوں کے ساتھ شریک ہو کر باجماعت ادا کرنا واجب ہے اور اگر مقصود صرف نماز قائم کرنا ہوتا تو پھر اس آیت کریمہ کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ ختم کرنے کی کوئی واضح مناسبت نہ ہوتی کہ

﴿ وَٱرْكَعُواْ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ﴾ (البقرة۲/ ۴۳)

کیونکہ اقامت نماز کا حکم تو اس آیت کے شروع میں بھی ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ ٱلصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓاْ أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُواْ فَلْيَكُونُواْ مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّواْ فَلْيُصَلُّواْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُواْ حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ﴾ (النساء٤/ ١٠٢)

"اور (اے پیغمبر!) جب تم ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے۔ جب وہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جائیں پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے!"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نماز باجماعت ادا کرنے کو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حالت جنگ میں بھی واجب قرار دیا ہے تو حالت امن میں اس کے وجوب کا اندازہ خود فرمالیجئے' اگر کسی کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے سلسلہ میں رخصت ہوتی تو ان لوگوں کو ہوتی جو دشمن کے بالمقابل صف آرا ہوتے ہیں اور جنہیں یہ خطرہ ہوتا ہے کہ دشمن کسی وقت بھی ان پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ لیکن جب ان مجاہدین کے لئے بھی رخصت نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ نماز کو باجماعت ادا کرنا نہایت اہم واجب ہے اور کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نماز باجماعت ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے ارادہ کیا کہ میں حکم دوں اور نماز کی جماعت کھڑی کر دی جائے اور پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ نماز پڑھائے اور پھر کچھ ایسے آدمیوں کو جنہوں نے ایندھن کے گٹھے اٹھا رکھے ہوں' لے کر ایسے آدمیوں کے پاس جاؤں جو نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے نہیں آئے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔"

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "میں نے دیکھا ہے کہ نماز ادا کرنے سے صرف وہی شخص پیچھے رہتا تھا جو کھلم کھلا منافق ہوتا یا مریض بلکہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ اس وقت مریض بھی دو آدمیوں کا سہارا لے کر نماز (باجماعت) ادا کرنے کے لئے آیا کرتا تھا۔" یہ بھی انہی سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدایت سکھائے اور یہ بات بھی سنن ہدایت میں سے ہے کہ نماز اس مسجد میں (باجماعت) ادا کی جائے جس میں اذان ہوتی ہو۔" صحیح مسلم ہی میں انہی سے روایت ہے کہ جس شخص کو یہ بات خوش لگے کہ وہ کل اللہ تعالیٰ کو ایک مسلمان کی حیثیت سے ملے تو اسے چاہئے کہ ان نمازوں کی حفاظت کرے جہاں ان کے لئے اذان دی جاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لئے سنن ہدایت کو مقرر فرمایا ہے اور نمازوں کو (باجماعت) ادا کرنا بھی سنن ہدایت میں سے ہے اور اگر تم نمازوں کو اپنے گھروں میں اس طرح ادا کرو جس طرح یہ نماز باجماعت ادا نہ کرنے والا اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم اپنے نبی کی سنت کو ترک کر دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے' جو شخص بھی اچھے طریقے سے وضو کر کے کسی مسجد میں آ جاتا ہے تو ہر قدم کے عوض اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے' ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک برائی مٹا دی جاتی ہے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) نماز (باجماعت) سے صرف وہی شخص پیچھے رہتا تھا جو کھلم کھلا منافق ہوتا' اس زمانے میں مریض آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے کے ساتھ لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔"

"صحیح مسلم" ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا آدمی نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی معاون نہیں جو مجھے مسجد تک پہنچا دے تو کیا میرے لئے اپنے گھر میں نماز ادا کرنے کی رخصت ہے؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم نماز کے لئے اذان کی آواز سنتے ہو؟" اس نے عرض کیا "ہاں" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پھر اس آواز پر لبیک کہو۔"

ایسی احادیث بہت زیادہ ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز باجماعت اللہ تعالیٰ کے ان گھروں میں ادا کرنا واجب ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے۔ لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ نماز باجماعت ادا کرنے کا خصوصی اہتمام کرے اور اپنے بیٹوں' اہل خانہ' پڑوسیوں اور دیگر تمام مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی تلقین کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی اطاعت ہو اور جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے منع فرمایا ہے اس سے اجتناب ہو اور ان منافقوں کی مشابہت سے دوری ہو' جن کا اللہ تعالیٰ نے ان کی بری عادتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان میں سے سب سے خبیث عادت یہ ہے کہ وہ نماز ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ سَبِيلًا ﴾ (النساء٤/ ١٤٢_١٤٣)

"منافق (ان چالوں سے اپنے نزدیک) اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکہ دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے

میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو ست اور کاہل ہو کر (صرف) لوگوں کے دکھانے کے لئے اور اللہ کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔ بیچ میں پڑے لٹک رہے ہیں نہ ان کی طرف (ہوتے ہیں) نہ ان کی طرف اور جس کو اللہ تعالیٰ بھٹکائے تو تم اس کے لئے کبھی بھی رستہ نہ پاؤ گے۔"

نماز باجماعت ادا نہ کرنا' بالکل نماز نہ پڑھنے کا ایک بہت بڑا سبب بن جاتا ہے اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ ترک نماز کفر' ضلالت اور دائرہ اسلام سے خروج ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدمی اور کفرو شرک کے درمیان فرق نماز سے ہے۔ (صحیح مسلم بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ) نیز نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "وہ عہد جو ہمارے اور ان (کفارومشرکین) کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جس نے نماز کو ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔"

نماز کی عظمت شان' اس کی حفاظت کے وجوب' حکم الٰہی کے مطابق اس کی اقامت اور اس کے ترک سے اجتناب کرنے کے بارے میں آیات و احادیث بہت زیادہ ہیں جو مشہور و معروف ہیں' لہٰذا ہر مسلمان کے لئے یہ واجب ہے کہ نماز کو پابندی کے ساتھ بروقت ادا کرے' اس طرح ادا کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اپنے بھائیوں کے ساتھ باجماعت ادا کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت بجا لا کر اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے دردناک عذاب سے بچ سکے۔

جب حق ظاہر اور اس کے دلائل واضح ہوں تو پھر کسی کے لئے کسی فلاں یا فلاں کے قول کی وجہ سے اس سے روگردانی جائز نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے اور اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿فَلۡيَحۡذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنۡ أَمۡرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمۡ فِتۡنَةٌ أَوۡ يُصِيبَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (النور٢٤/ ٦٣)

"جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

نماز باجماعت ادا کرنے میں بے شمار فوائد اور بے پناہ مصلحتیں اور حکمتیں ہیں' جن میں سے نمایاں ترین باہمی تعارف' نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون' حق کی وصیت اور اس پر صبر کی تلقین' نماز باجماعت سے پیچھے رہ جانے والے کو جرأت دلانا' جاہل کو نماز کی تعلیم دینا' اہل نفاق کو غصہ دلانا اور ان کی راہ سے دوری اختیار کرنا' بندگان الٰہی کے درمیان شعائر اللہ کا اظہار کرنا' قول و عمل سے اس کی طرف دعوت دینا' علاوہ ازیں نماز باجماعت ادا کرنے کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے جس میں اس کی رضا اور دنیا و آخرت کی بہتری ہے اور ہم سب کو اپنے نفس کی شرارتوں' برے عملوں اور کافروں اور منافقوں کی مشابہت سے بچائے۔ انہ جواد کریم۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ ـ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيقِ

غلطی سے غیر قبلہ کی طرف پڑھی ہوئی نمازوں کا حکم

سوال جب ہم امریکہ میں گئے تو قطب نما کی مدد سے قبلہ کا تعین کر کے نماز پڑھتے رہے اور جب بعض مسلمان بھائیوں سے تعارف ہوا تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے غیر قبلہ کی طرف نمازیں پڑھی ہیں اور انہوں نے صحیح سمت قبلہ کی طرف ہماری رہنمائی کی۔ اب سوال یہ ہے کیا وہ نمازیں جو ہم نے غیر قبلہ رخ پڑھی ہیں' وہ صحیح ہیں یا نہیں؟

جواب جب صحرا یا ایسے علاقوں میں ہونے کی وجہ سے جہاں قبلہ مشتبہ ہو' مومن قبلہ کی سمت معلوم کرنے کے لئے اجتہاد کرے اور اپنے اجتہاد کے مطابق نماز پڑھ لے اور پھر بعد میں معلوم ہو کہ اس نے غیر قبلہ رخ نماز پڑھی ہے تو پھر وہ اپنے آخری اجتہاد کے مطابق عمل کرے بشرطیکہ اس کا یہ آخری اجتہاد پہلے اجتہاد کی نسبت زیادہ صحیح ہے۔ پہلے پڑھی ہوئی نماز صحیح ہو گی کیونکہ یہ اس نے اجتہاد اور حق کی تلاش کے لئے کوشش کر کے پڑھی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے جو اس کی صحت پر دلالت کناں ہے اور وہ یہ کہ جب قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ مشرفہ کی طرف بدل دیا گیا (تو یہ حکم معلوم نہ ہونے کی وجہ سے جو نمازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھیں تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دوہرانے کا حکم نہیں دیا تھا۔) وباللہ التوفیق!

ہوائی جہاز میں فرض نماز کس طرح پڑھی جائے

سوال میں ایک مہم کے سلسلہ میں سفر میں تھا کہ ہوائی جہاز میں دوران پرواز نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ہوائی جہاز کی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے سر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی جب کہ یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میرا رخ کس طرف ہے' اب آپ سے سوال یہ ہے کیا میری یہ نماز صحیح ہے اور اگر صحیح ہے تو کیا میرے لئے یہ جائز تھا کہ میں نماز کو مؤخر کر دیتا اور ہوائی جہاز سے اتر کر نماز پڑھتا؟

جواب مسلمان کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ جب طیارے یا صحراء میں ہو تو اہل علم سے پوچھ کر یا علامات کے ذریعہ قبلہ کی جہت معلوم کرنے کی کوشش کرے تاکہ وہ علی وجہ البصیرت قبلہ رخ نماز ادا کرے اور اگر اس طرح قبلہ کی سمت معلوم کرنا ممکن نہ ہو تو قبلہ کے رخ کو معلوم کرنے کے لئے اجتہاد سے کام لے اور نماز پڑھ لے اور اگر بعد میں یہ معلوم ہو کہ قبلہ کی سمت معلوم کرنے کے بارے میں اس کا اجتہاد غلط تھا تو اس کی وہ نماز صحیح ہو گی کیونکہ اس نے اجتہاد کیا اور حسب استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرا ہے۔ اجتہاد کے بغیر ہوائی جہاز یا صحرا میں نماز ادا کرنا جائز نہیں اور اگر کسی نے اس طرح نماز پڑھ لی تو اسے دوبارہ پڑھنا پڑے گی کیونکہ وہ نہ حسب استطاعت اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور نہ اس نے اجتہاد سے کام لیا۔

سائل نے جو بیٹھ کر نماز پڑھی تو اس حالت میں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں' جس طرح کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکنے کی صورت میں کشتی اور بحری جہاز میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے' اسی طرح ہوائی جہاز میں بھی جائز ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١٦)

"سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔"

نماز کو مؤخر کر کے ہوائی جہاز سے اتر کر پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ نماز کے وقت میں اتنی گنجائش ہو' یاد رہے یہ تمام احکام فرض نماز کے بارے میں ہیں' نفل نماز میں ہوائی جہاز یا گاڑی یا جانور وغیرہ پر سواری کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ اونٹ پر سواری کی حالت میں اسی طرف منہ کر کے نماز ادا فرما لیتے تھے جس طرف اونٹ چل رہا ہوتا تھا لیکن مستحب یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر لے اور پھر نماز کی تکمیل تک اسی طرف منہ رکھے جس طرف سواری جا رہی ہو کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے اسی طرح ثابت ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

باریک کپڑوں میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال کیا حد سے زیادہ باریک سلکی کپڑے سے ستر عورہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟ کیا اس طرح کے کپڑے پہننے سے نماز ہو جاتی ہے؟

جواب اگر مذکورہ کپڑا اس قدر باریک اور شفاف ہو کہ اس سے جسم نہ چھپتا ہو تو اس میں مرد کی نماز صحیح نہ ہو گی الا یہ کہ اس نے نیچے ناف سے لے کر گھٹنوں تک شلوار یا تہہ بند پہن رکھا ہو' اور عورت کی نماز اس طرح کے کپڑے میں صحیح نہ ہو گی الا یہ کہ اس نے نیچے ایسے موٹے کپڑے پہن رکھے ہوں جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ہوئے ہوں۔ عورت کے لئے مذکورہ کپڑے کے نیچے چھوٹی سی شلوار پہننا کافی نہ ہو گا۔ مرد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس طرح کے کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے اس کے پاس کوئی رومال یا کپڑا وغیرہ ایسا بھی ہو جس سے اس نے اپنے کندھوں وغیرہ کو چھپایا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔ (متفق علیہ)

اذان سے پہلے فجر کی سنتوں کو پڑھنا

سوال میں نماز فجر کے لئے مسجد میں گیا اور میں نے صبح کی سنتیں پڑھنا شروع کر دیں اور دوسری رکعت کے لئے جب کھڑا ہونے لگا تو موذن نے اذان شروع کر دی' میں نے یہ نماز صبح کی سنتوں کی نیت ہی سے شروع کی تھی کیونکہ میں جب گھر سے نکلا تو بعض مسجدوں میں اذان ہو رہی تھی' میں نے سنتوں سے فراغت کے بعد قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی تو پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا کہ اٹھو اور صبح کی سنتیں پڑھو میں نے کہا کہ میں نے تو پڑھ لی ہیں تو اس نے کہا کہ آپ کے لئے دوبارہ پڑھنا ضروری ہے کیونکہ آپ نے اس وقت پڑھی تھیں جب مؤذن اذان دے رہا تھا' امید ہے اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں گے؟

جواب اگر اس مؤذن نے اذان تاخیر سے کہی ہے اور آپ نے سنتیں طلوع فجر کے بعد پڑھی ہیں تو آپ نے سنت کو ادا کر دیا اور یہ سنت ادا ہو گئی لہٰذا اس کے دوہرانے کی ضرورت نہیں اور اگر آپ کو شک ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس مؤذن نے اذان صبح کے بعد کہی ہے یا طلوع فجر کے وقت تو پھر زیادہ محتاط اور افضل بات یہ ہے کہ آپ ان دو رکعتوں کو دوبارہ پڑھ لیں تاکہ یہ یقین ہو جائے کہ آپ نے انہیں طلوع فجر کے بعد ادا کیا ہے۔

آخری وقت میں نماز پڑھنے کی صورت میں اذان کس وقت ہو

سوال جب ہم ایک جماعت ہوں اور ارادہ یہ ہو کہ نماز ظہر آخر وقت میں پڑھیں گے تو اذان کس وقت کہیں یعنی کیا یہ

لازم ہے کہ اذان اول وقت ہی میں دی جائے یا اس صورت میں آخر وقت میں بھی دے سکتے ہیں' کیا اذان کے بغیر بھی نماز صحیح ہو گی؟

جواب جب تم شہر وغیرہ میں ہو تو پھر تم پر واجب ہے کہ نماز مسجد میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ باجماعت ادا کرو الا یہ کہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے کوئی عذر ہو اور جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز ادا کرے تو اس کے لئے شہر والوں کی اذان ہی کافی ہو گی البتہ وہ اقامت کہہ سکتا ہے اور اگر تم صحراء وغیرہ میں ہو تو پھر واجب ہے کہ اذان و اقامت کہو کیونکہ علماء کے صحیح قول کے مطابق اذان و اقامت فرض کفایہ ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے فرمایا تھا کہ ”جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور تم میں جو سب سے بڑا ہو وہ نماز پڑھائے۔“ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی سے یہ فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان اور اقامت کہو۔“

نبی ﷺ نے مدینہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اور مکہ میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو اذان کہنے کا حکم دیا تھا' دونوں کو آپ نے اقامت کہنے کا حکم بھی دیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں خود بھی ساری زندگی پانچوں نمازیں اذان و اقامت کے ساتھ ادا فرمائیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اذان و اقامت فرض ہیں کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔“

باقی رہا یہ مسئلہ کہ صحراء میں اذان اول وقت دی جائے یا آخر وقت تو اس میں دونوں طرح گنجائش ہے ہاں البتہ افضل یہ ہے کہ اذان اور نماز دونوں اول وقت ہوں اور اگر حالت سفر میں تم اذان و نماز کو مؤخر کر کے ظہر و عصر کو عصر کے وقت اور مغرب و عشاء کو عشاء کے وقت میں ادا کر لو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں' کیونکہ مسافر کو حسب سہولت جمع تقدیم و تاخیر کے ساتھ دونوں طرح نماز ادا کرنے کی اجازت ہے۔ اگر آدمی زوال سے پہلے سفر شروع کر دے تو پھر افضل یہ ہے کہ ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ پڑھ لے' اسی طرح اگر وہ غروب آفتاب سے پہلے سفر شروع کر دے تو پھر افضل یہ ہے کہ مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ ادا کرے۔ اگر زوال کے بعد سفر کا آغاز کرے تو پھر افضل یہ ہے کہ عصر کو بھی ظہر کے ساتھ پڑھ لے اسی طرح اگر سفر غروب آفتاب کے بعد شروع کرے تو پھر افضل یہ ہے کہ عشاء کی نماز کو مغرب کے ساتھ ادا کرے۔ نبی کریم ﷺ کی سنت سے اسی طرح ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۲۱)

”تحقیق رسول اللہ (ﷺ) کی ذات میں تمہارے لئے بہترین (عمدہ) نمونہ موجود ہے۔“

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ واللہ ولی التوفیق!

غروب آفتاب کے بعد اور نماز مغرب سے پہلے تحیۃ المسجد اور نفل

سوال اذان مغرب کے بعد اور نماز سے پہلے تحیۃ المسجد کے بارے میں کیا حکم ہے کیونکہ اذان و اقامت کے درمیان وقت بہت کم ہوتا ہے نیز تحیۃ المسجد کے علاوہ نماز مغرب سے پہلے نفل پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب تحیۃ المسجد سنت مؤکدہ ہے' اسے تمام اوقات میں ادا کیا جا سکتا ہے حتیٰ کہ علماء کے صحیح قول کے مطابق اسے

ممنوع وقت میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔'' (متفق علیہ)

اذان مغرب کے بعد اقامت سے قبل نماز پڑھنا سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مغرب سے پہلے نماز پڑھو' مغرب سے پہلے نماز پڑھو اور پھر تیسری مرتبہ فرمایا کہ جو چاہے پڑھے۔'' (بخاری) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ اذان مغرب کے فوراً بعد اور اقامت سے پہلے وہ دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے' نبی کریم ﷺ انہیں یہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اور اس سے منع نہ فرماتے بلکہ اس کا آپ ﷺ نے حکم بھی دیا ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث کے حوالہ سے ابھی گزر چکا ہے۔

خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد

سوال میری بعض نمازی بھائیوں کے ساتھ جمہوریہ سوڈان کی مسجد ریفی مروی میں اس موضوع پر گفتگو ہوئی کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو کیا اس وقت مسجد میں آنے والا دو رکعتیں پڑھے یا نہ پڑھے' چنانچہ سماحۃ الشیخ سے اس مسئلہ میں فتویٰ مطلوب ہے یاد رہے اس قدیمی مسجد کے نمازی بھائیوں کا تعلق امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب سے ہے یعنی وہ مالکی ہیں!

جواب سنت یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا ہر شخص تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ضرور پڑھے خواہ امام خطبہ دے رہا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

«إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلاَ يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ»

''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعتیں نہ پڑھ لے۔''

اسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے صحیحین میں ذکر کیا ہے نیز امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا»

''جب تم میں سے کوئی جمعہ کے دن اس وقت آئے' جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے اور ان میں اختصار سے کام لے۔''

یہ حدیث اس مسئلہ میں نص صریح ہے لہذا کسی کے لئے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے خطبہ کے وقت ان دو رکعتوں سے اس لئے منع کیا ہے کہ شاید آپ کو یہ سنت نہ پہنچی ہو اور جب رسول اللہ ﷺ کی یہ سنت صحیح سند سے ثابت ہے تو کسی کے قول کی وجہ سے خواہ وہ کوئی بھی ہو اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيْرٞ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء ٤/ ٥٩)

''مومنو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا ٱخۡتَلَفۡتُمۡ فِيهِ مِن شَيۡءٖ فَحُكۡمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۚ ﴾ (الشوری ٤٢/ ١٠)

"اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہو گا۔)"

اور یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم، اللہ عزوجل کے حکم ہی کی بنیاد پر ہوتا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ ﴾ (النساء ٤/ ٨٠)

"جو شخص رسول اللہ (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی۔"

ممنوع اوقات میں تحیۃ المسجد

سوال تحیۃ المسجد کے بارے میں ہماری کافی گفتگو ہوئی ہے کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ ممنوع اوقات مثلاً طلوع و غروب آفتاب کے وقت اسے نہیں پڑھنا چاہئے جب کہ کچھ لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ یہ نماز ان نمازوں میں سے ہے جنہیں مخصوص اسباب کی وجہ سے ادا کیا جاتا ہے لہٰذا اسے ہر وقت ادا کیا جا سکتا ہے خواہ سورج کا آدھا حصہ غروب ہو گیا ہو اور آدھا باقی ہو تو اس وقت بھی اسے ادا کیا جا سکتا ہے، امید ہے آپ اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل کے ساتھ رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب اس مسئلہ میں اگرچہ اہل علم کا اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تحیۃ المسجد ہر وقت حتیٰ کہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد بھی جائز ہے کیونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد گرامی کے عموم کا یہی تقاضا ہے کہ "تم میں سے کوئی جب بھی مسجد میں آئے تو وہ دو رکعتیں پڑھے بغیر نہ بیٹھے۔" (متفق علیہ)

علاوہ ازیں یہ نماز ان مخصوص اسباب والی نمازوں میں سے ہے جنہیں ہر وقت ادا کیا جا سکتا ہے مثلاً نماز طواف اور نماز کسوف وغیرہ جنہیں فوت شدہ فرض نمازوں کی طرح ہر وقت ادا کیا جا سکتا ہے۔ نماز طواف کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کا ارشاد ہے "اے بنی عبد مناف! کسی کو بھی منع نہ کرو کہ وہ رات یا دن کی جس گھڑی میں بھی چاہے اس گھر (بیت اللہ) کا طواف کرے اور نماز پڑھے۔"

اس حدیث کو امام احمد اور اصحاب سنن نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح نماز کسوف کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں کسی کی موت و حیات کی وجہ سے انہیں گرہن نہیں لگتا لہٰذا جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو حتیٰ کہ گرہن ختم ہو جائے۔" (متفق علیہ)

اسی طرح نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو شخص نماز سے سو جائے یا اسے بھول جائے تو اسے چاہئے کہ اسی وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے، بس اس کا یہی کفارہ ہے۔" ان احادیث کے عموم کا تقاضا ہے کہ ان نمازوں کو ممانعت وغیرہ کے تمام اوقات میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی قول کو پسند فرمایا ہے۔ واللہ ولی التوفیق!

کیا آخری تشہد میں ملنے سے نماز باجماعت شمار ہو گی

سوال جب نمازی آخری تشہد میں ملے تو کیا اس کی یہ نماز باجماعت شمار ہو گی اور اسے نماز باجماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب نماز باجماعت اس صورت میں شمار ہو گی جب ایک رکعت کو پا لے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "جو شخص نماز کی ایک رکعت کو پا لے اس نے نماز پالی۔" لیکن اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے لیٹ ہو جائے مثلاً بیماری وغیرہ کی وجہ سے تو اسے جماعت کا ثواب ملے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جب آدمی بیمار ہو یا مسافر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس عمل کے مطابق ثواب لکھ دیتا ہے جو وہ صحت اور اقامت کی حالت میں سرانجام دیتا ہو۔"

جب مقتدی رکوع کی حالت میں ملے تو کیا وہ تکبیر تحریمہ کہے یا تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے

سوال جب مقتدی نماز کے لئے مسجد میں آئے اور امام رکوع کی حالت میں ہو تو کیا وہ تکبیر تحریمہ کہے یا تکبیر کہے اور رکوع میں چلا جائے؟

جواب زیادہ افضل اور محتاط بات یہ ہے کہ وہ دو تکبیریں کہے۔ ایک تکبیر تحریمہ جو کہ نماز کا رکن ہے اور اس تکبیر کو کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے اور دوسری تکبیر رکوع کے لئے اس وقت کہے جب وہ رکوع کے لئے جھک رہا ہو اور اگر رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو علماء کے صحیح قول کے مطابق تکبیر تحریمہ ہی کافی ہو گی کیونکہ دونوں عبادتیں بیک وقت جمع ہو گئی ہیں' لہٰذا بڑی عبادت چھوٹی سے کفایت کرے گی۔ اکثر علماء کے نزدیک رکعت بھی صحیح ہو گی کیونکہ امام بخاریؒ نے "صحیح" میں حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ اس وقت آئے جب نبی کریم ﷺ حالت رکوع میں تھے تو انہوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع شروع کر لیا اور اسی طرح حالت رکوع میں صف میں شامل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے دوبارہ ایسا نہ کرنا۔" یعنی دوبارہ صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع نہ کرنا بلکہ مسجد میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ وہ صف کے ساتھ مل کر رکوع کرے آپ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو اس رکعت کے دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا' جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعت ہو گئی۔ [1] ایسے نمازی کے حق میں فاتحہ ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کا محل باقی نہ رہا اور وہ قیام ہے۔ جو علماء مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں' ان کے نزدیک اس حدیث کی صحیح توجیہ یہی ہے۔

---

[1] وضاحت: سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مذکورہ فتویٰ میں فرمایا ہے کہ "آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو اس رکعت کے دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا' جس سے معلوم ہوا کہ یہ رکعت ہو گئی۔ ایسے نمازی کے حق میں فاتحہ ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کا محل باقی نہ رہا اور وہ قیام ہے۔"

جو لوگ فاتحہ کے وجوب کے قائل نہیں ان کی تو بات ہی چھوڑیئے لیکن جو لوگ فاتحہ کے وجوب کے قائل ہیں ان کے نزدیک تو فاتحہ کے بغیر نماز درست ہی نہیں ہوتی اور عقلی و نقلی دلائل سے ترجیح بھی اسی بات کو ہے کہ ایسے شخص کی رکعت شمار نہیں ہو گی بلکہ اس کو وہ رکعت پڑھنی پڑے گی جس میں اس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔ اس کے کئی وجوہ ہیں۔

(ا) سورۃ فاتحہ' امام و ماموم اور ہر ایک نمازی پر واجب ہے چاہے وہ مقیم ہو یا مسافر' نماز سری ہو یا جہری' جس طرح کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس طرح باب باندھا ہے "باب وجوب القراة للامام والماموم فی الصلوات کلها فی الحضر والسفر وما یجھر فیھا وما یخافت" (صحیح البخاری' کتاب الاذان ۔ باب ۹۵ ص ۱۰۔ مطبوعہ دارالسلام)

=للنشر والتوزیع الریاض سعودی عرب)

(۳) عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صص لاصلوة لمن لم يقرابام القرآن (متفق علیه) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہے' تو کیا جو شخص ایک رکعت میں تو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اور باقی نماز میں پڑھ لے اس کی نماز ہو جائے گی؟ اس کا جواب ہے۔ "نہیں ہو گی" کیونکہ سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے جب رکن کسی بھی جگہ ساقط ہو گا نماز ناقص ہو گی اور یہی بات صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں "من صلى صلوة لم يقرا فيها بام القرآن فهي خداج ثلاثا غير تمام۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز ناقص ہے' وہ پوری ہی نہیں' بعینہٖ اسی طرح جس طرح ایک حاملہ اونٹنی وقت سے کچھ ماہ قبل اپنا ناقص الخلقت بچہ گرا دے اور ہر شخص جانتا ہے کہ اس طرح کا بچہ کسی بھی کام کا نہیں ہوتا تو جو شخص ایک رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا اس کی کم از کم وہ ایک رکعت تو ناقص ہی ہو گی اور یہ بات کس طرح ممکن ہے کہ کسی شخص کی ایک رکعت تو ناقص اور غیر مکمل ہو جبکہ باقی نماز مکمل ہو!

پھر یہ بھی بات ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز آدھی آدھی تقسیم کر دی ہے۔ الخ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تقسیم بیان فرمائی ہے تو وہ فاتحۃ الکتاب کی تقسیم ہے۔ اب اگر کوئی شخص ایک رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس شخص کی کم از کم وہ ایک رکعت تو اس تقسیم انعام سے محروم اور خالی ہے۔ پھر وہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیئے جس کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں اور امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اپنی "سنن" میں بیان فرمایا ہے' اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں "لاتجزی صلاة لايقرا فيها بفاتحة الكتاب" اس حدیث کے الفاظ اپنے اس مفہوم میں قطعی طور پر واضح ہیں کہ جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا تو اسکی نماز صحیح ہو گی اور نہ اس کی نماز اس کو کفایت کرے گی کیونکہ "لا تجزی" کا معنی ہی یہ ہے کہ "لا تكفى ولا تصح" اس لئے جس رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی کم از کم وہ رکعت تو صحیح نہ رہی۔ اب اس رکعت کو صحیح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ رکعت سورۂ فاتحہ سمیت پھر پڑھی جائے۔

(۴) حدیث "لاصلوۃ" میں "لا" نفی جنس کا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ رکعت ہی سرے سے "جنس نماز" سے نہیں ہے۔ اب اگر کوئی شخص نماز ظہر' عصر یا عشاء کی پہلی رکعت کے رکوع میں شامل ہوتا ہے تو اس کے اس رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے یہ پہلی رکعت تو "جنس نماز" میں شمار ہی نہیں ہو گی۔ اسی طرح نماز مغرب اور نماز صبح کا حال ہو گا۔

(۵) تندرست آدمی کے لئے قیام شرط ہے' یعنی اگر کوئی آدمی طاقت رکھنے کے باوجود فرض نماز کے قیام کا تارک ہے تو اس کی نماز بھی ازروئے شریعت درست نہیں ہے کیونکہ جس طرح رکوع یا سجدے کے تارک کی نماز درست نہیں ہو سکتی اسی طرح قیام نہ کرنے والے شخص کی نماز بھی درست نہیں ہو سکتی۔ مدرک رکوع کی رکعت کو جائز قرار دینے کے لئے یہ کہنا کہ "ایسے نمازی کی حق میں فاتحہ ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کا محل باقی نہ رہا اور وہ قیام ہے۔" (جس طرح کہ فضیلۃ الشیخ حفظہ اللہ تعالیٰ نے موقف اختیار فرمایا ہے) اس سے اولیٰ و احوط یہ ہے کہ یہ بات کہی جائے چونکہ اس شخص=

کمزور قرأت و تجوید والے شخص کی امامت

سوال میں ریاض کے مضافات کی ایک مسجد میں امام ہوں۔ میری مشکل یہ ہے کہ میری قرأت و تجوید بھی کمزور ہے اور

= کا قیام اور سورۃ فاتحہ یعنی دو رکن رہ گئے ہیں لہٰذا اس کو یہ رکعت دوبارہ پڑھنی چاہیئے۔

(۶) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ "لا تعد" کی بھی تین وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو وہی جو کہ عامہ محدثین نے بیان کی ہے لَاتَعُدْ یعنی آئندہ ایسانہ کرنا۔ دوسری یہ کہ لَاتُعِدْ یعنی تو نماز نہ دہرا (تیری نماز درست ہوئی) تیسری یہ توجیہہ بھی ہو سکتی ہے کہ "لَاتَعْدُ" یعنی دوڑ کر نہ آیا کر۔ جب یہ تینوں احتمال موجود ہیں تو پھر دلائل قویہ کو پس پشت کیوں ڈالا جائے؟

(۷) ایک بات یہ بھی ہے کہ جب یہ معلوم امر ہے کہ نماز میں فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے تو جس رکعت میں یہ نہیں پڑھی جائے گی اس جگہ سے تو فرض "ساقط" ہو گیا اب وہ نماز کیونکر پوری اور درست قرار دی جا سکتی ہے جس کی ایک رکعت میں نہ تو قیام شرعی کیا گیا ہو اور نہ سورۂ فاتحہ پڑھی گئی ہو نیز ایسی نماز "صلوا کما رایتمونی اصلی" کے تقاضوں کے بھی خلاف ہے۔

(۸) رسول اللہ ﷺ کا ایک معروف حکم ہے کہ "صل ما ادرکت واقض ما سبقک" یعنی جو نماز تو امام کے ساتھ پالے وہ پڑھ لے اور جس سے تو مسبوق ہو جائے اس کی قضا دے، تو جو شخص ایک رکعت کا قیام نہیں پا سکا ظاہر ہے کہ یہ شخص پہلی رکعت کے قیام سے مسبوق ہو چکا ہے لہٰذا یہ شخص رسول اللہ ﷺ کے حکم "واقض ما سبقک" کا شرعاً مامور ہے اور اس حکم کی تعمیل کا اس کے علاوہ دوسرا کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ایسا شخص وہ رکعت دوبارہ پڑھے جس کا قیام یہ شخص نہیں پا سکا۔

(۹) رسول اللہ ﷺ سے یہ حکم بھی صراحتاً موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ((من وجدنی قائما اوراکعا اوساجدا فلیکن معی علی الحال التی انا علیہا)) (سنن سعید بن منصور من روایۃ عبدالعزیز بن رفیع عن اناس من اھل المدینۃ بحوالہ فتح الباری مع صحیح بخاری کتاب الاذان ج ۲۔ ص ۲۶۹ ط : السلفیۃ) اس حدیث کا تو مطلب بھی یہی ہے کہ کسی مقتدی کو یہ حق ہی نہیں ہے کہ وہ امام کی مخالفت کرے یعنی امام تو رکوع میں ہو اور مقتدی قیام کر رہا ہو یہ درست نہیں ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کے اس حکم کے ذریعے کہ "وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ" ہمیں اس بات کا پابند کر دیا ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ ہمیں دیں ہم وہ لے لیں، تو اس حکم الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم یہ سوچیں بھی نہ کہ جس رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ رکعت، رکعت بھی شمار ہو سکتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو کوئی ایسی نماز دی ہی نہیں ہے جس میں کوئی رکعت قیام اور سورۂ فاتحہ سے خالی ہو۔ تلک عشرۃ کاملۃ واللہ اعلم بالصواب وھو ولی التوفیق۔

فقیر الی اللہ محمد عبدالجبار، دارالسلام، لاہور۔

میں غلطیاں بھی بہت کرتا ہوں' مجھے قرآن مجید کے تین پارے اور بعض سورتوں کی کچھ آیات یاد ہیں' مجھے اس ذمہ داری کی وجہ سے بہت ڈر محسوس ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا میں امامت کا یہ سلسلہ جاری رکھوں یا مستعفی ہو جاؤں؟

جواب جس قدر بھی آسانی سے ممکن ہو قرآن مجید کے حفظ و تجوید میں خوب کوشش کرو اور اگر آپ کی نیت نیک، ہو گی اور آپ مقدور بھر کوشش جاری رکھیں گے تو پھر آپ کے لئے خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و بھلائی اور مدد شامل حال ہو گی کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مِنْ أَمْرِهِۦ يُسْرًا﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔"

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "قرآن مجید میں مہارت رکھنے والے کو معزز اور نیکو کار فرشتوں کا ساتھ نصیب ہو گا اور جو شخص قرآن پڑھتا اور اس میں ہکلاتا ہے اور قرآن مجید کا پڑھنا اس کے لئے بہت دشوار ہے تو اسے دوگنا اجر و ثواب ملے گا۔"

ہم آپ کو یہ نصیحت نہیں کریں گے کہ آپ مستعفی ہو جائیں بلکہ یہ نصیحت کریں گے کہ آپ مسلسل محنت' صبر اور کوشش سے کام لیں' حتیٰ کہ آپ کو مکمل قرآن مجید کے حفظ و تجوید میں یا جس قدر باسانی ممکن ہو اس میں کامیابی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق عطا فرمائے اور آپ کے کام کو آسان بنائے۔

قرآن مجید میں اعراب کی غلطی کرنے والے امام کے پیچھے نماز

سوال ایک امام قرآن مجید پڑھتے ہوئے لحن میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی قرآنی آیات کے حروف میں کمی بیشی کر دیتا ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر لحن سے معنی میں کوئی تبدیلی نہ آتی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ میں "رب" پر نصب یا رفع پڑھ دے یا "الرحمٰن" پر نصب یا رفع پڑھ لے۔ اور اگر لحن سے معنی میں تبدیلی آجاتی ہو تو پھر اس کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے بشرطیکہ متوجہ کرنے اور لقمہ دینے سے بھی وہ اپنی قرأت کو درست نہ کرے۔ مثلاً اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں اِيَّاكَ کے کاف پر زیر پڑھے (یا) مثلاً اَنْعَمْتَ میں تا پر کسرہ یا ضمہ پڑھ لے اور اگر وہ متوجہ کرنے اور لقمہ دینے سے اپنی قرأت کو صحیح کرے تو اس کی نماز و قرأت صحیح ہو گی۔ بہرحال حکم شریعت یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو تمام حالات میں نماز کے اندر بھی اور نماز سے باہر بھی دین سکھائے۔ کیونکہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' لہٰذا جب وہ غلطی کرے تو اس کی رہنمائی کرے' ناواقف ہو تو اسے سکھائے اور قرآن مجید میں بھول جائے تو اسے لقمہ دے۔

جو امام سورۂ فاتحہ بھی صحیح نہ پڑھ سکے تو......

سوال جب امام سورۂ فاتحہ کے پڑھنے میں بھی غلطی کرے تو کیا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی؟

جواب جب امام سورۂ فاتحہ میں بھی لحن کرے کہ اس سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اسے متوجہ کرنا اور اسے لقمہ دینا واجب ہے اور اگر وہ اپنی قرأت کو درست کر لے تو الحمدللہ ورنہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو گی اور انتظامیہ پر واجب ہے

کہ اسے امامت سے معزول کر دے، ایسے لحن کی مثال جس سے معنی میں تبدیلی آتی ہو یہ ہے کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں تا پر کسرہ یا ضمہ پڑھ لے یا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن میں کاف پر کسرہ پڑھ لے اور وہ لحن جس سے معنی میں تبدیلی نہ آتی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ "رب العالمین" یا "الرحمٰن" کو فتحہ یا ضمہ کے ساتھ پڑھے تو اس سے نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

جہری نماز میں امام کی غلطی اور مقتدی کا لقمہ دینا

سوال جب امام جہری نماز میں قرأت کرتے ہوئے ایسی غلطی کرے کہ ایک آیت ہی ساقط کر دے یا آیت کا کوئی جزء ساقط کر دے یا غلطی سے آیت کے لفظ کو بدل دے یا اس طرح کی کوئی اور غلطی کرے تو کیا مقتدی کے لئے لقمہ دینا واجب ہے؟

جواب جب امام قرأت میں غلطی کرے کہ کوئی آیت ساقط کر دے یا اس میں لحن کرے تو مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ اسے لقمہ دے اور اگر غلطی یا لحن سورۂ فاتحہ میں ہو تو مقتدی کے لئے لقمہ دینا واجب ہے۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا نماز کا رکن ہے۔ ہاں! البتہ اگر لحن سے معنی میں تبدیلی نہ آتی ہو تو پھر لقمہ دینا واجب نہیں ہے۔ مثلاً الرحمٰن یا الرحیم پر نصب پڑھ لے۔

ایک حادثہ میں میری ٹانگ کٹ گئی تو کیا میرے لئے امامت کرانا جائز ہے

سوال میرا ایک پاؤں ٹخنے کے نیچے سے کٹا ہوا ہے اور یہ پاؤں گاڑی کے ایک حادثہ میں کٹ گیا تھا۔ کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں مقررہ امام کی عدم موجودگی میں نماز پڑھا دوں یا یہ جائز نہیں ہے؟ نیز کیا میرے لئے وضو کرتے ہوئے اس پاؤں پر مسح کرنا جائز ہے؟

جواب اگر یہ کٹا ہوا پاؤں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں رکاوٹ نہ بنے تو پھر لوگوں کو نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ آپ میں امامت کی باقی شرائط موجود ہوں۔ پاؤں پر مسح کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، جب پاؤں کا کچھ حصہ کٹنے سے بچ گیا ہو اور آپ نے وضو کر کے موزہ یا جراب پہن رکھی ہو اور وہ پاؤں کو چھپائے ہوئے ہو تو آپ اقامت میں ایک دن رات اور سفر میں تین دن رات کی نمازیں مسح کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح سنت سے یہ ثابت ہے۔

اگر پاؤں ٹخنے کے اوپر سے کٹا ہو تو اس پر مسح کرنے یا اسے دھونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ٹخنوں کے اوپر کا حصہ مسح یا غسل کا محل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے عوض خیر و بھلائی عطا فرمائے، مصیبت کا صلہ عطا فرمائے اور صبر و ثواب سے سرفراز فرمائے!

جہری نماز میں امام کا سکتہ کرنا تاکہ مقتدی فاتحہ پڑھ لے

سوال سورۂ فاتحہ کے بعد امام کے کچھ دیر کے لئے وقوف کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے تاکہ مقتدی فاتحہ پڑھ سکے اور اگر امام یہ وقفہ نہ کرے تو پھر مقتدی فاتحہ کس وقت پڑھے؟

جواب اس بات کی کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ہے کہ امام سکوت اختیار کرے تاکہ جہری نماز میں مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھ سکے، مقتدی کو چاہئے کہ وہ اس وقت فاتحہ پڑھے جب امام قرأت کے درمیان سکوت کرے اور اگر امام قرأت کے

درمیان سکوت نہ کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ فاتحہ کو اپنے جی میں پڑھ لے خواہ امام قرأت ہی کیوں نہ کر رہا ہو اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد خاموش ہو جائے کیونکہ نبی ﷺ کے حسب ذیل ارشاد کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کو ہر رکعت میں پڑھا جائے:

«لاَ صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»(متفق عليه)

"اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔"

اور نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ "شاید تم اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو؟" صحابہ کرام نے عرض کیا "جی ہاں" فرمایا:

«لاَ تَفْعَلُوْا إِلاَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَإِنَّهُ لاَ صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا»(مسند أحمد، سنن أبي داود، وصحيح ابن حبان بإسناد حسن)

"سورۂ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھو کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔" (احمد' ابوداؤد' ابن حبان' اس کی سند حسن ہے)

یہ دنوں حدیثیں حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ اور ارشاد نبوی کے عموم کی تخصیص کر دیتی ہیں۔

﴿وَإِذَا قُرِئَ ٱلْقُرْءَانُ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥ وَأَنصِتُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الأعراف٧/ ٢٠٤)

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

"امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا اس سے اختلاف نہ کرو' جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو۔ اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔" (صحیح مسلم)

مقتدی کے بلند آواز سے قرأت کرنے کے بارے میں حکم

سوال امام کے پیچھے کھڑا ہوا جو مقتدی اونچی آواز سے قرأت کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب سنت یہ ہے کہ مقتدی اپنی قرأت اور دیگر تمام اذکار اور دعاؤں کو آہستہ پڑھے کیونکہ مقتدی کے بلند آواز سے پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور پھر اس کے بلند آواز سے پڑھنے سے دیگر نمازیوں کی نماز میں بھی خلل پیدا ہو گا۔

کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ بائیں طرف کھڑے ہونے والے کو دوگنا ثواب ملتا ہے

سوال عشاء کی جماعت کھڑی ہوئی' دائیں طرف کی صف مکمل تھی جبکہ بائیں طرف بہت کم لوگ تھے' تو ہم نے کہا کہ بائیں طرف سے صف کو برابر کرو' تو ایک نمازی نے کہا دائیں طرف کھڑا ہونا افضل ہے۔ ایک دوسرے آدمی نے اس کے جواب میں کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صفوں کی بائیں طرف کو آباد کرے اسے دوگناہ اجروثواب ملتا ہے۔ براہ کرم فتوی دیجئے کہ اس مسئلہ میں صحیح بات کیا ہے؟

جواب نبی کریم ﷺ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر صف کی دائیں طرف اس کی بائیں طرف سے افضل ہے۔ لیکن لوگوں کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ صف کو دائیں بائیں طرف سے برابر کر لو کیونکہ حصول فضیلت کی نیت سے اگر دائیں طرف زیادہ آدمی کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

بعض نمازیوں نے جو یہ حدیث بیان کی کہ

"جو شخص صفوں کے بائیں طرف کو آباد کرے تو اسے دوگنا اجروثواب ملے گا۔" مجھے یہ حدیث بے اصل اور بظاہر موضوع معلوم ہوتی ہے' اسے بعض ایسے ست لوگوں نے وضع کیا ہو گا جو صف کے دائیں طرف کھڑا ہونے کا شوق نہیں رکھتے یا اس کی طرف سبقت کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

«وَاللّٰهُ الْـهَادِيْ إِلٰي سَوَاءِ السَّبِيْلِ»

میں اپنی مسجد کے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا

سوال جہری نماز اور تراویح میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے فوراً بعد ہمارا امام قرأت شروع کر دیتا ہے اور میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ وہ اتنا سکتہ نہیں کرتا کہ سورۂ فاتحہ کو پڑھا جا سکے اور حدیث میں ہے کہ "لا صلوة لمن لم یقرا بفاتحة الکتاب" جب کہ ایک دوسری حدیث "قراۃ الامام قراۃ لمن خلفه" تو ان دونوں احادیث میں تطبیق کس طرح ہو گی؟

جواب مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کی قرأت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے لیکن نبی ﷺ کے ارشاد گرامی:

«لاَ صَلٰوةَ لِـمَنْ لَّـمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْـكِتَابِ»(متفق علیه)

"جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔"

کے عموم کے پیش نظر راجح ترین بات یہ ہے کہ مقتدی کے لئے بھی سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے' اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ شاید تم اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا "جی ہاں!" تو آپ نے ارشاد فرمایا:

«لاَ تَفْعَلُوْا إِلاَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَإِنَّهُ لاَ صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا»(مسند أحمد، سنن أبي داود، وصحيح ابن حبان بإسناد حسن)

"سورۂ فاتحہ کے سوا اور کچھ نہ پڑھو کیونکہ جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔" (ابوداؤد و دیگر محدثین باسناد حسن)

اگر امام جہری نماز میں سکتہ نہ بھی کرے تو پھر بھی مقتدی کو ہر حال میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے خواہ اس وقت ہی کیوں نہ پڑھے' جب امام قرأت کر رہا ہو اور پھر سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد خاموش ہو جائے تاکہ دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔ اگر مقتدی بھول جائے یا وہ جاہل ہو اور اسے سورۂ فاتحہ کے پڑھنے کے وجوب کا علم نہ ہو تو اس سے فاتحہ کا پڑھنا ساقط ہو جائے گا۔ جس طرح اس شخص سے ساقط ہو جاتا ہے جو امام کے ساتھ آکر رکوع کی حالت میں ملے تو علماء کے صحیح قول کے مطابق اس کی یہ رکعت ہو جائے گی' اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "وہ جب مسجد میں آئے تو نبی کریم ﷺ رکوع فرما رہے تھے تو انہوں نے بھی صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع شروع کر دیا اور پھر اسی طرح بحالت رکوع صف میں داخل ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہارے شوق میں اضافہ فرمائے' آئندہ اس طرح نہ کرنا۔" لیکن آپ نے انہیں اس رکعت کے دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ (صحیح بخاری/ فتاویٰ اسلامیہ میں سماحۃ الشیخ ابن باز حفظہ اللہ تعالیٰ کے اس فتویٰ کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ جس کا امام ہو تو اسکی قرأت اسکی قرأت ہو گی' ضعیف اور ناقابل استدلال

ہے' اگر یہ صحیح بھی ہو تو یہ عام ہے اور سورۂ فاتحہ کا پڑھنا اس مسئلہ میں وارد صحیح احادیث کے پیش نظر خاص ہو گا/ واللہ ولی التوفیق؛ ملاحظہ فرمایئے فتاویٰ اسلامیہ' ج ۱ ص ۲۶۰' جمع و ترتیب محمد بن عبدالعزیز المسند' دارالوطنی الریاض ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء/ مترجم)

تراویح پڑھنے والے امام کی اقتداء میں نماز عشاء

سوال ایک شخص مسجد میں اس وقت پہنچا جب لوگ نماز تراویح ادا کر رہے تھے اور اسے اس بات کا علم بھی تھا تو کیا وہ اس امام کی اقتداء میں نیت کر کے نماز عشاء ادا کر سکتا ہے یا وہ اکیلا نماز پڑھے؟

جواب علماء کے صحیح قول کے مطابق اس صورت میں عشاء کی نیت کر کے نماز تراویح پڑھانے والے امام کی اقتداء میں نماز عشاء پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور جب امام سلام پھیر دے تو اسے اپنی باقی نماز مکمل کرنا ہو گی اس کی دلیل صحیحین کی یہ حدیث ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نماز عشاء نبی ﷺ کی اقتداء میں ادا فرمایا کرتے تھے اور پھر اپنی قوم میں واپس آ کر انہیں یہی نماز پڑھایا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کا انہیں اس سے منع نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں جائز ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ صلوٰۃ خوف کی پہلے ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں' نبی ﷺ کی پہلی دو رکعتیں فرض اور دوسری دو رکعتیں نفل تھیں جب کہ دوسری جماعت کی یہ نماز فرض تھی۔ واللہ ولی التوفیق۔

کیا مقیم نماز میں مسافر کی اقتداء کر سکتا ہے

سوال جب کوئی انسان سفر میں ہو اور وہ نماز ظہر با جماعت ادا کرنا چاہے اور ایک ایسے شخص کو پا لے جس نے نماز ظہر پڑھ لی ہے اور وہ مقیم ہے تو کیا یہ مقیم مسافر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے؟ نیز کیا یہ مسافر کے ساتھ قصر کرے گا یا پوری نماز پڑھے گا؟

جواب جب مقیم' مسافر کے پیچھے جماعت کے ثواب کے حصول کی خاطر نماز ادا کرے اور وہ اپنی فرض نماز پہلے پڑھ چکا ہو تو مسافر کے ساتھ دو رکعتیں ہی پڑھے گا' کیونکہ مقیم کے لئے یہ نماز نفل ہو گی اور اگر مقیم' مسافر امام کی اقتداء میں ظہر' عصر یا عشاء کے فرض پڑھے تو پھر اسے چار رکعتیں پڑھنا ہوں گی' لہٰذا مسافر امام جب دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دے تو اسے دو رکعتیں اور پڑھ کر اپنی نماز کو مکمل کرنا ہو گا اور اگر مسافر' مقیم امام کے پیچھے فرض نماز ادا کرے تو علماء کے صحیح قول کے مطابق اس صورت میں مسافر کو بھی پوری نماز پڑھنا ہو گی کیونکہ امام احمد اور امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ مسافر مقیم امام کے ساتھ چار لیکن اپنے مسافر ساتھیوں کے ساتھ دو رکعتیں پڑھتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ سنت یہی ہے اور نبی ﷺ کے اس ارشاد کے عموم کا تقاضا یہی ہے کہ "امام تو اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا امام سے اختلاف نہ کرو۔" (متفق علیہ)

کیا عورت مسجد میں نماز پڑھ سکتی ہے

سوال ایسی نوجوان پردہ نشین عورت جس نے شرعی لباس زیب تن کر رکھا ہو اور چہرے اور ہاتھوں کے سوا سارے جسم کو لباس سے چھپا رکھا ہو' کیا اس کے لئے تمام نمازیں مسجد میں ادا کرنا جائز ہے؟ کیا وہ اپنے شوہر کے ساتھ تمام نمازوں کے لئے مسجد میں جا سکتی ہے؟

جواب جب عورت نے شرعی حجاب اختیار کر رکھا ہو' اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپا رکھا ہو' خوشبو اور زیب و زینت کے اظہار سے اجتناب کیا ہو تو اس کے لئے مسجد میں نماز ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ کی بندیوں کو اللہ کے گھروں سے منع نہ کرو۔" لیکن عورت کے لئے اپنے گھر میں نماز ادا کرنا افضل ہے کیونکہ حدیث مذکور کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں "اور ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں۔"

مسجد کے پڑوس میں عورتوں کی نماز کے لئے جگہ

سوال ہماری مسجد کے شمالی جانب ایک جگہ ہے جس میں چار دیواری بنی ہوئی ہے اور یہ جگہ مسجد کے ساتھ ملحق ہے' ہم اس جگہ کو رمضان میں عورتوں کی نماز کے لئے مخصوص کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اس جگہ عورتوں کے لئے نماز پڑھنا جائز ہے' یاد رہے اس جگہ عورتیں امام کو دیکھ نہیں سکیں گی بلکہ صرف لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ امام کی اقتداء کر سکیں گی؟

جواب اس طرح کی جگہ میں عورتوں کی نماز کے صحیح ہونے کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے' جبکہ وہ نہ امام کو دیکھتی ہوں اور نہ امام کے پیچھے مقتدیوں کو بلکہ صرف تکبیر کی آواز سنتی ہوں۔ عورتوں کے لئے زیادہ محتاط بات یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ نماز ادا نہ کریں بلکہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔ الاّ یہ کہ ان کے لئے مسجد میں نمازیوں کے پیچھے جگہ ہو یا مسجد سے باہر ان کے لئے کوئی ایسی جگہ ہو جس سے وہ امام یا بعض مقتدیوں کو دیکھ سکیں۔

دو منزلہ مسجد جس کی اوپر کی منزل مردوں اور نیچے کی منزل عورتوں کے لئے ہے

سوال ہماری مسجد دو منزلہ ہے جس کی اوپر کی منزل مردوں کے لئے اور نیچے کی منزل عورتوں کے لئے مخصوص ہے' اس منزل میں عورتیں مردوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتی ہیں۔ لیکن عورتیں امام کو یا مردوں کی صفوں کو نہیں دیکھ سکتیں' بلکہ وہ صرف مائیکروفون کے ذریعہ تکبیر کی آواز سن کر امام کی اقتداء کرتی ہیں۔ اس حالت میں ان کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب مذکورہ بالا حالت میں سب کی نماز صحیح ہے کیونکہ مرد اور عورتیں سب مسجد میں ہیں اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ امام کی آواز سن کر اس کی اقتداء ممکن ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا صحیح قول یہی ہے۔ اس مسئلہ میں البتہ یہ اختلاف اہمیت کا حامل ہے کہ جب بعض مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور وہ امام یا بعض مقتدیوں کو بھی نہ دیکھ سکتے ہوں تو کیا ان کی نماز صحیح ہو گی یا نہیں..... «وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ»

جنگل میں قصر اور جمع کے ساتھ نماز

سوال ہم کچھ لوگ جنگل میں گئے تو کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ہم نماز کو قصر کریں اور جمع کر کے ادا کریں؟

جواب اگر جنگل میں وہ جگہ جہاں تم گئے تھے' تمہارے گھروں سے اتنی دور ہے کہ وہاں تک جانا سفر شمار ہوتا ہو تو پھر جمع و قصر میں کوئی حرج نہیں' بلکہ پوری نماز پڑھنے کی نسبت قصر کر کے پڑھنا افضل ہو گا۔ یعنی ظہر' عصر اور عشاء کی دو دو رکعتیں پڑھ لی جائیں۔ جبکہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا ایک رخصت ہے جو چاہے اس کو اختیار کرے اور جو چاہے اختیار نہ کرے' جمع کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو اکٹھا پڑھ لیا جائے' اگر مسافر مقیم ہو گیا ہو اور وہ آرام سے ہو تو پھر جمع کو ترک کرنا افضل ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے وقت منیٰ میں اقامت کے دوران نماز کو قصر تو کیا لیکن جمع نہیں کیا تھا۔ ہاں! البتہ عرفہ و مزدلفہ میں آپ نے ضرورت کی وجہ سے ضرور نمازوں کو جمع کر کے

ادا فرمایا تھا اور اگر ایک جگہ مسافر کا چار دن سے زیادہ اقامت کا ارادہ ہو تو احتیاط اس میں ہے کہ وہ قصر نہ کرے بلکہ پوری نماز پڑھے یعنی چار رکعتوں والی نماز کی چار رکعتیں ہی پڑھے' اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور اگر اقامت چار دن یا اس سے کم ہو تو پھر قصر کرنا افضل ہے.....«وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ» ۔

نماز جمعہ کے لئے نمازیوں کی کم از کم تعداد کتنی ہو

سوال نماز جمعہ اور خطبہ کے لئے کم از کم نمازیوں کی کتنی تعداد کی شرط ہے؟

جواب اس مسئلہ میں اہل علم میں بہت زیادہ اختلاف ہے' صحیح ترین قول یہ ہے کہ امام کے ساتھ اگر دو نمازی یعنی کل تین ہو جائیں تو نماز جمعہ ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی بستی میں تین بالغ' آزاد اور مقیم لوگ ہوں تو وہ جمعہ پڑھیں گے' ظہر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ کیونکہ نماز جمعہ کی مشروعیت و فرضیت کے دلائل تین اور ان سے زیادہ لوگوں کو شامل ہیں۔

نماز جمعہ کے لئے چالیس آدمی شرط ہیں یا امام کے ساتھ دو آدمی بھی ہوں تو نماز جمعہ ادا ہو جائے گی

سوال میں نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ اقامت جمعہ کے لئے یہ شرط ہے کہ ایسے چالیس آدمی موجود ہوں جن پر نماز واجب ہو۔ لیکن "الدعوۃ" میں شائع ہونے والا آپ کا یہ فتویٰ نظر سے گزرا کہ اگر امام کے ساتھ دو آدمی بھی ہوں تو جمعہ ہو جائے گا۔ تو ان دونوں باتوں میں تطبیق کس طرح ہو گی؟

جواب اہل علم کی ایک جماعت نے ضرور یہ کہا ہے کہ نماز جمعہ کی اقامت کے لئے چالیس آدمیوں کا ہونا شرط ہے' چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ اگر تعداد چالیس سے کم بھی ہو تو پھر بھی جمعہ ہو جائے گا اور وہ کم از کم تعداد تین ہے۔ جیسا کہ اس فتویٰ میں بیان کیا گیا ہے جس کی طرف سوال میں اشارہ موجود ہے' کیونکہ نماز جمعہ کے لئے نمازیوں کی تعداد کے چالیس ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اور وہ حدیث جس میں چالیس کی تعداد کا ذکر ہے' وہ ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "بلوغ المرام" میں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

میں مسجد میں نماز جمعہ نہیں پڑھ سکا تو کیا گھر میں دو رکعتیں پڑھوں

سوال جب میں مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز جمعہ نہ پڑھ سکوں تو کیا گھر میں نماز جمعہ کی نیت کے ساتھ دو رکعتیں پڑھوں یا نماز ظہر کی نیت کے ساتھ چار رکعتیں پڑھوں؟

جواب جو شخص بیماری وغیرہ کے کسی شرعی عذر کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ جمعہ نہ پڑھ سکے تو اسے نماز ظہر پڑھنی چاہئے۔ عورت کو بھی نماز ظہر پڑھنی چاہئے اور اس طرح مسافر اور بادیہ نشین لوگ بھی نماز ظہر ادا کریں گے۔ جیسا کہ سنت سے ثابت ہے' اکثر اہل علم کا قول بھی یہی ہے اور اس مسئلہ میں شاذ رائے رکھنے والے کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

جنگلوں میں اور سفر میں نماز عید

سوال ایک دفعہ مجھے اپنے ملک افریقہ کے ایک دیہاتی علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا' اتفاق سے یہ عیدالاضحیٰ کا دن تھا۔ میں نے دیکھا کہ مرد اور عورتیں قبروں کی زیارت کے لئے قبرستان گئیں۔ مجھے اس بات سے بہت تعجب ہوا کہ عید کی صبح ہر وہ شخص جس نے نماز پڑھی' وہ قبرستان میں بھی ضرور گیا' ان کے آگے ادھیڑ عمر کا ایک آدمی تھا' جس نے سب کو نماز پڑھائی۔ میں حیرت و تعجب سے یہ سارا منظر دیکھتا رہا اور میں نے ان کے ساتھ یہ نماز نہ پڑھی جسے وہ نماز عید کے نام سے

موسوم کر رہے تھے' میرا سوال یہ ہے کہ اس نماز کے بارے میں اسلام کا حکم کیا ہے؟ یہ دیہاتی لوگ جن کا میں ذکر کر رہا ہوں' ان کے ہاں کوئی جامع یا غیر جامع مسجد نہ تھی کیونکہ یہ تو خیموں میں رہتے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتے ہیں۔ (میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے قبرستان کے قریب نماز پڑھی لیکن قبروں سے وہ لوگ بہت دور تھے)

جواب الحمدللہ رب العالمین' نماز عید شہروں اور بستیوں میں تو ادا کی جاتی ہے لیکن جنگلوں اور سفر میں اسے قائم کرنے کا حکم نہیں ہے' رسول اللہ ﷺ کی سنت سے یہی ثابت ہے اور یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی سفر میں یا جنگل میں نماز عید ادا کی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ میں نماز جمعہ نہیں پڑھی' اسی طرح آپ نے منیٰ میں نماز عید بھی نہیں پڑھی اور ہر طرح کی خیرو بھلائی اور سعادت آپ کے اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتباع ہی میں مضمر ہے' «وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ» ۔

پتلون پہن کر نماز پڑھنا

سوال پتلون پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ خصوصاً جب کہ پتلون پہن کر نماز پڑھنے والے بعض لوگوں کا رکوع و سجود کی حالت میں شرم گاہ کا کچھ حصہ نمایاں ہو جاتا ہے؟

جواب اگر پتلون' مرد کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصہ کو چھپائے ہوئے ہو' کشادہ ہو اور تنگ نہ ہو تو اس میں نماز صحیح ہو گی۔ افضل یہ ہے کہ اس کے اوپر ایسی قمیص پہنی ہو جس نے ناف سے لے کر گھٹنے تک کے مقام کو چھپا رکھا ہو اور اگر قمیص نصف پنڈلی یا ٹخنے تک ہو تو اور بھی زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس سے مکمل ستر پوشی ہو گی۔ پتلون کی نسبت ایسے تہہ بند میں نماز ادا کرنا زیادہ افضل ہے جس نے جسم کو چھپا رکھا ہو کیونکہ اگر پتلون کے اوپر قمیص نہ پہن رکھی ہو تو پھر تہہ بند اس کی نسبت ستر پوشی کے تقاضوں کو زیادہ مکمل طریقے سے پورا کرتا ہے۔

مغرب' عشاء اور فجر کی نمازوں میں قرأت جہری کیوں؟

سوال مغرب' عشاء اور فجر کی نمازوں میں قرأت جہری کیوں ہوتی ہے اور دیگر فرض نمازوں میں کیوں نہیں؟ اس حکمت کی دلیل کیا ہے؟

جواب اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ان نمازوں میں جہری قرأت میں کیا حکمت ہے؟ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ رات کی ان نمازوں میں اور صبح کی نماز میں لوگ جہری قرأت سے زیادہ مستفید ہو سکتے ہیں اور ظہرو عصر کی نمازوں کی نسبت ان نمازوں کے اوقات میں ان کی مشغولیت بھی کم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

فجر کی سنتوں کو فرضوں سے پہلے نہ پڑھا جا سکا ہو تو کس وقت پڑھا جائے

سوال میں ہمیشہ نماز فجر ادا کرنے کے لئے مسجد جاتا ہوں' اگر نماز کھڑی ہو گئی ہو اور میں نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو کیا مجھے نماز ختم ہونے یعنی امام کے سلام پھیرنے کے بعد سنتیں پڑھنے کی اجازت ہے اور اگر میں طلوع آفتاب کے بعد ان سنتوں کو پڑھوں تو کیا ثواب کم ملے گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ یہ دو رکعتیں دنیا و مافیھا سے بہتر ہیں؟

جواب اگر کوئی مسلمان نماز فجر سے قبل سنتیں نہ پڑھ سکے تو اسے اختیار ہے کہ اگر چاہے تو فرضوں کے فوراً بعد ادا کر لے یا طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے' نبی اکرم ﷺ کی سنت سے دونوں طرح ثابت ہے' افضل یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حکم یہی دیا ہے اور نماز فجر کے بعد ان کو پڑھنا نبی ﷺ کی تقریری سنت سے ثابت ہے

یعنی ایک صحابی نے نماز فجر کے بعد انہیں پڑھا تو آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور انہیں اس سے منع نہیں کیا تھا۔

میں نے دس رکعات نماز ادا کرنے کی نذر مانی تھی...

سوال میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میرے پاؤں کا درد کم ہو جائے تو میں دس رکعات نماز پڑھوں گا۔ تو کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں روزانہ دو رکعت کر کے پانچ دنوں میں دس رکعتیں پڑھ لوں یا یہ واجب ہے کہ ایک ہی دن میں اور ایک ہی وقت میں اکٹھی دس رکعتیں پڑھوں' رہنمائی فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے؟

جواب جب مذکورہ شرط پوری ہو جائے یعنی پاؤں کا درد کم ہو جائے تو آپ کے لئے نذر کو فوراً پورا کرنا واجب ہے۔ للہذا آپ کسی ایسے وقت میں جو ممنوع نہ ہو دس رکعات اس طرح پڑھیں کہ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیں' کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے۔" اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اختیار کرے اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے تو وہ اس کی نافرمانی نہ کرے۔" (صحیح بخاری)

تصویر والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال بعض گھڑیوں کے اندر کئی جانوروں کی تصویریں بنی ہوتی ہیں' کیا ان گھڑیوں کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے؟ نیز کیا ایسی گھڑی کے ساتھ نماز جائز ہے یا نہیں جس میں صلیب کا نشان بنا ہو؟

جواب اگر گھڑیوں میں تصویریں چھپی ہوں اور نظر نہ آتی ہوں تو ان میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر گھڑی کے اندرونی یا بیرونی جانب سے تصویریں نظر آتی ہوں تو پھر ان میں نماز جائز نہ ہو گی کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ "کوئی تصویر نہ چھوڑو مگر اسے مٹا دو۔" اسی طرح جس گھڑی میں صلیب کا نشان بنا ہو اس میں بھی نماز جائز نہیں' الا یہ کہ صلیب کے نشان کو مٹا دیا جائے یا اس پر پینٹ پھیر دیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ جب بھی کسی چیز پر صلیب دیکھتے تو اسے توڑ دیتے اور بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں کہ اسے مٹا دیتے۔

کیا ہفتہ میں ایک ہی سورۃ کی دو یا تین بار تکرار جائز ہے

سوال کیا ہفتہ میں ایک ہی سورۃ کی دو یا تین بار تکرار جائز ہے؟

جواب ایک ہفتہ میں بلکہ ایک ہی دن میں ایک سورۃ کی تکرار جائز ہے اور اس سلسلہ میں کوئی حد محدود نہیں ہے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی نماز کی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک ہی سورہ کو پڑھ لیا جائے' چنانچہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بار دونوں رکعتوں میں سورۂ "اذا زلزلت" کی تلاوت فرمائی۔

قیام رمضان میں قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں

سوال میں نے گزشتہ رمضان میں یہ دیکھا (اور مجھے پہلی مرتبہ منطقہ حائل میں نماز تراویح پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا) کہ امام قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھ رہا ہے اور پھر اسے اپنے ایک طرف رکھ لیتا ہے اور دوبارہ پڑھنے کے لئے اسے پھر ہاتھ میں پکڑ لیتا

ہے۔ حتیٰ کہ وہ ساری نماز تراویح میں اسی طرح دیکھ کر پڑھتا ہے علاوہ ازیں رمضان کے آخری عشرہ کے قیام میں بھی وہ اسی طرح کرتا ہے' منطقہ حائل کی تمام مساجد میں اسی طرح رواج ہے' جس کی طرف میری توجہ مبذول ہوئی کیونکہ گزشتہ سال جب میں نے مدینہ منورہ میں نماز تراویح پڑھی تو وہاں اس طرح رواج نہ تھا۔ لہٰذا میرے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس طرح عمل ہوتا تھا' کیا یہ عمل ان بدعات میں تو شمار نہیں ہو گا جنہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین میں سے کسی نے نہیں کیا تھا' کیا قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنے کے بجائے یہ افضل نہیں ہے کہ امام زبانی پڑھے خواہ چھوٹی سورتیں ہی پڑھ لے؟ امام کے اس طرح دیکھ کر پڑھنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ روزانہ ایک پارہ پڑھ کر رمضان میں مکمل قرآن مجید ختم کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ کام جائز ہے تو کتاب و سنت سے اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب قیام رمضان میں قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس طرح مقتدیوں کو سارا قرآن مجید سنایا جا سکتا ہے' کتاب و سنت کے شرعی دلائل سے یہ ثابت ہے کہ نماز میں قرآن مجید کی قرأت کی جائے اور یہ حکم عام ہے اور دونوں صورتوں یعنی دیکھ کر پڑھنے اور زبانی پڑھنے کو شامل ہے اور ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام ذکوان کو حکم دیا تھا کہ وہ قیام رمضان میں ان کی امامت کرائیں اور ذکوان نماز میں قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھا کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح میں تعلیقاً مگر صحت کے وثوق کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

نماز ضحیٰ کے لئے مسنون وقت

سوال جو شخص نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک مسجد میں بیٹھا رہے' کیا اس کے لئے طلوع آفتاب کے وقت ضحیٰ کی دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے؟ نماز ضحیٰ کے لئے مسنون وقت کون سا ہے؟

جواب نماز ضحیٰ کا وقت سورج کے ایک نیزہ کے بقدر بلند ہونے سے لے کر ظہر سے تھوڑی دیر پہلے وقوف آفتاب تک ہے اور افضل وقت وہ ہے جب دھوپ تیز ہو جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی نماز کا وقت وہ ہے' جب اونٹوں کے بچوں کے پاؤں دھوپ سے جلنے لگیں۔" (صحیح مسلم) جو شخص مسجد میں ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ جب سورج بلند ہو جائے تو وہ اس وقت دو یا دو سے زیادہ رکعتیں پڑھ لے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے (حدیث میں وارد الفاظ ترمض کے معنی دھوپ کا تیز ہونا اور فصال' فصیل کی جمع ہے' اس کے معنی اونٹوں کے بچوں کے ہیں)

کیا فرض نماز میں دعا کی جا سکتی ہے

سوال کیا نمازی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ فرض نماز میں ارکان ادا کرنے کے بعد دعا کرے یعنی مثلاً سجدہ میں "سبحان ربی الاعلٰی" کے بعد اس طرح کی دعا کر سکتا ہے کہ "اللھم اغفرلی وارحمنی"؟ امید ہے مستفید فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے۔

جواب مومن کے لئے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ نماز میں نماز خواہ فرض ہو یا نفل دعا کے مقام پر دعا مانگے اور نماز میں دعا کا مقام سجدہ' دونوں سجدوں کے درمیان' تشہد اور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر درود بھیجنے کے بعد اور سلام سے قبل نماز کا آخری حصہ ہے۔ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان مغفرت کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے اور اس مقام پر آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ»

"اے اللہ! تو مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور میری بگڑی بنا دے اور مجھے رزق عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما۔"

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "کہ رکوع میں اپنے پروردگار کی تعظیم بیان کرو اور سجدہ میں خوب کوشش سے دعاء کرو کیونکہ سجدہ میں کی گئی دعاء اس قابل ہے کہ اسے شرف قبولیت سے نوازا جائے۔" (صحیح مسلم)

امام مسلم نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ "بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے' جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے لہٰذا سجدہ کی حالت میں کثرت سے دعاء کیا کرو۔"

صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب انہیں تشہد سکھایا تو فرمایا کہ اس کے بعد آدمی جو چاہے دعا کرے۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں "اس کے بعد جو دعا اسے سب سے زیادہ پسند ہو اسے منتخب کر کے دعا کرے۔" اس موضوع کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کے ان مقامات میں دعاء کرنا مشروع ہے' مسلمان ان مقامات پر جو چاہے دعا مانگ سکتا ہے' خواہ اس کا تعلق آخرت سے ہو یا دنیوی مصالح سے' بشرطیکہ گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ ہو اور افضل یہ ہے کہ ان دعاؤں کو کثرت کے ساتھ مانگا جائے جو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں۔

کیا نبی اکرم ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے

سوال کیا رسول اللہ ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہے' مجھے کچھ لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگا کرتے تھے؟

جواب نبی کریم ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا ثابت نہیں ہے' ہمارے علم کی حد تک حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی سے ایسا ثابت نہیں ہے' جو لوگ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے ہیں تو یہ بدعت ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔ (صحیح مسلم) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کر لی جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔"

تشہد میں انگشت شہادت کو حرکت دینے کا مسنون طریقہ

سوال میں تشہد میں انگشت شہادت کو حرکت دینے کے سلسلہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ بعض نمازی انگلی کو دائیں بائیں حرکت دیتے ہیں اور بعض اوپر نیچے کی طرف' بعض لوگوں کی حرکت تیز ہوتی ہے اور بعض کی سست' جبکہ بعض نمازی انگلی کو صرف اٹھائے رکھتے ہیں اور حرکت نہیں دیتے جب کہ بعض اپنی انگلی کو بالکل اٹھاتے ہی نہیں تو ان میں سے مسنون طریقہ کون سا ہے؟

جواب سنت یہ ہے کہ نمازی حالت تشہد میں اپنی تمام انگلیوں کو بند کرے' یعنی دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو' انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ کرے اور اللہ کے ذکر اور دعا کے وقت اسے اشارۂ توحید کے لئے آہستہ سے حرکت دے اور اگر چاہے تو چھنگلیا اور درمیانی انگلی کے بیچ کی انگلیوں کو بند کرے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنائے اور انگشت شہادت

کے ساتھ اشارہ کرے۔ یہ دونوں حالتیں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہیں اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر اس طرح رکھ لیا جائے کہ انگلیاں کھلی ہوئی اور قبلہ رخ ہوں اور اگر چاہے تو بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھ لے' یہ دونوں حالتیں بھی صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہیں۔

کیا صرف دائیں ہاتھ پر تسبیح پڑھنا سنت ہے

سوال ہمیں ایک نوجوان نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد انہوں نے اپنے صرف دائیں ہاتھ پر تسبیح پڑھنی شروع کی' جب بعض نمازیوں نے اس پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ان سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ سنت یہی ہے' امید ہے آپ مستفید فرمائیں گے کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب اس امام صاحب نے جو کیا یہی صحیح ہے' کیونکہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھا کرتے تھے اور اگر کوئی شخص دونوں ہاتھوں پر تسبیح پڑھ لے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اکثر احادیث مطلق ہیں' لیکن نبی کریم ﷺ سے ثابت سنت پر عمل کے پیش نظر دائیں ہاتھ سے تسبیح پڑھنا بہرحال افضل ہے۔«وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ»

تسبیح استعمال کرنے کا حکم

سوال تسبیح استعمال کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر اس کی ممانعت ہے تو کیا وہ تسبیح کی مقدار شمار کرنے کی بنیاد پر ہے؟

جواب تسبیح کو ترک کر دینا افضل ہے' بعض اہل علم نے اسے مکروہ بھی قرار دیا ہے اور افضل یہ ہے کہ تسبیح پڑھنے کے لئے انگلیوں کو استعمال کیا جائے' جس طرح نبی اکرم ﷺ کیا کرتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے حکم دیا کہ' تسبیح و تہلیل کو انگلیوں پر پڑھا جائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے سوال ہو گا اور انہیں (قوت گویائی دے کر) بولنے کا کہا جائے گا۔ (ابوداود)

نماز ادا کرتے ہوئے پریشان خیالی

سوال میں جب نماز ادا کرنے کے لئے کھڑی ہوتی ہوں تو بہت پریشان خیال ہوتی ہوں اور کثرت افکار کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ مجھے نماز کا صرف اسی وقت علم ہوتا ہے جب میں سلام پھیر دیتی ہوں' لہٰذا میں نماز دوبارہ پڑھتی ہوں۔ لیکن میری حالت پہلے جیسی ہی ہوتی ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا حتیٰ کہ میں کئی بار پہلا تشہد بھی بھول جاتی ہوں اور مجھے کچھ علم نہیں ہوتا کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ ہاں اس سے اللہ کے ڈر اور خوف میں اضافہ ہو جاتا ہے اور میں سجدہ سہو کر لیتی ہوں' امید ہے آپ رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں گے؟

جواب یہ وسوسے شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں آپ کے لئے واجب ہے کہ نماز اہتمام سے ادا کریں' پوری پوری توجہ دیں اور اطمینان و سکون سے ادا کریں تاکہ آپ علیٰ وجہ البصیرت نماز ادا کر سکیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۱-۲)

"بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے جو نماز میں عجزونیاز کرتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے جب ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز صحیح طریقے سے ادا نہیں کر رہا' نہ اس میں اطمینان و سکون اختیار کئے ہوئے ہے (تو) آپ ﷺ نے اسے نماز دوہرانے کا حکم دیا اور فرمایا "جب نماز ادا کرنے کا ارادہ کرو تو خوب اچھی طرح وضو کرو' پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہو' آسانی کے ساتھ جتنا ممکن ہو قرآن مجید پڑھو' پھر رکوع کرو اور نہایت

اطمینان کے ساتھ رکوع کرو' پھر رکوع سے سر اٹھاؤ حتیٰ کہ اطمینان کے ساتھ سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور پھر سجدہ کرو تو خوب اطمینان سے' پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو اور پھر ساری نماز اسی طرح (اطمینان و سکون) کے ساتھ ادا کرو اور اگر تم یہ جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی ہو کر اس سے باتیں کر رہی ہو تو اس سے بھی نماز کے خشوع میں اضافہ ہو گا' توجہ بڑھے گی' شیطان تم سے دور ہو جائے گا اور تم اس کے وسوسوں سے محفوظ ہو گی اور اگر نماز میں وسوسے زیادہ ہی آنے لگیں تو اپنے بائیں طرف تین بار اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ کر تین بار پھونک مار لیں اس سے انشاء اللہ شیطانی وسوسے زائل ہو جائیں گے' نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو یہی حکم دیا تھا جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ "یا رسول اللہ ! شیطان نے میری نماز کو خلط ملط کر دیا ہے۔"

وسوسوں کی وجہ سے نماز کو دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ سجدہ سہو ہی کافی ہو گا۔ بشرطیکہ کوئی ایسا کام ہو جائے جس کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو۔ مثلاً بھولنے کی وجہ سے تشہد اول ترک ہو جائے' بھولنے کی وجہ سے رکوع و سجود میں تسبیح ترک ہو جائے۔ مثلاً اگر نماز ظہر میں یہ شک ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو انہیں تین شمار کر لو' ایک رکعت اور پڑھ کر نماز مکمل کر لو اور سلام سے قبل سہو کے دو سجدے کر لو' اسی طرح اگر نماز مغرب میں یہ شک ہو کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو انہیں دو شمار کرو' ایک رکعت اور پڑھ کر نماز مکمل کر لو اور سلام سے قبل سہو کے دو سجدے کر لو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا حکم اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنی رضا کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جب امام یا منفرد کو رکعات کی تعداد میں شک ہو

سوال جب امام کو چار رکعتوں والی نماز میں شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور وہ سلام پھیر دے اور سلام کے بعد بعض مقتدی بتائیں کہ آپ نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو اس صورت میں کیا امام کو چوتھی رکعت پڑھنے کے لئے تکبیر تحریمہ بھی کہنی ہو گی یا وہ صرف کھڑے ہو کر تکبیر کہے بغیر سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کر دے' اس حالت میں سجدہ سہو سلام سے پہلے ہو گا یا بعد میں؟

جواب جب امام یا منفرد کو رباعی نماز میں یہ شک ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اس کے لئے واجب ہے کہ یقین پر بنا کرے اور ظاہر ہے کہ وہ کم تعداد ہو گی۔ لہذا انہیں تین شمار کرے اور چوتھی رکعت پڑھ کر سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اسے چاہئے کہ شک کو ترک کر دے اور یقین پر بنا کرے اور پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے' اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں تو یہ سجدے اس کی نماز کو جفت بنا دیں گے اور اگر اس نے نماز پوری پڑھی ہے تو یہ شیطان کے لئے موجب ذلت و رسوائی ہوں گے۔" (صحیح مسلم)

اگر وہ تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر اسے بتایا جائے تو وہ تکبیر کہے بغیر نماز کی نیت سے کھڑا ہو جائے' چوتھی رکعت پڑھے۔ پھر تشہد کے لئے بیٹھے تشہد' درود شریف اور دعاء کے بعد سلام پھیر دے' پھر سہو کے دو سجدے کرے اور پھر سلام پھیر دے' ہر اس انسان کے لئے یہی صورت افضل ہے جو بھول کر نماز میں کمی کر بیٹھے۔ کیونکہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز میں دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا تھا اور جب ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے

یہ بتایا تو آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز کو مکمل کیا اور سلام پھیر دیا' پھر سجدہ سہو کیا اور پھر سلام پھیر دیا۔ اسی طرح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ایک بار نماز عصر میں تین رکعات کے بعد سلام پھیر دیا' جب آپ کی خدمت میں اس سلسلہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے چوتھی رکعت پڑھی' پھر سلام پھیر دیا' پھر سہو کے دو سجدے کئے اور پھر سلام پھیر دیا۔

ہم تشہد اول میں تھے جب امام نے کھڑے ہونے کے لئے تکبیر کہی....

سوال ہم نماز مغرب باجماعت ادا کر رہے تھے کہ تیسری رکعت کے بعد تشہد پڑھنے کے دوران امام نے اللہ اکبر کہہ کر ایک اور رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہونا چاہا تو بعض نمازیوں کو صحیح صورت حال کا علم نہ ہو سکا اور وہ سجدہ میں چلے گئے کیونکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید امام نے سجدہ سہو کے لئے تکبیر کہی ہے اور جب انہوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ امام "سبحان اللہ" سن کر بیٹھ رہا ہے اور پھر امام نے دو سجدے کر لئے' تو اس نماز کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بعض نمازیوں نے جو تیسرا سجدہ کیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب جس شخص نے یہ سمجھتے ہوئے سجدہ کر لیا کہ امام سجدہ سہو کرنے لگا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں' اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے جان بوجھ کر نماز میں اضافہ نہیں کیا بلکہ اپنے خیال کے مطابق اس نے امام کی متابعت ہی میں یہ سجدہ کیا ہے۔

جسے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں شک ہو تو اس کی نماز کا حکم

سوال میں نماز پڑھتے ہوئے یہ بھول جاتا ہوں کہ میں نے سورۂ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں تو کیا اس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا ہو گا؟ سجدۂ سہو میں کیا پڑھنا چاہیئے؟ جب ظن غالب یہ ہو کہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی ہے تو کیا پھر بھی سجدۂ سہو کیا جائے؟

جواب جب منفرد یا امام کو فاتحہ پڑھنے کے بارے میں شک ہو تو وہ رکوع سے پہلے فاتحہ پڑھ لے' اس صورت میں سجدہ سہو نہیں ہو گا اور اگر یہ شک نماز سے فراغت کے بعد ہو تو اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور نماز صحیح ہو گی' سجدہ سہو میں بھی وہی دعا اور ذکر مثلاً "سبحان ربي الاعلىٰ" ہے جو سجدۂ نماز میں ہے۔

نماز میں جب تکبیر' قرأت اور فاتحہ میں شک ہو

سوال میری مشکل یہ ہے کہ میں جب مسجد میں قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دیتا ہوں تو مجھے یہ شک لاحق ہوتا ہے کہ میں نے تکبیر تحریمہ کہی ہے یا نہیں تو میں دوبارہ تکبیر کہہ لیتا ہوں اور پھر فاتحہ پڑھنے کے بعد مجھے یہ شک پیدا ہوتا ہے کہ معلوم نہیں فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں' لہٰذا میں دوبارہ فاتحہ پڑھنے لگتا ہوں' خصوصاً یہ صورت حال اس وقت پیش آتی ہے جب امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتا ہوں۔ کیا اس طرح میری یہ نماز صحیح ہوتی ہے؟ سہو سے اجتناب کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ راہنمائی فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر وثواب سے نوازے گا۔

جواب اس حالت میں نماز تو صحیح ہو گی لیکن آپ کو وسوسوں سے بچنا چاہیئے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب آپ نماز شروع کرنے لگیں تو اپنی توجہ اللہ کی جانب مبذول کریں' اس کی عظمت کے تصور کو مستحضر کریں (مد نظر رکھیں) اور قلبی انہماک کے ساتھ نماز ادا کریں' نیز وسوسوں کے وقت "اعوذ باللہ من الشيطن الرجيم" پڑھ لیا کریں۔ ان شاء اللہ اس سے وسوسے زائل ہو جائیں گے' شیطان ذلیل و رسوا ہو گا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ راضی ہو جائے گا۔

جب انسان کو شک ہو کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں

سوال جب نمازی کو یہ شک ہو کہ معلوم نہیں نماز پڑھی ہے یا نہیں تو وہ کیا کرے؟ نماز کے وقت میں شک ہو یا غیر وقت میں تو کیا کرے؟

جواب جب مسلمان کو کسی بھی فرض نماز کے بارے میں یہ شک ہو کہ معلوم نہیں اسے ادا کیا ہے یا نہیں تو اس پر واجب یہ ہے کہ اسے فوراً ادا کرے کیونکہ اصل بقاء واجب ہے لہٰذا اسے فوراً ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "جو شخص نماز سے سو جائے یا اسے نماز بھول جائے تو وہ اسی وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے' بس اس کا یہی کفارہ ہے۔"

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ نماز کا بے حد اہتمام کرے' باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرے اور ایسے کاموں میں مشغول نہ ہو جو اسے نماز بھلا دیں کیونکہ نماز اسلام کا ستون اور شہادتین کے بعد سب سے اہم فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حَـٰفِظُواْ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُواْ لِلَّهِ قَـٰنِتِينَ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۳۸)

"(مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز (یعنی نماز عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُواْ مَعَ ٱلرَّـٰكِعِينَ﴾ (البقرۃ۲/ ۴۳)

"اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ کے سامنے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اصل معاملہ اسلام ہے' اس کا ستون نماز اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔" نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا اور (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔"

نماز کی عظمت' شان اور اس کی محافظت کے وجوب پر بہت سی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔

جو شخص پیاز' لہسن یا گندنا کھائے وہ تین دن تک ہماری مساجد کے قریب نہ آئے

سوال ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ "جو شخص پیاز' لہسن یا گندنا کھائے' وہ تین دن تک ہماری مساجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے بھی اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں' جس سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔" اوکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کیا اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جس نے ان مذکورہ اشیاء میں سے کوئی چیز کھائی ہو تو وہ مذکورہ مدت تک کسی مسجد میں نہ آئے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس کے لئے نماز باجماعت لازم ہو اس کے لئے ان چیزوں کا کھانا جائز نہیں ہے؟

جواب یہ حدیث اور اس کے ہم معنی دیگر صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مسلمان کے لئے یہ مکروہ ہے' کہ وہ ایسی حالت میں نماز باجماعت کے لئے آئے کہ اس سے ایسی بو آ رہی ہو جو اس کے گرد وپیش کے نمازیوں کے لئے تکلیف

وہ ہو خواہ یہ بو پیاز، لہسن اور گندنا وغیرہ کھانے کی وجہ سے ہو یا کسی اور بدبو دار چیز کے استعمال کی وجہ سے مثلاً سگریٹ وغیرہ کی وجہ سے حتیٰ کہ یہ بدبو زائل ہو جائے۔ یاد رہے حقہ و سگریٹ نوشی (اور بیڑی و نسوار) وغیرہ بدبو کے علاوہ بہت سے دیگر نقصانات اور معلوم و معروف خباثت کی وجہ سے حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک میں داخل ہے، جو اس نے سورۂ اعراف میں اپنے نبی کریم ﷺ کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ :

﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ ﴾ (الأعراف٧/ ١٥٧)

"اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔"

نیز اس پر سورہ المائدۃ کی حسب ذیل آیت کریمہ بھی دلالت کرتی ہے :

﴿ يَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمۡۖ قُلۡ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ﴾ (المائدۃ٥/ ٤)

"(اے پیغمبر!) آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ان کے لئے حلال ہیں (ان سے) کہہ دیجئے کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔"

اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ حقہ و سگریٹ نوشی پاک چیزوں میں سے نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے، جنہیں امت کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے..... تین دن کی مدت کی تعیین کے لئے کوئی دلیل مجھے معلوم نہیں۔

«وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ».

حدیث «لَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ» کی صحت کا کیا درجہ ہے؟

سوال اس حدیث کی صحت کا کیا درجہ ہے کہ "نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور نماز صبح کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں مگر مکہ میں، مگر مکہ میں، مگر مکہ میں؟"

جواب یہ حدیث اس اضافہ کے ساتھ کہ «إِلَّا بِمَكَّةَ» "مگر مکہ میں" ضعیف ہے۔ جب کہ اصل حدیث صحیحین وغیرہما میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "صبح کی نماز کے بعد نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کی نماز کے بعد نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے" لیکن علماء کے صحیح قول کے مطابق اس عموم سے وہ نماز مستثنیٰ ہے جس کا کوئی خاص سبب ہو مثلاً نماز کسوف، نماز طواف اور تحیۃ المسجد کہ ان نمازوں کو ان صحیح احادیث کے پیش نظر اوقات ممنوعہ میں بھی ادا کرنا جائز ہے، جو اس عموم سے استثناء پر دلالت کرتی ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

کیا نماز میں ڈھاٹا باندھنا یا دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا جائز ہے

سوال کیا نماز میں ڈھاٹا باندھنا (یعنی اپنے مونہہ پر اس طرح کپڑا باندھنا کہ پہچانے نہ جائیں) یا دیوار اور ستون وغیرہ کے ساتھ ٹیک لگانا جائز ہے؟

جواب کسی علت (وجہ) کے بغیر نماز میں ڈھاٹا باندھنا مکروہ ہے، اسی طرح فرض نماز میں دیوار یا ستون وغیرہ کے ساتھ ٹیک لگانا بھی جائز نہیں کیونکہ صاحب استطاعت پر یہ واجب ہے کہ وہ نماز میں سہارے کے بغیر سیدھا کھڑا ہو، ہاں البتہ نفل نماز میں اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اسے بیٹھ کر ادا کرنا بھی جائز ہے جب کہ سہارے کے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھنا، بیٹھ کر پڑھنے سے افضل ہے۔

لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ. کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

سوال مجلّہ "الدعوۃ" شمارہ نمبر ۸۲۸ مورخہ ۱۶ ربیع الاول بمطابق ۱۱ جنوری ۱۹۸۲ء میں "فتاویٰ اسلامیہ" کے ضمن میں دوسرے سوال کا جواب دیتے ہوئے سنت سے اس کی دلیل یہ حدیث پیش کی گئی ہے کہ:

«عَنْ أَبِيْ جَهْمٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ لَكَانَ أَنْ يَّقِفَ أَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهُ مِنْ أَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ»(رواه البخاري ومسلم)

سوال یہ ہے کیا اس حدیث کے یہ الفاظ صحیح لکھے گئے ہیں' ان میں کتابت کی کوئی غلطی تو نہیں ہے۔

ان یقف اربعین خیراله من ان یمر کے الفاظ میں اشتباہ معلوم ہوتا ہے......«وَفَّقَكُمُ اللهُ» ۔

جواب یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بخاری و مسلم نے اسے صحیحین میں روایت فرمایا ہے اور اس کے الفاظ اسی طرح ہیں جس طرح سوال میں ذکر کئے گئے ہیں۔ بعض کتابوں میں جو مَاذَا عَلَيْهِ؟ کے بعد مِنَ الْإِثْمِ کا اضافہ ہے تو یہ اضافہ روایت کے اعتبار سے تو صحیح نہیں' ہاں البتہ معنی کے اعتبار سے یہ صحیح ہے۔

ایسے پارکوں میں نماز کا حکم جنہیں بدبودار پانی سے سیراب کیا جاتا ہو

سوال پبلک پارکوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے کیونکہ انہیں ایسے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے جس سے بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے؟ مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانی یا تو گٹروں کا صاف شدہ پانی ہوتا ہے یا ایسے کنوؤں کا جن میں ناپاک سیورج کا پانی مل جاتا ہے۔ کیا محکمہ کی طرف سے لوگوں کو ان پارکوں میں نماز ادا کرنے سے منع کیا جا سکتا ہے؟ امید ہے آپ اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے۔

جواب جب تک ان پارکوں سے بدبو آتی رہے ان میں نماز صحیح نہ ہو گی کیونکہ نماز کے صحیح ہونے کی شرطوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ جگہ بھی پاک ہو جہاں مسلمان نماز پڑھ رہا ہو' لہٰذا اگر اس جگہ کوئی پاک صاف کپڑا بچھا کر اس پر نماز پڑھ لی جائے تو نماز صحیح ہو گی لیکن کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ پارکوں میں نماز پڑھے' خواہ اس نے پاک صاف کپڑا ہی کیوں نہ بچھا لیا ہو کیونکہ اس کے لئے واجب یہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ کے ان گھروں یعنی مسجدوں میں نماز ادا کرے جن کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْـَٔاصَالِ ۝٣٦ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَٰرَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ ۙ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلْقُلُوبُ وَٱلْأَبْصَٰرُ ۝٣٧ لِيَجْزِيَهُمُ ٱللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا۟ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾(النور ٢٤/ ٣٦-٣٨)

"ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ بلند کئے جائیں اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے' وہاں صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح (پاکی) بیان کرتے ہیں' ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ تاکہ اللہ ان کو ان کے عملوں کا بہت اچھا (اور بہترین) بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔"

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص اذان کی آواز سنے اور پھر مسجد میں نماز کے لئے نہ آئے تو اس کی نماز

نہیں ہوتی الا یہ کہ اس کے پاس کوئی (شرعی) عذر ہو۔" اس حدیث کو ابن ماجہ' دار قطنی' ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

نبی ﷺ سے ایک نابینا شخص نے یہ سوال کیا تھا کہ "یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی معاون نہیں جو مجھے مسجد میں لے جایا کرے تو کیا میرے لئے گھر میں نماز ادا کرنے کی رخصت ہے؟" نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا "کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟" اس نے عرض کیا "جی ہاں" تو آپ نے فرمایا "پھر اذان کی آواز پر لبیک کہو۔" اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

محکمہ امربالمعروف ونہی عن المنکر پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کو باغوں اور پارکوں میں نماز پڑھنے سے روکے اور مسجدوں میں نماز ادا کرنے کا حکم دے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل ارشاد گرامی:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ﴾ (المائدۃ۵/ ۲)

"نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔"

اور فرمان باری تعالیٰ:

﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ﴾ (التوبۃ۹/ ۷۱)

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مدد و معاون اور دوست ہیں۔ وہ اچھے کاموں (بھلائیوں) کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں۔"

اور نبی کریم کے حسب ذیل فرمان پر عمل ہو سکے کہ "تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے (سمجھا دے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔" (صحیح مسلم)

نماز میں کثرت حرکات

سوال میری مشکل یہ ہے کہ میں نماز میں حرکات بہت کرتا ہوں۔ میں نے سنا ہے ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے نماز میں تین سے زیادہ حرکات کیں تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ نماز میں فضول حرکتوں سے کس طرح نجات حاصل کی جائے؟

جواب مومن کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ پوری توجہ' انہماک اور قلبی و جسمانی خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرے خواہ وہ فرض ہو یا نفل کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ ٱلْمُؤْمِنُونَ ۝١ ٱلَّذِينَ هُمْ فِى صَلَاتِهِمْ خَٰشِعُونَ ﴾ (المؤمنون۲۳/ ۱۔۲)

"یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے جو نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔"

اور نماز کو پورے اطمینان و سکون کے ساتھ ادا کرے۔ اطمینان نماز کے ارکان و فرائض میں سے بے حد اہم ہے' جس شخص نے اطمینان و سکون کے بغیر برے طریقے سے نماز کو پڑھی تھی تو نبی کریم ﷺ نے اس سے یہ فرمایا تھا "واپس لوٹ جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں ہے۔" جب اس طرح تین بار ہوا تو اس آدمی نے عرض کیا

"اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' میں اس سے زیادہ اچھے طریقے سے نماز ادا نہیں کر سکتا' مجھے نماز پڑھنے کا طریقہ سکھا دیجئے۔" تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا "جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو خوب اچھے طریقے سے وضو کرو' پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہو' پھر جو آسانی سے ممکن ہو قرآن مجید پڑھو' پھر خوب اطمینان سے رکوع کرو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ' پھر خوب اطمینان سے سجدہ کرو' پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ' پھر بے حد اطمینان سے سجدہ کرو' پھر ساری نماز ہی اسی طرح اطمینان (وسکون) سے ادا کرو۔" (متفق علیہ) ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ "پھر سورۂ فاتحہ اور جو اللہ چاہے اس کی قرأت کرو۔" یہ عدیث صحیح حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ طمانینت نماز کا اتنا بڑا رکن اور فرض عظیم ہے کہ اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی' جو شخص ٹھونگیں مارے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ خشوع و خضوع نماز کا خلاصہ اور روح ہے' لہٰذا مومن کو چاہئے کہ وہ نماز کا خصوصی اہتمام کرے' خوب ذوق و شوق سے نماز ادا کرے۔ یہ کہنا کہ اگر تین حرکتیں ہو گئیں تو وہ طمانینت اور خشوع کے منافی ہیں تو اس کا نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ یہ بعض اہل علم کا قول ہے اور اس کے لئے کوئی قابل اعتماد دلیل نہیں ہے۔

ہاں! البتہ نماز میں حرکات فاضلہ مثلاً ناک' داڑھی اور کپڑوں وغیرہ کے ساتھ کھیلنا اور مشغول ہو جانا مکروہ ضرور ہے' اور اگر اس طرح کے فضول کام نماز میں کثرت اور تواتر سے ہوں تو اس سے نماز باطل ہو جائے گی اور اگر حرکت ایسی ہو کہ اسے عرف میں زیادہ نہیں بلکہ کم ہی سمجھا جاتا ہو' یا زیادہ تو ہو مگر متواتر نہ ہو تو اس سے نماز باطل نہ ہو گی لیکن مومن کو چاہئے کہ نماز میں خشوع و خضوع کی حفاظت کرے اور فضول حرکتوں کو چھوڑ دے خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ' تاکہ نماز کو تمام و کمال انداز میں ادا کر سکے۔

اس بات کی دلیل کہ عمل قلیل' حرکات قلیلہ اور متفرق و غیر متواتر عمل و حرکت سے نماز باطل نہیں ہوتی' یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنے پر دروازہ کھول دیا تھا اور اسی طرح حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دن اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھائی' جب آپ سجدے میں جاتے تو اسے اتار (بٹھا) دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے تھے۔«وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ»

جب نماز پڑھتے ہوئے ناک سے خون نکل آئے تو---؟

سوال اگر نماز پڑھتے ہوئے انسان کی ناک سے خون نکل آئے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اگر خون کی مقدار قلیل ہو تو وہ قابل معافی ہے' اسے رومال وغیرہ سے صاف کر لے اور اگر اس کی مقدار کثیر ہو تو نماز توڑ دے' خون صاف کر لے اور پھر دوبارہ وضو کرے تاکہ علماء کے اختلاف سے بچا جا سکے' پھر از سرنو شروع کرے۔ جس طرح کہ نماز کے دوران کسی ایسی صورت کے پیش آنے پر کیا جاتا ہے جس میں وضو کے ٹوٹ جانے پر تمام علماء کا اتفاق ہے مثلاً ہوا یا پیشاب کا خارج ہونا وغیرہ تو اس صورت میں نماز توڑ دی جاتی' وضو کیا جاتا اور نماز کو از سرنو پڑھا جاتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

جب نمازی یہ محسوس کرے کہ کوئی چیز خارج ہوئی ہے تو---؟

سوال جب میں نماز کے لئے وضو کرتا ہوں تو دوران وضو یوں محسوس ہوتا ہے کہ عضو تناسل سے کوئی چیز نکل رہی ہے

توکیا اس کے یہ معنی ہیں کہ میں ناپاک ہو گیا ہوں یا نہیں؟ اگر میں نماز پڑھتے ہوئے اس طرح محسوس کروں تو اس سے میری نماز باطل ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب نمازی کے یہ محسوس کرنے سے کہ اس کی دبر یا قبل سے کوئی چیز خارج ہوئی ہے وضو باطل نہیں ہوتا' لہٰذا اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ نبی کریم ﷺ سے اس طرح کی صورت حال کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "اس وقت تک نماز نہ توڑے جب تک آواز نہ سن لے یا بدبو محسوس نہ کرے۔" (متفق علیہ)

تھکاوٹ اور نیند کی وجہ سے نماز فجر گھر میں ادا کرنا

سوال میں بعض اوقات بہت تھکا ہوتا ہوں' دیر سے سوتا ہوں اور اس کی وجہ سے نماز فجر گھر میں ادا کرتا ہوں' تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب بالغ مردوں پر یہ واجب ہے کہ وہ پانچوں نمازیں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مسجد میں ادا کریں لہٰذا نماز فجر یا کسی اور نماز میں سستی اور کوتاہی جائز نہیں کیونکہ نماز میں سستی و غفلت نفاق کی نشانی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلْمُنَـٰفِقِينَ يُخَـٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَـٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓاْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُواْ كُسَالَىٰ ﴾ (النساء ٤/ ١٤٢)

"منافق (ان چالوں سے اپنے خیال میں) اللہ کو دھوکا دیتے ہیں (یہ اس کو کیا دھوکا دیں گے) وہ انہیں کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "منافقوں کے لئے سب سے بوجھل نماز' عشاء اور صبح کی ہے اور اگر انہیں علم ہو تا کہ ان میں کس قدر اجر و ثواب ہے تو وہ ان کے لئے گھٹنوں کے بل چل کر آتے۔" (متفق علیہ)

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو شخص اذان سنے اور پھر مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے نہ آئے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی عذر ہو" (ابن ماجہ' دارقطنی' حاکم باسناد صحیح)۔ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک نابینا شخص آیا اور اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی معاون نہیں جو مجھے مسجد میں لے جائے' تو کیا میرے لئے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہے؟" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "کیا تم اذان سنتے ہو؟" اس نے جواب دیا "جی ہاں" تو آپ ﷺ فرمایا "پھر اذان کی آواز پر لبیک کہو۔" (صحیح مسلم)

اگر نابینا شخص کو بھی ترک جماعت کے لئے معذور نہیں سمجھا گیا جسے مسجد میں لانے کے لئے کوئی معاون بھی نہیں تھا تو دیگر لوگوں کو تو پھر بالاولیٰ مسجد ہی میں باجماعت نماز ادا کرنا ہو گی۔ لہٰذا اے سائل! آپ پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو' نماز فجر باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرو اور رات کو جلد سو جاؤ تا کہ نماز فجر کے لئے اٹھ سکو' مرض یا خوف وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر گھر میں نماز نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق اختیار کرنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین!)

ہماری مسجد کے کچھ نمازی نماز فجر تاخیر سے پڑھتے ہیں

سوال ہماری مسجد کے کچھ نمازی' نماز فجر تاخیر سے پڑھتے ہیں' میں نے انہیں کئی بار سمجھایا ہے لیکن بے سود۔ تو کیا اب محکمہ میں ان کی شکایت کر دوں یا انہیں مسلسل سمجھاتا رہوں؟

جواب ہم آپ کو یہ وصیت کریں گے کہ ان لوگوں کو مسلسل سمجھاتے رہئے اور جماعت کے خاص خاص احباب کو ساتھ لے کر ان لوگوں سے ملئے اور انہیں سمجھایئے اور بتایئے کہ نماز باجماعت ادا نہ کرنے کے کس قدر خطرناک نتائج ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ منافقوں کی نشانی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں کے سمجھانے سے وہ سمجھ جائیں اور راہ راست پر آ جائیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "منافقوں کے لئے سب سے بھاری نماز' نماز عشاء و فجر ہے اور اگر انہیں علم ہو تا کہ ان میں کس قدر اجروثواب ہے تو وہ گھٹنوں کے بل چل کر ان میں شریک ہوتے۔" نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "جس نے اذان سنی اور پھر نماز ادا کرنے مسجد میں نہ آیا تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی (شرعی) عذر ہو۔" ایک نابینا شخص نے جسے مسجد میں لانے کے لئے کوئی معاون نہ تھا' رسول اللہ ﷺ سے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت مانگی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا:

«هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ فَأَجِبْ»

"کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا "پھر اس پر لبیک کہو۔"

ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ:

«لاَ أَجِدُ لَكَ رُخْصَةً»

"میں تمہارے لئے کوئی رخصت نہیں پاتا۔"

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم نے دیکھا کہ نماز باجماعت ادا کرنے سے صرف وہی شخص پیچھے رہتا جو کھلم کھلا منافق ہوتا تھا۔"

ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ نماز باجماعت کی حفاظت کرے اور پیچھے رہنے سے اجتناب کرے۔ آئمہ مساجد پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں کو سمجھائیں' انہیں وعظ و نصیحت کریں اور اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب سے ڈرائیں۔ اگر نصیحت کارگر ثابت نہ ہو تو پھر اس محلہ کے مرکز امر بالمعروف کو شکایت کی جائے جس میں مسجد واقع ہو' تاکہ وہ حسب ہدایات اس سلسلہ میں ضروری کارروائی کر سکے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کو ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائے جن کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب سے بچ سکیں۔

ہم سودا سلف خریدنے کے لئے اپنی بستی سے پچاس کلو میٹر....

سوال میں اپنے بعض اہل خانہ کے ساتھ اشیاء ضروریہ خریدنے کے لئے اپنی بستی سے قریباً پچاس کلو میٹر دور ایک شہر میں جاتا ہوں' مغرب کے وقت واپسی ہوتی ہے' اژدہام اور وقت مغرب کی تنگی کے باعث ہم تاخیر سے نکلتے ہیں اور گھر اس وقت پہنچتے ہیں جب مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کی اذان ہو رہی ہوتی ہے۔ کیا اس صورت میں سفر کی دوری اور ہمراہ عورتوں کی مشقت کے باعث یہ جائز ہے کہ نماز مغرب کو مؤخر کر کے اپنی بستی میں ادا کر لیا جائے؟

جواب سوال میں مذکورہ صورت حال کے پیش نظر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ دفع مشقت کے لئے تم نماز مغرب کو مؤخر کر کے اپنی بستی میں ادا کر لو اور اگر راستہ میں بروقت نماز ادا کر سکو تو یہ زیادہ افضل ہے۔

میرا پڑوسی رات کو بہت (دیر تک) بیدار اور نماز فجر کے وقت سویا رہتا ہے

سوال میرا ایک دوست میرے بہت ہی قریب رہتا ہے' مسجد بھی ہمارے گھر سے بہت ہی قریب ہے لیکن میرا دوست نماز

فجر کے لئے مسجد میں نہیں جاتا کیونکہ وہ رات کو ٹیلی وژن دیکھنے اور تاش کھیلنے کے لئے صبح کی ابتدائی گھڑیوں تک بیدار رہتا ہے اور پھر نماز صبح طلوع آفتاب کے بعد ادا کرتا ہے۔ میں نے اسے بہت سرزنش کی لیکن اس کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وہ صبح کی اذان نہیں سنتا حالانکہ مسجد ہمارے گھر کے بہت ہی قریب ہے۔ میں نے کہا کہ نماز کے لئے میں تمہیں بیدار کر دیا کروں گا' چنانچہ فی الواقع میں نے اسے بیدار بھی کیا لیکن اس کے باوجود اسے مسجد میں نہ دیکھا اور نماز سے واپس آ کر دیکھا تو وہ سویا ہوا تھا۔ میں نے اسے سرزنش کی تو اس نے بودے حیلے بہانے پیش کرنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ بسا اوقات اس نے یہ بھی کہا "کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے میرے بارے میں اس لئے باز پرس کرے گا کہ میں تمہارا پڑوسی تھا؟" براہ کرم رہنمائی فرمائیں اور بتائیں' کیا نماز کے لئے اسے بیدار کرنا میری ذمہ داری ہے یا نہیں؟

جواب کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ رات کو اس قدر بیدار رہے جس کی وجہ سے وہ نماز فجر باجماعت یا بروقت ادا نہ کر سکے خواہ یہ بیداری قرآن مجید کی تلاوت یا طلب علم ہی کے لئے ہو' تو اس سے اندازہ فرمائیے کہ ٹیلی وژن دیکھنے اور تاش کھیلنے کے لئے بیداری کی کہاں تک گنجائش ہو سکتی ہے؟

اپنے اس عمل کی وجہ سے یہ شخص اللہ تعالیٰ کی سزا کا مستحق ہے نیز یہ اس بات کا مستحق ہے کہ حکمران بھی اسے سزا دیں جس کی وجہ سے یہ اور اس جیسے دیگر لوگ اپنی اصلاح کر لیں۔ نماز فجر کو دانستہ طلوع آفتاب تک مؤخر کرنا تمام اہل علم کے نزدیک کفر اکبر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ»(صحیح مسلم)

"آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' ترک نماز سے ہے۔"

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

«اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»

"ہمارے اور ان (کفار و مشرکین) کے درمیان عہد' نماز ہے جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔"

اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس باب میں اور بھی بہت سی احادیث اور آثار ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر کسی شرعی عذر کے بغیر نماز کو اس قدر مؤخر کرے کہ اس کا وقت ختم ہو جائے تو وہ کافر ہے لہٰذا ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ نماز بروقت ادا کرے اور اس کے لئے اپنے اہل خانہ یا بھائیوں اور دوستوں میں سے کسی کی مدد لے یا گھڑی کا الارم لگا لیا کرے جس کی وجہ سے یہ بروقت بیدار ہو سکے۔

سوال کرنے والے بھائی! آپ بھی اپنے دوست کی مدد کیجئے' اسے کثرت سے سمجھایئے اور اس کے باوجود اگر یہ اپنے اس قبیح عمل پر اصرار کرے تو مرکز الھیئۃ میں اس کی شکایت کیجئے تاکہ اسے مناسب سزا بھی دی جا سکے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سب کے لئے ہدایت اور حق پر استقامت کی دعا کرتے ہیں۔

جان بوجھ کر نماز ترک کرنے کے بارے میں حکم

سوال میرا بڑا بھائی نماز ادا نہیں کرتا تو کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں یا نہ کروں؟ یاد رہے یہ صرف والد کی طرف سے میرا بھائی ہے۔

جواب جو شخص جان بوجھ کر نماز ترک کرتا ہے تو وہ علماء کے صحیح قول کے مطابق کفر اکبر کا مرتکب ہے جب کہ وہ وجوب نماز کا اقرار کرتا ہو اور اگر نماز کے وجوب ہی کا منکر ہو تو پھر تمام اہل علم کے ہاں وہ کافر ہے' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اصل معاملہ تو اسلام ہے' اس کا ستون نماز ہے اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔" اس حدیث کو امام احمد و ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "آدمی اور کفرو شرک کے درمیان فرق ترک نماز ہے۔" (صحیح مسلم) نیز آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ "وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جو اسے ترک کردے وہ کافر ہے۔" اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جو شخص نماز کے وجوب کا منکر ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرتا ہے' لہٰذا اس بات پر تمام اہل علم و ایمان کا اجماع ہے کہ اس کا کفر اس شخص کے کفر کی نسبت اکبر و اعظم ہے جو محض سستی کی وجہ سے نماز کا تارک ہے۔ بہرحال دونوں صورتوں میں مسلمان حکمرانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں' اگر توبہ کرے تو بہت بہتر ورنہ اس سلسلہ میں وارد دلائل کی بنیاد پر اسے قتل کر دیا جائے۔ تارک نماز کا بائیکاٹ' اس کے ساتھ قطع تعلقات اور اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لے۔ اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ اسے نصیحت کی جائے' حق کی دعوت دی جائے' اور ان سزاؤں سے ڈرایا جائے جو ترک نماز کی وجہ سے دنیا و آخرت میں مرتب ہوتی ہیں شاید اسی طرح وہ توبہ کر لے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہ معاف فرما دے۔

میرا دوست نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے

سوال میرا ایک بہت عزیز دوست جس سے مجھے بہت زیادہ محبت ہے' فرض نماز پڑھتا ہے نہ رمضان کے روزے رکھتا ہے' میں نے اسے سمجھایا ہے لیکن وہ میری بات نہیں مانتا تو کیا میں اس سے دوستی رکھوں یا نہ رکھوں؟

جواب اس اور اس جیسے آدمیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاطر بغض اور دشمنی رکھنا واجب ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں کیونکہ علماء کے صحیح قول کے مطابق ترک نماز کفر اکبر ہے' اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "آدمی اور کفرو شرک کے درمیان فرق' ترک نماز ہے۔" (صحیح مسلم) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ "ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے لہٰذا جو اسے ترک کردے وہ کافر ہے۔" اس حدیث کو امام احمد و اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے نیز اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کے روزے ترک کرنا بھی بہت بڑے جرائم میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا یہ قول ہے کہ "جو شخص مرض یا سفر وغیرہ کے کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان کا روزہ ترک کرتا ہے تو وہ کافر ہے" لہٰذا واجب ہے کہ آپ اس شخص سے بغض رکھیں اور اسے چھوڑ دیں حتیٰ کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور توبہ کرے۔ مسلمان حکمرانوں پر بھی واجب ہے کہ وہ تارک نماز سے توبہ کرائیں' اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِن تَابُوا۟ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ فَخَلُّوا۟ سَبِيلَهُمْ﴾ (التوبۃ ۹/ ۵)

"پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔"

تو اس سے معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کی راہ نہ چھوڑی جائے' نیز نبی ﷺ نے فرمایا "مجھے نمازیوں کے قتل

سے منع کیا گیا ہے" تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو نماز نہ پڑھے اس کے قتل سے آپ کو منع نہیں کیا گیا۔ الغرض آیات و احادیث کے ادلۂ شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے تو مسلمان حکمران پر یہ واجب ہے کہ اسے قتل کرا دے بشرطیکہ وہ توبہ نہ کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کے دوست کو توبہ اور راہ راست کی توفیق بخشے!

تارک نماز کے ساتھ سکونت

سوال کچھ عرصہ قبل مجھے ایک ہسپتال میں داخل ہونے کا اتفاق ہوا۔ میں جس کمرہ میں رہ رہا تھا اس میں دو آدمی اور بھی تھے اور اس کمرہ میں ہم تین دن تک رہے، میں تو اس مدت میں نماز پڑھتا رہا لیکن وہ دونوں آدمی نماز نہیں پڑھتے تھے حالانکہ وہ بھی مسلمان اور میرے ہی شہر کے باشندے تھے میں نے اس سلسلہ میں ان سے کوئی بات بھی نہ کی تو کیا مجھے اس کا گناہ ہو گا کہ میں نے انہیں نماز کا حکم کیوں نہ دیا؟ اگر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟

جواب آپ پر یہ واجب تھا کہ ان دونوں کو نصیحت کرتے اور اس منکر عظیم یعنی ترک نماز کے ارتکاب کی مذمت کرتے تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل ہو جاتا کہ :

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۰۴)

"اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

اور نبی ﷺ کے اس ارشاد پر عمل ہو جاتا کہ "تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے (سمجھائے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔" (صحیح مسلم)

جب آپ نے فرض کو ادا نہیں کیا تو اب واجب یہ ہے کہ اس معصیت کی وجہ سے خالص توبہ کریں۔ خالص توبہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جو کوتاہی ہوئی اس پر ندامت کا اظہار کریں، اب اس سے رک جائیں اور یہ پختہ عزم کریں کہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص، تعظیم، اس سے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کے خوف کی وجہ سے کریں۔ جو صدق دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴾ (طہٰ ۲۰/ ۸۲)

"اور تحقیق جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے پھر سیدھے راستے پر چلے، اس کو میں بخشنے والا ہوں۔"

نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت

سوال نماز میں سستی کرنے والے کی صحبت اختیار کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اس کی اور کسی بھی دوسرے کافر کی صحبت جائز نہیں ہے۔ ترک نماز بھی چونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے کفر ہے کہ "آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق، نماز کی وجہ سے ہے۔" (صحیح مسلم) نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے

"ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے' جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔" (احمد' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' باسناد صحیح) ان اور دیگر دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی صحبت جائز نہیں۔

میرا اپنے بھائی سے جھگڑا ہوا تو میں نے اسے کہہ دیا' اے کافر!

سوال میرا ایک مسئلہ میں اپنے بھائی سے جھگڑا ہو گیا تو غصہ کی حالت میں میں نے اسے یہ کہہ دیا کہ "اے کافر! مجھ سے دور ہو جا۔" یہ میں نے اس لئے کہا کہ وہ **نماز نہیں** پڑھتا' صرف خاص خاص موقعوں پر ہی پڑھتا ہے۔ مثلاً جب رشتہ دار وغیرہ آئے ہوئے ہوں' تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے کہ وہ کافر ہی ہے؟

جواب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "آدمی اور کفر و شرک کے مابین فرق ترک نماز سے ہے۔" اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اہل سنن نے جید سند کے ساتھ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "وہ عہد جو ہمارے اور ان کے مابین ہے وہ نماز ہے' جو اسے ترک کر دے' وہ کافر ہے۔" اس مفہوم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں لیکن اس طرح کے حالات میں یہ مناسب نہیں کہ آپ فوراً کفر کا لفظ استعمال کریں۔ آپ کو چاہئے کہ پہلے اسے یہ سمجھائیں کہ ترک نماز کفر و ضلالت ہے' لہٰذا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کرو' ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری بات سن کر نصیحت کو قبول کرتے ہوئے توبہ کر لے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو تمام گناہوں سے خالص توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز میں سستی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ پندرہ سزائیں دیتا ہے

سوال ہمیں ایک خط موصول ہوا ہے جس میں ایک طبع شدہ ورقہ بھی ہے جسے لوگوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر کے یہ حدیث بھی لکھی ہوئی ہے کہ "جو شخص نماز میں سستی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے پندرہ سزائیں دے گا...." الخ۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

جواب یہ ایک جھوٹی حدیث ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط منسوب کیا گیا ہے۔ یہ قطعاً صحیح نہیں جیسا کہ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان" میں اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "لسان المیزان" میں بیان فرمایا ہے' لہٰذا جس شخص کو یہ ورقہ ملے اسے چاہئے کہ اسے جلا دے اور جسے تقسیم کرتے ہوئے دیکھے اسے سمجھا دے تاکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے دفاع کیا جا سکے اور آپ کی سنت کو کذاب لوگوں کے کذب سے محفوظ کر لیا جائے۔

نماز کی عظمت و شان' اس میں سستی و غفلت سے بچنے کی تلقین اور سستی و غفلت کا مظاہرہ کرنے والے کی وعید کے بارے میں جو کچھ قرآن عظیم اور نبی کریم ﷺ کی سنت صحیحہ میں موجود ہے وہ کاذبوں کے کذب سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حَـٰفِظُوا۟ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُوا۟ لِلَّهِ قَـٰنِتِينَ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۲۳۸)

"(مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز (یعنی نماز عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلشَّهَوَٰتِ ۖ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ (مریم ۱۹/ ۵۹)

”پھران کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے' سو عنقریب ان کو گمراہی (کی سزا) ملے گی۔“

نیز فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ﴾ (الماعون۱۰۷/ ٤۔٥)

”تو ایسے نمازیوں کے لیے خرابی (یا جہنم کی وادی ویل) ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں۔“

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”وہ عہد جو ہمارے اور ان کے مابین ہے' نماز ہے' جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔“ (احمد' اہل سنن باسناد صحیح) نیز آپ نے فرمایا ہے کہ ”آدمی اور کفرو شرک کے درمیان فرق' ترک نماز سے ہے۔“ (صحیح مسلم)

نبی ﷺ نے ایک دن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ”جس نے نماز کی حفاظت کی تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور' برہان اور ذریعۂ نجات بن جائے گی اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی تو روز قیامت اس کے پاس نہ نور' نہ برہان اور نہ ذریعۂ نجات ہو گا بلکہ قیامت کے دن اسے فرعون' ہامان' قارون اور ابی بن خلف کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔“

بعض علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نماز ضائع کرنے والے کو روز قیامت ان کافروں کے ساتھ اس لئے اٹھایا جائے گا کہ اگر اس نے اپنی حکمرانی کی وجہ سے نماز کو ضائع کیا ہے تو وہ فرعون کے مشابہ ہے لہٰذا اسی کے ساتھ اسے روز قیامت جہنم رسید کیا جائے گا' اگر کسی نے اسے وزارت یا دیگر اہم منصبوں پر فائز ہونے کی وجہ سے ضائع کیا ہے تو فرعون کے وزیر ہامان کے ساتھ اس کی مشابہت ہے لہٰذا قیامت کے دن اسی کے ساتھ اسے جہنم رسید کیاجائے گا' اگر مال و دولت کی فراوانی اور خواہشات نفسانی نماز کے ضائع کرنے کا سبب ہے تو اس کا یہ عمل اس قارون جیسا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے گھر سمیت زمین میں دھنسا دیا تھا کہ مال و دولت کی فراوانی اور خواہشات نفسانی کی وجہ سے اس نے تکبر کی روش اختیار کی اور حق کی اتباع نہ کی۔ لہٰذا ایسے شخص کا قیامت کے دن جہنم جاتے وقت قارون کے ساتھ حشر ہو گا اور اگر اس نے نماز کو اپنی تجارت اور دیگر امور و معاملات کی وجہ سے ضائع کیا تو اس کا یہ عمل مکہ کے تاجروں کے کافر سردار ابی بن خلف سے مشابہت رکھتا ہے' لہٰذا روز قیامت اسے ابی بن خلف کی رفاقت میں واصل جہنم کیاجائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عافیت عطا فرمائے اور ان اور ان جیسے دیگر کافروں کے حالات سے بچائے۔
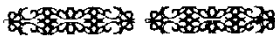
زکوٰۃ

فریضۂ زکوٰۃ کے بارے میں نصیحت اور یاد دہانی

اس مقالہ کے لکھنے سے مقصود فریضہ زکوٰۃ کے بارے نصیحت اور یاد دہانی ہے کیونکہ بہت سے مسلمان اس میں سستی سے کام لے رہے ہیں اور وہ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں کرتے جس طرح شریعت کا حکم ہے حالانکہ زکوٰۃ ایک عظیم الشان فریضہ اور اسلام کے ان ارکان خمسہ میں سے ایک ہے اور جن کے بغیر اسلام کی عمارت استوار ہو ہی نہیں سکتی جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا اور (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔"

مسلمانوں پر زکوٰۃ کو فرض قرار دینا کثرت فوائد اور غریب مسلمانوں کی ضرورت کے پیش نظر اسلام کے محاسن کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے اور اس بات کا ایک واضح ثبوت ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے حالات کی کس قدر نگہداشت کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے دولت مند اور فقیر کے درمیان الفت و محبت کے رشتے مستحکم ہوتے ہیں کیونکہ انسانی نفس کا یہ خاصہ ہے کہ یہ اس کی محبت سے سرشار ہو جاتا ہے' جو اس سے احسان کا معاملہ کرے۔ زکوٰۃ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے خود زکوٰۃ دینے والے کے اپنے نفس کی صفائی اور تزکیہ ہوتا ہے بخل اور کنجوسی سے بعد پیدا ہوتا ہے' چنانچہ اس فائدہ کی طرف قرآن مجید نے بھی حسب ذیل آیات کریمہ میں اشارہ فرمایا ہے:

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَٰلِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا ﴾ (التوبۃ۹/ ۱۰۳)

"(اے پیغمبر!) ان کے اموال میں سے زکوٰۃ لیجئے کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) اور (باطن میں بھی) پاک کرتے ہو۔"

زکوٰۃ مسلمان کو جود و کرم کا خوگر اور ضرورت مندوں کے لئے ہمدرد اور محبت و شفقت کا عادی بناتی ہے' اس سے مال میں برکت' فراوانی اور اضافہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴾ (سبأ۳٤/ ۳۹)

"اور تم جو چیز خرچ کرو گے' وہ (اللہ تمہیں) اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

حدیث قدسی میں ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "ابن آدم! تو خرچ کر' ہم تجھ پر خرچ کریں گے۔" علاوہ ازیں یہ فریضۂ زکوٰۃ اور بھی بے شمار فوائد کا حامل ہے۔

جو شخص بخل سے کام لے یا زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی کرے' اس کے لئے قرآن حکیم میں بہت شدید وعید وارد ہوئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ﴾ (التوبة۹/ ۳۴_۳۵)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیوں' پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا' سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔"

ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ "کنز" ہے اور اس کے مالک کو قیامت کے دن سخت عذاب ہو گا۔ یہ بات اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ہر وہ شخص جو سونے اور چاندی کا مالک ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو آگ میں اس کے چوڑے تختے بنائے جائیں گے اور انہیں جہنم کی آگ میں خوب گرما کر ان کے ساتھ اس کی پیشانی' پہلو اور پشت کو داغا جائے گا' جب یہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو انہیں دوبارہ گرم کر لیا جائے گا اور یہ سلسلہ سارا دن جاری رہے گا جس کی مدت پچاس ہزار سال ہو گی اور یہاں تک کہ تمام بندگان الٰہی کا حساب کتاب ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ اپنا راستہ جنت یا جہنم کی طرف دیکھے گا۔" اس طرح نبی ﷺ نے اس حدیث میں اونٹ' گائے اور بکری کے ان مالکوں کا بھی ذکر کیا ہے' جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے رہے اور ان کے بارے میں بھی آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ انہیں بھی قیامت کے دن عذاب ہو گا۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اس کے مال کو گنجے سانپ کے روپ میں ڈھال دیا جائے گا' جس کی آنکھ کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور یہ اسے دونوں باچھوں سے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں' میں تیرا خزانہ ہوں' پھر نبی اکرم ﷺ نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ هُوَ خَيْرًا لَّهُم ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا۟ بِهِۦ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ﴾ (آل عمران۳/ ۱۸۰)

"وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال عطا فرمایا ہے اور وہ (اس میں) بخل کرتے ہیں' اس بخل کو وہ اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے' قیامت کے دن اس (مال) کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔"

زکوٰۃ چار قسم کے مال پر واجب ہے (۱) زمین سے پیدا ہونے والی فصلوں اور پھلوں پر (۲) چرنے والے پالتو چوپاؤں پر (۳) سونے چاندی اور (۴) سامان تجارت پر' ان میں سے ہر قسم کا نصاب مقرر ہے کہ اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے' فصلوں اور پھلوں کا نصاب پانچ وسق ہے اور ایک وسق نبی کریم ﷺ کے ساٹھ صاع کے مساوی ہے۔ کھجور' کشمش' گندم' چاول اور جو وغیرہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہو گی جب ان کی مقدار تین سو صاع نبوی ہو اور ایک صاع معتدل آدمی کے

دونوں ہاتھوں سے بھری ہوئی چار لپوں کے بقدر ہوتا ہے' ان پر عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے بشرطیکہ کھجوروں اور فصلوں وغیرہ کو بلا کلفت بارشوں' نہروں اور جاری چشموں وغیرہ سے سیراب کیا جاتا ہو اور اگر انہیں محنت کر کے اور خرچہ کر کے کنوؤں اور ڈیموں سے سیراب کیا جاتا ہو تو پھر ان میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے۔

چرنے والے پالتو جانوروں مثلاً اونٹ' گائے اور بھیڑ بکری وغیرہ کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اہل علم سے اس کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔ اگر اس وقت ہمارے پیش نظر اختصار نہ ہوتا تو اتمام فائدہ کے لئے ہم بھی یہاں اس کی تفصیل بیان کر دیتے لیکن اختصار کی وجہ سے ہم اسے یہاں تفصیلاً بیان نہیں کر سکتے۔

چاندی کا نصاب ایک سو چالیس مثقال ہے اور سعودی عرب کی کرنسی میں اس کی مقدار چھپن ریال ہے جب کہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور سعودی پیمانے میں اس کی مقدار ۳/۷ ۱۱(گنی) اشرفی ہے جب کہ گرام کے حساب سے ۹۲ گرام ہے' جو شخص سونے اور چاندی یا دونوں میں سے ایک کے نصاب کا مالک ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے' نفع اصل کے تابع ہو گا اور اس کے لئے الگ سے نیا سال شمار کرنے کی ضرورت نہ ہو گی جیسا کہ پالتو جانوروں کے دوران سال پیدا ہونے والے بچے بھی اپنے اصل کے تابع ہوتے ہیں لہٰذا ان کے لئے بھی الگ سے نیا سال شمار کرنے کی ضرروت نہ ہو گی بشرطیکہ اصل جانور نصاب کے مطابق ہوں۔

کرنسی نوٹ جن کے ساتھ آج کل لوگ لین دین کرتے ہیں' ان کا حکم بھی وہی ہے جو سونے اور چاندی کا ہے خواہ یہ درہم ہوں یا دینار' ڈالر ہوں یا ان کا کوئی اور نام رکھ لیا گیا ہو جب ان کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کے مطابق ہو گی اور اس پر ایک سال گزر جائے گا تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ عورتوں کے سونے یا چاندی کے زیورات بھی نقدی میں شامل ہوں گے خصوصاً جب وہ نصاب کے مطابق ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہے خواہ انہیں استعمال کیا جاتا ہو یا نہ کیا جاتا ہو۔ علماء کے صحیح قول کے مطابق ان میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کے الفاظ کے عموم کا یہی تقاضا ہے کہ "ہر وہ سونے یا چاندی کا مالک جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو روز قیامت اس کے سونے چاندی کو چوڑے پتھروں کی صورت میں ڈھال کر جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا......" الخ۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک عورت کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے تو فرمایا "کیا تو ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے؟" اس نے کہا جی نہیں! فرمایا: "کیا تجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ ان کے بجائے اللہ تعالیٰ تجھے روز قیامت جہنم کی آگ کے کنگن پہنائے؟" اس نے انہیں اتار دیا اور کہا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں (ابوداؤد' نسائی اور اس کی سند حسن ہے)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سونے کی پازیبیں پہنا کرتی تھیں' انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ کنز ہیں؟ آپ نے فرمایا "جو (مال) نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔" اس مفہوم کی اور بھی (بہت سی) احادیث ہیں۔"

جہاں تک سامان تجارت کا تعلق ہے تو سال کے آخر میں اس کی قیمت لگائی جائے اور کل قیمت کا چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کر دیا جائے خواہ اس کی قیمت اس کے ثمن کے مثل ہو یا اس سے کم و بیش کیونکہ حدیث سمرہ میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ ہمیں یہ حکم دیا کرتے تھے کہ ہم سامان تجارت کی بھی زکوٰۃ ادا کریں۔" (ابوداؤد) اس میں اراضی' عمارتیں' گاڑیاں' پانی کی موٹریں اور ہر وہ سامان داخل ہے جو برائے تجارت ہو اور وہ عمارتیں جو برائے فروخت نہیں بلکہ برائے

کرایہ ہوں تو سال مکمل ہونے پر ان کے کرایہ پر زکوٰۃ ہو گی' عمارتوں پر زکوٰۃ نہیں ہو گی کیونکہ وہ برائے فروخت نہیں ہیں۔ اسی طرح وہ گاڑیاں جو ٹیکسی کے طور پر چلائی جاتی ہوں ان میں بھی زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ ان کے مالکان نے انہیں استعمال کے لئے خریدا ہے۔ اگر ٹیکسی یا دیگر سامان کے مالکان کے پاس نصاب کے برابر نقدی ہو تو اس میں سال مکمل ہونے پر زکوٰۃ واجب ہو گی خواہ اس نقدی کو نفقہ کے لئے یا شادی کے لئے یا جائیداد خریدنے کے لئے یا قرض ادا کرنے کیلئے یا دیگر مقاصد کے لئے جمع کیا گیا ہو کیونکہ اس طرح کے مال میں وجوب زکوٰۃ پر دلالت کرنے والی ادلہ شرعیہ کے عموم کا یہی تقاضا ہے۔

علماء کے اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ قرض بھی زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ تفصیل سے واضح ہے!

اسی طرح جمہور علماء کے نزدیک یتیموں اور مجنونوں (پاگلوں) کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے' جب وہ (مال) نصاب کو پہنچ جائے اور اس پر سال گزر جائے تو ان کے وارثوں پر واجب ہو گا کہ سال گزرنے پر وہ ان کی طرف سے انکے مال سے زکوٰۃ ادا کریں کیونکہ عموم ادلہ کا یہی تقاضا ہے مثلاً حدیث معاذ میں ہے کہ نبی ﷺ نے جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال پر زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے' جسے ان کے اغنیاء سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔"

زکوٰۃ' اللہ تعالیٰ کا حق ہے لہٰذا محض محبت کی خاطر کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ زکوٰۃ کو کسی نفع کے حصول یا نقصان کے ازالہ کے لئے استعمال کیا جائے اور نہ یہ جائز ہے کہ اسے مال بچانے یا مال سے مذمت دور کرنے لئے استعمال کیا جائے۔ ہر مسلمان کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ زکوٰۃ کو صرف مستحقین میں اس لئے تقسیم کرے کہ وہ اس کے اہل ہیں' کسی اور غرض کے لئے تقسیم نہ کرے اور پھر وہ زکوٰۃ کو خوش دلی کے ساتھ' اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرے تاکہ وہ اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو کر' بے پایاں اجر و ثواب کا مستحق قرار پائے اور اللہ تعالیٰ اسے اس خرچ کئے ہوئے مال کا نعم البدل بھی عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ ۞ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَٱلْمَسَٰكِينِ وَٱلْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَٱلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِى ٱلرِّقَابِ وَٱلْغَٰرِمِينَ وَفِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱبْنِ ٱلسَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾

(التوبۃ۹/ ٦٠)

"(صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور مقروضوں کے قرض ادا کرنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے)

اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان دو عظیم ناموں کے ساتھ جو ختم کیا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اشارہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے حالات کو خوب جانتا ہے کہ ان میں سے کون زکوٰۃ کا مستحق ہے اور کون نہیں اس نے جو شریعت نازل فرمائی اور جو احکام مقرر فرمائے' ان میں وہ حکیم ہے۔ وہ تمام اشیاء کو ان کے اصل مقام پر ہی رکھتا ہے خواہ بعض لوگوں پر بعض اسرار حکمت مخفی رہیں۔ وہ علیم و حکیم ہے اس لئے

بندگان الٰہی کو اس کی شریعت پر مطمئن ہونا چاہیئے اور اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو دین میں فقاہت' معاملہ میں صداقت' اپنی رضا کے کاموں میں مسابقت اور اپنی ناراضگی کے اسباب سے عافیت عطا فرمائے۔ انه سميع قريب' وصلى الله وسلم على عبده ورسوله محمد وآله وصحبه

کیا اس سونے میں بھی زکوٰۃ ہے جسے عورت زینت کیلئے استعمال کرے؟

سوال کیا اس سونے میں بھی زکوٰۃ واجب ہے جسے عورت محض زینت کے لئے استعمال کرتی ہے اور جسے اس نے تجارت کے لئے حاصل نہیں کیا؟

جواب عورتوں کے زیورات جب کہ وہ نصاب کے مطابق ہوں اور بغرض تجارت نہ ہوں تو ان میں وجوب زکوٰۃ کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ وہ نصاب کے مطابق ہوں خواہ محض پہننے اور زیب و زینت کے لئے ہوں۔

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور یہ 3/7 11 سعودی گنی کے برابر ہے۔ اگر زیورات کا وزن اس سے کم ہو تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے' ہاں! اگر وہ تجارت کے لئے ہوں تو پھر ان میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے جبکہ سونے اور چاندی کی قیمت نصاب کے مطابق ہو۔ چاندی کا نصاب ایک سو چالیس مثقال ہے اور یہ چھپن سعودی ریال کے برابر ہے۔ اگر چاندی کے زیورات اس سے کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے الا یہ کہ وہ بغرض تجارت ہوں تو پھر ان میں بھی مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے جبکہ ان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر ہو۔

استعمال کے لئے سونے چاندی کے زیورات میں وجوب زکوٰۃ کی دلیل حسب ذیل حدیث نبوی کا عموم ہے کہ:

«مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلاَ فِضَّةٍ لاَ يُؤَدِّيْ زَكَاتَهَاإِلاَّ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ صُفِحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِيْنُهُ وَظَهْرُهُ»(الحديث)

"سونے اور چاندی کا ہر وہ مالک جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کے لئے روز قیامت سونے اور چاندی کو آگ کی تختیوں کی صورت میں ڈھال کر ان سے اس کے پہلو' پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس کی بیٹی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا جی نہیں تو آپ نے فرمایا "کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ ان کے بجائے اللہ تعالیٰ روز قیامت تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ تو اس عورت نے انہیں اتار دیا اور کہا یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔ (ابو داؤد' نسائی اور اس کی سند حسن ہے)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ وہ (ام سلمہ) سونے کی پازیبیں پہنا کرتی تھیں تو انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ! کیا یہ کنز ہے؟" آپ نے فرمایا "جو (سونا' چاندی) نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو وہ کنز نہیں ہے۔" (اس حدیث کو ابو داؤد اور دار قطنی نے بیان کیا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ نہیں فرمایا کہ "زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہوتی۔"

نبی ﷺ سے جو یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ "زیورات میں زکوٰۃ نہیں۔" ضعیف ہے۔ اس کے ساتھ اصل اور احادیث صحیحہ کا معارضہ جائز نہیں ہے۔«وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ» ۔

میری بیوی کے پاس سونے کے زیورت ہیں' کیا ان میں زکوٰۃ ہے؟

سوال میری بیوی کے پاس سونے کے زیورات ہیں جنہیں وہ پہنتی ہے اور یہ نصاب کے بقدر ہیں' کیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے؟ کیا ان کی زکوٰۃ مجھ پر واجب ہے یا میری بیوی پر؟ کیا زکوٰۃ زیورات ہی میں سے ادا کی جائے یا ان کی قیمت لگا کر اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کی جائے؟

جواب سونے اور چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے جب کہ ان کا وزن نصاب کے کو پہنچ جائے' سونے کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کا ایک سو چالیس مثقال ہے سعودی عرب میں موجودہ مروجہ پیمانے کے مطابق سونے کا نصاب 3/7 11 اشرفی (گنی) ہے لہٰذا جب سونے کے زیورات کا وزن 3/7 11 اشرفی (گنی) یا اس سے زیادہ ہو تو ان میں علماء کے صحیح قول کے مطابق زکوٰۃ واجب ہے خواہ یہ زیورات پہننے کے لئے ہوں۔

چاندی کا نصاب موجودہ سعودی کرنسی میں ۵۶ ریال ہے لہٰذا جب چاندی کے زیورات ۵۶ سعودی ریال یا اس سے زیادہ قیمت کے ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے' سونے' چاندی اور سامان تجارت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہے یعنی ایک سو میں سے ڈھائی اور ایک ہزار میں سے پچیّس روپے ہیں' اس سے زیادہ مالیت کی زکوٰۃ بھی اسی حساب سے ادا کی جائے گی۔

زکوٰۃ زیورات کی مالکہ پر واجب ہے' اگر اس کی اجازت سے اس کی طرف سے اس کا شوہر یا کوئی اور زکوٰۃ ادا کر دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' یہ واجب نہیں کہ زکوٰۃ زیورات ہی کی صورت میں ادا کی جائے بلکہ اس کی قیمت میں سے بھی ادا کی جا سکتی ہے' جب ایک سال گزر جائے تو سال پورا ہونے پر بازار میں ان کی جو قیمت ہو گی اس کے مطابق زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔«وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ» ۔

کیا سونے کا قلم استعمال کرنا جائز ہے؟ کیا اس میں بھی زکوٰۃ ہے

سوال مجھے سونے کے بنے ہوئے کچھ قلم بطور تحفہ موصول ہوئے ہیں' ان کے استعمال کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ان میں زکوٰۃ واجب ہے؟ برائے کرم رہنمائی فرمائیں!

جواب صحیح ترین بات یہ ہے کہ مردوں کے لئے سونے کے قلم استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے عموم کا یہی تقاضا ہے کہ "سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال لیکن مردوں کے لئے حرام ہے۔" اسی طرح سونے اور ریشم کے بارے میں آپؐ کا ایک فرمان یہ بھی ہے کہ "یہ دونوں چیزیں میری امت کی عورتوں کے لئے حلال مگر مردوں کے لئے حرام ہیں۔"

اب رہا مسئلہ ان قلموں کی زکوٰۃ کا تو اگر ان کا وزن نصاب کے بقدر ہو یا ان کے مالک کے پاس کچھ اور سونا ہو اور اس کے ساتھ مل کر یہ نصاب کو مکمل کرتے ہوں اور اس پر ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی' اسی طرح اگر اس شخص کے پاس چاندی یا سامان تجارت ہو اور ان قلموں کے مل جانے سے نصاب مکمل ہو جاتا ہو تو علماء کے صحیح قول کے مطابق اس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہو گی کیونکہ سونا چاندی ایک ہی چیز کے مانند ہیں' اسی طرح اگر اس کے پاس کرنسی نوٹ

ہوں' جن سے نصاب کی تکمیل ہو جاتی ہو تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ «وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ»

ہر قسم کے سکوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟

سوال ایک آدمی عربی و غیر عربی سکوں کے جمع کرنے کا شوق رکھتا ہے' ان میں سے کچھ سکے قیمتی ہیں اور کچھ قیمتی نہیں تو کیا ایک سال گزر جانے پر ان پر زکوٰۃ واجب ہو گی؟

جواب جب ایک سال گزر جائے اور سکوں کی مالیت نصاب کے مطابق ہو تو کتاب و سنت کے دلائل کے عموم کے پیش نظر ان پر زکوٰۃ واجب ہو گی کیونکہ یہ سکے بھی کرنسی کے حکم میں ہیں اور کرنسی نوٹوں کی طرح کرنسی کے قائم مقام ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

بیٹے کی شادی کے لئے جمع کی جانے والی دولت پر زکوٰۃ!

سوال ایک آدمی کئی سال سے پیسے جمع کر رہا ہے تاکہ انہیں اپنے بیٹے کی شادی پر صرف کرے تو کیا ان میں زکوٰۃ ہو گی؟ یاد رہے وہ ان پیسوں کو صرف اپنے بیٹے کی شادی پر خرچ کرنا چاہتا ہے؟

جواب یہ جمع شدہ رقم اگر بقدر نصاب ہے اور اس پر سال گزر جائے تو ان کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہو گا خواہ ان کے جمع کرنے سے نیت اپنے بیٹے کی شادی کرنا ہو کیونکہ یہ پیسے جب تک اس کے پاس ہیں اس کی ملکیت ہیں لہٰذا کتاب و سنت کے دلائل کے عموم کا یہی تقاضا ہے کہ شادی ہونے تک ہر سال ان کی زکوٰۃ ادا کی جائے!

شادی کے لئے جمع کی گئی رقم پر زکوٰۃ

سوال میں اس وقت ایک سرکاری محکمہ میں ملازم ہوں اور قریباً چار ہزار ریال ماہانہ تنخواہ حاصل کرتا ہوں میں نے تقریباً ایک سال میں سترہ ہزار ریال جمع کئے ہیں جو کہ بینک میں ہیں اور ان پر نفع حاصل نہیں کیا اور میں ان شاء اللہ انہیں شوال میں اپنی شادی پر خرچ کرنا چاہتا ہوں اور اس سے قریباً دوگنی رقم مجھے قرض لینا پڑے گی تاکہ شادی کے اخراجات کو پورا کیا جاسکے' میرا سوال یہ ہے کیا ان جمع شدہ سترہ ہزار ریال پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ ان پر ایک سال گزر چکا ہے اور اگر زکوٰۃ واجب ہے تو وہ کتنی ہے؟

جواب مذکورہ رقم پر ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہے خواہ اسے شادی یا قرض ادا کرنے یا گھر تعمیر کرنے کے لئے جمع کیا گیا ہو کیونکہ سونا چاندی اور ان کے قائم مقام نقدی وغیرہ پر وجوب زکوٰۃ کے دلائل کے عموم سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے یعنی ایک ہزار ریال پر پچیس ریال..... «وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ»

کیا شادی یا گھر بنانے کی نیت سے جمع کئے گئے مال پر زکوٰۃ واجب ہے؟

سوال میں اپنی ماہانہ تنخواہ سے بچا کر کچھ رقم جمع کرتا رہتا ہوں' کیا اس مال پر زکوٰۃ واجب ہے؟ یاد رہے میں نے یہ مال گھر بنانے اور حق مہر ادا کرنے کی نیت سے جمع کیا ہے کیونکہ میں ان شاء اللہ عنقریب شادی کرنا چاہتا ہوں۔

میں کئی سالوں سے یہ رقم ایک بینک میں جمع کر رہا ہوں کیونکہ میرے پاس مال رکھنے کے لئے اور کوئی جگہ نہ تھی' بینک میرے حساب میں نفع (یعنی سود) بھی شامل کرتا رہا لیکن میں نے بینک سے اپنی خالص جمع شدہ رقم نکلوالی اور نفع نہ لیا بلکہ اسے بینک میں ہی چھوڑ دیا جو کہ اب تک میرے حساب میں لکھا ہوا ہے کیا یہ رقم لے کر میں صدقہ کر دوں یا بینک میں

ہی چھوڑ دوں یا کیا کروں؟ کیا میں یہ رقم ایک ایسے گھر کو دے سکتا ہوں جو بے حد ضرورت مند ہے کیونکہ اس گھر میں کمانے والا کوئی نہیں یا یہ رقم کسی فلاحی ادارے کو دے سکتا ہوں؟ رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں!

جواب شادی کرنے یا گھر بنانے کی نیت سے جو مال جمع کیا جائے اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے جب کہ مال نصاب کے بقدر ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے خواہ مال سونا' چاندی ہو یا کرنسی نوٹ ہوں۔ وجوب زکوٰۃ پر دلالت کرنے والے دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب مال نصاب کے مطابق ہو اور ایک سال کی مدت گزر جائے تو بغیر زکوٰۃ کسی استثناء کے واجب ہے!

سودی بینکوں میں مال رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی گناہ اور سرکشی کے کام پر اعانت ہے' اگر بے حد ناگزیر ضرورت کی وجہ سے ان بینکوں میں اکاؤنٹ رکھا جائے تو اپنی رقم پر سود نہ لیا جائے' آپ کی طرف سے سود وصول کرنے کی شرط کے بغیر بینک نے اپنے طور پر آپ کے اکاؤنٹ میں جو سودی رقم جمع کر رکھی ہے اس کے بارے میں زیادہ راجح بات یہ ہے کہ اسے بینک سے لے کر فقیروں' محتاجوں' بیت الخلاء یا مسلمانوں کے فائدہ کے اس طرح کے دیگر کاموں میں اسے صرف کر دیا جائے یہ صورت اس سے بہتر ہے کہ اسے بینک ہی میں ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا جائے جو اسے برے یا کفریہ کاموں میں خرچ کریں گے' آپ نے یہ بہت اچھا کیا کہ اس بینک سے اپنی رقم نکلوالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہدایت کی توفیق سے سرفراز فرمائے!

گھروں اور گاڑیوں کی زکوٰۃ

سوال ایک آدمی کے پاس کچھ گاڑیاں اور گھر ہیں اور وہ ان کی آمدنی کو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور کوئی چیز بھی سال بھر کے لئے بچا کر نہیں رکھتا تو کیا اس پر اس مال کی زکوٰۃ واجب ہے؟ گاڑیوں اور گھروں پر زکوٰۃ کس وقت واجب ہو گی اور کتنی واجب ہو گی؟

جواب گھر اور گاڑیاں اگر ذاتی استعمال یا ان کے کرایوں سے استفادہ کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر یہ گھر اور گاڑیاں تمام یا ان میں سے بعض تجارت کے لئے ہوں تو ان میں سے جو تجارت کے لئے ہوں گی ان کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو گی جب سال گزر جائے گا اور اگر انہیں گھریلو ضرورتوں' نیکی کے کاموں یا دیگر ضرورتوں پر سال مکمل ہونے سے قبل ہی استعمال کر لیا جائے تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہو گی کیونکہ اس موضوع سے متعلق وارد آیات و احادیث کے عموم کا یہی تقاضا ہے۔

ایک شہر میں اپنا مکان کرایہ پر دیا ہے جب کہ دوسرے میں.....

سوال ایک شخص کا مکان ایک ایسے شہر میں ہے جہاں اس کی سکونت نہیں ہے لہذا اس نے اپنے اس مکان کو کرایہ پر دے رکھا ہے جب کہ جس شہر میں بسلسلہ ملازمت اس کی رہائش ہے وہاں اس نے کسی اور سے مکان کرایہ پر لے رکھا ہے جس کا کرایہ اپنے ذاتی مکان کے کرایہ سے کم ہے تو سوال یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے ذاتی مکان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جواب ذاتی مکان اگر بیچ کے لئے نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے..... ہاں البتہ اس مکان کے کرایہ پر زکوٰۃ ہو گی جب کہ خرچ کرنے سے قبل اس پر ایک سال گزر جائے۔

مکانات کے کرایہ پر زکوٰۃ

سوال ایک شخص کے پاس بہت سے مکانات ہیں' جنہیں وہ کرایہ پر دیتا ہے اور ان کے کرایہ سے سال بھر میں بہت سا مال جمع ہو جاتا ہے تو کیا اس مال پر زکوٰۃ ہے؟ زکوٰۃ کب واجب ہو گی اور کتنی مقدار میں ادا کرنا ہو گی؟

جواب جب مکان یا دوکان وغیرہ کے کرایہ سے حاصل ہونے والی رقم پر ایک سال گزر جائے اور وہ نصاب کے مطابق ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو گی' سال سے قبل کرایہ حاصل کرنے والے نے اس میں سے جو رقم اپنی ضرورتوں پر صرف کر لی اس میں زکوٰۃ نہیں ہو گی' امت کا اجماع ہے کہ اس طرح کے مال پر شرح زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے' سونے کا نصاب سعودی اور انگریزی پیمانے کے مطابق ۳/۷ ۱۱ اشرفی (گنی) ہے اور چاندی کا نصاب ایک سو چالیس مثقال ہے اور سعودی ریال کے مطابق اس کی شرح چھپن ریال ہے۔

میں نے مکان بنانے کے لئے زمین خریدی لیکن بعد میں اسے فروخت کر دیا

سوال میرے پاس ایک قطعہ اراضی تھا جسے میں نے مکان بنانے کے لئے خریدا تھا لیکن پھر ایک مدت بعد کسی ضرورت کے پیش نظر میں نے اسے بیچ دیا تو کیا اس مدت کی مجھ پر زکوٰۃ ہو گی جس میں میں نے اسے فروخت نہیں کیا؟

جواب اگر امر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح سوال میں مذکور ہے تو آپ پر گزشتہ مدت کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ اس وقت وجوب زکوٰۃ کی علت یعنی قصد بیع مفقود تھی یعنی اس وقت آپ کا مقصود اسے فروخت کرنا نہ تھا۔

میرے پاس ایک پلاٹ ہے میں اس پر تعمیر کرنے یا اس سے فائدہ....

سوال: جب انسان کے پاس کوئی ایسا پلاٹ ہو کہ جسے وہ تعمیر کر سکتا ہو نہ اس سے کوئی اور فائدہ اٹھا سکتا ہو تو کیا اس میں زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب اگر اس پلاٹ کو بیع کے لئے رکھا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی اور اگر اسے بیچنے کے لئے نہ رکھا ہو یا اسے بیع کے بارے میں تردد ہو اور کسی بات کا وثوق سے فیصلہ نہ کر سکتا ہو یا اسے کرایہ پر دینے کے لئے رکھا ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہو گی جیسا کہ اہل علم سے اس مسئلہ میں نص موجود ہے کیونکہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ

«أَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِمَّا نُعِدُّهُ لِلْبَيْعِ»

"ہم اس چیز کی زکوٰۃ ادا کریں جسے ہم نے بیع کے لئے تیار رکھا ہو۔"

ماہانہ تنخواہ پر زکوٰۃ

سوال میں ایک ملازم ہوں' میری ماہانہ تنخواہ تین ہزار ریال کے قریب ہے میں اس میں سے بہت کم یعنی چھ سو ریال ماہانہ خرچ کرتا ہوں تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی؟ اور کتنی واجب ہو گی؟

جواب جب تنخواہ سے بچی ہوئی رقم نصاب کے مطابق ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو گی اور اگر رقم نصاب سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔

وقتاً فوقتاً جمع کئے گئے مال کی زکوٰۃ

سوال انسان کچھ مال جمع کرتا ہے اور کچھ مدت بعد اس میں اور اضافہ کرلیتا ہے تو وہ مال جسے اس طرح وقتاً فوقتاً جمع کیا گیا ہو تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنے کا کیا طریقہ ہو گا؟

جواب جب بقدر نصاب مال پر خواہ وہ نقدی کی صورت میں ہو یا سامان تجارت کی صورت میں ایک سال گزر جائے تو اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور اس کے بعد اس میں شامل ہونے والے مال پر جب ایک سال گزرے تو اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے اور اگر پہلے مال پر ایک سال مکمل ہونے پر وہ اپنے سارے مال کی زکوٰۃ ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس رمضان ۱۴۰۳ ہجری میں دس ہزار تھے اور پھر ذوالقعدہ ۱۴۰۳ ہجری میں اس کے پاس دس ہزار مزید آ گئے تو وہ پہلے دس ہزار کی زکوٰۃ رمضان ۱۴۰۴ ہجری میں ادا کرے گا اور دوسرے دس ہزار کی زکوٰۃ ذوالقعدہ ۱۴۰۴ ہجری میں ادا کرے گا اور اگر وہ اپنی اس تمام دولت کی زکوٰۃ رمضان ۱۴۰۴ ہجری ہی میں ادا کر دے تو یہ بھی جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس نے دوسرے دس ہزار کی زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے ہی ادا کر دی اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

میرے پاس کچھ مال ہے جسے اس کے مالک نے مسجد پر خرچ کرنے کیلئے....

سوال : میرے پاس اہل خیر کی طرف سے مسجد بنانے کے لئے کچھ مال جمع ہے' یہ مال میرے پاس ایک سال سے زیادہ عرصہ رہا' کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب اس مال پر مطلقاً زکوٰۃ نہیں ہے کہ اس کے مالک نے اسے فی سبیل اللہ خرچ کر دیا ہے' آپ کو چاہئے کہ اسے جلد مطلوبہ کام میں خرچ کر دیں۔

کچھ لوگوں کی طرف سے باہمی تعاون کے لئے جمع کی گئی رقم پر زکوٰۃ

سوال اگر کچھ لوگ باہمی تعاون اور استفادہ کے لئے اس طرح رقم جمع کر رہے ہوں کہ ان میں سے ہر شخص اس میں اپنا حصہ ڈالتا ہو تا کہ اللہ نہ کرے کہ ان میں سے کسی کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اس جمع شدہ رقم سے وہ استفادہ کر سکے' تو کیا اس طرح جمع کی گئی رقم پر سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں؟

جواب یہ اور اس طرح کے دیگر اموال جنہیں ان کے مالکان نے مصالح عامہ اور نیکی کے باہمی تعاون کے لئے عطیہ کے طور پر دے دیا ہو' ان پر زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ ان اموال کو ان کے مالکان نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے اموال سے الگ کر دیا ہے۔ ان اموال کے منافع دولت مندوں اور فقیروں کے لئے مشترک ہیں کہ ان سے حوادث کا مقابلہ کرنا مقصود ہے جو ان کو درپیش ہوں لہٰذا ان کو ان کے اموال سے الگ سمجھا جائے گا اور انہیں ان صدقات میں شمار کیا جائے گا جنہیں مطلوبہ مقاصد پر خرچ کرنے کے لئے جمع کیا گیا ہو۔

باہمی تعاون کے لئے قائم کئے گئے فنڈ پر زکوٰۃ

سوال ہم نے جامعۃ الملک سعود میں طلبہ کے لئے ایک فنڈ قائم کیا ہے جس میں زیادہ تر حصہ تو جامعہ ہی کی طرف سے ہے اور بہت قلیل سی مقدار اس میں طلبہ کے وظائف میں سے بھی شامل کی جاتی ہے' اس فنڈ سے ضرورت مند طلبہ کی

مدد کی جاتی ہے' کیا اس فنڈ میں موجود رقم پر زکوٰۃ واجب ہو گی؟

جواب اس مذکورہ فنڈ اور اس طرح کے دیگر فنڈز پر زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس طرح کے فنڈز میں موجود مال کا کوئی مالک نہیں ہے بلکہ اسے تو نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے جمع کیا گیا ہے چونکہ اعمال خیر کے لئے وقف اموال پر زکوٰۃ نہیں ہوتی لہٰذا اس فنڈ پر بھی زکوٰۃ نہیں ہو گی۔

ایک آدمی کے پاس چاندی کے سو ریال ہیں' جن کی اس نے بیس سال سے......

سوال ایک آدمی کے پاس سلطان عبدالعزیز کے دور کے چاندی کے سکہ کے سو عربی ریال ہیں اور اس نے قریباً بیس سال سے ان کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو کیا اس رقم میں زکوٰۃ واجب ہے اور کتنی واجب ہے؟ کیا ان کی قیمت لگا کر مروجہ پیپر کرنسی میں زکوٰۃ ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب اس شخص کو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی چاہئے زکوٰۃ ان ریالوں میں بھی ادا کر سکتا ہے اور نوٹوں کی صورت میں بھی!

مسکین کون ہے؟ مسکین و فقیر میں فرق کیا ہے؟

سوال مسکین کون ہے جسے زکوٰۃ دی جائے؟ نیز مسکین و فقیر میں فرق کیا ہے؟

جواب مسکین وہ فقیر ہے جس کے پاس کفایت کے بقدر پورا مال نہ ہو اور جو اس سے بھی زیادہ محتاج ہو اسے فقیر کہتے ہیں اور یہ دونوں زکوٰۃ کے مستحق ہیں جیسا کہ مصارف زکوٰۃ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

﴿ إِنَّمَا ٱلصَّدَقَٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡعَٰمِلِينَ عَلَيۡهَا﴾ (التوبۃ۹/ ۶۰)

"صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے۔"

جس شخص کے پاس اس قدر مال ہو جو اس کے کھانے' پینے' لباس اور رہائش کی ضرورت کے لئے کافی ہو خواہ وہ وقف کی صورت میں ہو یا کسب کی صورت میں یا تنخواہ کی صورت میں تو اسے فقیر یا مسکین نہیں کہا جا سکتا اور نہ اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا

سوال کیا بھائی کی طرف سے ضرورت مند بھائی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے (بھائی شادی شدہ ہے' کام بھی کرتا ہے لیکن اس کے پاس بقدر کفایت مال نہیں ہے) کیا فقیر چچا کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟ کیا عورت اپنے بھائی یا پھوپھی یا اپنی بہن کو زکوٰۃ دے سکتی ہے؟

جواب اگر کوئی مرد یا عورت اپنے کسی فقیر بھائی' بہن' چچا' پھوپھی یا دیگر فقیر رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ دلائل کے عموم سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے جب کہ رشتہ دار کو صدقہ دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔" ہاں البتہ والدین کو خواہ وہ اس سے بھی اوپر کے درجہ کے ہوں (یعنی دادا' دادی وغیرہ) اور اولاد کو خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں اور خواہ اس سے بھی نیچے کے درجہ کے ہوں (یعنی پوتے اور نواسے وغیرہ) انہیں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی خواہ وہ فقیر ہوں کیونکہ ان پر حسب استطاعت خرچ کرنا انسان پر فرض ہے جب کوئی اور خرچ کرنے والا موجود نہ ہو!

کیا والدہ اور بھائی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

سوال میرے پاس کچھ مال ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے اور اس مال میں کچھ حصہ وہ ہے جو میں نے ایک ادارے سے غیر سودی قرض کے طور پر لیا ہوا ہے باقی رقم کے ساتھ اس قرض پر بھی ایک سال گزر چکا ہے تو کیا اس رقم میں بھی زکوٰۃ واجب ہو گی جو میرے پاس بطور قرض ہے؟

کیا میں اپنی والدہ کو کچھ رقم بطور زکوٰۃ دے سکتا ہوں جب کہ میرے والد ان پر خرچ کر رہے ہیں اور الحمدللہ ان کی مالی حالت اچھی ہے۔ اسی طرح میرا ایک بھائی بھی ہے جو کام کر سکتا ہے لیکن ابھی تک غیر شادی شدہ ہے' اللہ تعالیٰ اسے ہدایت بخشے نماز کی بھی زیادہ پابندی نہیں کرتا کیا میں اسے زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ دے سکتا ہوں' براہ کرم رہنمائی فرمائیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے!

جواب سال گزرنے پر آپ کو اس تمام مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی جو آپ کے پاس موجود ہو' علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق آپ کو اس مال پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی جو کسی ادارے سے قرض لیا ہوا ہے لیکن اگر سال مکمل ہونے سے پہلے پہلے آپ اپنے پاس موجود مال میں سے قرض ادا کر دیں تو بطور قرض ادا کی گئی رقم پر زکوٰۃ نہ ہو گی بلکہ زکوٰۃ صرف اس مال پر ہو گی جو قرض ادا کرنے کے بعد آپ کے پاس ہو گا بشرطیکہ وہ نصاب کے مطابق ہو اور اس پر ایک سال گزر گیا ہو۔

چاندی یا اس کے قائم مقام اشیاء کا نصاب سعودی عرب میں مروجہ کرنسی کے مطابق چھپن ریال ہے' آپ کے لئے اپنی والدہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اس لئے کہ والدین کو زکوٰۃ ادا نہیں کی جا سکتی اور پھر آپ کے والد کے خرچ کرنے کی وجہ سے وہ ویسے بھی زکوٰۃ سے بے نیاز ہیں۔

آپ کا بھائی جب تک نماز کا تارک ہے' اسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی کیونکہ شہادتین کے بعد نماز اسلام کے ارکان میں سب سے عظیم رکن ہے اور عمداً اسے ترک کرنا کفر اکبر ہے اور پھر وہ طاقتور اور کمانے کے قابل بھی ہے اور اگر اس پر خرچ کرنے کی ضرورت بھی ہو تو آپ کی بجائے آپ کے والد کو اس پر خرچ کرنا چاہئے کیونکہ نفقہ و خرچہ کے اعتبار سے وہ مسئول ہیں بشرطیکہ انہیں اس کی استطاعت ہو.... اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے' حق کی طرف رہنمائی فرمائے اور اسے اپنے نفس' شیطان اور برے ساتھیوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

میں ایک تنخواہ دار ملازم ہوں اور میں نے سنا کہ ایک تاجر....

سوال میں ایک ملازم ہوں اور تقریباً تین ہزار ریال ماہانہ تنخواہ لیتا ہوں' ایک دفعہ میں نے سنا کہ کسی موقعہ کی مناسبت سے ایک تاجر صدقہ کا مال تقسیم کر رہا ہے تو میں بھی اس کے پاس چلا گیا اور اس نے مجھے بھی مال دے دیا تو کیا میرے لئے یہ مال حلال ہے؟

جواب اگر آپ کی تنخواہ سے آپ کی اور آپ کے اہل و عیال کی بنیادی ضرورتیں --- اسراف اور فضول خرچی کے بغیر --- پوری نہ ہوتی ہوں تو آپ کے لئے زکوٰۃ حلال ہے درنہ نہیں.... اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو دین میں فقاہت عطا فرمائے اور آپ کو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دے۔

کیا فقیر وکیل اپنے مؤکل کی زکوٰۃ کو خود رکھ سکتا ہے؟

سوال میں ایک فقیر آدمی تھا اور ایک دولت مند شخص کے پاس کام کرتا تھا' امین اور قابل اعتماد سمجھتے ہوئے اس نے مجھے

زکوٰۃ کی ایک بڑی رقم دی تا کہ میں اپنے علاقے کے فقیروں میں تقسیم کر دوں لیکن میں خود اس رقم کا محتاج تھا لہٰذا وہ میں نے اپنی ضرورت کے لئے رکھ لی' کیا اس رقم کے اپنے پاس رکھ لینے کی وجہ سے مجھے گناہ ہو گا؟ جب کہ میں فقیر اور ضرورت مند تھا اور یہ دولت مند آدمی اس علاقہ کے فقیروں میں تو بہت زیادہ مال تقسیم کرتا رہتا تھا' امید ہے آپ میرے اس سوال کا جواب ضرور دیں گے؟

جواب آپ کا یہ طرز عمل جائز نہیں بلکہ یہ تو خیانت ہے لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور اس آدمی کی طرف سے نیت کر کے جس نے آپ کو اپنا وکیل بنایا تھا' مذکورہ مال کو زکوٰۃ کے مستحق مسلمانوں میں تقسیم کر دیں ہاں اگر آپ ضرورت مند تھے تو اس دولت مند شخص سے یہ کہہ سکتے تھے کہ میں بھی فقیر ہوں میری بھی زکوٰۃ سے مدد کیجئے۔

زکوٰۃ ایک فقیر کو دینا افضل ہے یا زیادہ فقیروں کو؟

سوال جب انسان اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور وہ بہت قلیل مثلاً صرف دو سو ریال ہو تو کیا وہ صرف ایک ضرورت مند گھر کو دینی افضل ہے یا مختلف گھروں میں تقسیم کر دی جائے تو افضل ہے؟ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب جب زکوٰۃ کی مقدار کم ہو تو ایک ضرورت مند گھر کو دینی اولیٰ اور افضل ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ کم ہو گی اور اسے زیادہ گھروں میں تقسیم کر دیا جائے گا تو اس کی افادیت کم ہو جائے گی۔

کیا شوہر بیوی کے مال کی زکوٰۃ اپنی طرف سے ادا کر سکتا ہے؟

سوال کیا میرا شوہر میرے مال کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے جب کہ یہ مال بھی اسی نے مجھے دیا ہے؟ کیا میں اپنے بھانجے کو زکوٰۃ دے سکتی ہوں جب کہ وہ عنفوان شباب کی عمر میں ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے؟

جواب سونا' چاندی اور دیگر مال کی زکوٰۃ آپ پر واجب ہے جبکہ نصاب کے بقدر یا اس سے زیادہ ہو اور اس پر سال گزر جائے' اگر آپ کی اجازت سے آپ کا شوہر آپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں' اسی طرح اگر اسے آپ کی اجازت سے آپ کا بھائی یا والد یا کوئی اور ادا کر دے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ شادی میں مدد کے لئے آپ اپنے بھانجے کو زکوٰۃ دے سکتی ہیں جب کہ وہ خود اپنے اخراجات پورے نہ کر سکتا ہو۔ اللہ ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وکیل کو مؤکل کے ان احکام کی پابندی کرنی چاہئے جو....

سوال ایک بھائی نے مجھے اپنے مال کی زکوٰۃ دی اور کہا کہ میں اسے سوڈان کے ان لوگوں میں تقسیم کر دوں جو قول و عمل کے اعتبار سے کتاب و سنت کے پابند اور میرے رشتہ دار نہ ہوں اور وہ زکوٰۃ کے محتاج و مستحق بھی ہوں' میرے پاس کچھ لوگ تو تھے لیکن وہ ان تمام شرائط پر پورا نہیں اترتے تھے لہٰذا وہ رقم ابھی تک میری تحویل میں ہے لہٰذا رہنمائی فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ کیا اسے رقم واپس کر دوں یا ان شروط کے بغیر جن کو میں مستحق سمجھوں ان میں یہ رقم تقسیم کر دوں؟

جواب آپ پر یہ واجب ہے کہ آپ کے مؤکل نے زکوٰۃ تقسیم کرنے کے لئے جو شرطیں بیان کی ہیں' ان کی پابندی کریں' اگر ان شرطوں کے مطابق زکوٰۃ کے مستحق نہ ملیں تو وہ مال اس کے مالک کو واپس لوٹا دیجئے تا کہ وہ اسے خود مستحق لوگوں میں تقسیم کرے۔ مؤکل کی وصیت کے برعکس آپ اپنی طرف سے اس میں تصرف نہیں کر سکتے کیونکہ دائرہ شریعت

مطہرہ کے اندر رہتے ہوئے وکیل پر واجب ہے کہ وہ مؤکل کے احکام کی پابندی کرے۔

ایک آدمی نے مسجد کے ایک مخصوص حصہ کی تعمیر کے لئے مال دیا

سوال ایک آدمی نے مسجد کمیٹی کو مال دیا اور کہا کہ اس مال کو مثلاً طہارت خانوں پر خرچ کیا جائے لیکن مسجد کمیٹی کی اکثریت اس کی بجائے کسی دوسرے کام پر خرچ کرنے کی زیادہ ضرورت محسوس کرتی ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب زیادہ افضل اور محتاط بات یہ ہے کہ رقم کو خرچ کرنے والے کی خواہش کے مطابق صرف کیا جائے بشرطیکہ وہ امر مشروع ہو جیسے طہارت خانوں کی تعمیر یا وہ امر مباح ہو لیکن اگر تعمیر مسجد کے لئے بنائی گئی کمیٹی مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنے کی زیادہ حاجت و ضرورت محسوس کرتی ہے تو اس میں ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں ہو گا کیونکہ مسجد کے گرد طہارت خانوں کی تعمیر کی نسبت مسجد کی اپنی تعمیر زیادہ افضل اور منفعت بخش ہے اور مسجد کی تعمیر ہی تو اولین مقصود ہے جب کہ طہارت خانوں کی تعمیر نماز ادا کرنے میں آسانی پیدا کرنے اور نمازیوں کی تعداد کے بڑھانے کے اسباب و وسائل میں سے ہے۔

مسلمان حکمرانوں اور عوام کے نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ـ أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خیر و شر، صحت و مرض، فقر و دولت اور قوت و ضعف سے آزمائش کرے، تاکہ وہ یہ دیکھے کہ ان مختلف حالات میں اس کے بندوں کا کیا طرز عمل ہے، کیا وہ خوش حالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں اس کے فرمانبردار اور تمام اوقات و حالات میں اس کے حقوق کو ادا کرنے والے ہیں یا نہیں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَبْلُوكُم بِٱلشَّرِّ وَٱلْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ﴾ (الأنبياء۲۱/ ۳۵)

"اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔"

اور فرمایا:

﴿ الٓمٓ ۝١ أَحَسِبَ ٱلنَّاسُ أَن يُتْرَكُوٓا۟ أَن يَقُولُوٓا۟ ءَامَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝٢ وَلَقَدْ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَلَيَعْلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا۟ وَلَيَعْلَمَنَّ ٱلْكَـٰذِبِينَ﴾ (العنكبوت۲۹/ ۱-۳)

"الٓمٓ کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے صرف (زبان کے ساتھ) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کو آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا اور البتہ تحقیق جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے ان کی بھی آزمائش کی تھی (اور تمہیں بھی آزمائیں گے) سو اللہ ان کو ضرور ظاہر کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا اور ان کے شکر اور صبر کا امتحان کرتا رہتا ہے تاکہ

بندگان الٰہی اپنے حسب حال اور اپنے طرز عمل کے مطابق رب تعالیٰ سے جزا پائیں لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مال کی فراوانی کی نعمت سے اسے سرفراز فرمائے تو وہ اپنے فقیر بھائی کو بھی یاد رکھے' مالی تعاون کے ساتھ اس کی دل جوئی کرے اور زندگی کا بار گراں اٹھانے میں اس کی طرف دست تعاون بڑھائے' مال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حق واجب ہے' اسے ادا کرے اور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کو ہر وقت اپنی نگاہوں کے سامنے رکھے کہ:

﴿ وَٱبْتَغِ فِيمَآ ءَاتَىٰكَ ٱللَّهُ ٱلدَّارَ ٱلْءَاخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ ٱلدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَآ أَحْسَنَ ٱللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ ٱلْفَسَادَ فِى ٱلْأَرْضِ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴾ (القصص ۲۸/ ۷۷)

"اور جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے' اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کرو اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھلاؤ اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور زمین میں طالب فساد نہ بنو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اگر مسلمان صحت و تندرستی سے بہرہ ور اور جسمانی طور پر صحیح سلامت ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے ان بھائیوں اور پڑوسیوں کو یاد رکھے جو بیمار' کمزور اور عاجز و درماندہ ہوں' ان کی ضرورتوں کا خیال رکھے اور مقدور بھر ان کے لئے اپنا مال خرچ کرے تاکہ مرض کی وجہ سے انہیں جو پریشانی لاحق ہے' اس میں کچھ کمی آ سکے۔

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو علم کی دولت سے سرفراز فرمایا ہو تو اسے بھی چاہئے کہ ان بندگان الٰہی کو اپنے علم سے نفع پہنچائے جو نعمت علم و معرفت سے محروم ہیں۔ ایسے امور کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے' جو دین و دنیا میں ان کے لئے منفعت بخش ہوں اور ان باتوں کی انہیں تعلیم دے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب قرار دیا ہے۔

اسی طرح فقیر' مریض اور عاجز مسلمان پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ مشکلات پر صبر کرے' اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امید رکھے اور ان جائز اسباب و وسائل کے اختیار کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے جن سے اللہ تعالیٰ اس کی مشکلات کو ختم کر دے اور تمام مسلمانوں کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ضرور یاد رکھنا چاہئے:

﴿ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِى لَشَدِيدٌ ﴾

(إبراهيم ۱٤/ ۷)

"اور جب تمہارے پروردگار نے (تمہیں) آگاہ کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔"

یہ باتیں جو ہم نے مسلمان افراد کے حوالہ سے کی ہیں' ان کا مسلم جماعت یا قوم سے بھی تعلق ہے جو مسلمان جماعت یا قوم مال' رجال' اسلحہ یا علوم و فنون کے اعتبار سے طاقتور ہو تو اسے چاہئے کہ اس مسلمان جماعت یا قوم کی طرف دست تعاون بڑھائے جو کمزور ہو تاکہ وہ اپنے وجود اور اپنے دین کو ان بھیڑیوں سے محفوظ رکھ سکے جو اس پر حملہ آور ہوں۔ مالدار کو چاہئے کہ وہ غریب مسلمان قوم کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دے اور اسلامی اخوت کا یہی تقاضا ہے جس کے سلک مروارید میں اللہ تعالیٰ نے مشرق و مغرب میں بسنے والے مسلمانوں کو منسلک کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾ (الحجرات ٤٩/ ۱۰)

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

تو اے روئے زمین میں بسنے والے زعماء و قائدین کرام! اے مسلمانو! میں تمہیں یہ دعوت دیتا ہوں کہ اس آیت

کریمہ کے مقتضا کے مطابق عمل کرو اور تمام جنسوں' رنگوں اور زبانوں کے اختلاف کے علی الرغم مسلمانوں میں اس حقیقی اخوت و وحدت کے احیا کے لئے کام کرو جس سے تمام مسلمان اپنے دشمنوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔

خوب جان لو! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق عطا فرمائے --- کہ عصر حاضر میں ماضی کی نسبت ابتلاء و آزمائش کے سلسلے زیادہ ہیں' اللہ تعالیٰ نے کچھ مسلمان قوموں پر تو اپنی بے پایاں نعمتوں کا مینہ برسادیا ہے اور کچھ قومیں اور گروہ فقروجہالت' یہودونصاریٰ اور سوشلسٹ دشمنوں کے تسلط کی آزمائشوں میں مبتلا ہیں اور کچھ لوگوں کی آزمائش اس طرح ہے کہ انہیں نئی نئی ایجادات اور جدید آلات کی سہولت میسر ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے حالات کے بارے میں اطلاع ان کے پاس بہت جلد پہنچ جاتی ہے اور وہ ان سے بہت جلد رابطہ قائم کرسکتے ہیں۔ لیکن ان سے ان کی ذمہ داری بھی بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ وہ اس بات پر قادر ہیں کہ جب چاہیں ان کی طرف دست تعاون دراز کرسکتے ہیں۔ آج مسلمان سن اور دیکھ بھی رہے ہیں کہ فلپائن' افغانستان' اریٹریا' حبشہ' فلسطین اور بہت سے دیگر ملکوں میں مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے۔ اسی طرح کئی کافر سوشلسٹ ملکوں میں مسلمان اقلیتیں بھی ہیں جن کے حق میں مسلمانوں نے بہت کوتاہی کی ہے اور ان کی نصرت و اعانت اور تائید و حمایت کے لئے اپنا فرض ادا نہیں کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "باہمی محبت' رحم دلی اور شفقت کے اعتبار سے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کے مانند ہے کہ اگر جسم کا کوئی ایک عضو مبتلائے درد ہو تو بخار اور بیداری کے باعث سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "مومن مومن کے لئے ایک دیوار کے مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کے لئے باعث تقویت ہوتا ہے" اور یہ بات آپ نے انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کرکے بیان فرمائی۔

اسی طرح نبی ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے: "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے کسی دوسرے کے سپرد کرتا ہے' جو شخص اپنے بھائی کی کسی ضرورت کو پورا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت و حاجت کو پورا فرمادے گا' اور جس نے مسلمان بھائی کی کسی تکلیف کو دور کیا' اللہ تعالیٰ اس کے بدلے روز قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی کسی پریشانی کو دور فرمادے گا' جس نے اپنے کسی مسلمان کی ستر پوشی کی اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔"

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے کہ "جس نے کسی مرد مومن کی دنیا کی تکلیف کو دور کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی روز قیامت کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور فرمادے گا' جس نے کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کے لئے آسانی فرمادے گا جس نے کسی مسلمان کی ستر پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی ستر پوشی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔"

یہ مشہور اور صحیح احادیث نبویہ اس بات کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی ضرورتوں کو محسوس کرتے ہوئے ان کی طرف دست تعاون بڑھائیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر مغرب میں بسنے والی کسی مسلمان خاتون پر ظلم ہو رہا ہو تو مشرق میں بسنے والے مسلمانوں پر بھی اس کی مدد کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ فرمائیے! کہ اگر کسی خطۂ زمین میں (مسلمانوں کے خلاف) قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو' انہیں آلام و مصائب کا تختہ مشق بنایا جا رہا ہو' انہیں ناحق تختہ دار پر لٹکایا جا رہا ہو اور روزانہ سینکڑوں مسلمانوں کو اس طرح خاک و خون

میں تڑپایا جا رہا ہو لیکن دوسرے مسلمان ٹس سے مس نہ ہوں اور اپنے بھائیوں کی تائید وحمایت اور مدد کے لئے حرکت میں نہ آئیں۔ الا ماشاء اللہ۔ تو یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔ لہٰذا مسلمان حکومتوں اور صاحب ثروت مسلمان افراد پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے ان کمزور بھائیوں کی طرف شفقت و رحمت کی نظر سے دیکھیں اور قابل اعتماد مسلمان سفراء یا مسلمان حکومتوں کی طرف سے اپنے بھائیوں کے حالات کی خبرگیری کے لئے بھیجے جانے والے ان وفود کی معرفت ان کی مدد کریں جنہیں ان اسلامی ملکوں یا دیگر ممالک کی مسلم اقلیتوں کی طرف بھیجا جا رہا ہو۔

اگر عیسائی' یہودی' سوشلسٹ اور دیگر کافر قومیں اپنی قوموں کے ایک ایک فرد کے حقوق کا تحفظ کر سکتی ہیں خواہ وہ دنیا کے دوردراز ملکوں میں رہ رہے ہوں اور ان کی ضروریات کو وہ پورا کرتی ہیں اور اگر ان میں سے کسی کو کسی ملک میں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اس ملک کو دھمکیاں بھی دیتے ہیں خواہ وہ اس ملک میں جہاں وہ رہ رہا ہو' خرابی ہی کیوں نہ کر رہا ہو' تو سوال یہ ہے کہ آج دنیا کے بہت سے ممالک میں جہاں مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹایا جا رہا ہے اور انہیں طرح طرح کے آلام و مصائب کا تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے' مسلمان اس پر کیوں خاموش ہیں؟

ہر اس جماعت اور اس قوم کو خوب جان لینا چاہیئے جو کسی برادر مسلمان قوم کی پریشانی پر حرکت میں نہ آئے کہ یہ افتاد کل اس کے سر پر بھی پڑ سکتی ہے جس میں آج کوئی دوسری مسلمان جماعت یا قوم مبتلا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی سے مدد مطلوب ہے اور اسی کے حضور یہ دعا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے دلوں کو اپنی اطاعت و بندگی کے لئے بیدار کر دے' مسلمان حکمرانوں اور عوام کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ ایک جسم اور بنیان مرصوص کے مانند ہو جائیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت بجا لائیں' کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کریں' مسلمانوں کی مدد کریں اور حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل کرتے ہوئے ظالموں اور سرکشوں کے خلاف جنگ کریں:

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّـٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَـٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ ﴾

(الحج ۲۲/ ۴۰۔۴۱)

"اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے' اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا' بے شک اللہ طاقت ور (اور) غالب ہے وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

وصلی... وبرکاتہ

فلسطین میں یہودی مظالم کے شکار مسلمانوں کی مدد کے لئے اپیل

برادران اسلام!

میں اس اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں' جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے کہ:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ﴾ (المائدۃ ۵/ ۲)

"اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"
اور صلوٰۃ وسلام بھیجتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول کریم حضرت محمد ﷺ پر جنہوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ "مومن' مومن کے لئے ایک دیوار کی مانند ہے کہ جس کا ایک حصہ دوسرے کے لئے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔" وبعد ....

اسلام کے حکیمانہ مقاصد اور بلند پایہ اغراض و اہداف میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ تمام فرزندان اسلام ایک جسم کے مانند ہوں اور وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ اور غمی و خوشی کو اپنا دکھ سکھ اور اپنی غمی و خوشی سمجھیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے اس بات کو اس مثال سے سمجھایا کہ "باہمی محبت' رحم دلی اور شفقت کے اعتبار سے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کے مانند ہے کہ اگر کوئی ایک عضو مبتلائے درد ہو تو سارا جسم بخار اور بیداری کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔" اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دریغ صرف کیا اور ضرورت کے باوجود اپنی ذات پر اپنے بھائیوں کو ترجیح دی۔ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہوئے وہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے کہ ایک اگر کوئی اپنا آدھا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرتا ہے تو دوسرا اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی محبت کی خاطر نثار کر دیتا ہے۔ ان پاکباز لوگوں نے اپنے بھائیوں کو ٹھکانا دیا' ان کی ہر طرح کی مدد کی' اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال بے دریغ قربان کر دیا' اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا' اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کی ابدی نعمتوں کے عوض خرید لیا۔ انہوں نے بھی بڑے اخلاص اور بڑی خوش دلی کے ساتھ اپنا سب کچھ اپنے رب کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ﴾ (التوبة ٩/ ١١١)
"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے عوض خرید لئے ہیں کہ ان کو بہشت ملے گی۔"

نیز فرمایا:

﴿ ٱنفِرُوا۟ خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَٰهِدُوا۟ بِأَمْوَٰلِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (التوبة ٩/ ٤١)
(اللہ کے راستے میں) نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور اللہ کے رستے میں مال اور جان سے جہاد کرو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ تم سمجھو۔"

ہمارے اسلاف اور ان کامل مسلمانوں نے اس بات کو سمجھ لیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے ابدی و سرمدی زندگی کو اس عارضی و فانی زندگی پر ترجیح دی' ایثار و قربانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا' قول کی اپنے عمل سے تائید کی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عزو شرف' مجدوبزرگی اور دنیا و آخرت ہر اعتبار سے وہ بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ تھے انہوں نے انسانیت اور عدل و انصاف کا درس دیا اور لوگوں کو اپنے عمل سے محبت و شفقت' ہمدردی و غمگساری اور خیروبھلائی کا معنی و مفہوم سمجھایا وہ دنیا کا مرکز و محور' دنیا کے تاج کا جھومر اور بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ بن گئے تھے لیکن افسوس کہ آج مسلمانوں کی اکثریت اپنے ان عظیم اسلاف کی راہ سے دور ہو گئی ہے اور ان عظیم مقاصد اور مقدس جذبات سے تہی دامن ہے جو کہ ان کے اسلاف کا طرہ امتیاز تھے حالانکہ یہ مال و دولت کی فراوانی' دنیوی زندگی کی خوش حالی اور دنیا کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایثار اور قربانی کے جذبات ماند پڑ گئے ہیں' وہ بخل اور

کنجوسی میں مبتلا ہو گئے ہیں، خیرو بھلائی کی تڑپ ختم ہو گئی ہے اور اس کا نتیجہ بھی کمزوری و ناتوانی، افتراق و انتشار اور جہالت و ذلت کی صورت میں ان کے سامنے ہے

﴿ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴾ (النحل ١٦/ ٣٣)

اور ہاں! اس امت کے آخری دور کی اصلاح بھی صرف اور صرف اسی چیز سے ہو گی جس سے اس امت کے ابتدائی دور کی اصلاح ہوئی تھی، مسلمان اپنی عظمت رفتہ کو صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی طرف رجوع کر لیں اور عزت، غلبہ اور فتح و نصرت صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات پر غلبہ پائیں اور برائی، بخل اور انانیت کے خلاف اپنے نفسوں سے جنگ کریں۔

مسلمان بھائیو ! آپ کے گردوپیش میں اور آپ کے اپنے اسلامی و عربی وطن میں آپ کے کچھ ایسے بے یارومددگار بھائی ہیں جنہیں ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے، ان کی جائیدادیں چھین لی گئی ہیں، ان کے افراد خانہ کو قتل یا جلا وطن کر دیا گیا ہے، وہ فاقہ، محرومی اور مفلسی کی آزمائش سے دوچار ہیں، ان کا بستر خاک اور ان کا لحاف آسمان ہے اور وہ بھوک، سردی اور برہنگی کے باعث ایسی کلفتوں میں مبتلا ہیں کہ جسے سن کر دل خون کے آنسو روتا، جگر شق ہو جاتا اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور اسلام میں اس بات کی ممانعت ہے کہ آپ سیر ہوں اور آپ کے بھائی بھوکے ہوں، آپ نے لباس زیب تن کر رکھا ہو اور وہ برہنہ ہوں آپ اپنے مسکنوں میں رہائش پذیر ہوں اور وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہوں، آپ امن و اطمینان سے ہوں اور وہ آلام و مصائب کا تختہ مشق بنے ہوئے ہوں۔ للہذا آپ سے شریعت کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ اپنے ان بھائیوں کی طرف دست تعاون دراز کریں، ان کے دکھوں میں شریک ہوں، ان کی مصیبتوں میں ان سے تعاون کریں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو اپنی جن بے پایاں نعمتوں سے سرفراز فرما رکھا ہے، ان کے حوالہ سے بھی یہ واجب ہے کہ آپ ان سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں، نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائیں اور کفران نعمت کی روش کو ترک کر دیں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴾

(إبراهيم ١٤/ ٧)

"اور جب تمہارے پروردگار نے (تمہیں) آگاہ کیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) سخت ہے۔"

تو اے برادران اسلام ! آپ خرچ کریں اللہ تعالیٰ آپ کو اور عطا فرمائے گا، آپ احسان کریں، اللہ تعالیٰ آپ کے احسان کا اچھا بدلہ عطا فرمائے گا، آپ صدقہ و خیرات کریں اس سے آپ کا مال محفوظ رہے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت حاصل ہو گی اور یہ مال آپ کے اس وقت کام آئے گا جب آپ کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہو گی یعنی اس وقت کہ :

﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴾ (الشعراء ٢٦/ ٨٨۔٨٩)

"جس دن نہ مال کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔ ہاں! جو شخص اللہ کے پاس تسلیم (و رضا) کا پیکر دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)"

جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

﴿ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ﴾ (المزمل ٧٣/ ٢٠)

"اور جو نیک عمل تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر پاؤ گے۔"

تو اے مومن بھائیو! اس مبارک مہینے میں جو خرچ کرنے اور دوگنے چوگنے اجروثواب کے حاصل کرنے کا مہینہ ہے اخلاص اور خوش دلی کے ساتھ خرچ کیجئے اور اس فرمان باری تعالیٰ کو یاد رکھتے ہوئے خرچ کیجئے کہ:

﴿ مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِى كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّاْئَةُ حَبَّةٍ ۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَآ أَنفَقُوا۟ مَنًّا وَلَآ أَذًى ۙ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾

(البقرۃ ۲/ ۲۶۱-۲۶۲)

"جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے' زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے' جو لوگ اپنا مال اللہ کے راستے میں صرف کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ اس خرچ کا (کسی پر) احسان رکھتے ہیں اور نہ (کسی کو) تکلیف دیتے ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے اور قیامت کے دن نہ ان کو کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَأَنفِقُوا۟ مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ ۖ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَأَنفَقُوا۟ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴾

(الحدید ۵۷/ ۷)

"اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اس نے تمہیں (دوسروں کا) جانشین بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو' جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور (مال) خرچ کرتے رہے' ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔"

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جس نے کسی غازی کو تیار کیا اس نے گویا غزوہ میں خود شرکت کی اور جس نے غازی کے اہل خانہ کی خبر گیری کی' اس نے بھی غزوہ میں حصہ لیا۔"

مسلمان بھائی! اللہ مالک کریم کے اس ارشاد پر بھی غور فرمایئے کہ:

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ۖ وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴾ (سبأ ۳۴/ ۳۹)

"اور تم جو چیز خرچ کرو گے' وہ اس کا (تمہیں) عوض دے گا' وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس مال و دولت سے سرفراز فرما رکھا ہے' یہ تو درحقیقت آپ کے ہاتھ میں امانت ہے' یہ مال بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش اور امتحان ہے لہٰذا اس مال کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کے حصول کا ذریعہ بنالیں' کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وَمَا الْمَالُ وَالْأَهْلُوْنَ إِلاَّ وَدَائِعُ
وَلاَبُدَّ يَوْمًا أَنْ تُرَدَّ الْوَدَائِعُ

"مال اور اولاد تو امانتیں ہیں اور امانتوں کو ایک نہ ایک دن واپس لوٹانا ہی پڑتا ہے۔"

آپ تو ان شاء اللہ نیک کاموں میں حصہ لینے والے ہیں لہٰذا اپنے ان مظلوم بھائیوں کی آپ جو مدد کرنا چاہیں' وہ ہمارے پاس بھیج دیں یا ہر شہر کے کسی بھی سیبی یا راجحی سینٹر (بینک) میں جمع کروا دیں' ان شاء اللہ آپ کی یہ مدد قابل اعتماد

ذرائع سے مستحق لوگوں تک بہت جلد پہنچ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اور آپ کے نیک قول و عمل کو شرف قبولیت سے نوازے۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
چیئرمین
تاسیسی کونسل برائے رابطہ عالم اسلامی

افریقہ کے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے اپیل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ بَعَثَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ ـ أَمَّا بَعْدُ:

برادران اسلام!

اپنی اس مختصر سی تحریر کے ذریعہ میں آپ کی توجہ افریقہ کے ان مسلمان بھائیوں کی امداد کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں جو قحط، خشک سالی اور بھوک میں مبتلا ہیں، اس تحریر سے مقصود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور حسب ارشاد باری تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی "اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو" آپ لوگوں کے ساتھ نیکی اور تقوی کے کاموں میں تعاون ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَنفِقُواْ مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُواْ ٱلْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِـَٔاخِذِيهِ إِلَّآ أَن تُغْمِضُواْ فِيهِ ۚ وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾ ٱلشَّيْطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِٱلْفَحْشَآءِ ۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

(البقرۃ۲/ ۲۶۷۔۲۶۸)

"مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں، ان میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ (اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو) بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو (چشم پوشی کرو) ان کو کبھی نہ لو اور جان رکھو کہ اللہ بے پروا (اور) قابل ستائش ہے۔ شیطان تم سے فقر کا وعدہ کرتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے۔ اور اللہ (بڑی) کشائش والا اور خوب جاننے والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَأَنفِقُواْ مِن مَّا رَزَقْنَٰكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِىَ أَحَدَكُمُ ٱلْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَآ أَخَّرْتَنِىٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُن مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴾ (المنافقون۶۳/ ۱۰)

"اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس (وقت) سے پیشتر خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کو موت آ

جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار کاش تو مجھے تھوڑی سی اور مہلت دیتا پس میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا۔"

آپ جانتے ہیں کہ کئی سالوں سے بارش نہ ہونے کی وجہ سے افریقہ خصوصاً سوڈان میں آپ کے مسلمان بھائی خشک سالی اور قحط کی کس قدر مصیبت میں مبتلا ہیں' تو اے مسلمانو! اپنے رب کے فرمان پر لبیک کہو' اس کے راستے میں اپنے مالوں کو خرچ کرو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا حق ادا کرتے ہوئے ان کا شکر ادا کرو۔ اے دینی بھائیو! میں تمہیں ترغیب دلاتا ہوں کہ امداد جمع کرنے والی ان کمیٹیوں کی مدد کرو اور اپنے عطیات ان کے پاس جمع کرا دو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے' جب تک بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد میں مصروف ہوتا ہے اور صحیح حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مومن' مومن کے لئے ایک دیوار کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کے لئے مضبوطی کا باعث ہے" (اور یہ بات آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسری میں داخل کر کے سمجھائی۔) نیز آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ "باہمی شفقت' رحم دلی اور غم گساری کے اعتبار سے مسلمانوں کی مثال ایک جسم کے مانند ہے کہ اگر کوئی ایک عضو مبتلائے درد ہو تو سارا جسم بیداری اور بخار کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "جہنم کی آگ سے بچو! خواہ کھجور (کے دانے) کا آدھا حصہ خرچ کر کے۔" نیز آپ نے فرمایا "صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔" بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص کھجور برابر بھی اپنی پاک کمائی سے صدقہ کرے --- یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک صدقہ ہی کو قبول فرماتا ہے --- تو اللہ اپنے دائیں ہاتھ سے اسے قبول فرمالیتا ہے اور پھر صدقہ کرنے والے کے لئے اسے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کو پالتا پوستا ہے یہاں تک کہ وہ (کھجور کے برابر صدقہ) پہاڑ سے بھی زیادہ بڑا ہو جاتا ہے۔"

صدقہ کرنے اور فقیر (تنگدست) مسلمانوں کی مدد اور غم گساری کرنے کی فضیلت کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں' جنہیں سب جانتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی کے کاموں میں سبقت کی توفیق عطا فرمائے' ہمارے اور آپ کے صدقہ کو قبول فرمائے' آپ کو اجر بے پایاں سے نوازے اور آپ نیکی کی راہ میں جو کچھ خرچ کریں وہ اس کا نعم البدل عطا فرمائے' افریقہ اور دیگر علاقوں میں بسنے والے ہمارے مسلمان بھائیوں کے حال پر رحم فرمائے' ان کی فریاد رسی کرے اور موجودہ بلا اور مصیبت کو ان سے دور فرما دے۔

«إِنَّهُ جَوَّادٌ كَرِيمٌ، وَبِالْإِجَابَةِ جَدِيرٌ، وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ»

روزہ
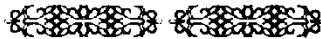
رمضان کے صیام و قیام کی فضیلت

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام جو میری اس تحریر کو دیکھے! اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اہل ایمان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اور انہیں قرآن و سنت کے احکام کو سمجھنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امابعد: یہ ایک مختصر سی نصیحت ہے جس کا تعلق رمضان کے صیام و قیام اور اس مہینہ میں اعمال صالحہ میں سبقت کی فضیلت سے ہے اس کے ساتھ ساتھ کچھ ضروری احکام و مسائل بھی بیان کئے جائیں گے جن سے بعض لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان کی آمد کی خوشخبری سنایا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایک ایسا مبارک مہینہ ہے جس میں رحمت کے دروازے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں' نبی ﷺ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو جنت کے (سارے) دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کسی دروازہ کو بھی بند نہیں رہنے دیا جاتا اور جہنم کے (سارے) دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کسی دروازہ کو بھی کھلا نہیں رہنے دیا جاتا۔ شیطانوں کو پابند زنجیر و سلاسل کر دیا جاتا ہے اور ایک منادی کرنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ اے نیکی کے طالب! آگے بڑھ اور اے برائی کے طالب! (اب تو) رک جا۔ اللہ تعالیٰ جہنم سے لوگوں کو رہائی عطا فرماتا ہے اور یہ سلسلہ ہر رات جاری رہتا ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: ''تمہارے پاس رمضان کا مہینہ آیا ہے جو برکت کا مہینہ ہے' اس مہینے میں اللہ تعالیٰ تمہیں (اپنی رحمت سے) ڈھانپ لیتا ہے' وہ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے' گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے' اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں نیکی کا کس قدر جذبہ اور شوق ہے' وہ تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے لہٰذا تم بھی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کو دکھا دو کہ تم نیکی کے علمبردار ہو اور یاد رکھو وہ شخص انتہائی بدبخت ہے جو اس ماہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہا۔''

آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ ''جو شخص ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ تمام گناہ معاف فرما دے گا اور جو ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کرے گا تو

اللہ تعالیٰ اس کے بھی سابقہ تمام گناہ معاف فرما دے گا اور جو لیلۃ القدر کا قیام ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بھی تمام گناہ معاف فرما دے گا۔"

نبی ﷺ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "ابن آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے سوائے روزے کے اور روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا عطا کروں گا۔ اس نے اپنے جنسی جذبہ اور کھانے پینے کو میری وجہ سے ترک کیا' روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطاری کے وقت اور دوسری اپنے رب کے دیدار کے وقت! روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری کی مہک سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔"

روزے کی فضیلت خصوصاً رمضان کے روزے اور قیام کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث ہیں لہٰذا ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اس فرصت کو غنیمت جانے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندگی میں ایک بار پھر رمضان سے مستفید ہونے کا موقعہ عطا فرمایا ہے: لہٰذا اسے چاہئے کہ نیکیوں میں سرگرم عمل ہو' برائیوں سے اجتناب کرے اور فرائض خصوصاً نماز پنجگانہ کے ادا کرنے میں خوب محنت اور کوشش سے کام لے کہ نماز تو اسلام کی عمارت کا ستون اور شہادتین کے بعد سب سے بڑا فرض ہے لہٰذا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے کہ وہ نماز کی حفاظت کرے اور نماز کو اس کے وقت پر نہایت خشوع و خضوع اور اطمینان و سکون کے ساتھ ادا کرے۔

مَردوں کے لئے نماز کے وجوب کے اعتبار سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مسجد میں باجماعت نماز ادا کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُوا۟ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۴۳)

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (اللہ کے سامنے) جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ حَٰفِظُوا۟ عَلَى ٱلصَّلَوَٰتِ وَٱلصَّلَوٰةِ ٱلْوُسْطَىٰ وَقُومُوا۟ لِلَّهِ قَٰنِتِينَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۳۸)

"(مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز (یعنی نماز عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ قَدْ أَفْلَحَ ٱلْمُؤْمِنُونَ ۝١ ٱلَّذِينَ هُمْ فِى صَلَاتِهِمْ خَٰشِعُونَ ۝٢ وَٱلَّذِينَ هُمْ عَنِ ٱللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝٣ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَوٰةِ فَٰعِلُونَ ۝٤ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَٰفِظُونَ ۝٥ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝٦ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ ۝٧ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِأَمَٰنَٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ ۝٨ وَٱلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝٩ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْوَٰرِثُونَ ۝١٠ ٱلَّذِينَ يَرِثُونَ ٱلْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴾ (المؤمنون۲۳/ ۱۔۱۱)

"تحقیق ایمان والے کامیاب ہو گئے' جو نماز میں عجزونیاز کرتے ہیں..... اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں' یہی لوگ میراث حاصل کرنے والے ہیں (یعنی) جو بہشت کی میراث حاصل کریں گے (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور ان کے (کفار کے) مابین جو عہد ہے' وہ نماز ہے' جو اسے ترک کر دے

وہ کافر ہے۔

نماز کے بعد اہم فرض زکوٰۃ ادا کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُواْ ٱلزَّكَوٰةَۚ وَذَٰلِكَ دِينُ ٱلۡقَيِّمَةِ﴾ (البينة۹۸/ ۵)

"اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں' (یکسو ہو کر) نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں اور یہی سچا (ٹھیک اور درست) دین ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُواْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُونَ﴾ (النور۲۴/ ۵۶)

"اور نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور (اللہ کے) پیغمبر ﷺ کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔"

اللہ عظیم کی کتاب سے اور رسول کریم ﷺ کی سنت سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے' اسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔

نماز اور زکوٰۃ کے بعد اہم فرض رمضان کے روزے ہیں۔ رمضان کا روزہ بھی اسلام کے ان ارکان خمسہ میں سے ایک رکن ہے جن کا نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث میں ذکر ہے کہ "اسلام کی عمارت پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے (۱) گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) رمضان کے روزے رکھنا اور (۵) بیت اللہ کا حج کرنا۔"

مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے صیام و قیام کو ان اقوال و اعمال سے بچائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حرام قرار دے رکھا ہے کیونکہ روزہ سے اصل مقصود اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت و بندگی' اس کی "حرمات" کی تعظیم اور نفس کے خلاف جہاد کر کے اسے اپنی خواہش کی راہ سے ہٹا کر اپنے آقا و مولیٰ کی اطاعت و بندگی کی راہ پر لگانا اور اس کے حرام کردہ امور سے بچا کر صبر کا عادی بنانا ہے'روزہ سے صرف یہ مقصود نہیں ہے کہ کھانے' پینے اور دیگر نفسانی تقاضوں پر پابندی عائد کر دی جائے اسی وجہ سے صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "روزہ ایک ڈھال ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہو تو وہ بے ہودہ گفتگو نہ کرے.... اگر اسے کوئی گالی گلوچ دے یا لڑائی جھگڑے پر اتر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔" اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص جھوٹی بات اور جھوٹ کے مطابق عمل کو ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنے کھانے اور پینے کو ترک کرے۔"

ان مذکورہ بالا اور دیگر نصوص سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزے دار پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر اس چیز سے اجتناب کرے' جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حرام قرار دیا ہے اور ہر اس چیز کو بجالائے جسے اس کے رب نے اس پر واجب قرار دیا ہے' اسی صورت میں مغفرت' جہنم سے آزادی اور روزہ و قیام کے قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے۔

روزہ کے حوالہ سے بعض مسائل ہیں جو کچھ لوگوں کو معلوم نہیں لہٰذا انہیں یہاں بیان کیا جاتا ہے' ان میں سے ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ روزے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رکھے' ریاکاری'

دکھاوے اور لوگوں کی تقلید کی وجہ سے نہ رکھے اور نہ اس لئے رکھے کہ چونکہ اس کے گھر والے اور اس کے شہر والے روزے رکھ رہے ہیں لہٰذا وہ بھی رکھ رہا ہے بلکہ مسلمان پر واجب ہے کہ وہ روزہ اس عقیدہ اور یقین کے ساتھ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر روزہ فرض قرار دیا ہے اور وہ اس فرض کو ادا کر کے اپنے رب سے اس کا اجر حاصل کرنا چاہتا ہے' اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ وہ رمضان کی راتوں کا قیام بھی ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے کرے' قیام رمضان بھی کسی اور سبب سے نہ کرے' یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے' اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جس نے ایمان و حصول ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے بھی سابقہ تمام گناہ معاف کر دیتے جاتے ہیں اور جس نے لیلۃ القدر کا قیام ایمان اور حصول ثواب کی نیت سے کیا اس کے بھی سابقہ تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

جن امور کا حکم بعض لوگوں سے مخفی ہوتا ہے' ان میں سے کچھ اس طرح کے امور بھی ہیں کہ اگر روزے دار کو کوئی زخم لگ جائے یا نکسیر پھوٹ پڑے یا قے آ جائے یا پانی یا تھوک غیر اختیاری اور غیر ارادی طور پر اس کے گلے تک پہنچ جائے تو کیا ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ یاد رہے ان میں سے کسی امر سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہاں البتہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر قے کرے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جسے غیر اختیاری طور پر قے آ جائے اس پر قضا نہیں لیکن جو شخص قصد و ارادہ سے قے کرے تو اس پر قضا لازم ہے۔"

روزے دار اگر طلوع فجر تک غسل جنابت نہ کر سکے یا عورت طلوع فجر سے قبل حیض و نفاس سے پاک تو ہو جائے مگر طلوع فجر تک غسل نہ کر سکے تو ان صورتوں میں روزہ لازم ہو گا' طلوع فجر کے بعد غسل کرنا روزے سے مانع نہیں ہو گا لیکن غسل کو اس قدر مؤخر نہیں کرنا چاہئے کہ سورج طلوع ہو جائے بلکہ عورت کے لئے واجب یہ ہے کہ وہ طلوع آفتاب سے پہلے غسل کر کے نماز فجر ادا کرے' اسی طرح جنبی کو بھی چاہئے کہ وہ غسل کو اس قدر مؤخر نہ کرے کہ سورج طلوع ہو جائے بلکہ واجب ہے کہ غسل کر کے طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر ادا کرے اور اگر جنبی مرد ہو تو اسے غسل جنابت میں اور بھی زیادہ جلدی کرنی چاہئے تاکہ وہ نماز فجر باجماعت ادا کر سکے۔

جن امور سے روزہ فاسد نہیں ہوتا' ان میں سے کیمیائی تجزیہ کے لئے خون کا قطرہ نکالنا اور ایسا انجکشن لینا بھی ہے' جو غذائی مقصد کے لئے نہ ہو لیکن افضل اور محتاط بات یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو اس طرح کے کاموں کو رات تک موخر کر دیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "اس کام کو چھوڑ دو جس میں شک ہو اور اس کو اختیار کر لو جس میں شک نہ ہو۔" نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ "جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین و عزت کو محفوظ کر لیا۔"

وہ امور جن کا حکم بعض لوگوں کو واضح طور پر معلوم نہیں ان میں سے ایک نماز میں عدم اطمینان بھی ہے' نماز خواہ فرض ہو یا نفل' رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اطمینان و سکون سے نماز پڑھنا' نماز کے ان ارکان میں سے ہے' جن کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی' اطمینان و سکون کے معنی یہ ہیں کہ نماز اس طرح خشوع و خضوع اور جلد بازی کا مظاہرہ کئے بغیر ادا کی جائے کہ ہر ہر جوڑ اپنی جگہ واپس آ جائے' رمضان میں بہت سے لوگ نماز تراویح اس طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نہ تو نماز میں پڑھے جانے والے قرآن کو سمجھتے ہیں اور نہ نماز ہی کو اطمینان سے ادا کرتے ہیں بلکہ نماز میں ٹھونگے مارتے ہیں حالانکہ اس طرح پڑھی جانے والی نماز باطل ہے اور پڑھنے والا گناہگار اور اجر و ثواب سے محروم ہے!

وہ امور جن کا حکم بعض لوگوں سے مخفی ہے' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کہ نماز تراویح کی بیس سے کم رکعتیں پڑھی جائیں جب کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کہ نماز تراویح کی گیارہ یا تیرہ سے زیادہ رکعات پڑھی جائیں' یہ دونوں باتیں ہی درست نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ یہ موقف غلط اور دلائل کے مخالف ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ رات کی نماز میں بڑی وسعت ہے' اس میں کوئی حد بندی نہیں ہے کہ اس کی خلاف ورزی جائز ہی نہ ہو' چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ رات کی نماز کی گیارہ رکعتیں اور کبھی تیرہ اور کبھی رمضان و غیر رمضان میں آپ نے اس سے کم بھی پڑھی ہیں اور جب آپ سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "رات کی نماز دو دو رکعت ہے اور جب کسی کو یہ ڈر ہو کہ صبح ہونے والی ہے' تو وہ ایک رکعت پڑھ لے' اس سے اس کی ساری پڑھی ہوئی نماز وتر ہو جائے گی۔" (متفق علیہ)

نبی کریم ﷺ نے رمضان و غیر رمضان میں رات کی نماز کی رکعات کو معین نہیں فرمایا یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں کبھی تیئس اور کبھی گیارہ رکعات پڑھیں اور یہ سب کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے عہد میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہے۔

بعض سلف کا رمضان میں معمول یہ تھا کہ وہ چھتیس رکعتیں پڑھتے اور پھر تین وتر پڑھتے اور بعض سے اکتالیس رکعتیں پڑھنا بھی ثابت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور بعض دیگر اہل علم نے ذکر فرمایا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں بہت گنجائش ہے نیز انہوں نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ افضل یہ ہے کہ جو شخص لمبی قرأت کرے اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کرے تو وہ رکعات کی تعداد کم کرے اور جس شخص کی قرأت اور رکوع و سجود چھوٹے ہوں' وہ رکعات کی تعداد میں اضافہ کرے۔

جو شخص اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ کی سنت پر غور کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ افضل یہ ہے کہ رمضان و غیر رمضان میں رات کی نماز کی گیارہ یا تیرہ رکعتیں پڑھی جائیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا اکثر و بیشتر حالات میں یہی معمول ہوا کرتا تھا' نمازیوں کے لئے بھی اسی میں سہولت ہے' اس طرح خشوع و خضوع اور اطمینان و سکون بھی زیادہ ہو سکتا ہے ہاں البتہ اگر کوئی شخص اس سے زیادہ پڑھ لے تو پھر بھی کوئی حرج اور کراہت نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔

جو شخص امام کے ساتھ قیام رمضان کر رہا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں مکمل شرکت کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "آدمی جب امام کے ساتھ آخر تک قیام کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک رات کے قیام کا ثواب لکھ دیتا ہے۔"

تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس مبارک مہینے میں تمام عبادتوں کے بجالانے میں خوب محنت اور شوق سے حصہ لیں' زیادہ سے زیادہ نفل نماز ادا کریں' غور و تدبر کے ساتھ قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کریں' زیادہ سے زیادہ تسبیح و تہلیل' تحمید و تکبیر اور استغفار پڑھیں' خوب خوب دعائیں کریں' نیکی کا حکم دیں' برائی سے منع کریں' دعوت الی اللہ کا زیادہ سے زیادہ کام کریں' فقیروں اور مسکینوں کی مدد کریں' والدین کے ساتھ حسن سلوک' رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی' پڑوسیوں کی عزت افزائی' بیماروں کی بیمار پرسی اور اسی طرح نیکی کے دیگر کاموں میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیں کیونکہ نبی ﷺ کی یہ حدیث ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں "اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم میں نیکی کا کس قدر جذبہ اور شوق ہے' وہ تمہاری وجہ سے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے لہٰذا یاد رکھو کہ وہ شخص انتہائی بدبخت ہے جو اس ماہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت

سے محروم رہا۔"

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی روایت ہے کہ "جو شخص اس ماہ کسی (نفلی) نیکی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرے' وہ اس طرح ہے جیسے دوسرے مہینوں میں اس نے فرض ادا کیا اور جس نے اس مہینے میں فرض ادا کیا وہ ایسے ہے جیسے اس نے دوسرے مہینوں میں ستر فرائض ادا کئے ہوں۔" نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان بھی صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

بہت سی احادیث و آثار ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مبارک مہینے میں تمام انواع و اقسام کے نیک کاموں میں رغبت اور شوق کے ساتھ خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ہر وہ کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے مطابق ہو' ہمارے صیام و قیام کو شرف قبولیت سے نوازے' ہمارے حالات کو درست فرمادے' ہم سب کو گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھے' ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمان قائدین کو اصلاح کی توفیق عطا فرمائے' انہیں حق پر متحد ہونے کی توفیق بخشے کہ وہی قادر و کارساز ہے۔

وَالسَّلاَمُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔

صوم و افطار اس شہر کے تابع ہیں جہاں اقامت ہو

سوال میرا تعلق مشرقی ایشیا سے ہے' ہمارا قمری مہینہ سعودی عرب سے ایک دن پیچھے ہوتا ہے' ہم طالب علم اس سال رمضان میں اپنے وطن جانے کے لئے سفر کریں گے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صوموا لرویته وافطروا لرویته ...الخ ہم نے روزوں کی ابتداء تو سعودیہ میں کی تھی اور پھر رمضان کے آخر میں ہم جب اپنے وطن کی طرف سفر کر کے جائیں گے اور باقی روزے وہاں رکھیں گے تو اس طرح ہمارے روزوں کی تعداد اکتیس ہو جائے گی' میرا سوال یہ ہے کہ ہمارے اس روزے کا کیا حکم ہے اور ہمیں کتنے روزے رکھنے چاہئیں؟

جواب جب تم سعودیہ یا کسی بھی اور ملک میں روزے رکھنا شروع کرو اور پھر باقی مہینہ اپنے وطن میں روزے رکھو تو اس وقت روزے ختم کرو جب تمہارے وطن کے لوگ روزے ختم کردیں خواہ تمہارے روزوں کی تعداد تیس سے زیادہ ہی ہو جائے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ "روزہ اس دن رکھو جس دن تم روزہ رکھتے ہو اور اس دن ختم کرو جس دن تم ختم کرتے ہو۔" لیکن اس صورت میں اگر تمہارے روزوں کی تعداد انتیس نہ ہو تو انتیس کی تعداد مکمل کرلو کیونکہ قمری مہینہ انتیس دن سے کم نہیں ہوتا۔ «وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ»

غروب آفتاب سے نصف گھنٹہ پہلے ہوائی جہاز نے پرواز شروع کی.....

سوال رمضان میں ریاض ایئرپورٹ سے غروب آفتاب سے قریباً نصف گھنٹہ پہلے ہوائی جہاز ان شاء اللہ پرواز شروع کرے گا' ہم ابھی سعودیہ کی فضا ہی میں ہوں گے جب اذان مغرب شروع ہو جائے گی تو کیا ہم اس وقت روزہ افطار کر دیں؟ اور اگر ہم ابھی تک سورج کو دیکھ رہے ہوں اور اکثروبیشتر صورتوں میں ایسے ہی ہوتا ہے تو کیا ہم ابھی حالت روزہ ہی میں رہیں اور اپنے ملک جا کر افطار کریں یا محض سعودیہ کی اذان کے مطابق افطار کریں؟

جواب جب غروب آفتاب سے قبل طیارہ مغرب کی طرف پرواز شروع کردے تو آپ کو روزہ ہی کی حالت میں رہنا ہو گا حتیٰ کہ فضا میں سورج غروب ہو جائے یا آپ کسی ایسے شہر میں اتر پڑیں جہاں سورج غروب ہو چکا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا

ارشاد ہے کہ "جب رات ادھر سے آ جائے اور دن ادھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار نے روزہ افطار کر دیا۔" (متفق علیہ)

جسے طلوع فجر کے بعد رمضان کے شروع ہونے کا علم ہوا ہو تو.....

سوال جس شخص کو طلوع فجر کے بعد معلوم ہوا ہو کہ رمضان شروع ہو چکا ہے تو وہ کیا کرے؟

جواب جسے طلوع فجر کے بعد معلوم ہو کہ رمضان کا آغاز ہو چکا ہے تو وہ باقی سارا دن ان چیزوں کے استعمال سے رکا رہے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ یہ رمضان کا دن ہے اور ایک مقیم اور تندرست آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ رمضان کے مہینے میں دن کے وقت کچھ کھائے پیئے اور اسے اس دن کی قضا دینا بھی لازم ہو گی کیونکہ اس نے فجر سے قبل روزے کی نیت نہیں کی اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص طلوع فجر سے قبل روزے کی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوتا۔" ابن قدامہ رحمہ اللہ نے "المغنی" میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔ اس حدیث شریف میں جس روزے کا ذکر ہے اس سے فرض روزہ مراد ہے جب کہ نفل روزہ تو دن کے وقت بھی شروع کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ طلوع فجر کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صیام و قیام کو شرف قبولیت سے نوازے۔

إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ، وَصَلَّى اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ ـ

میرا ہسپتال میں علاج ہو رہا ہے اور میں ایسی دوائی استعمال.....

سوال میری عمر سولہ سال ہے اور ملک فیصل سائنٹیفک ہسپتال میں میرا پانچ سال سے علاج ہو رہا ہے' گزشتہ سال رمضان میں ڈاکٹر نے حکم دیا کہ ورید کے ذریعہ میرا کیمیاوی علاج کیا جائے گا' میں اس وقت روزہ کی حالت میں تھا' اس علاج کا معدہ پر بہت شدید اثر ہوا بلکہ سارا جسم ہی اس سے بہت متاثر ہوا اور اس دن مجھے شدید بھوک لگ گئی حالانکہ فجر کے بعد ابھی صرف سات گھنٹے ہی ہوئے تھے اور عصر کے وقت تک تو تکلیف ناقابل برداشت ہو گئی حتی کہ یوں محسوس ہوا کہ میں اس تکلیف کی وجہ سے مر جاؤں گا لیکن میں نے اذان مغرب تک روزہ افطار نہ کیا' اس رمضان میں بھی ڈاکٹر میرا اسی طرح علاج کرے گا تو کیا اس دن میں روزہ رکھوں یا نہ رکھوں؟ اور اگر نہ رکھوں تو کیا اس دن کے روزہ کی قضا لازم ہو گی؟ کیا ورید سے خون بہنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ٹوٹتا؟ اس علاج سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں' جس کا میں نے ذکر کیا ہے؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب شریعت نے مریض کو اجازت دی ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے' جب روزہ رکھنے سے اسے نقصان ہوتا ہو یا روزہ برداشت کرنا اس کے لئے مشکل ہو یا علاج کے سلسلہ میں دن کے وقت اسے گولیاں یا شربت وغیرہ استعمال کرنے پڑتے ہوں یا کھانے پینے والی کوئی اور دوائی اسے استعمال کرنا پڑتی ہو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۱۸۵)

"اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو' دوسرے دنوں میں (قضائی روزہ رکھ کر) گنتی پوری کر لے۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس بات کو اسی طرح پسند فرماتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں کو قبول

کرلیا جائے جس طرح وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کی معصیت و نافرمانی کی جائے۔" ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ "جس طرح وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے فرائض کی بجا آوری کی جائے۔"

ورید سے کیمیاوی تجزیہ وغیرہ کے لئے خون لینے کی بابت صحیح بات یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر زیادہ خون لینے کی ضرورت ہو تو پھر احتیاط اسی میں ہے کہ اس کام کو رات تک مؤخر کر دیا جائے اور اگر وہ دن کے وقت ایسا کرے تو پھر احتیاط اسی میں ہے کہ سینگی کے ساتھ اس عمل کی مشابہت کی وجہ سے اس دن کے روزہ کی قضا دی جائے۔

میں ایک بیمار خاتون ہوں' میں نے پچھلے رمضان میں کئی روزے چھوڑے.....

سوال میں ایک بیمار خاتون ہوں' میں نے پچھلے رمضان میں کئی روزے چھوڑے تھے' بیماری کے باعث اب تک ان کی قضا نہیں دے سکی' تو اس کا کیا کفارہ ہے؟ اسی طرح میں اس رمضان میں بھی روزے نہ رکھ سکوں گی تو اس کا کیا کفارہ ہے؟

جواب وہ مریض جسے روزہ رکھنا مشکل ہو' اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے اور جب اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے تو اس وقت وہ قضا دے دے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۸۵)

"اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو' دوسرے دنوں میں (قضائی روزہ رکھ کر) گنتی پوری کرلے۔"

لہٰذا اے خاتون! اگر آپ اس مہینے بیماری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ مریض و مسافر کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بات کو اسی طرح پسند فرماتا ہے کہ اس کی عطا کردہ رخصتوں کو قبول کرلیا جائے' جس طرح وہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کا ارتکاب کیا جائے۔ اس صورت میں آپ کے لئے کوئی کفارہ نہیں ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ آپ کو شفا عطا فرمائے تو آپ کو ان روزوں کی قضا دینا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے اور ہماری اور آپ کی تمام برائیوں کو مٹا دے۔

دن کے وقت احتلام

سوال جب روزہ دار کو دن کے وقت احتلام ہو جائے تو کیا اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ فوراً غسل کرے؟

جواب احتلام سے روزہ باطل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں روزہ دار کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے لہٰذا اگر وہ پانی یعنی مادہ منویہ دیکھے تو غسل جنابت کی طرح غسل کرے۔

اگر نماز فجر کے بعد احتلام ہو اور نماز ظہر تک غسل کو مؤخر کرلیا تو اس میں کوئی حرج نہیں' اسی طرح اگر کسی نے رات کو بیوی سے صحبت کی اور طلوع فجر کے بعد غسل کیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو صحبت کی وجہ سے لاحق ہونے والی جنابت کے باعث صبح ہو جاتی' پھر آپ غسل فرماتے اور روزہ رکھ لیتے تھے' اسی طرح حیض و نفاس والی عورتیں اگر رات کو پاک ہو جائیں اور طلوع فجر کے بعد غسل کریں تو ان کے لئے بھی اس میں کوئی حرج نہیں ان کا روزہ صحیح ہو گا لیکن حیض و نفاس والی عورتوں اور جنابت والے مرد و عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ غسل اور نماز فجر کو اس قدر مؤخر کریں کہ سورج طلوع ہو جائے بلکہ ان سب کے لئے یہ واجب ہے کہ جلدی کر کے

طلوع آفتاب سے قبل غسل کریں تا کہ نماز فجر بروقت ادا کر سکیں خصوصاً مرد کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ غسل جنابت بہت جلدی کرے تا کہ نماز فجر باجماعت ادا کر سکے۔ واللہ ولی التوفیق۔

کیا احتلام' خون اور قے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟

سوال میں روزہ کی حالت میں تھا کہ مسجد میں سو گیا' بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ مجھے احتلام ہو گیا ہے۔ کیا اس سے روزہ پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ یاد رہے میں نے غسل نہیں کیا اور نماز غسل کے بغیر پڑھ لی تھی۔ ایک مرتبہ میرے سر پر پتھر لگا جس کی وجہ سے خون بہہ نکلا تھا تو کیا اس خون کے نکلنے کی وجہ سے مجھے روزہ توڑ دینا چاہئے تھا؟ کیا قے آ جانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ امید ہے رہنمائی فرمائیں گے!

جواب احتلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے لیکن خروج منی کی صورت میں غسل جنابت کرنا ہو گا کیونکہ نبی کریم ﷺ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اگر محتلم پانی یعنی منی کو دیکھے تو اسے غسل کرنا چاہئے۔

غسل کے بغیر آپ نے جو نماز پڑھ لی تو یہ ایک بہت بڑی غلطی اور منکر عظیم ہے لہٰذا اس نماز کو دوبارہ پڑھئے اور اللہ سبحانہ کی بارگاہ اقدس میں توبہ بھی کیجئے۔

سر پر پتھر لگنے سے جو خون نکل آیا تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوتا' جو قے اختیار و ارادہ کے بغیر آ جائے تو اس سے روزہ باطل نہیں ہوتا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "جسے غیر اختیاری طور پر قے آ جائے' اس پر قضا لازم نہیں ہے اور جو خود قے کرے اس پر قضا لازم ہے۔" (احمد و اصحاب سنن اس کی سند صحیح ہے)

شعبان کے ایام بیض کے روزے

سوال شعبان کے تیرہ' چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب شعبان و غیر شعبان ہر ماہ کے ان تین دنوں کے روزے رکھنا مستحب ہے کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو ان دنوں کے روزے رکھنے کا حکم دیا تھا نیز یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی ان دنوں کے روزوں کی نصیحت فرمائی تھی۔ اگر کوئی شخص بعض مہینوں کے ان دنوں میں روزے رکھ لے اور بعض میں نہ رکھے یا کبھی رکھ لے اور کبھی نہ رکھے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ روزے نفل ہیں فرض نہیں ہیں اور افضل یہ ہے کہ اگر آسانی سے ممکن ہو تو ہر مہینے ان دنوں کے روزے رکھ لئے جائیں۔

زکوٰۃ فطر کی قیمت

سوال زکوٰۃ رمضان کی کتنی قیمت ہے؟

جواب سائل کا یہ سوال شاید صدقۂ فطر کے بارے میں ہے۔ صدقۂ فطر مرد' عورت' آزاد' غلام اور چھوٹے' بڑے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہر علاقے میں چاول یا گندم یا کھجور یا جو جنس کھائی جاتی ہو' گھر کے ہر فرد کی طرف سے اس جنس میں سے ایک صاع بطور صدقۂ فطر ادا کر دیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے اور واجب یہ ہے کہ اسے نماز عید سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے بلکہ عید سے ایک دو دن پہلے ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ صاع تقریباً تین کلو کے برابر ہے۔

حج

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

○ اے بیت اللہ الحرام کا حج کرنے والے مسلمانو!

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور آپ کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھے۔ میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ تمہیں اس طرح مناسک حج کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح اسے پسند ہو' تمہارے حج کو شرف قبولیت سے نوازے اور تمہیں اپنے اپنے ملکوں میں صحت و سلامتی اور تندرستی کے ساتھ واپس جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اے مسلمانو! میری تم سب کے لئے وصیت یہ ہے کہ تمام حالات میں تقویٰ اور خشیت الٰہی کو اختیار کرو' اس کے دین پر استقامت کے ساتھ عمل کرو اور اس کے غضب اور ناراضگی کے اسباب سے بچو۔ اہم فرائض اور اعظم واجبات میں سے سرفہرست اللہ تعالیٰ کی توحید اور تمام عبادات میں اسی کے لئے اخلاص ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام اقوال و اعمال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع بھی پیش نظر رہے' تمام مناسک حج اور تمام عبادات کو اس طرح ادا کیا جائے جس طرح انہیں ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول و خلیل نبینا وامامنا و سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حکم دیا ہے اسی طرح سب سے عظیم منکر اور سب سے خطرناک جرم اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ شرک ہے۔ شرک کے معنی یہ ہیں عبادت یا عبادت کے کچھ حصے کو غیراللہ کے لئے انجام دے دیا جائے' یہ ناقابل معافی جرم ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ ﴾ (النساء ۴/ ۱۱۶)

"یقیناً تعالیٰ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (ہر گناہ) جس کو چاہے بخش دے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾

(الزمر ۳۹/ ۶۵)

"اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے

کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔"

اے بیت اللہ الحرام کے حجاج کرام! ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد اپنی حیات پاک کے آخر میں صرف ایک ہی حج کیا ہے جسے حجۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے' اسی حج میں آپ نے اپنے قول و عمل کے ساتھ مناسک حج کی تعلیم بھی دی اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ:

«خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ»

"لوگو! تم مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو۔"

لہٰذا تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ حج کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کو پیش نظر رکھیں اور مناسک حج اس طرح ادا کریں جس طرح انہیں ادا کرنے کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا' آپ ہی معلم و مرشد ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین اور تمام بندگان الٰہی کے لئے حجت بنا کر مبعوث فرمایا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کے رسول کی اطاعت کریں کیونکہ آپ کی اتباع و اطاعت ہی جنت میں جانے اور جہنم سے بچنے کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ بندوں کو اپنے رب سے سچی محبت ہے' نیز یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت کی علامت بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾ (الحشر ٥٩/ ٧)

"جو (چیز حکم) تم کو پیغمبر (ﷺ) دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (النور ٢٤/ ٥٦)

"اور نماز پڑھتے رہو' زکوۃ دیتے رہو اور (اللہ کے) رسول (ﷺ) کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔"

اور فرمایا:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ (النساء ٤/ ٨٠)

"جس شخص نے رسول کی فرمانبرداری کی بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔"

اور فرمایا:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٢١)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں عمدہ (بہترین) نمونہ موجود ہے' (یعنی) ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ۝١٣ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾ (النساء ٤/ ١٣-١٤)

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی فرمانبرداری کرے گا' اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا' جن میں نہریں بہہ رہی ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور (یہ) بہت بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت کا عذاب ہو گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَـٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ (الأعراف۷/ ۱۵۸)

"(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی اس کا رسول ہوں) وہ جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے تو اللہ اور اس کے رسول' پیغمبر اُمی پر ایمان لاؤ جو اللہ اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں' اور تم ان کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔"

مزید فرمایا:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾ (آل عمران۳/ ۳۱)

"(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں لہٰذا آپ کے لئے اور اپنے لئے میری یہی وصیت ہے کہ تمام حالات میں تقویٰ الٰہی کو اختیار کیا جائے اور صدق دل کے ساتھ اس کے نبی حضرت محمد ﷺ کے اقوال و افعال کی اتباع کی جائے تاکہ دنیا و آخرت کی سعادت و نجات حاصل کی جائے!

اے بیت اللہ الحرام کے حجاج کرام! جب ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ تھی تو ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ مکہ مکرمہ سے منیٰ کی طرف لبیک کہتے ہوئے۔ روانہ ہوئے آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ اپنی رہائش گاہوں سے حج کا احرام باندھ لیں اور منیٰ کی طرف روانہ ہوں' آپ نے انہیں طواف وداع کا حکم نہیں دیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ جو شخص حج کا ارادہ کرے خواہ اس کا تعلق اہل مکہ سے ہو یا ان لوگوں سے جو مکہ میں باہر سے آکر مقیم ہوں' یا عمرہ کا احرام کھول کر حلال ہونے والوں سے یا دیگر حجاج کرام سے ہو وہ آٹھ تاریخ کو حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہو' اسے کعبہ کے طواف وداع کے لئے مسجد حرام میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسلمان کے لئے یہ مستحب ہے کہ حج کا احرام باندھتے وقت بھی اسی طرح غسل خوشبو اور صفائی کا اہتمام کرے' جس طرح میقات سے احرام باندھتے وقت کیا تھا نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اسی طرح حکم دیا تھا جب انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا لیکن مکہ میں داخلہ کے وقت ان کے ایام شروع ہو گئے اور منیٰ کی طرف جانے سے پہلے ان کے لئے طواف مشکل تھا' تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ غسل کر کے حج کا احرام باندھ لیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو ان کا یہ حج قران ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور فجر کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں' ان نمازوں کو قصر تو کیا لیکن انہیں جمع کر کے نہیں بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا تو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل کی وجہ سے سنت یہی ہے کہ اس دن نمازوں کو قصر لیکن جمع کے بغیر ادا کیا جائے۔ حاجیوں کے لئے اس سفر میں مسنون یہ ہے کہ وہ تلبیہ' اللہ عزوجل کے ذکر' قرآن مجید کی تلاوت اور نیکی کے دیگر کاموں مثلاً دعوت الی اللہ' امربالمعروف' نہی عن المنکر اور فقراء کے ساتھ احسان وغیرہ میں مشغول رہیں۔ جب عرفہ کے دن سورج طلوع ہوا تو نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرفات کی طرف روانہ ہوئے کچھ لوگوں کی زبان پر تلبیہ تھا اور کچھ تکبیرات پڑھ رہے تھے جب آپ عرفات پہنچے تو آپ بالوں سے بنائے گئے ایک قبہ میں فروکش ہوئے جو خاص طور پر آپ کے لئے لگایا گیا تھا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سائے سے استفادہ کیا تو معلوم ہوا کہ حاجیوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ خیموں اور درختوں کے سائے سے استفادہ کریں۔

جب سورج ڈھل گیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سواری پر سوار ہوئے لوگوں کو آپ نے خطبہ دیا' انہیں وعظ و نصیحت کی' مناسک حج سکھائے' سود اور اعمال جاہلیت سے ڈرایا اور انہیں بتایا کہ ان کے خون' مال اور عزتیں ان پر حرام ہیں۔ آپ نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

تمام مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت پر عمل پیرا ہوں' جہاں کہیں بھی ہوں اس پر عمل کریں' خصوصاً مسلمانوں کے تمام حکمرانوں پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھام لیں اور تمام امور ومعاملات میں انہی کے مطابق عمل کریں' اپنی اپنی قوموں سے بھی ان کے مطابق عمل کرائیں کیونکہ دنیاو آخرت میں عزت' سربلندی' سعادت اور نجات کی یہی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے!

پھر آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو میدان عرفات میں ظہر و عصر کی نمازیں قصر وجمع --- جمع تقدیم --- کے ساتھ ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھائیں' پھر آپ موقف کی طرف متوجہ ہوئے اور قبلہ رخ ہو کر اپنی سواری پر کھڑے ہو کر اللہ کا ذکر کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی حتی کہ سورج غروب ہو گیا' اس دن آپ نے روزہ بھی نہیں رکھا ہوا تھا تو اس سے معلوم ہوا کہ حاجیوں کے لئے شرعی حکم یہی ہے کہ وہ اسی طرح کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں کیا تھا یعنی اللہ کے ذکر' دعا اور تلبیہ میں غروب آفتاب تک مشغول رہیں' دعا ہاتھ اٹھا کر کریں اور اس دن روزہ بھی نہ رکھیں۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس طرح اللہ تعالیٰ کثرت کے ساتھ عرفہ کے دن لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اس طرح کسی اور دن اللہ تعالیٰ کثرت سے آزاد نہیں کرتا' اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت قریب ہو جاتا ہے اور ان کی وجہ سے اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کا اظہار فرماتا ہے۔" ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ "میرے بندوں کی طرف دیکھو! یہ میرے پاس پراگندہ حال اور غبار آلود آئے ہیں' یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں لہٰذا میں تمہیں گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے ان بندوں کے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔" صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ "میں یہاں کھڑا ہوا ہوں لیکن سارا عرفہ موقف ہے۔"

غروب آفتاب کے بعد رسول اللہ ﷺ تلبیہ پڑھتے ہوئے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے' وہاں آپ نے مغرب کی تین

اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں‘ دونوں نمازوں کے لئے اذان ایک مگر اقامتیں دو تھیں‘ مزدلفہ ہی میں آپ نے شب بسر فرمائی‘ نماز فجر بھی آپ نے یہاں ادا فرمائی‘ فجر کی دو سنتیں بھی پڑھیں‘ اذان بھی ایک اور اقامت بھی ایک تھی‘ پھر آپ مشعر کے پاس تشریف لے آئے‘ یہاں آپ نے اللہ کا ذکر کیا‘ تکبیر و تہلیل اور دعا میں مصروف رہے‘ دعا ہاتھ اٹھا کر مانگی اور فرمایا کہ ”میں یہاں کھڑا ہوں اور سارا مزدلفہ موقف ہے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ سارا مزدلفہ حاجیوں کے لئے موقف ہے‘ ہر حاجی اپنی جگہ رات بسر کر سکتا ہے اور اپنی جگہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور استغفار کر سکتا ہے اور اس بات کی ضرورت نہیں کہ ضرور اسی جگہ کھڑا ہو جہاں نبی ﷺ کا موقف تھا۔ نبی ﷺ نے مزدلفہ کی رات کمزوروں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ وہ رات کے وقت ہی منیٰ کی طرف جا سکتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ اس رخصت پر عمل کی وجہ سے اگر عورتیں‘ مریض‘ بوڑھے اور جو ان کے تابع ہوں اگر رات کے آخری نصف حصہ میں مزدلفہ سے منیٰ چلے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں تاکہ رخصت پر عمل بھی ہو جائے اور بھیڑ کی وجہ سے مشقت سے بھی بچ جائیں‘ نیز یہ لوگ جمرہ کو رات کے وقت بھی رمی کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت عطا فرما دی تھی اور پھر جب دن خوب روشن ہو گیا تو آپ تلبیہ کہتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے‘ جمرہ عقبہ کا قصد فرمایا اور سات کنکریاں ماریں‘ ہر کنکری کے ساتھ آپ اللہ اکبر پڑھتے تھے پھر آپ نے قربانی کے جانور کو نحر کیا‘ پھر سر مبارک منڈایا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو خوشبو لگائی‘ پھر آپ نے یہاں سے بیت اللہ شریف کا قصد فرمایا اور طواف کیا۔ قربانی کے دن رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی نے رمی سے پہلے قربانی کر لی‘ یا ذبح سے قبل حجامت بنوا لی یا رمی سے قبل بیت اللہ چلا گیا تو ان تمام سوالوں کے جواب میں آپ نے فرمایا ”لاحرج“ اس میں کوئی حرج نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس دن تقدیم یا تاخیر کی جس صورت کے بارے میں بھی آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ”اب کر لو کوئی حرج نہیں۔“ چنانچہ ایک آدمی نے سوال کیا:

یا رسول اللہ! میں نے طواف سے قبل سعی کر لی ہے تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں‘ تو اس سے معلوم ہوا کہ حاجیوں کے لئے سنت یہ ہے کہ عید کے دن وہ رمی جمرہ سے آغاز کریں پھر قربانی کریں اگر ان پر ہدی لازمی ہو پھر بال منڈوائیں یا کتروائیں لیکن یاد رہے بال کتروانے سے منڈوانا افضل ہے کہ بال منڈوانے والوں کے لئے نبی کریم ﷺ نے تین بار مغفرت اور رحمت کی دعا فرمائی تھی اور بال کتروانے والوں کے لئے صرف ایک بار دعاء فرمائی تھی --- اس سے حاجی کو تحلل اول حاصل ہو جاتا ہے یعنی اب وہ سلا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے‘ خوشبو استعمال کر سکتا ہے اور عورت کے سوا ہر وہ چیز اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے‘ جو احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھی اور پھر وہ بیت اللہ جائے اور عید کے دن یا اس کے بعد طواف کرے..... اور اگر متمتع ہو تو صفا و مروہ کی سعی بھی کرے اور اس سے اس کے لئے عورت سمیت ہر وہ چیز حلال ہو جائے گی جو احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھی۔

اگر حاجی مفرد یا قارن ہے تو اس کے لئے وہ پہلی سعی ہی کافی ہو گی جو اس نے طواف قدوم کے ساتھ کی تھی اور اگر اس نے طواف قدوم کے ساتھ سعی نہیں کی تھی تو اب طواف افاضہ کے ساتھ اس کے لئے سعی واجب ہو گی۔

پھر نبی ﷺ منیٰ واپس تشریف لے آئے اور آپ نے عید کا باقی دن اور گیارہ بارہ اور تیرہ کے ایام یہیں گزارے‘ ان ایام تشریق میں سے ہر دن آپ زوال کے بعد رمی جمار کرتے‘ ہر جمرہ کو سات کنکریاں مارتے‘ ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر

پڑھتے' جمرہ اولیٰ و ثانیہ کی رمی سے فراغت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے' دعا کے وقت آپ جمرہ اولیٰ کو اپنی بائیں طرف اور جمرہ ثانیہ کو دائیں طرف کر لیتے لیکن تیسرے جمرہ کے پاس آپ نہیں ٹھہرتے تھے' پھر تیرہ تاریخ کو رمی جمار کے بعد آپ روانہ ہوئے اور مقام ابطح میں قیام فرمایا اور ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں!

رات کے آخری پہر آپ مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور صبح کی نماز لوگوں کو پڑھائی' طواف وداع فرمایا اور چودہ تاریخ کو نماز فجر کے بعد آپ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

عَلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ

اس سے معلوم ہوا کہ حاجیوں کے لئے سنت یہی ہے کہ وہ ایام منیٰ میں اسی طرح کریں جس طرح نبی ﷺ نے کیا تھا یعنی ہر روز زوال کے بعد تینوں جمروں کو رمی کی جائے' ہر جمرہ کو سات سات کنکریاں ماری جائیں' ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر پڑھا جائے' پہلی رمی کے بعد رک کر قبلہ رخ ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا کی جائے کہ جمرہ بائیں طرف ہو' دوسری رمی کے بعد بھی اسی طرح کیا جائے اور دعا کے وقت جمرہ کو اپنے دائیں طرف رکھا جائے' اس طرح کرنا مستحب ہے' واجب نہیں ہے اور تیسری رمی کے بعد وقوف نہ کیا جائے۔ اگر زوال کے بعد اور غروب آفتاب سے قبل رمی آسانی سے ممکن نہ ہو تو علماء کے صحیح قول کے مطابق اس غروب ہونے والے سورج کے دن کی رمی رات کے آخری پہر تک کی جا سکتی ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے رحمت و وسعت کے پیش نظر ہے۔ اگر کوئی شخص بارہ تاریخ کی رمی جمار کے بعد' تیرہ تاریخ کی بھی رمی کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے عمل کی موافقت کی وجہ سے افضل یہ ہے کہ تیرہ تاریخ کی رمی کو تیرہ تاریخ ہی کو کیا جائے۔

حاجی کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ گیارہ اور بارہ تاریخ کی رات منیٰ ہی میں گزارے' بہت سے اہل علم کے نزدیک ان راتوں کو منیٰ میں بسر کرنا واجب ہے' اگر رات کا اکثر حصہ بسر کر لیا جائے تو یہ بھی کافی ہے' جن لوگوں کے پاس کوئی شرعی عذر ہو مثلاً کارکن اور چرواہے وغیرہ تو ان کے لئے منیٰ میں شب بسر کرنا واجب نہیں ہے اگر حجاج جلدی کر لیں اور غروب آفتاب سے قبل منیٰ سے روانہ ہو جائیں تو پھر تیرہ تاریخ کی رات منیٰ میں بسر کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر رات آ گئی تو پھر تیرہ تاریخ کی رات منیٰ میں گزارنا ہو گی اور یہ رات منیٰ میں بسر کرنے کے بعد یہاں سے روانہ ہونا ہو گا' تیرہ تاریخ کے بعد رمی نہیں ہے' خواہ کوئی منیٰ ہی میں مقیم کیوں نہ ہو۔

جب حاجی اپنے ملک میں واپس جانے کا ارادہ کرے' اس پر واجب ہے کہ طواف وداع کے طور پر بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص رخصت نہ ہو حتیٰ کہ وہ اپنا آخری وقت، بیت اللہ میں گزارے۔" ہاں البتہ حیض و نفاس والی عورتوں پر طواف وداع نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روانہ ہونے سے پہلے آخری وقت بیت اللہ میں گزاریں الا یہ کہ کسی عورت کے ایام شروع ہو گئے ہوں۔

اگر کسی نے طواف افاضہ کو مؤخر کیا ہو اور وہ سفر شروع کرنے سے پہلے یہ طواف کرنا چاہتا ہو تو دونوں مذکورہ احادیث کے عموم کے پیش نظر طواف افاضہ' طواف وداع سے بھی کفایت کر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے' ہمارے اور تمہارے حج کو شرف قبولیت سے نوازے' ہمیں اور آپ کو جہنم کی آگ سے آزادی نصیب فرمائے' بلاشبہ وہی قادر و کارساز ہے۔

وَصَلَّي اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ - وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

جدہ میقات نہیں ہے

سوال بعض لوگ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ جو فضائی راستے سے حج کے لئے آ رہے ہوں' وہ جدہ سے احرام باندھ لیں' جب کہ کچھ لوگ اس کی تردید کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صحیح بات کیا ہے' فتویٰ دیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کو اجروثواب سے نوازے!

جواب تمام حاجیوں پر خواہ وہ فضائی راستے سے یا سمندری راستے سے یا خشکی کے راستے سے آئیں' یہ واجب ہے کہ وہ اس میقات سے احرام باندھیں جس سے وہ گزر رہے ہوں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب میقات کا تعین کیا تو فرمایا کہ "یہ میقات یہاں کے لوگوں اور ان لوگوں کے لئے ہیں جو یہاں کے رہنے والے تو نہ ہوں لیکن یہاں سے وہ گزریں اور ان کا حج یا عمرہ کا ارادہ ہو۔" (متفق علیہ)

باہر سے آنے والوں کے لئے جدہ میقات نہیں ہے' یہ تو یہاں کے باشندوں کے لئے میقات ہے یا ان کے لئے میقات ہے جو یہاں حج یا عمرہ کے ارادہ سے تو نہ آئے ہوں لیکن پھر بعد میں یہاں سے حج یا عمرہ کا ارادہ کرلیں۔

حج کی تین قسمیں ہیں

سوال بعض لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ حج قران اور افراد منسوخ ہو چکے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمتع کا حکم دیا تھا' اس بارے میں آنجناب کی کیا رائے ہے؟

جواب یہ قول باطل ہے اور قطعاً صحیح نہیں ہے کیونکہ علماء کا اجماع ہے کہ حج کی تین قسمیں ہیں (۱) افراد (۲) قران اور (۳) تمتع۔ جو شخص حج مفرد کرے' اس کا احرام صحیح اور حج بھی صحیح ہے اس پر کوئی فدیہ بھی نہیں ہے لیکن اگر وہ اسے فسخ کرکے عمرہ بنالے تو اہل علم کے صحیح ترین قول کے مطابق یہ افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو حکم دیا تھا جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا یا حج و عمرہ کو ملالیا تھا اور ان کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ سے بدل دیں' طواف کریں' سعی کریں' بال منڈوائیں اور حلال ہو جائیں نبی ﷺ نے ان کے احرام کو باطل قرار نہیں دیا تھا بلکہ افضل عمل کی طرف رہنمائی فرمائی تھی اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رہنمائی کے مطابق عمل کیا تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حج افراد منسوخ ہوگیا ہے بلکہ یہ تو افضل اور اکمل عمل کی طرف نبی ﷺ کی طرف سے رہنمائی تھی۔ واللہ ولی التوفیق۔

اپنے لئے حج کی نیت کی اور پھر اس نے اپنی نیت تبدیل.....

سوال ایک شخص نے اپنے لئے حج کی نیت کی اور وہ اس سے پہلے بھی اپنا حج کرچکا ہے' پھر اس نے عرفہ میں اپنی نیت کو تبدیل کر کے اس حج کو اپنے ایک قریبی رشتہ دار کی طرف سے کرنا چاہا تو اس کا کیا حکم ہے' کیا اس طرح کرنا اس کے لئے جائز ہے؟

جواب انسان جب اپنی طرف سے حج کا احرام باندھ لے تو پھر اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ راستہ میں یا عرفہ میں یا کسی اور جگہ اپنی نیت میں تبدیلی کرلے بلکہ لازم یہ ہو گا کہ اس حج کو وہ اپنی طرف سے ہی ادا کرے' اسے بدل کر اپنے باپ یا

ماں یا کسی اور کے لئے نہ کرے یہ حج متعین طور پر اسی کے لئے ہو گا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَتِمُّوا۟ ٱلْحَجَّ وَٱلْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۚ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۹۶)

"اور اللہ کے لئے حج اور عمرے کو پورا کرو۔"

لہٰذا جب کوئی اپنے لئے احرام باندھے تو واجب ہے کہ اسے اپنے لئے ہی پورا کرے اور اگر کسی اور کی طرف سے احرام باندھے تو واجب ہے کہ اسی کی طرف سے اسے پورا کرے' اپنی طرف سے حج کر بھی چکا ہو تو بھی احرام باندھنے کے بعد اس میں تبدیلی نہ کرے۔

والدین کی طرف سے حج

سوال میں بہت چھوٹی عمر کا تھا' جب میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا تو ان کی طرف سے میں نے ایک قابل اعتماد آدمی کو حج پر بھیجا ہے' میرے والد کا بھی انتقال ہو گیا تھا اور میں ان میں دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں پہچانتا' میں نے اپنے بعض رشتہ داروں سے سنا ہے کہ میرے والد نے حج کیا تھا' سوال یہ ہے کہ میں اپنی والدہ کی طرف سے کسی کو حج پر بھیج سکتا ہوں یا میرے لئے یہ لازم ہے کہ میں خود ان کی طرف سے حج کروں؟ کیا میں اپنے والد کی طرف سے بھی حج کروں جب کہ میں نے سنا ہے کہ انہوں نے حج کیا تھا؟ امید ہے رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں گے!

جواب اگر آپ اپنے والدین کی طرف سے خود حج کریں اور شرعی طریقے سے حج کے تمام مناسک مکمل طریقے سے ادا کریں تو یہ افضل ہے اور اگر اہل دین و امانت میں سے کسی کو ان کی طرف سے حج کے لئے بھیج دیں' تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں لیکن افضل یہ ہے کہ آپ خود اپنے والدین کی طرف سے حج و عمرہ ادا کریں' اسی طرح اگر آپ ان کی طرف سے کسی کو نائب بنا کر بھیجیں تو اسے بھی یہ حکم دیں کہ وہ آپ کے والدین کی طرف سے حج و عمرہ ادا کرے' یہ آپ کی اپنے ماں باپ سے نیکی اور حسن سلوک ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کے اعمال کو شرف قبولیت سے نوازے!

عورت نے تمام مناسک حج خود ادا کئے مگر رمی جمار کسی اور.....

سوال ایک عورت نے تمام مناسک حج خود ادا کئے مگر رمی جمار اس نے کسی اور کے سپرد کر دی کیونکہ اس کے ہمراہ ایک چھوٹا بچہ بھی تھا' یاد رہے یہ اس کا فرض حج تھا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب کوئی حرج نہیں' اس کی طرف سے وکیل کا رمی جمار کرنا جائز ہے کیونکہ رمی جمار کے وقت بھیڑ کی وجہ سے عورتوں کے لئے بہت خطرہ ہوتا ہے خصوصاً اس کے لئے جس کے پاس بچہ بھی ہو۔

وقوف عرفہ

سوال اگر حاجی عرفہ کے قریب مگر حدود عرفہ سے باہر وقوف کرے حتی کہ سورج غروب ہو جائے اور پھر وہاں سے چلے تو اس کے حج کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اگر بوقت وقوف حاجی عرفہ میں وقوف نہ کرے تو اس کا حج نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَلْحَجُّ عَرَفَةُ»

"حج وقوف عرفہ کا نام ہے۔"

جو شخص طلوع فجر سے پہلے پہلے' رات کے وقت عرفہ میں آجائے تو اس نے حج کو پا لیا۔ وقوف عرفہ کا وقت عرفہ کے

دن کے زوال کے بعد سے لے کر قربانی کی رات کی طلوع فجر تک ہے اور اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

اگر کوئی زوال سے پہلے وقوف کرتا ہے تو اس کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے' اکثر کا قول یہ ہے کہ اگر زوال کے بعد وقوف نہ کرے تو پہلا وقوف کافی نہ ہو گا اور اگر کوئی زوال کے بعد دن کو یا رات کو وقوف کر لے تو یہ کافی ہو گا۔ افضل یہ ہے کہ نماز ظہر و عصر کو جمع تقدیم کی صورت میں ادا کرنے کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک وقوف کرے۔ دن کے وقت وقوف کرنے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ غروب آفتاب سے قبل وقوف کو ختم کرے اور اگر کسی نے غروب آفتاب سے پہلے ختم کر دیا تو اکثر اہل علم کے نزدیک اس صورت میں فدیہ واجب ہو گا کیونکہ اس نے ایک واجب کو ترک کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دن کے وقت وقوف کرنے والے کے لئے واجب یہ ہے کہ وہ رات اور دن کے وقوف کو جمع کرے۔

منیٰ سے باہر رات بسر کرنا

سوال اگر کوئی حاجی رات بسر کرنے کے لئے منیٰ میں جگہ نہ پائے تو کیا کرے؟ کیا منیٰ سے باہر رات بسر کرنے کی صورت میں کوئی فدیہ وغیرہ لازم ہو گا؟

جواب جب حاجی منیٰ میں راتیں بسر کرنے کے لئے جگہ تلاش کرے مگر اسے کوئی جگہ نہ ملے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ راتیں منیٰ سے باہر گزارے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١٦)

"سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔"

منیٰ میں شب بسر نہ کرنے کی وجہ سے کوئی فدیہ بھی لازم نہ ہو گا کیونکہ یہاں شب بسر کرنا اس کے لئے ممکن ہی نہ تھا۔

کیا حج تمتع و قران کی ہدی کو عرفات میں ذبح کرنا جائز ہے؟

سوال ایک حاجی نے اپنی ہدی ایام تشریق میں عرفات میں ذبح کر کے اس کا گوشت وہاں موجود لوگوں میں تقسیم کر دیا' کیا یہ جائز ہے؟ اگر اسے حکم کا علم نہ تھا یا اس نے جان بوجھ کر اس طرح کیا تو اس کا کیا کفارہ ہو گا؟ کیا عرفات میں ہدی ذبح کرنے کے بعد حرم میں گوشت تقسیم کرنا جائز ہے؟ ہدی ذبح کرنے کے لئے مخصوص مقام کون سا ہے؟ جواب سے مستفید فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں!

جواب حج تمتع و قران کی ہدی کو حرم کے سوا اور کسی جگہ ذبح کرنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص غیر حرم مثلاً عرفات یا جدہ یا کسی اور جگہ اپنی ہدی کو ذبح کر دے تو یہ جائز نہیں خواہ اس کا گوشت حرم ہی میں کیوں نہ تقسیم کرے لہٰذا اس کے بجائے اسے ایک اور جانور حرم میں ذبح کرنا پڑے گا خواہ اسے اس مسئلہ کا علم ہو یا نہ ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی ہدی کو حرم میں ذبح کیا اور فرمایا تھا کہ مجھ سے مناسک حج سیکھو' اسی طرح آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے ہدی کے جانور حرم ہی میں ذبح کئے تھے۔

محرم کے سر کے بال گرنے کے بارے میں حکم

سوال جب محرم عورت کے غیر اختیاری طور پر سر کے بال گریں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب جب محرم --- خواہ مرد ہو یا عورت --- کے سر سے وضو کے وقت مسح کرتے ہوئے یا سر کو دھوتے ہوئے، بال گر جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اگر مرد کی داڑھی یا مونچھ سے بال گر جائیں یا ازخود کوئی ناخن ٹوٹ جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اس نے عمداً ایسا نہیں کیا اور ممنوع یہ بات ہے کہ کوئی محرم ازخود بال یا ناخن کاٹے' اسی طرح عورت کے لئے بھی یہ لازم ہے کہ وہ ازخود کچھ نہ کاٹے اور اگر غیر اختیاری طور پر بال گر جائیں تو وہ مردہ بال ہوتے ہیں جو حرکت کرنے سے گر جاتے ہیں للذا ان کا گر جانا محرم کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔

طواف وداع اس مسافر کے لئے ہے جو اپنے اہل و عیال کے پاس جا رہا ہو

سوال جب حاجی عمرہ ادا کرے اور پھر وہ حرم سے باہر اپنے قریبی رشتہ داروں سے ملنے جائے تو کیا اس کے لئے طواف وداع لازم ہے؟ کیا طواف وداع نہ کرنے کی وجہ سے کوئی فدیہ وغیرہ لازم ہے؟

جواب عمرہ کرنے والے کے لئے طواف وداع کا حکم نہیں ہے' جب وہ عمرہ کرنے کے بعد حرم سے باہر مکہ کے مضافات میں جانا چاہے' اسی طرح حاجی کے لئے بھی اس صورت میں طواف وداع کا حکم نہیں ہے ہاں البتہ جب وہ سفر کرنا چاہیں خواہ یہ سفر اپنے اہل و عیال کی طرف ہو یا غیر اہل و عیال کی طرف تو ان کے لئے طواف وداع مشروع ہے لیکن یہ طواف واجب نہیں ہے کیونکہ اس کے وجوب کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ سے حلال ہونے کے بعد منیٰ و عرفات کی طرف گئے تو انہیں طواف وداع کا حکم نہیں دیا گیا تھا ہاں البتہ حاجی کے لئے یہ لازم ہے کہ جب وہ حج کی تکمیل کے بعد مکہ سے رخصت ہو تو طواف وداع کرے خواہ مکہ سے وہ اپنے اہل خانہ کی طرف سفر کرے یا کسی اور طرف' کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ "لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ رخصت ہونے سے قبل وہ اپنا آخری وقت بیت اللہ میں گزاریں' البتہ حائضہ عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔" (متفق علیہ) "لوگوں کو حکم دیا گیا ہے" کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے' یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی دوسری حدیث میں الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک کوچ نہ کرے جب تک اپنا آخری وقت بیت اللہ میں نہ گزارے۔" (مسلم) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج ہو یا عمرہ حائضہ عورت کے لئے طواف وداع نہیں ہے نیز نفاس والی عورت کے لئے بھی نہیں کیونکہ اہل علم کے نزدیک دونوں کے لئے حکم ایک جیسا ہے۔

رکن یمانی کو چھونا

سوال طواف کرتے ہوئے کعبہ مشرفہ کے جنوب مغربی رکن کو ہاتھ سے چھونے یا اشارہ کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ رکن یمانی اور حجر اسود کے پاس کتنی تکبیریں پڑھی جائیں؟

جواب طواف کرنے والے کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ وہ طواف کے ہر چکر میں حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوئے کیونکہ حجر اسود کو ہر چکر میں چھونا اور بوسہ دینا مستحب ہے حتیٰ کہ آخری چکر میں بھی بشرطیکہ مشقت کے بغیر آسانی سے ممکن ہو اور اگر مشقت ہو تو اس مقصد کے لئے بھیڑ کرنا مکروہ ہے اور اس صورت میں حکم یہ ہے کہ ہاتھ یا عصا کے ساتھ اشارہ کیا جائے اور اللہ اکبر پڑھا جائے۔ رکن یمانی کی طرف اشارہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں' اسے دائیں ہاتھ سے صرف چھونے کا حکم ہے بشرطیکہ آسانی سے ممکن ہو اسے بوسہ دینے کا بھی حکم نہیں ہے۔ حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوتے وقت یہ کہا جائے "بسم اللہ واللہ اکبر' یا اللہ اکبر" اگر ہاتھ سے چھونے میں مشقت ہو تو پھر اشارہ و تکبیر کے بغیر اپنے طواف

کو جاری رکھے کیونکہ اس صورت میں اشارہ اور تکبیر کی بابت نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی دلیل ثابت نہیں ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب التحقیق والا یضاح لکثیر من مسائل الحج والعمرة والزیارۃ میں بیان کیا ہے۔

تکبیر صرف ایک بار ہی ہو گی' بار بار تکبیر کہنے کی کوئی دلیل نہیں ہے' سارے طواف میں دعائیں اور شرعی اذکار پڑھتے رہنا چاہئے اور طواف کے ہر چکر کو اس دعا پر ختم کرنا چاہئے' جس پر نبی کریم ﷺ ختم فرمایا کرتے تھے اور وہ حسب ذیل مشہور دعا ہے:

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾ (البقرة ۲/ ۲۰۱)

"اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشنا اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھنا۔"

یاد رہے طواف اور سعی کے تمام اذکار اور دعائیں سنت ہیں' واجب نہیں ہیں۔ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

نفل حج افضل ہے یا افغان مجاہدین پر خرچ کرنا

سوال جو شخص فرض حج ادا کر چکا ہو اور وہ دوسری بار بھی کر سکتا ہو تو اس کے لئے کیا یہ جائز ہے کہ دوسری بار حج کرنے کے بجائے حج پر خرچ ہونے والی رقم افغانستان کے مسلمان مجاہدین کو دے دے کیونکہ دوسری بار حج کرنا نفل ہے جب کہ جہاد کے لئے خرچ کرنا فرض ہے' براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔ ۔ جَزَاكُمُ اللهُ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ

جواب جو شخص فرض حج ادا کر چکا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ حج پر خرچ ہونے والی رقم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کو دے دے۔ مثلاً افغان مجاہدین یا افغانستان کے وہ مہاجرین جو پاکستان میں پناہ گزیں ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا تھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔" سائل نے پوچھا کہ اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ نے فرمایا "جہاد فی سبیل اللہ" سائل نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد؟ تو آپ نے فرمایا "حج مبرور" (متفق علیہ) تو اس حدیث میں آپ نے حج کو جہاد کے بعد ذکر فرمایا اور یہاں حج سے مراد نفلی حج ہے کیونکہ فرض حج تو اسلام کا رکن ہے جب کہ اس کی استطاعت ہو اور صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے کسی غازی کو تیار کیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے خیرو بھلائی کے ساتھ اس کے اہل خانہ کا خیال رکھا تو اس نے بھی جہاد کیا۔" بلاشک و شبہ افغان مجاہدین اور ان جیسے دیگر مجاہدین فی سبیل اللہ اپنے بھائیوں کی طرف سے مادی امداد کے شدید محتاج ہیں اور مذکورہ بالا دونوں احادیث کے پیش نظر مجاہدین پر خرچ کرنا نفل حج پر خرچ کرنے سے افضل ہے۔ وباللہ التوفیق!

مکہ میں اقامت کے دوران حاجی کے لئے نماز کا قصر کرنا

سوال حاجی اگر مکہ میں چار دن سے زیادہ اقامت اختیار کرے تو اس کے لئے نماز قصر کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اگر حاجی کی مکہ مکرمہ میں اقامت چار دن یا اس سے کم مدت کے لئے ہو تو اس کے لئے سنت یہ ہے کہ چار رکعتوں والی نماز کی دو رکعت پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہی عمل تھا اور اگر چار دن سے زیادہ مقیم رہنے کا ارادہ ہو تو پھر احتیاط یہ ہے کہ نماز پوری پڑھے' چنانچہ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔

میں نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا اور میرا گروپ مدینہ منورہ.....

سوال میں ایک گروپ کے ساتھ حج کے لئے آیا ہوں' میں نے حج مفرد کا احرام باندھا تھا اور اب میرا گروپ مدینہ منورہ جانا چاہتا ہے تو کیا مجھے یہ اجازت ہے کہ گروپ کے ساتھ مدینہ منورہ چلا جاؤں اور چند دنوں کے بعد عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ واپس لوٹ آؤں؟

جواب جب کوئی شخص ایک جماعت کے ساتھ مل کر حج کرے اور اس نے حج مفرد کا احرام باندھ رکھا ہو اور پھر وہ ان کے ساتھ زیارت کے لئے سفر کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اپنے احرام کو عمرہ کے لئے کردے' طواف کرے' سعی کرے' بالوں کو منڈوائے اور حلال ہو جائے اور پھر جب وقت آئے تو حج کے لئے احرام باندھے' اس طرح اس کا حج تمتع ہو جائے گا اور اسے حج تمتع کی ہدی دینا ہو گی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا' جن کے پاس ہدی نہیں تھی۔

مسجد نبوی کی زیارت اور حج

سوال بعض حاجی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر وہ مسجد نبوی کی زیارت نہ کر سکیں تو اس سے ان کا حج ناقص ہو گا' کیا یہ بات صحیح ہے؟

جواب مسجد نبوی ﷺ کی زیارت سنت ہے' واجب نہیں ہے اور حج کے ساتھ اس کا کوئی تعلق بھی نہیں ہے' مسجد نبویؐ کی زیارت تو سارا سال سنت ہے' اس کے لئے وقت کی بھی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "صرف تین مسجدوں کی طرف بالاہتمام (ثواب کی نیت سے) سفر کیا جائے۔ (۱) مسجد حرام (۲) میری اس مسجد اور (۳) مسجد اقصیٰ کی طرف۔" (متفق علیہ)

نیز آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "میری اس مسجد میں نماز' مسجد حرام کے سوا دیگر مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔" (متفق علیہ) جو شخص مسجد نبوی کی زیارت کرے' اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ ریاض الجنۃ میں دو رکعت نماز پڑھے' پھر نبی کریم ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھیوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجے' بقیع کی زیارت بھی مسنون ہے تاکہ وہاں مدفون شہداء' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر مسلمانوں پر سلام بھیجا جائے اور ان کے لئے دعا کی جائے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ بھی بقیع میں مدفون لوگوں کی قبروں کی زیارت فرمایا کرتے تھے اور آپ صحابہ کرامؓ کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ وہ جب قبروں کی زیارت کریں تو یہ دعا پڑھا کریں:

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ»

"اے (اس) بستی کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو تم پر سلام ہو اور بے شک ہم بھی ان شاء اللہ تم سے عنقریب ملنے والے ہیں' ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔"

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب بقیع کی زیارت فرماتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

«يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ»

"اللہ تعالیٰ ہم میں سے آگے آنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں پر رحم فرمائے۔ اے اللہ! اہل بقیع الغرقد کو معاف فرمادے۔"

جو شخص مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کرے' اس کے لئے مسنون ہے کہ وہ مسجد قبا کی بھی زیارت کرے اور اس میں بھی دو رکعت نماز پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ ہر ہفتے مسجد قبا کی زیارت کیا کرتے اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے گھر وضو کرے اور خوب اچھے طریقے سے وضو کرے اور پھر مسجد قبا میں آکر نماز پڑھے تو اسے عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔" مدینہ منورہ کے یہ وہ مقامات ہیں جن کی زیارت مسنون ہے' باقی رہیں مساجد سبعہ' مسجد قبلتین اور دیگر وہ مقامات جن کی زیارت کے بارے میں بعض مصنفین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ تو یہ بالکل بے اصل ہے' ان کی زیارت کی کوئی دلیل نہیں اور ایک مرد مومن کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی اتباع کرے اور بدعت سے بچے۔ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

عورت حج کر رہی تھی کہ آٹھ ذوالحج کو نفاس شروع ہو گیا....

سوال عورت کا نفاس جب آٹھ ذوالحج کو شروع ہو اور وہ طواف و سعی کے سوا دیگر تمام ارکان حج کو پورا کرے اور وہ دس دن بعد دیکھے کہ وہ پاک ہو گئی ہے تو کیا وہ طہارت و غسل کے بعد باقی رکن یعنی طواف حج ادا کر سکتی ہے؟

جواب ہاں جب آٹھ ذوالحج کو نفاس شروع ہو تو عورت حج کر سکتی ہے عرفات و مزدلفہ میں لوگوں کے ساتھ وقوف کرے نیز رمی جمار' تقصیر اور قربانی وغیرہ کرے اور طواف و سعی کو مؤخر کر دے حتی کہ جب پاک ہو جائے خواہ دس دن بعد یا اس سے پہلے یا بعد' تو غسل کرے' نماز پڑھے' روزہ رکھے' طواف کرے اور سعی کرے' نفاس کی کم از کم کوئی حد مقرر نہیں ہے' لہٰذا وہ دس دن یا اس سے کم یا زیادہ دنوں میں بھی پاک ہو سکتی ہے ہاں البتہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ حد چالیس دن ہے' اگر چالیس دن پورے ہونے کے بعد بھی خون منقطع نہ ہو تو یہ اپنے آپ کو طاہر سمجھے اور غسل کر کے نماز روزہ شروع کر دے' چالیس دن کے بعد جاری رہنے والا خون صحیح قول کے مطابق نفاس کا خون نہیں بلکہ یہ فاسد خون ہے' اس کی موجودگی میں عورت نماز روزہ بھی ادا کر سکتی ہے اور وظیفہ زوجیت بھی' لیکن روئی وغیرہ استعمال کر کے خون سے بچنے کی کوشش کرے' ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے اور اگر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھ لے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو یہ وصیت فرمائی تھی۔

حائضہ عورت احرام کی دو رکعتیں کس طرح پڑھے نیز کیا وہ.....

سوال حائضہ عورت احرام کی دو رکعتیں کس طرح پڑھے؟ کیا عورت اس حالت میں سری طور پر قرآن مجید کی آیات پڑھ سکتی ہے؟

جواب (الف) حائضہ عورت احرام کی دو رکعتیں نہ پڑھے بلکہ وہ نماز کے بغیر ہی احرام باندھ لے' جمہور علماء کے نزدیک احرام کی یہ دو رکعتیں سنت ہیں' بعض اہل علم نے انہیں مستحب بھی قرار نہیں دیا کیونکہ ان کے بارے میں کوئی مخصوص چیز وارد نہیں ہے ہاں البتہ جمہور نے انہیں مستحب قرار دیا ہے کیونکہ بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا کہ اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور کہیں کہ عمرہ حج میں (داخل) ہے۔" وادی سے مراد وادی عقیق ہے اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور پھر احرام باندھا لہٰذا جمہور نے یہ مستحب قرار دیا ہے کہ احرام نماز کے بعد باندھا جائے خواہ نماز فرض ہو یا نفل' وضو کر کے دو رکعتیں پڑھ لی جائیں' حیض و نفاس والی عورتیں چونکہ اہل نماز میں

سے نہیں ہیں لہٰذا وہ نماز کے بغیر ہی احرام باندھ لیں گی' ان کے لئے ان دو رکعتوں کی قضا بھی نہیں ہے۔

(ب) صحیح قول کے مطابق حائضہ عورت کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ زبانی طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرے' دل میں تلاوت تو سب کے نزدیک جائز ہے۔ ہاں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ قرآن مجید کے الفاظ زبان سے بھی ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟ بعض اہل علم نے اسے حرام قرار دیا ہے اور احکام حیض و نفاس میں اس بات کو بھی شامل کیا ہے کہ ان حالتوں میں قرآن مجید کی تلاوت حرام ہے لہٰذا حیض و نفاس والی عورتیں غسل سے پہلے قرآن مجید کو ہاتھ لگائیں نہ اسے زبانی پڑھیں جب کہ بعض اہل علم کا یہ مذہب ہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں عورتیں قرآن مجید کو ہاتھ تو نہ لگائیں البتہ ان کے لئے زبانی پڑھنا جائز ہے کیونکہ اگر یہ زبانی بھی نہ پڑھیں تو طویل مدت تک یہ قرآن مجید سے محروم رہیں گی اور پھر یہ کہ ان کے بارے میں کوئی نص بھی تو وارد نہیں ہے جس سے ممانعت ثابت ہوتی ہو ہاں البتہ جنبی مرد و عورت کے لئے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے الا یہ کہ وہ غسل کر لیں یا عدم قدرت کی وجہ سے تیمم کر لیں' دلیل کے اعتبار سے یہی قول راجح ترین قول ہے۔

عورت طواف افاضہ کر رہی تھی کہ خون جاری ہو گیا اس نے.....

سوال ایک عورت نے حج کے لئے سفر شروع کیا اور سفر شروع کرنے کے پانچویں دن بعد ماہواری شروع ہو گئی' میقات پر پہنچنے کے بعد اس نے غسل کیا اور احرام باندھ لیا حالانکہ یہ ابھی تک اپنے ماہانہ معمول سے پاک نہ ہوئی تھی' مکہ مکرمہ پہنچ کر یہ حرم سے باہر رہی' حج و عمرہ کے شعائر میں سے کوئی بھی ادا نہ کیا' منیٰ میں دو دن رہنے کے بعد یہ پاک ہو گئی اس نے غسل کیا اور عمرہ کے تمام مناسک حالت طہارت میں ادا کئے اور پھر جب یہ حج کے بعد طواف افاضہ کر رہی تھی تو خون دوبارہ شروع ہو گیا مگر اس نے شرم و حیا کی وجہ سے بتایا نہیں اور اسی طرح مناسک حج ادا کر لئے اور اپنے ولی کو اپنے وطن واپس جا کر بتایا تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اگر صورت حال اسی طرح ہے جس طرح سائل نے بیان کی ہے تو مذکورہ عورت پر یہ لازم ہے کہ وہ واپس مکہ مکرمہ جائے اور حج کے طواف کی نیت سے' اس طواف کی بجائے جس میں حیض شروع ہو گیا تھا' بیت اللہ شریف کا طواف کرے' طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے یا حرم میں جہاں بھی ممکن ہو دو رکعتیں پڑھے' اس سے حج مکمل ہو جائے گا۔

اگر حج کے بعد اس کے شوہر نے اس سے مجامعت کی ہے تو پھر اسے ایک جانور ذبح کر کے مکہ مکرمہ میں فقیروں کو کھلانا ہو گا کیونکہ محرمہ عورت سے اس کا شوہر طواف افاضہ عید کے دن رمی جمار اور بالوں کے کاٹنے کے بعد ہی وظیفہ زوجیت ادا کر سکتا ہے۔

اگر اس عورت کا حج تمتع تھا اور اس نے پہلے صفا و مروہ کی سعی نہیں کی تو اسے سعی بھی کرنا ہو گی اور اگر حج قران یا مفرد تھا اور اس نے طواف قدوم کے ساتھ سعی کر لی تو دوبارہ سعی لازم نہ ہو گی۔

اس عورت کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ بھی کرنی چاہئے کہ اس نے حیض کی حالت میں طواف جاری رکھا اور طواف سے پہلے ہی مکہ سے روانہ ہو گئی اور پھر اس طویل مدت تک اس طواف کو مؤخر کیا' ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کی توبہ قبول فرمائے!

حیض و نفاس والی عورت کا وداع کیسے ہو گا

سوال حیض و نفاس والی عورت کس طرح طواف وداع کرے؟

جواب حیض و نفاس والی عورت کے لئے وداع نہیں ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کا آخری وقت بیت اللہ میں گزرے ہاں البتہ حائضہ عورت سے تخفیف کر دی گئی ہے (متفق علیہ)۔ اہل علم کے نزدیک نفاس والی عورت کے لئے بھی وہی حکم ہے' جو حائضہ کے لئے ہے۔
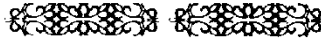
بیوع

سامان اپنی جگہ سے منتقل نہ کیا گیا ہو تو اس کی خرید و فروخت کا حکم

سوال سامان کی خرید و فروخت کے طریقہ سے بیع المداینہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جب کہ سامان اپنی جگہ پر ہی موجود ہوتا ہے اور آج کل بعض لوگ اس طرح کاروبار کر رہے ہیں۔

جواب مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی سامان کو نقد یا ادھار بیچے الاّ یہ کہ اس کا مالک ہو اور اس سامان کو اپنے قبضہ میں لے چکا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اسے نہ بیچو۔" اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "سلف اور بیع (سلف کا معنی ہے "قرض"۔ آپ نے فرمایا قرض اور بیع حلال نہیں۔ یعنی ایسی بیع حلال نہیں جس میں قرض کی شرط ہو: کوئی شخص یہ کہے کہ میں یہ کپڑا تیرے ہاتھ دس روپے میں فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ تو مجھے دس روپے قرض دے۔ ایسی شرط قائم کرنا باطل ہے) حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ وہ چیز بیچو جو تمہارے پاس ہی نہ ہو۔" (رواہ الخمسة باسناد صحیح) ان دونوں احادیث کے پیش نظر خریدنے والے کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ سامان کو اپنے قبضہ میں لئے بغیر بیچے۔

امام احمد' ابوداؤد' ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام ابوداؤد نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ سامان کو اسی جگہ بیچا جائے جہاں اسے خریدا گیا تھا حتی کہ تجار سامان کو اپنے مقامات پر منتقل نہ کر لیں۔

صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھانے پینے کی چیزیں خریدتے تھے تو انہیں اس بات پر مارا جاتا تھا کہ وہ اپنے مقامات تک سامان کو منتقل کئے بغیر فروخت کریں۔

اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں!

نقد و ادھار اور قسطوں میں قیمت میں اضافہ کا حکم

سوال نقد بیع اور ادھار و قسطوں کی بیع کی صورت میں قیمت میں اضافہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب بیع جب معلوم مدت تک ہو تو جائز ہے جب کہ بیع ان شروط پر مشتمل ہو جو شرعاً معتبر ہیں' اسی طرح قسطوں کی صورت میں رقم ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جب کہ قسطیں معروف ہوں اور مدت معلوم ہو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَٱكْتُبُوهُ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۸۲)

"مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو۔"

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی چیز کی بیع کرنا چاہے تو وہ معلوم ناپ' معلوم وزن اور معلوم مدت تک کے لئے کرے' اسی طرح صحیحین میں بریرہ رضی اللہ عنہا کا قصہ موجود ہے کہ اس نے اپنے مالک سے اپنے نفس کو نو اوقیہ چاندی کے بدلے خریدا کہ ہر سال وہ ایک اوقیہ ادا کرے گی' یہی بیع بالاقساط ہے' نبی کریم ﷺ نے اس بیع کا انکار نہیں فرمایا بلکہ اسے برقرار رکھا اور اس سے منع بھی نہیں فرمایا اور اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ ادھار کی صورت میں نقد والی قیمت ہی ہو یا مدت زیادہ ہونے کی وجہ سے قیمت بھی زیادہ ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔

کیا ایک بکری کی ادھار کی صورت میں دو بکریوں سے بیع جائز ہے

سوال کیا ایک بکری کی اس طرح بیع جائز ہے کہ مثلاً بیس سال یا اس سے زیادہ مدت بعد دو یا تین بکریاں دی جائیں؟

جواب علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق معین اور حاضر حیوان کی بیع ایک یا ایک سے زیادہ حیوانوں کے ساتھ جائز ہے جب کہ مدت معلوم ہو اور مدت خواہ قریب ہو یا بعید اور خواہ متبادل حیوانوں کو قسطوں کی صورت میں ادا کیا جائے جب کہ بطور ثمن ادا کئے جانے والے جانور اپنی صفات کے ساتھ ممتاز ہوں.... خواہ جانور فروخت شدہ جانور کی جنس سے ہو یا کسی اور جنس سے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے ایک اونٹ خریدا کہ جب آپ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئیں گے تو آپ دو ادا کریں گے۔" (حاکم و بیہقی --- اس حدیث کی سند کے رجال ثقہ ہیں)

بینکوں کے سودی معاملات کو حلال سمجھنے والوں کی تردید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَمَنِ اهْتَدٰى بِهُدَاهُ ـ أَمَّا بَعْدُ:

میں نے وہ مقالہ دیکھا ہے جسے ڈاکٹر ابراہیم بن عبداللہ ناصر نے "بینکوں کے بارے میں اسلامی شریعت کا موقف" کے زیر عنوان لکھا ہے اس مقالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ انہوں نے پیچیدہ اسلوب' کمزور دلائل اور باطل شبہات کے ساتھ اس سود کو حلال قرار دینے کی کوشش کی ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے لہٰذا مجھ پر یہ واجب ہے کہ میں یہ واضح کر دوں کہ اس مقالہ کے مندرجات باطل ہیں اور کتاب و سنت اور علماء امت کے اس اجماع کے خلاف ہیں کہ جس کی رو سے سودی معاملات حرام ہیں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ان شبہات کو دور کر دوں جنہیں اس مقالہ نگار نے پیش کیا ہے اور ربا الفضل اور ربا النسیئہ کو حلال قرار دینے کے لئے اس نے جن دلائل کا سہارا لیا ہے' وہ سب باطل ہیں۔ مقالہ نگار کا خیال ہے کہ سود کی صرف ایک ہی صورت حرام ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو ربا الجاھلیة کے نام سے مشہور ہے اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب قرض ادا کرنے کا وقت آتا ہے تو قرض دینے والا تنگ دست مقروض سے یہ کہتا ہے کہ نہیں یا تو میرا قرض ادا کرنا پڑے گا یا اس پر سود دینا پڑے گا۔ ڈاکٹر ابراہیم کے نزدیک سود کی صورتوں میں سے صرف یہ ایک صورت حرام ہے اور اس کے سوا باقی سب صورتیں حلال ہیں جیسا کہ ان کے مقالہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے' میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو شافی انداز سے بیان کروں گا تاکہ حق واضح اور باطل نابود ہو جائے گا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان' ولاحول ولاقوۃ الاباللہ!

اولاً : ابراہیم نے اپنے مقالہ کے آغاز ہی میں یہ لکھا ہے کہ "بات یہ ہے کہ اقتصادی قوت کے بغیر اسلامی قوت، حاصل نہیں ہو سکتی اور بینکوں کے بغیر اقتصادی قوت حاصل نہیں ہو سکتی اور بینک سود کے بغیر نہیں چل سکتے۔"

جواب اس بات میں سے پہلے مقدمہ کو تسلیم کیا جا سکتا ہے کیونکہ ہر جگہ بسنے والے مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقوں کے مطابق اپنی اسلامی اقتصادیات کی طرف توجہ مبذول کریں تاکہ ان کے لئے ان امور کو ادا کرنا ممکن ہو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے واجب قرار دیئے ہیں اور ان امور کو وہ ترک کر سکیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حرام قرار دیئے ہیں' اقتصادی استحکام ہی سے ان کے لئے دشمن کے مقابلہ کی تیاری اور اس کی پر فریب اور خطرناک چالوں سے بچنا ممکن ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ ﴾ (المائدۃ٥/ ٢)

"اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَوْفُوا۟ بِٱلْعُقُودِ ۚ ﴾ (المائدۃ٥/ ١)

"اے ایمان والو! اپنے اقراروں (عہد وپیمان) کو پورا کرو۔"

مزید فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَٱكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ فَإِن كَانَ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُۥ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَٱسْتَشْهِدُوا۟ شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَٱمْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ ٱلشُّهَدَآءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَىٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَىٰهُمَا ٱلْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ ٱلشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوا۟ ۚ وَلَا تَسْـَٔمُوٓا۟ أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ ٱللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَٰدَةِ وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوٓا۟ ۖ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوٓا۟ إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ ﴾ (البقرۃ٢/ ٢٨٢)

"اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والے کو چاہیئے کہ (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) تمہارا آپس کا معاملہ انصاف سے لکھے اور لکھنے سے انکار بھی نہ کرے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا ہے پس اسے بھی لکھ دینا چاہیئے اور جس کے ذمہ حق ہو وہ (یعنی مقروض) لکھوائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور حق میں سے کچھ کم نہ کرے (یعنی اس کے ذمہ جو قرض ہے وہ پورا لکھوائے' کم نہ لکھوائے.....) ہاں اگر سودا دست بدست ہو جو تم آپس میں لیتے دیتے ہو' تو اگر (ایسے معاملے کی) دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جب خرید و فرخت کیا کرو تو بھی گواہ بنالیا کرو اور کاتب دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح نقصان نہ کریں۔"

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن

تَرَاضٍ مِّنكُمْ﴾ (النساء٤/ ٢٩)
"مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے۔)"

اور فرمایا:

﴿وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ﴾ (الأنفال٨/ ٦٠)
"اور جہاں تک ہو سکے ان کے (مقابلے) کے لئے مستعد رہو۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ ان امور میں آپس میں تعاون کریں' جو دین و دنیا کے اعتبار سے ان کے لئے منفعت بخش ہوں' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ وہ نیکی و تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں تعاون نہ کریں' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عہدوپیمان کے پورا کرنے کا بھی حکم دیا ہے' شرعی طریقے سے ثابت حقوق کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے' باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھانے سے منع کیا ہے دشمن کے مقابلہ کے لئے مقدور بھر تیاری کا حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ کے ان احکام پر عمل پیرا ہونے سے ہی مسلمانوں کی معاشی حالت درست ہو گی' ان کے مال و دولت ثمرآور ہوں گے' منافع حاصل ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے یہ ممکن ہو گا کہ وہ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو ایسے طریقوں سے پورا کر سکیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بہت سی آیات میں کذب' خیانت' جھوٹی گواہی دینے' سچی گواہی چھپانے' باطل طریقے سے دوسروں کے مال کھانے اور انہیں حکام کی خدمت میں پیش کرنے سے منع کیا ہے تاکہ وہ حق کی بجائے ظالمانہ فیصلہ نہ کریں خصوصاً اللہ تعالیٰ نے امانت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور امانت کے ادا کرنے کے بارے میں حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ ٱلْأَمَٰنَٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا﴾ (النساء٤/ ٥٨)
"تحقیق اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو۔"

اور فرمایا:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا ٱلْأَمَانَةَ عَلَى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا﴾ (الأحزاب٣٣/ ٧٢)

"ہم نے (بار) امانت کو آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔"

اللہ تعالیٰ نے امانت میں خیانت کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَخُونُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓاْ أَمَٰنَٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (الأنفال٨/ ٢٧)
"اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور اس کے رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی سورۃ "المومنون" اور سورۃ "المعارج" میں تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ امانتوں اور وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِأَمَٰنَٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ ﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۸)

"اور جو امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔"

جب مسلمان اس تعلیم و ارشاد کو اپنا لیں گے' آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تلقین کریں گے اور اسے صدق دل سے قبول کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے حالات کی اصلاح فرما دے گا' ان کے اعمال اور ان کے مال و دولت میں برکت فرمائے گا' انہیں ان کے مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار کرے گا اور انہیں دشمنوں کے مکروفریب اور ان کی چالوں سے محفوظ رکھے گا' چنانچہ ان باتوں کی اللہ تعالیٰ نے حسب ذیل ارشادات میں تلقین فرمائی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴾ (التوبة۹/ ۱۱۹)

"اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔"

اور فرمایا:

﴿ ۞ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ بِٱلْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ أَوِ ٱلْوَٰلِدَيْنِ وَٱلْأَقْرَبِينَ ۚ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَٱللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓا۟ أَوْ تُعْرِضُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴾ (النساء٤/ ۱۳۵)

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی دو خواہ (اس میں) تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو' اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ ان کا خیر خواہ ہے پس تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم نے کج بیانی کی یا پہلوتہی کی تو (جان رکھو) اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُونُوا۟ قَوَّٰمِينَ لِلَّهِ شُهَدَآءَ بِٱلْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـَٔانُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ (المائدة٥/ ۸)

"اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو' انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو' یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔"

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَأَعِدُّوا۟ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ ﴾ (الأنفال۸/ ٦۰)

"اور جہاں تک ہو سکے ان کے (مقابلے) کے لئے مستعد رہو۔"

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ ﴾ (النساء٤/ ۷۱)

"اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان (ہتھیار) لے لیا کرو۔"

اس مضمون کی آیات بے شمار ہیں' یہ بات تو تھی ڈاکٹر ابراہیم کے پہلے مقدمہ کے بارے میں اور باقی رہا ان کا دوسرا

اور تیسرا مقدمہ اور یہ کہ "بینکوں کے بغیر اقتصادی قوت حاصل نہیں ہو سکتی اور بینک سود کے بغیر نہیں چل سکتے۔" تو یہ دونوں مقدمے باطل ہیں وہ شرعی دلائل جو ہم نے قبل ازیں بیان کئے ہیں نیز نبی ﷺ کے عہد سے لے کر بینکوں کے وجود میں آنے تک کا مسلمانوں کا عمل ان دونوں مقدموں کے باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے' چنانچہ گزشتہ صدیوں میں جن کی تعداد تیرہ سے بھی زیادہ ہے مسلمانوں کی اقتصادیات بینکوں کے وجود اور سودی کاروبار کے بغیر ہی مستحکم تھی' ان کی ثروت و دولت بار آور تھی' معاملات درست تھے' انہوں نے شرعی احکام کی پابندی کر کے بہت سے منافع حاصل کئے اور بے حدوحساب مال کمائے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرمائی' انہوں نے دنیا کے اکثروبیشتر علاقے پر حکومت کی' بندگان الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق حکمرانی کی کہ اس دور میں بینکوں کا وجود تھا نہ سودی معاملات بلکہ مقالہ نگار جناب ابراہیم کی رائے کے برعکس بینکوں کا یہ سودی نظام مسلمانوں میں تفریق کا سبب بنا ہے' اس سے ان کی اقتصادیات تباہ ہو گئی ہے' آپس میں حسد بغض پیدا ہو گیا نیز اتفاق و اتحاد ختم ہو گیا ہے کیونکہ سودی معاملات کا نتیجہ حسد و بغض' عداوت' برکت سے محرومی اور سزاؤں کے اترنے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۷۶)

"اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقے (خیرات) کو بڑھاتا ہے۔"

کیونکہ سود کے سبب قرض کی رقم میں جو دوگنا چوگنا اضافہ ہو جاتا ہے وہ حسد و بغض اور دشمنی کا سبب بنتا ہے اور پھر اس کے سبب بزدلی و کم ہمتی پیدا ہوتی ہے محنتوں اور مفید منصوبوں میں کمی آ جاتی ہے کیونکہ سرمایہ دار کام کاج کرنے' مفید منصوبوں اور صنعت و زراعت میں سرمایہ لگانے کی بجائے' سود کے ذریعے اپنے سرمایہ کو بڑھانا چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے کئی قسم کے معاملات کو جائز قرار دیا ہے جن کے ذریعے وہ منافع بھی کما سکتے ہیں اور اپنی دولت کو بڑھا بھی سکتے ہیں' معاشرہ کے لئے منفعت بخش کاموں میں تعاون کر سکتے ہیں اور بے روزگار لوگوں کو روزگار بھی فراہم کر سکتے ہیں اور سود' گمراہی اور مختلف قسم کی ناپاک کمائی سے بھی بچ سکتے ہیں' چنانچہ ان معاملات میں سے مضاربت اور شراکت کی وہ صورتیں ہیں جو معاشرہ کے لئے مفید ہیں نیز مضاربت و مشارکت کی بنیاد پر قائم کی جانے والی وہ فیکٹریاں ہیں جو لوگوں کی ضرورت کے لئے اسلحہ' لباس' برتن اور کارپٹ (قالین) وغیرہ تیار کرتی ہیں۔ اسی طرح زراعت کی کئی قسمیں ہیں' جن کو بروئے کار لا کر زمین سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے' اس سے معاشرہ کے فقراء وغیرہ کو بھی فائدہ پہنچتا ہے' اس سے ہر وہ شخص جس میں ادنیٰ سی بھی بصیرت ہو یہ جان سکتا ہے کہ سودی بینک مستحکم اقتصادیات اور مصالح عامہ کے خلاف ہیں۔ آج ہمیں جو تباہی و بربادی' سستی و نامرادی' برکت سے محرومی' دشمنوں کا غلبہ و تسلط' مختلف قسم کی سزائیں' بھیانک اور خوفناک نتائج نظر آ رہے ہیں' ان کا ایک بڑا سبب سود بھی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ان خرابیوں سے محفوظ رکھے اور انہیں بصیرت اور حق پر استقامت عطا فرمائے۔

ثانیاً: ڈاکٹر ابراہیم نے لکھا ہے کہ "ہماری معاشیات میں بینکنگ سسٹم کی وہ اہمیت ہے جو انسانی جسم میں دل کی اہمیت ہے۔"

جواب نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ کہنا یوں چاہئے کہ بینکنگ کا یہ سسٹم ہمیں سود کی طرف دھکیلتا چلا جا رہا ہے حالانکہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ ادوار میں خصوصاً مسلمانوں کے سنہری دور میں بینکوں اور سودی کاروبار کے بغیر بھی ہماری معاشی حالت بہت مضبوط و مستحکم اور سود سے پاک تھی جیسا کہ قبل ازیں اشارہ کیا گیا ہے' اس دور میں اللہ

تعالیٰ نے اپنے دین کی مدد فرمائی' مسلمانوں کے کلمہ کو سربلندی عطا کی' آسمان سے ان کے لئے رحمتوں کا نزول ہوا اور زمین نے ان کے لئے بے حدوحساب رزق اگایا جو ان کی ضرورتوں کے لئے کافی تھا' جس نے انہیں دوسروں سے بے نیاز کر دیا' اور اسی طرح دشمن کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہوا اور پھر حرام کی بجائے یہ رزق حلال ہی ان کی حاجتوں اور ضرورتوں کے لئے کافی شافی تھا' جو شخص بھی نبی ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر سودی بینکوں کے وجود میں آنے تک کی اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرے گا وہ مذکورہ بالا حقائق کو یقینی طور پر معلوم کر لے گا اور یہ بھی جان لے گا کہ آج مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جو اقتصادی حالت ابتر ہے اور خیروبرکت سے محروم ہیں تو اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے منحرف ہو گئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو واجب قرار دیا تھا' اسے ادا نہیں کر رہے اور باہمی معاملات کے بارے میں اس اسلوب کو اختیار نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے' تو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مخالف اعمال کے سبب یہ آلام و مصائب میں گھرے ہوئے اور طرح طرح کی تباہیوں اور بربادیوں سے دوچار ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِيكُمۡ وَيَعۡفُواْ عَن كَثِيرٖ ﴾ (الشوریٰ ٤٢/ ٣٠)

"اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے' سو تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَوۡ أَنَّ أَهۡلَ ٱلۡقُرَىٰٓ ءَامَنُواْ وَٱتَّقَوۡاْ لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِم بَرَكَٰتٖ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ وَلَٰكِن كَذَّبُواْ فَأَخَذۡنَٰهُم بِمَا كَانُواْ يَكۡسِبُونَ ﴾ (الأعراف ٧/ ٩٦)

"اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیز گار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات (کے دروازے) کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی' سو ان کے اعمال کی سزا میں ہم نے ان کو پکڑ لیا۔" نیز فرمایا:

﴿ وَلَوۡ أَنَّ أَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ ءَامَنُواْ وَٱتَّقَوۡاْ لَكَفَّرۡنَا عَنۡهُمۡ سَيِّـَٔاتِهِمۡ وَلَأَدۡخَلۡنَٰهُمۡ جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوۡ أَنَّهُمۡ أَقَامُواْ ٱلتَّوۡرَىٰةَ وَٱلۡإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِم مِّن رَّبِّهِمۡ لَأَكَلُواْ مِن فَوۡقِهِمۡ وَمِن تَحۡتِ أَرۡجُلِهِمۚ مِّنۡهُمۡ ﴾ (المائدة٥/ ٦٥-٦٦)

"اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم ان سے ان کے گناہ محو کر دیتے اور ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئیں ان کو قائم رکھتے (تو ان پر رزق بارش کی طرح برستا) البتہ وہ اپنے اوپر (آسمان) سے اور نیچے (زمین) سے کھاتے۔"

مزید فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا ﴿٢﴾ وَيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُۚ وَمَن يَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسۡبُهُۥٓۚ ﴾

(الطلاق٦٥/ ٢-٣)

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا' وہ اس کے لئے (رنج و محن سے) خلاصی کی صورت پیدا کرے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو گا اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے

گا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مِنْ أَمْرِهِۦ يُسْرًا ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٤)

"اور جو اللہ سے ڈرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔"

ثالثاً: ابراہیم نے اپنے مقالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ "اس سوال کا ہمیں اب تک جواب نہیں ملا کہ فائدہ کے لئے اقتصادی سرگرمیوں کو فقہاء اسلام کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ اگر فائدہ کے لئے قرض دیا جائے تو وہ ان کی نظر میں کیوں حرام ہے..... "الخ۔

جواب یہاں سے لے کر انہوں نے اپنے مقالہ کے آخر تک جو ذکر کیا ہے اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمام فقہاء علماء اسلام نے سود کا جائزہ لیا اور اسے حرام قرار دیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے سود کی حرمت ثابت ہے' رسول اللہ ﷺ کی یہ احادیث مستفیض (مشہور) ہیں' ان میں کوئی ابہام بھی نہیں اور یہ قطعی طور پر صراحت کے ساتھ دلالت کناں ہیں کہ مال کے اسی جنس کے ساتھ اضافہ کی صورت میں خواہ یہ اضافہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو' صریحاً سود ہے جو حرام ہے لیکن مقالہ نگار نے --- اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے اور رشد و بھلائی سے نوازے----- ان تمام احادیث سے اعراض کیا ہے' ان کی طرف قطعاً التفات نہیں کیا اور قرآن کریم میں وارد مجمل ربا کے بارے میں بات کی ہے اور پورا زور صرف کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سود کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ جب تنگ دست مقروض اپنے قرض کے ادا کرنے سے عاجز و قاصر ہو تو قرض دینے والے سے معین فائدہ کی شرط کی بنیاد پر مزید مہلت لے لے' یہ ان کی تحقیق کا خلاصہ ہے اور اس کے علاوہ سود کی دیگر تمام صورتوں کو اس بنیاد پر حلال قرار دینے کی کوشش کی ہے کہ ان کے خیال میں لوگوں کو ان تمام صورتوں میں لین دین کرنے کی ضرورت ہے اور بندوں کی مصلحتیں ان سودی معاملات کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو سکتیں جن پر بینکنگ کے نظام کا انحصار ہے۔ مقالہ نگار نے اپنے مؤقف کی تائید میں موفق ابن قدامہ' شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کے مجمل کلام کے بعض حوالوں سے بھی استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ شرع شریف ان مصلحتوں سے منع نہیں کرتی جو کسی کو نقصان پہنچائے بغیر مسلمانوں کے لئے منفعت بخش ہوں بشرطیکہ وہ شریعت مطہرہ کے نصوص کے خلاف نہ ہوں۔ ان ائمہ کرام کا یہ کلام مقالہ نگار کے موقف کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ ان ائمہ کرام اور دیگر حضرات نے اس انداز سے جن مصالح کی بابت بات کی ہے تو اس سے مراد وہ مصالح ہیں' جن کی شریعت میں ممانعت نہ ہو یعنی یہ بات ایسے اجتہادی مسائل کے بارے میں ہے جن کے متعلق کوئی ایسی نص نہ ہو جس سے حکم شریعت کی وضاحت ملتی ہو لیکن اس مسئلہ کے بارے میں یہ صورت حال نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سود کی دونوں صورتیں ربا الفضل اور ربا النسیئہ حرام ہیں۔ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ ربا الفضل کی حرمت' تحریم و سائل کے باب سے ہے کیونکہ کوئی عقل مند بھی کسی چیز کو اسی کی جنس کے ساتھ دست بدست اضافہ کی صورت میں نہیں بیچتا کیونکہ اضافہ تو صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ معاوضہ میں دی جانے والی چیز کو تاخیر سے ادا کیا جائے یا دونوں میں سے ایک دوسری سے زیادہ قیمتی ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب ردی کھجور کے دو صاع کو نفیس کھجور کے ایک صاع کے بدلہ میں بیچا اور نبی کریم ﷺ کو بتایا تو آپؐ نے فرمایا "اوہ! یہ تو خالص سود ہے' یہ تو خالص سود ہے اس طرح نہ کرو۔" (متفق علیہ) اور صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا "سونے کو سونے کے ساتھ نہ بیچو الاّ یہ کہ وہ برابر برابر ہو اور بعض کو بعض سے کم یا زیادہ نہ کرو اور غائب کو حاضر کے ساتھ نہ بیچو۔"

صحیح مسلم میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "سونا سونے کے بدلے' چاندی چاندی کے بدلے' گندم گندم کے بدلے' جو جو کے بدلے کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے جب کہ یہ اشیاء ایک جیسی ہوں' برابر برابر ہوں اور دست بدست ہوں اور اگر اصناف مختلف ہوں تو پھر جس طرح چاہو بیچو جب کہ وہ دست بدست ہوں۔" اس مضمون کی بہت سی احادیث صحیحین اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔

حدیث اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ میں نبی ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ "سود صرف ادھار ہی میں ہے۔" تو اہل علم کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ سود کی اکثر و بیشتر صورتوں کا تعلق ادھار سے ہے' اس سے آنحضرت ﷺ کی یہ مراد نہیں ہے کہ سود کی تمام صورتوں کا تعلق ادھار ہی سے ہے جیسا کہ مذکورہ دونوں احادیث اور ان کی ہم معنی دیگر صحیح حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سودی معاملات کا تعلق ربا الفضل سے بھی ہے اور ربا النسیئۃ سے بھی۔ جو شخص بینک کے سودی کھاتوں میں رقم جمع کراتا ہے وہ اور بینکر دونوں معاملوں یعنی ادھار اور سود کو یکجا کر دیتے ہیں اور اس طرح گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

سود ادا کرنے والا کبھی محتاج بھی ہوتا ہے تو صرف اس کی محتاجی ہی سود کی حرمت کی موجب نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے حرام ہے کہ اس عقد میں سود بھی ہے اور تنگدست پر ظلم بھی کہ اسے ظلم سے سود ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے جب کہ وہ اصل رقم کے ادا کرنے سے بھی عاجز و قاصر ہوتا ہے' یہی وجہ ہے کہ اس معاملہ کی حرمت اور گناہ میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ واجب تو یہ تھا کہ تنگدست کو مہلت دی جاتی اور اسے اس سود پر مجبور نہ کیا جاتا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ قرض لینے اور دینے والے کے سودی معاملے کے نفع میں شریک ہونے سے سودی معاملہ حرام کی بجائے حلال نہیں ہو جاتا اور نہ اس سے یہ معاملہ شرعی بن جاتا ہے کہ اس میں سود جائز ہو کیونکہ شارع حکیم نے اس کی طرف التفات نہیں کیا بلکہ سود کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث سے ثابت ہوتا ہے' جن میں سے کچھ قبل ازیں بیان کی جا چکی ہیں۔ اگر سود پر رقم حاصل کرنے والے کے فائدہ اٹھانے سے سود حلال ہوتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے قرآن کریم میں بیان فرما دیتا یا اسے اپنے رسول امین علیہ من ربہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی زبانی بیان فرما دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ تِبْيَـٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴾ (النحل ١٦/ ٨٩)

"اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا (مفصل) بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت' رحمت اور بشارت ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا' اس پر یہ فرض تھا کہ اپنے علم کے مطابق اپنی امت کی خیر کی طرف رہنمائی کرے اور اپنے علم کے مطابق اپنی امت کو شر سے ڈرائے۔" اور ہمارے نبی کریم ﷺ تو تمام رسولوں سے افضل' بلاغ کے اعتبار سے اکمل اور بیان کے اعتبار سے سب سے بڑھ کر تھے' اگر معین فائدہ کے ساتھ معاملہ جائز ہوتا یعنی اگر قرض لینے والے کے فائدہ کی صورت میں سود جائز ہوتا تو اسے نبی کریم ﷺ امت کے لئے بیان فرما دیتے اور اس کے حکم کو واضح فرما دیتے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صریح احادیث میں اس کی حرمت بیان فرمائی' اس سے بچنے کی تلقین کی اور اس کے

ارتکاب پر وعید سنائی ہے اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ سنت صحیحہ قرآن کریم کی تفسیر اور اس کے مخفی مقامات کی تشریح و توضیح ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ النحل میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (النحل ١٦/ ٤٤)

"اور ہم نے آپ پر ذکر اور نصیحت (قرآن) نازل کیا تاکہ آپ لوگوں پر ان تعلیمات کو واضح کر دیں جو ان کی جانب نازل کی گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (النحل ١٦/ ٦٤)

"اور ہم نے آپ پر کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ آپ' لوگوں پر ان چیزوں کو کھول کر (واضح) بیان کر دیں جن میں ان کو اختلاف ہے اور یہ کتاب مومنوں کے لئے سامان ہدایت اور باعث رحمت ہے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ڈاکٹر ابراہیم نے شیخ رشید رضا کے حوالے سے جو یہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے سیونگ بینک کے سود کو جائز قرار دیا ہے تو یہ ان کی غلطی ہے اور اس مسئلہ میں ان کے اس غلط مؤقف کو قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ دلیل ان کے اور ہر اس شخص کے خلاف ہے جو اپنی رائے اور اجتہاد سے نصوص کی مخالفت کرتا ہے اور اصول میں یہ بات طے شدہ ہے کہ نصوص موجود ہوں تو ان کے مقابلہ میں کسی کی رائے اور کسی کے اجتہاد کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ رائے اور اجتہاد سے تو ان مسائل میں کام لیا جاتا ہے جن کے بارے میں کوئی نص موجود نہ ہو' تو اس صورت میں جس کا اجتہاد صحیح ہو گا اسے دوگنا ثواب ملتا ہے اور جس کا اجتہاد غلط ہو اسے بھی ایک ثواب ملتا ہے بشرطیکہ وہ اجتہاد کا اہل ہو اور طلب حق کے لئے وہ اپنی پوری استعداد اور صلاحیت سے کام لے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جب کوئی حاکم فیصلہ کرے' اجتہاد سے کام لے اور اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اسے دوگنا اجر ملے گا اور جب وہ فیصلہ کرے' اجتہاد سے کام لے اور اس کا اجتہاد غلط ہو تو اسے ایک اجر ملے گا۔" (متفق علیہ' بروایت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے) اور وہ مسائل جن کے بارے میں قرآن کریم یا سنت رسول ﷺ میں نص موجود ہو تو اس نص کی مخالفت میں کسی کے لئے اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے' بلکہ واجب یہ ہے کہ اس نص کو مضبوطی سے تھام لیا جائے اور اس کے تقاضا کے مطابق عمل کیا جائے' چنانچہ اس اصول پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ

رابعاً: ڈاکٹر ابراہیم نے اپنے مقالہ کے آخر میں لکھا ہے کہ "خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اس سود جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حرام قرار دیا ہے اور بینکوں کے معاملات کے درمیان اس واضح مقارنہ" سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بینکوں کے معاملات ان سودی اعمال سے قطعاً مختلف ہیں جن سے قرآن کریم نے منع کیا ہے کیونکہ یہ جدید معاملات ہیں اور یہ ان نصوص قطعیہ کے حکم کے تابع نہیں ہیں جن کا حرمت سود کے سلسلہ میں قرآن کریم میں ذکر آیا ہے لہٰذا بینکوں کے امور اور معاملات کا جائزہ بندگان الٰہی کی مصلحتوں اور ان کی شرعی ضرورتوں کے حوالہ سے لیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مقاصد کی خاطر بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ یہ غیر موجود چیز کی بیع یعنی ایک ایسی چیز کی بیع ہوتی ہے جو بائع کے پاس موجود ہی نہیں ہوتی۔ اصل میں تو رسول اللہ ﷺ نے اس بیع سے منع فرمایا ہے لیکن علماء کا اجماع ہے کہ لوگوں کی

ضرورت کی وجہ سے بیع سلم کو جائز قرار دیا گیا ہے' اسی طرح بیع سلم اور اس طرح کی کئی مثالوں کی وجہ سے علماء نے نصوص شریعت کے مقابلہ میں لوگوں کی ان حاجتوں اور ضرورتوں کی وجہ سے کئی امور کو جائز قرار دیا ہے' جن کی وجہ سے معیشت کے سلسلہ میں لوگوں کی مصلحتیں پوری ہی نہ ہو سکتی ہوں۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ بینکوں کے معاملات ان سودی معاملات سے قطعاً مختلف نہیں ہیں جن کی حرمت نص سے ثابت ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کو تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے اور آپ کو ایسے احکام دیئے جو آپؐ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام جنوں اور انسانوں کے لئے ہیں لہٰذا واجب یہ ہے کہ جدید معاملات کو بھی وہی حکم دیا جائے جو قدیم معاملات کا حکم تھا جب کہ دونوں کے معنی ایک ہوں' باقی رہا صورتوں اور الفاظ کا اختلاف تو اس کی کوئی قیمت نہیں کیونکہ اعتبار معانی اور مقاصد کا ہے اور سبھی جانتے ہیں کہ آج کل کے ان متاخرین کے بھی سودی معاملات سے وہی مقاصد ہیں جو اولین کے مقاصد تھے اگرچہ صورتیں متنوع اور الفاظ مختلف ہیں لہٰذا الفاظ اور صورتوں کے اختلاف کی وجہ سے قدیم و جدید سودی معاملات میں فرق کرنا باطل ہے کیونکہ ان سب صورتوں کے معانی و مقاصد ایک ہی ہیں' جن لوگوں نے حنین کے دن یہ کہا کہ "یا رسول اللہ! جیسے ان مشرکین کے لئے ذات انواط ہے' آپ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے؟" تو آپ نے ان لوگوں کی اس بات کو بنی اسرائیل کی اس بات کے مشابہہ قرار دیا جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی کہ "ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں [1] تو اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے اختلاف الفاظ کو کوئی اہمیت نہ دی کیونکہ معنی ایک ہی تھے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سزا دی کہ انہوں نے جمعہ کے دن جال لگا دیا تاکہ اس شکار کو حاصل کریں جسے ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام قرار دے دیا گیا تھا' اس حیلہ کی وجہ سے انہیں معذور بھی نہ گردانا حالانکہ انہوں نے جال سے شکار اتوار کے روز کیا تھا کیونکہ وسیلہ اگرچہ مختلف تھا لیکن معنی ایک ہی تھا' نصوص شرعیہ سے اس طرح کی ہمیں بہت سی مثالیں ملتی ہیں' صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم ان امور کا ارتکاب نہ کرو' جن کا ارتکاب یہودیوں نے کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو ادنیٰ حیلوں کے ساتھ حلال سمجھنے لگ جاؤ۔"

اسے بیع سلم کے ساتھ تشبیہ دینا محض ایک مغالطہ اور ایک ایسی چیز کا ذکر کرنا ہے جو بے فائدہ ہے کیونکہ بیع سلم کا

---

[1] یہ حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ ہم جنگ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام حنین کی طرف جا رہے تھے اور ہمارا زمانہ، کفر ابھی نیا نیا گزرا تھا' راستے میں ایک جگہ بیری کا درخت آیا جس کو ذات انواط کہا جاتا تھا' مشرکین اس درخت کے پاس بیٹھنا باعث برکت خیال کرتے تھے اور اپنے ہتھیار بھی برکت کے لئے اس درخت پر لٹکایا کرتے تھے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چلتے چلتے ہم ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے تو ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ جیسے ان مشرکین کے لئے ذات انواط ہے' آپؐ ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے' رسول اللہ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا تم بالکل وہی بات کہہ رہے ہو جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود بنا دے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی اگلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور اسے صحیح قرار دیا ہے' علاوہ ازیں اسے امام احمد' ابو یعلیٰ' ابن ابی شیبہ' نسائی' ابن المنذر' ابن ابی حاتم اور کئی دیگر محدثین کرام رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (مترجم)

جواز تو اس شریعت کاملہ کے محاسن میں سے ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ضرورت کے پیش نظر جائز قرار دیا ہے اور اسے ایسی شروط کے ساتھ مشروط کیا ہے جن کی وجہ سے یہ حرام معاملات کے دائرہ سے نکل جاتی ہے کہ یہ ایک ایسا عقد ذمہ ہے جسے ایسی صفات کے ساتھ موصوف قرار دیا جاتا ہے جو اسے اس طرح نمایاں اور ممتاز کر دیتی ہیں کہ اس میں جہالت اور دھوکے کا کوئی شائبہ نہیں رہتا کہ سود تو مدت مقررہ کے بعد دیا جاتا ہے لیکن قیمت اسی مجلس میں فوراً ادا کر دی جاتی ہے اور اس میں جو مصلحت کار فرما ہوتی ہے اس سے بائع اور مشتری دونوں مستفید ہوتے ہیں کہ بائع قیمت کے ساتھ اپنی فوری ضرورتوں کو پورا کرلیتا ہے اور مشتری کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس نے اس سودا کو کم قیمت پر خریدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثروبیشتر صورتوں میں ہوتا ہے تو بیع سلم میں کسی ضرر(نقصان)' غرر(دھوکے)' جہالت اور سود کے بغیر بائع اور مشتری دونوں کو فائدہ ہوتا ہے' جب کہ اس کے برعکس سودی معاملات اس معین اضافہ پر مشتمل ہوتے ہیں' جسے شارع نے حرام قرار دیا ہے جب کہ جنس کی جنس کے ساتھ نقد یا ادھار بیع ہو اور اسے اکبرا لکبائر میں سے قرار دیا ہے۔ اس کو حرام قرار دینے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمت بالغہ بھی ہے اور بندگان الٰہی کے لئے بھی اس میں عظیم مصلحتیں اور اچھے نتائج ہیں کہ اس طرح وہ قرض در قرض سے محفوظ رہتے ہیں اور سود کے لالچ میں آکر اپنے منفعت بخش منصوبوں اور مفید صنعتوں کو بھی معطل نہیں کرتے۔

مقالہ نگار کا جو یہ خیال ہے کہ بینک اور بینکوں کا یہ نظام انسانوں کی ان ضرورتوں میں سے ہے جن کے بغیر ان کا معاشی نظام مستحکم ہو ہی نہیں سکتا.... الخ تو یہ ایک بے بنیاد خیال ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ چودھویں صدی سے قبل اور بینکوں کے وجود میں آنے سے پہلے بھی اس نظام کے بغیر لوگوں کی مصلحتیں پوری ہوتی رہی ہیں اور اس دور میں ان کی ضرورتیں تشنہ تکمیل رہیں نہ ان کے منفعت بخش پروگرام ہی معطل ہوئے بلکہ خلل اور مصالح میں تعطل تو اس وقت رونما ہوا جب لوگوں نے ان حرام معاملات کو اختیار کیا اور معاشرے نے اپنے فرض کو ادا نہ کیا کہ لوگ اپنے بھائیوں کے ساتھ معاملہ میں ہمدردی و خیر خواہی اور امانت و سچائی کو اختیار کرتے اور ان تمام معاملات سے اجتناب کرتے جو سود' دھوکے' خیانت اور ملاوٹ پر مبنی ہیں' چنانچہ دنیا کے حالات ہماری اس بات کی صداقت کی گواہی دے رہے ہیں۔ مصالح کو صرف اسی وقت پروان چڑھایا جا سکتا ہے اور مفید تعاون کی راہیں صرف اسی صورت میں ہموار ہو سکتی ہیں کہ ہم اس شاہراہ شریعت کو اختیار کریں جو صداقت و امانت پر مبنی اور کذب و خیانت اور ان تمام امور سے دور ہے' جنہیں اللہ تعالیٰ نے معاملات کے سلسلہ میں اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ﴾ (المائدۃ٥/ ٢)

"(اور دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ ۞ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا۟ ٱلْأَمَـٰنَـٰتِ إِلَىٰٓ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ أَن تَحْكُمُوا۟ بِٱلْعَدْلِ ۚ﴾

(النساء٤/ ٥٨)

"تحقیق اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔"

مزید فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَخُونُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓا۟ أَمَـٰنَـٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (الأنفال۸/ ۲۷)

”اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔“

نیز فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَٱكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِٱلْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ ٱللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ ٱلَّذِى عَلَيْهِ ٱلْحَقُّ وَلْيَتَّقِ ٱللَّهَ رَبَّهُۥ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۸۲)

”مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والے کو چاہیئے کہ (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) تمہارا آپس کا معاملہ انصاف سے لکھے اور لکھنے سے انکار بھی نہ کرے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا ہے پس اسے بھی لکھ دینا چاہیئے اور جس کے ذمہ حق ہو وہ (یعنی مقروض) لکھوائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور حق میں سے کچھ کم نہ کرے (یعنی اس کے ذمہ جو قرض ہے وہ پورا لکھوائے' کم نہ لکھوائے۔)“

اور فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَقُولُوا۟ قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَـٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ ﴾

(الأحزاب۳۳/ ۷۰-۷۱)

”مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کیا کرو' وہ تمہارے سب اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔“

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”دونوں بیع کرنے والوں کو اختیار حاصل ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں اگر وہ سچ بولیں اور سب کچھ بیان کر دیں تو ان کی بیع میں برکت ہو گی اور اگر وہ چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی بیع کی برکت ختم کر دی جائے گی۔“ (متفق علیہ) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”سونا سونے کے بدلے' چاندی چاندی کے بدلے' گندم گندم کے بدلے' جو جو کے بدلے' کھجور کھجور کے بدلے' نمک نمک کے بدلے' برابر برابر اور دست بدست جو زیادہ دے یا زیادہ طلب کرے تو اس نے سودی معاملہ کیا اور اس معاملہ میں سود لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔“ (احمد' بخاری) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سود کھانے والا' کھلانے والا' لکھنے والا اور دونوں گواہ سب برابر ہیں۔“ (مسلم)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”سونا سونے کے بدلے سود ہے الا یہ کہ سودا برابر برابر ہو اور گندم گندم کے بدلے سود ہے مگر یہ کہ سودا برابر برابر ہو اور جو جو کے بدلے سود ہے الآ یہ کہ سودا برابر برابر ہو اور کھجور کھجور کے بدلے سود ہے الا یہ کہ سودا برابر برابر ہو“ (متفق علیہ) نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ ”جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“ (مسلم) نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کون سے ہیں؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد

فرمایئے یارسول اللہ! فرمایا "اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔" یہ ارشاد فرماتے وقت آپ تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ "خبردار آگاہ رہو کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔" (متفق علیہ) اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں کسی بھی آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے نص کے ذریعے حرام قرار دیا ہے' کوئی شخص نص کے ذریعے حلال کئے ہوئے امر پر قیاس کرتے ہوئے اسے حلال قرار دے لہذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ سود کو اس کے حلال کردہ بیع سَلَم پر قیاس کرتے ہوئے حلال قرار دے' وہ ایک عظیم منکر کا ارتکاب کرتا ہے' بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے طرف ایک بات کو منسوب کرتا ہے اور وہ لوگوں کے لئے ایک بہت بڑی برائی اور ایک بہت بڑے شر و فساد کا دروازہ کھولتا ہے۔ قیاس کے قائل اہل علم کے نزدیک قیاس ان فرعی مسائل میں ہوتا ہے۔ جن کے بارے میں کوئی نص موجود نہ ہو اور ایسی شروط موجود ہوں جو فروع کو اصل کے ساتھ ملاتی ہوں جیسا کہ اپنے مقام پر اس مسئلہ کی تفصیل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ بغیر علم کے اس کی طرف کسی بات کو منسوب کیا جائے' اس بات کو شرک سے بھی بڑا گناہ قرار دیا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ شیطان اس بات کی دعوت دیتا اور اس کا حکم دیتا ہے جیسا کہ وہ فحاشی و منکرات کی طرف دعوت دیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْىَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَـٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (الأعراف ۷/ ۳۳)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو' ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو' حرام کیا ہے اور اس کو بھی (حرام کیا ہے) کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَـٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ ۲/ ۱۶۸-۱۶۹)

"لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے' وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں۔"

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرما دے' انہیں دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمائے' علماء کو توفیق بخشے کہ وہ ان امور کو بیان کریں جنہیں اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت قرار دیتے ہوئے مسلمانوں پر واجب ٹھہرایا ہے نیز علماء' دین کی دعوت دیں' دین کے مخالف امور سے عوام الناس کو آگاہ کریں' اور اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نفسوں کے شر اور باطل کے علمبرداروں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس مقالہ نگار ابراہیم کو بھی توفیق بخشے کہ وہ حق کی طرف رجوع کرے' اس سے جو کچھ صادر ہوا اس سے توبہ کرے اور اپنی اس توبہ کا کھلم کھلا اعلان کرے تاکہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ کو قبول فرما لے:

﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ وَأَصۡلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَٰٓئِكَ أَتُوبُ عَلَيۡهِمۡۚ وَأَنَا ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۵۹۔۱۶۰)

"جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے (وہ حکم اور ہدائتیں) ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں' ہاں جو توبہ کرتے ہیں' اپنی حالت درست کرتے اور (احکام الٰہی کو) صاف کھول کھول کر (واضح) بیان کر دیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم کرنے والا ہوں۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر ابراہیم نے جو کچھ کہا ہے اس کے بارے میں اس سے زیادہ لکھا جا سکتا ہے' جو میں نے لکھا ہے تاہم امید ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے یہ ایک طالب حق کے لئے کافی ہے۔

وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، وَصَلَّى اللهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ

حالات کی مجبوری کی وجہ سے بینکوں میں ملازمت کرنا

سوال جو شخص حالات کی مجبوری کی وجہ سے سعودی عرب کے مقامی بینکوں مثلاً "البنک الاھلی التجاری' بنک الریاض' بنک الجزیرۃ ' البنک العربی الوطنی' شرکۃ الراجحی للصرافۃ والتجارۃ' مکتب الکعکی للصرافۃ' البنک السعودی الامریکی" وغیرہ میں کام کرے اس کے بارہ میں کیا حکم ہے' یاد رہے ان بینکوں میں کھاتے داروں کے لئے سیونگ کھاتے بھی ہیں لیکن ملازمت کرنے والے کا کام تو صرف لکھنا پڑھنا ہوتا ہے مثلاً وہ تو اکاؤنٹنٹ یا مینیجر یا جنرل مینیجر کے طور پر یا اس طرح کے دیگر انتظامی عہدوں پر کام کرتا ہے' ان بینکوں میں کام کرنے کے لئے کئی امور باعث کشش ہیں مثلاً ایک تو یہ کہ یہ دس ہزار ریال یا اس سے زیادہ تنخواہ' رہائش کے لئے کرایہ اور ہر سال کے آخر پر دو مہینوں کی تنخواہ کے مطابق بونس بھی دیتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان بینکوں میں کام کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب سودی بینکوں میں کام کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' لکھنے والے اور دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں روایت کیا ہے اور پھر بینکوں میں کام کی صورت میں گناہ اور ظلم کے کام میں تعاون بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ﴾ (المائدۃ۵/ ۲)

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو اور

اللہ سے ڈرتے رہو' کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

بینکوں کے ملازمین کی تنخواہ حلال ہے یا حرام؟

سوال کیا بینکوں خصوصاً البنک العربی کے ملازمین کی تنخواہ حلال ہے یا حرام؟ میں نے سنا ہے کہ بینکوں کی تنخواہ حرام ہے کیونکہ بینک اپنے بعض معاملات میں سودی کاروبار کرتے ہیں' میں ایک بینک میں ملازمت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں' اس لئے امید ہے کہ آپ مستفید فرمائیں گے؟

جواب جو بینک سودی کاروبار کرتے ہوں' ان میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ﴾ (المائدۃ ٥/ ٢)

"نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد مت کرو۔"

اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے' کھلانے' اس کے لکھنے والے اور دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں (صحیح مسلم)

بینکوں میں کام کرنے کے بارے میں حکم

سوال میرا ایک چچا زاد بھائی بنک الجزیرہ میں کام کرتا ہے تو کیا یہ ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ ہم نے بعض بھائیوں سے یہ سنا ہے کہ بینک کی ملازمت جائز نہیں ہے اس لئے مہربانی فرما کر فتویٰ دیجئے۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب سودی بینکوں میں ملازمت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ان بینکوں میں کام کرنا گناہ اور ظلم کے کام میں تعاون ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾

(المائدۃ ٥/ ٢)

"اور (دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

یاد رہے سود اکبر الکبائر میں سے ہے لہٰذا سودی کاروبار کرنے والوں کے ساتھ تعاون جائز نہیں ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے' کھلانے اور اس کے لکھنے والے اور دونوں گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں (صحیح مسلم)

سودی بینکوں کی ملازمت

سوال میرا ایک چچا زاد بھائی الجزیرہ میں بطور کلرک کام کرتا ہے' اسے بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ وہ ملازمت چھوڑ دے اور بینک کی ملازمت کے سوا کوئی اور ملازمت کرے تو براہ کرم فتویٰ دیجئے کیا بینک کی ملازمت جائز ہے یا ناجائز؟ جزاکم اللہ خیراً

جواب جس عالم نے مذکورہ بالا فتویٰ دیا ہے اس نے بہت اچھا فتویٰ دیا ہے کیونکہ سودی بینکوں میں ملازمت جائز نہیں ہے'

اس لئے کہ یہ گناہ اور ظلم کی باتوں میں تعاون ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾ (المائدۃ٥/ ٢)

"اور (دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔" اور صحیح حدیث میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے' کھلانے اور لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی نیز فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔" (صحیح مسلم)

ہم غیر اسلامی ملک میں پڑھاتے ہیں اور اس کے بینکوں میں اپنی رقوم.....

سوال ہم ایک غیر اسلامی ملک میں رہ رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال و دولت اس فراوانی سے عطا فرمایا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کے لئے اسے امریکی بینکوں میں رکھنے پر مجبور ہیں' ہم مسلمان ہیں اس لئے ہم سے بینکوں والے بہت خوش ہیں اور وہ ہمیں بیوقوف سمجھتے ہیں کیونکہ ہم اپنی سودی رقوم کو ان کے بینکوں میں چھوڑ دیتے ہیں تو وہ مسلمانوں کے اس مال کو عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان اموال سے استفادہ نہیں کر سکتے؟ کیا ہم اسے فقیر مسلمانوں پر یا مسجدوں اور اسلامی مدارس کی تعمیر پر خرچ کر دیں؟ کیا مسلمان' بینک سے اس سودی رقم کے لینے پر گناہ گار ہو گا خواہ وہ اسے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین ہی کو بطور عطیہ کیوں نہ دے دے؟

جواب سودی بینکوں میں اپنے اموال کو رکھنا جائز نہیں خواہ یہ بینک مسلمانوں کے' ہوں یا غیر مسلموں کے کیونکہ اس میں گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون ہے خواہ آپ سود نہ بھی لیں پھر بھی سودی بینکوں میں رقوم رکھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص حفاظت کے لئے بینکوں میں رقوم رکھنے پر مجبور ہو جائے اور وہ سود نہ لے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ اس میں کوئی حرج نہیں ہو گا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا ٱضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ ﴾ (الأنعام٦/ ١١٩)

"جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے) لئے ناچار ہو جاؤ۔"

اگر کوئی شخص سود لینے کے لئے ان بینکوں میں اپنی رقوم رکھے تو پھر یہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ سود اکبرالکبائر میں سے ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب کریم میں اور اپنے رسول امین ﷺ کی زبانی حرام قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ سود بالآخر نابود ہو جانے والا ہے اور جو شخص سودی لین دین کرتا ہے اس نے گویا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانی سے نوازا ہو' انہیں چاہئے کہ وہ اسے نیکی اور احسان کے کاموں اور مجاہدین کی مدد کے لئے خرچ کریں' اللہ تعالیٰ انہیں اجروثواب عطا فرمائے گا اور خرچ کئے جانے والے مال کا نعم البدل بھی عطا کرے گا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُم بِٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ (البقرۃ٢/ ٢٧٤)

"جو لوگ اپنا مال رات' دن اور پوشیدہ و ظاہر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں ان کا صلہ پروردگار کے پاس ہے اور ان کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ غم۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُۥ ۖ وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴾ (سبأ ۳۴/ ۳۹)

"اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اس کا (تمہیں) عوض دے گا' وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

یہ حکم عام ہے جو زکوٰۃ و غیر زکوٰۃ سب کو شامل ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا' معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے سربلند فرما دیتا ہے۔ یہ بھی صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ہر روز صبح کے وقت اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو نازل فرماتا ہے' جن میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کو نعم البدل عطا فرما اور مال روک رکھنے والے کے مال کو تباہ و برباد کر دے"

نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے اور ضرورت مندوں پر صدقہ کرنے کی فضیلت کے بارے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں۔

اگر صاحب مال جہالت یا تساہل کی وجہ سے اپنے مال کا سود وصول کرے' پھر اللہ تعالیٰ اسے رشد و بھلائی کی ہدایت عطا فرمائے تو اسے چاہئے کہ اس مال کو نیک کاموں میں خرچ کر دے اور اپنے مال میں اسے باقی نہ رکھے کیونکہ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے' اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَٰتِ ۗ ﴾ (البقرة ۲/ ۲۷۶)

"اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقے خیرات کو بڑھاتا ہے۔"

«وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ»

کیا سعودی عرب میں کام کرنے والے بینکوں میں شراکت کی جا سکتی ہے؟

سوال کیا سعودی عرب میں کام کرنے والے بینکوں میں مثلاً البنک السعودی الامریکی' اور البنک السعودی التجاری المتحد وغیرہ جنہوں نے خریداری کے لئے اپنے حصص کا اعلان کیا ہے' حصص خرید کر کیا شراکت کی جا سکتی ہے؟

جواب سودی بینکوں کے حصص خریدنا جائز نہیں ہے' نیز بینکوں وغیرہ کے ساتھ سودی معاملات بھی جائز نہیں ہیں کیونکہ یہ بھی گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ ﴾ (المائدة ۵/ ۲)

"اور (دیکھو) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"

بینکوں کے حصص خریدنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال بینکوں کے حصص خریدنے اور پھر ایک مدت کے بعد ان کے فروخت کر دینے کے بارے میں کیا حکم ہے جب کہ اس طرح ایک ہزار کے تین ہزار بن جاتے ہیں' کیا اسے سود قرار دیا جائے گا؟

جواب بینکوں کے حصص کی خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ یہ نقدی کی نقدی کے ساتھ بیع ہے اور اس میں تساوی اور قبضہ میں لینے کی شرط مفقود ہے اور پھر بینک سودی ادارے ہیں ان کے ساتھ تعاون اور ان کے ساتھ بیع و شراء (خرید و فروخت) کا معاملہ جائز نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ ﴾ (المائدة ۵/ ۲)

"نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔"

اور حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے' کھلانے اور اس کے لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں" (صحیح مسلم)

آپ صرف اپنے اصل زر ہی کو لے سکتے ہیں۔ آپ کے لئے اور آپ کے علاوہ دیگر مسلمانوں کے لئے میری وصیت یہ ہے کہ تمام سودی معاملات سے اجتناب کریں اور جو کچھ قبل ازیں ہو چکا اس سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں کیونکہ سودی معاملات اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب کا باعث ہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يَأْكُلُونَ ٱلرِّبَوٰا۟ لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ٱلَّذِى يَتَخَبَّطُهُ ٱلشَّيْطَـٰنُ مِنَ ٱلْمَسِّ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰا۟ ۗ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا۟ ۚ فَمَن جَآءَهُۥ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ فَٱنتَهَىٰ فَلَهُۥ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ أَصْحَـٰبُ ٱلنَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَـٰلِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ ٱللَّهُ ٱلرِّبَوٰا۟ وَيُرْبِى ٱلصَّدَقَـٰتِ ۗ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴾ (البقرة۲/ ۲۷۵-۲۷۶)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن (شیطان) نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو' یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) ہے حالانکہ سودے (تجارت) کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام' جس شخص کے پاس اللہ کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا' اور (قیامت کے دن) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات (خیرات) کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گناہ گار کو سے محبت نہیں رکھتا۔"

اور فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَذَرُوا۟ مَا بَقِىَ مِنَ ٱلرِّبَوٰٓا۟ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا۟ فَأْذَنُوا۟ بِحَرْبٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَٰلِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴾

(البقرة۲/ ۲۷۸-۲۷۹)

"مومنو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے۔ اسے چھوڑ دو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے۔) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے (یعنی) جس میں نہ اوروں کا نقصان ہو اور نہ ہی تمہارا نقصان۔"

سودی بینکوں میں اپنی رقوم رکھنا

سوال جس شخص کے پاس نقد کیش ہو اور وہ حفاظت کے لئے کسی بینک کے پاس اسے بطور امانت رکھ دے اور سال کی زکوٰۃ بھی ادا کرے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا"

جواب خواہ سود نہ لے پھر بھی سودی بینکوں میں بطور امانت اپنا مال رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ گناہ اور ظلم کی باتوں میں اعانت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن اگر کوئی شخص بینک میں اپنا مال رکھنے پر مجبور ہو جائے اور سودی بینکوں کے سوا اس کے پاس اور کوئی صورت نہ ہو جس کے ذریعہ وہ اپنے مال کو محفوظ رکھ سکے اور وہ اپنے مال پر سود بھی نہ لے تو اس ناگریز ضرورت کی وجہ سے امید ہے بینک میں اپنا مال رکھنے میں کوئی حرج نہ ہو گا کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ﴾ (الأنعام٦/ ١١٩)

"جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے) لئے ناچار ہو جاؤ۔"

اور جب کوئی اسلامی بینک مل جائے یا کوئی اور قابل اعتماد جگہ جس میں گناہ اور ظلم کی باتوں میں تعاون نہ ہو تو مال وہاں رکھا جائے کیونکہ اس صورت میں سودی بینک میں مال رکھنا جائز نہ ہو گا۔

سودی کاروبار کرنے والی کمپنیوں کے ساتھ تعاون.......

سوال میں ایک تجارتی کمپنی میں اکاؤنٹنٹ ہوں اور یہ کمپنی بینک سے سودی قرض لینے کے لئے مجبور ہے' میرے پاس بھی قرض کے معاہدے کی کاپی آتی ہے تاکہ میں کمپنی کے رجسٹروں میں اس کے قرض کا اندراج کر دوں کیا میرا اس قرض کے معاہدہ کو درج کرنا سود کی کتابت شمار ہو گا کہ میرے لئے اس کمپنی کی ملازمت ہی جائز نہ ہو' نیز کیا اس معاہدہ کو لکھنے کی وجہ سے میں گناہ گار ہوں گا؟

جواب مذکورہ کمپنی کے ساتھ سودی معاملات میں تعاون جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے اور سود کے لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ "وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں" (صحیح مسلم) نیز حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ

﴿ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ "اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں تعاون نہ کرو۔" کے عموم کا بھی یہی تقاضا ہے۔

سودی بینکوں کے ذریعہ رقوم کی منتقلی

سوال ہم ترک کارکن ہیں اور سعودی عرب میں کام کرتے ہیں ہمارا ملک ترکی جیسا کہ آپ سے مخفی نہیں ہے حکومت اور نظام کے اعتبار سے ایک سیکولر ملک ہے اور اس میں سود بدترین طریقے سے پھیلا ہوا ہے حتی کہ سود کی شرح پچاس فی صد سالانہ ہے۔ ہم ترکی میں اپنے اہل و عیال کے پاس ان بینکوں کی معرفت رقوم بھیجنے پر مجبور ہیں جو کہ سود کا سب سے بڑا سرچشمہ ہیں' اسی طرح ہم چوری' نقصان یا بعض دیگر خطرات کی وجہ سے بینکوں میں اپنی رقوم رکھنے پر مجبور ہیں' تو اپنے ان حالات کے تناظر میں آپ کی خدمت میں دو اہم سوال برائے فتویٰ پیش خدمت ہیں۔ جزاکم اللہ عنا خیر الجزاء۔

اولاً: کیا ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی رقوم کا سود بینکوں میں چھوڑنے کے بجائے اسے وصول کر کے فقیروں اور فلاحی

اداروں پر صدقہ کر دیں؟

ثانیاً: اگر یہ جائز نہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ چوری اور نقصان سے بچانے کے لئے محض حفاظت کے نقطہ نگاہ سے ہم اپنی رقوم کو ان بینکوں میں رکھ دیں حالانکہ جب تک یہ رقوم بینکوں میں رہیں گی' بینک انہیں استعمال میں لاتے رہیں گے؟

جواب بوقت ضرورت سودی بینکوں کی معرفت رقوم کی منتقلی میں ان شاء اللہ کوئی حرج نہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ﴾ (الأنعام٦/ ١١٩)

"جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دیں ہیں' وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں۔ مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے) لئے ناچار ہو جاؤ۔"

بے شک بینکوں کے ذریعہ رقوم کی منتقلی عصر حاضر کی ایک عام ضرورت ہے' اسی طرح ضرورت کے لئے سود کی شرط کے بغیر بینکوں میں رقوم رکھنا بھی ایک عام ضرورت ہے (لہٰذا یہ اضطراری حالت ہے) اگر بینک کسی شرط یا معاہدہ کے بغیر سود ادا کریں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں تاکہ اسے نیکی کے کاموں پر مثلاً فقراء اور مقروض لوگوں کی مدد کے لئے خرچ کیا جائے۔ سود کی رقم کو اپنی ملکیت میں شامل کرنے یا اس سے خود فائدہ اٹھانے کے لئے اسے لینا جائز نہیں ہے' حرام کمائی ہونے کے باوجود سود کی رقم کو بینکوں ہی میں رہنے دینا مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہے لہٰذا اسے مسلمانوں کے فائدہ کے لئے خرچ کرنا اس سے بہتر ہے کہ اسے کفار کے پاس چھوڑ دیا جائے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کے ارتکاب کے لئے اس سے فائدہ اٹھائیں گے' اگر اسلامی بینکوں یا جائز طریقوں سے رقوم کی منتقلی ممکن ہو تو پھر سودی بینکوں کے ذریعہ منتقلی جائز نہ ہو گی' اور اسی طرح اگر اسلامی بینکوں یا اسلامی کمپنیوں میں رقوم کا رکھنا ممکن ہو تو پھر ضرورت ختم ہو جانے کی وجہ سے سودی بینکوں میں رقوم رکھنا جائز نہ ہو گا...... واللہ ولی التوفیق۔

غیر سودی بینک میں رقم رکھنا

سوال آج کل حادثات بہت ہو رہے ہیں اور دیت کا ادا کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے لیکن ہم ساتھیوں نے مل کر کچھ رقوم جمع کی ہیں اور انہیں بطور امانت بنک الراجحی میں رکھ دیا ہے' اس پر کچھ عرصہ بھی گزر چکا ہے اور جب سال ہو جاتا ہے تو ہم اس کی زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کیا اس بینک میں ہم اپنی یہ رقوم رہنے دیں؟

جواب بنک الراجحی میں ان رقوم کے رکھنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ہماری معلومات کے مطابق یہ بینک ان رقوم کو سود کے لئے استعمال نہیں کرتا۔

ایک بینک نے طلبہ فنڈز کی حفاظت کی پیشکش کی ہے......

سوال ایک بینک نے طلبہ فنڈز کے ذمہ داروں کے سامنے یہ پیشکش کی ہے کہ اگر وہ ان فنڈز کو بینک کے پاس رکھیں تو بینک نہ صرف یہ کہ ان کی حفاظت کرے گا بلکہ بینک اس فنڈ میں مدد بھی دے گا تو کیا یہ جائز ہے کہ ہم اس فنڈ کی رقوم کو بینک میں محض حفاظت کے لئے رکھ دیں؟ بلاشبہ بینک ضرور ان رقوم کو اپنے کام میں لائے گا اور ان سے سرمایہ کاری کرے گا۔

جواب یہ کام جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تو عین سود ہے حقیقت یہ ہے کہ بینک طلبہ فنڈ کو ان رقوم کے عوض ایک طے شدہ سود ادا کرے گا اگرچہ بینک نے تلبیس' دھوکے اور پردہ پوشی سے کام لیتے ہوئے سود کا نام مدد رکھ لیا ہے اور سود سود ہے'

خواہ لوگ اس کا کوئی بھی نام رکھ لیں...... واللہ المستعان۔

کیا حرام اشیاء بیچنے والے کو دوکان کرایہ پر دینا جائز ہے؟

سوال میرے پاس ایک شارع عام پر چند دوکانیں ہیں‘ جن میں سے کچھ دوکانیں میں نے کرایہ پر دے دی ہیں اور کچھ باقی ہیں‘ چند دن پہلے میرے پاس ایک ہم وطن آیا اور اس نے مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ میں اسے بھی کرایہ پر ایک دوکان دوں‘ جس میں وہ ویڈیو کیسٹوں کا کاروبار کرنا چاہتا ہے تو مجھے اس شخص کو اپنی دوکان دینے کے سلسلہ میں تردد ہے سوال یہ ہے کہ کیا میں حرام اشیاء بیچنے والوں کو اپنی دوکانیں کرایہ پر دے سکتا ہوں؟ کیا ان کو دوکانیں کرایہ پر دینے سے مجھے بھی گناہ ہو گا؟

جواب اس شخص کو دوکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے جو حرام اشیاء بیچے یا بنائے مثلاً سگریٹوں‘ حرام فلموں اور داڑھی مونڈھنے کے لئے اور اس طرح کے دیگر حرام کاموں کے لئے اپنی دوکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بھی گناہ اور ظلم کی باتوں میں تعاون ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ﴾ (المائدة٥/ ٢)

"اور (دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔"

کرنسی کی قیمت کے اختلاف کے ساتھ قرض ادا کرنا

سوال میں نے ایک غیر مسلم سے اضطراری حالات میں اس شرط پر قرض لیا کہ میں اسے آزاد کرنسی کی قیمت کے مساوی یعنی اپنے ملک کی کرنسی کے علاوہ کسی اور کرنسی میں سعودیہ اپنے کام کی جگہ پر واپس آکر لوٹاؤں گا اور جب کچھ مدت بعد میں سعودیہ واپس آیا تو آزاد کرنسی کی قیمت میں بہت اضافہ ہو چکا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے اصل قرض سے دوگنی رقم ادا کرنا پڑے گی تو کیا آزاد کرنسی میں قرض ادا کرنا جائز ہے؟ یا میں اس شخص کی طرف وہ اصل رقم ہی روانہ کروں جو میں نے بطور قرض لی تھی؟

جواب یہ قرض صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ درحقیقت موجودہ کرنسی کی ایک دوسری کرنسی کے ساتھ ادھار بیع ہے اور اس صورت میں یہ ایک سودی معاملہ ہے کیونکہ ایک کرنسی کی دوسری کرنسی کے ساتھ صرف دست بدست بیع ہی جائز ہے لہٰذا آپ اس شخص کی طرف صرف وہی رقم لوٹا دیجئے جو آپ نے اس سے قرض لی تھی اور اس سودی معاملہ کے کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی پکی توبہ کیجئے۔ وباللہ التوفیق۔

کسی انسان کو اس شرط پر قرض دینا کہ وہ بھی مستقبل میں مجھے.......

سوال کسی شخص کو اس شرط پر قرض دینے کے بارے میں کیا حکم ہے کہ وہ مقررہ مدت کے اندر قرض واپس کر دے گا نیز وہ اتنی ہی رقم اتنی ہی مدت کے لئے مجھے بھی بطور قرض دے گا؟ کیا یہ معاملہ اس حدیث کے تحت آتا ہے کہ

«كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبًا»

"ہروہ قرض جو منفعت کا باعث بنے‘ سود ہے۔" یاد رہے میں نے مقروض سے زیادہ رقم کا مطالبہ نہیں کیا؟

جواب یہ قرض جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ایسا قرض ہے جس میں نفع کی شرط لگائی گئی ہے اور وہ مقروض کا قرض دینا ہے اور اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ ہر وہ قرض جس میں کسی منفعت کی شرط لگائی ہو وہ سود ہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ سوال میں مذکور حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن حضرات صحابہ کرامؓ کے فتویٰ اور اجماع اہل علم کی وجہ سے اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے...... واللہ ولی التوفیق۔

میرے پاس ایک شخص نے مال رکھا اور میں نے اس کے علم کے بغیر اس کی سرمایہ کاری کی

سوال میرے پاس ایک شخص نے کچھ رقم بطور امانت رکھی اور میں نے اس رقم سے استفادہ کی خاطر اس کی سرمایہ کاری شروع کر دی' جب میرے پاس مال کا مالک آیا تو میں نے اس کا سارا مال اسے واپس لوٹا دیا اور اس کے مال سے جو میں نے استفادہ کیا اسے نہ بتایا تو سوال یہ ہے کہ کیا میرا یہ تصرف جائز ہے یا نہیں؟

جواب جب کوئی شخص آپ کے پاس اپنا مال بطور امانت رکھے تو آپ اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف نہیں کر سکتے بلکہ آپ کو اس مال کی اسی طرح حفاظت کرنی چاہئے جس طرح اس نوع کے مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اگر آپ نے اس کی اجازت کے بغیر تصرف کیا ہے تو مالک مال سے معافی طلب کیجئے' اگر وہ معاف کر دے تو بہتر وگرنہ اس کے مال کا نفع بھی اسے ادا کر دیا جائے یا اس پر نصف یا کسی اور شرح سے منافع پر صلح کر لیجئے کیونکہ مسلمانوں کے لئے صلح جائز ہے سوائے اس صلح کے جو کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال ٹھہرائے۔

فلاحی منصوبے کی رقم سے قرض لینا اور پھر اسے واپس کر دینا

سوال اہل خیر نے مجھ پر اعتماد کیا اور مجھے مدرسہ ثانویہ کی تعمیر کے لئے جمع کئے گئے عطیات کا خزانچی بنا دیا' اس مدرسہ کی تعمیر جاری تھی کہ مجھے اپنا ذاتی گھر بنانے کے لئے اس رقم کی ضرورت پیش آ گئی اور میں نے اسے اپنی ذاتی ضرورت کے لئے استعمال کر لیا لیکن مدرسہ کی تعمیر کے منصوبے کی تکمیل سے پہلے ہی میں نے وہ رقم مدرسہ کی خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دی اور کہا کہ یہ مال ایک مخیر خاتون کی طرف سے ہے جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتی لیکن درحقیقت یہ وہی رقم تھی جو میرے ذمہ واجب الاداء تھی لیکن حقیقت کے اظہار میں شرمندگی کے باعث میں نے اس طرح بات کی۔ کیا اس رقم کے استعمال کی وجہ سے مجھے گناہ ہو گا؟ یاد رہے یہ رقم میں نے لوٹا دی ہے سوال یہ ہے کہ اب اس غلطی سے توبہ کس طرح کی جائے' براہ کرم رہنمائی فرمائیں؟

جواب جس شخص کے پاس کوئی مال بطور امانت رکھا جائے خواہ وہ کسی سکیم یا منصوبے کے لئے ہو اسے ذاتی ضرورت کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں ہے بلکہ واجب یہ ہے کہ اس کی پوری پوری حفاظت کی جائے حتیٰ کہ اسے اس کے مصرف میں صرف کر دیا جائے۔ امانت میں خیانت اور کذب بیانی سے کام لینے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں توبہ کیجئے' جو شخص صدق دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ﴾ (التحریم۶۶/ ۸)

"اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے آگے صاف دل سے (سچی خالص) توبہ کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور۲۴/ ۳۱)

"اور اے مومنو! سبھی اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

سچی پکی توبہ یہ ہوتی ہے کہ جو گناہ ہوا ہو اس پر ندامت کا اظہار کیا جائے' اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی تعظیم کے باعث اس کو چھوڑ دیا جائے اور سچا پکا ارادہ کیا جائے کہ اب اس کا ارتکاب نہیں کرنا۔ اگر لوگوں کے خون' مال یا عزت و آبرو کے بارے میں لوگوں پر ظلم کیا گیا ہو تو اسے ان سے معاف کروایا جائے اور اگر لوگوں پر ظلم' غیبت وغیرہ کے قبیل سے ہو اور خدشہ ہو کہ انہیں بتانے کی صورت میں زیادہ بڑا نقصان ہو گا تو انہیں نہ بتائے اور ان کے لئے دعا و استغفار کرے اور غیبت کر کے ان کی جو برائی کی تو اب اس کا مداوا اپنے علم کے مطابق ان کی خوبی و بھلائی کا چرچا کر کے کرے' واللہ ولی التوفیق۔

مال یتیم کے احکام

سوال ایک یتیم کے والدین فوت ہو گئے تو ہم نے اسے پالنا پوسنا شروع کر دیا' اس کے دو چچا اور کچھ دیگر اہل خیر اسے کچھ پیسے بھی دیتے ہیں' ممکن ہے کہ اس کے یہ پیسے ہمارے مال میں بھی شامل ہو جاتے ہوں جب کہ ہم اسے جو دیتے ہیں وہ اس سے زیادہ ہوتا ہے اور ہم اسے اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے ہیں' اس سلسلہ میں آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا"۔

جواب یتیم کو جو صدقات ملتے ہیں' انہیں لینے میں تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ تم اس پر جو خرچ کرتے ہو' وہ اس کے برابر یا اس سے کم ہوں اور جو کچھ تمہارے اخراجات سے زیادہ رقم ہو اس کی حفاظت کرو اور اسے یتیم کے لئے محفوظ رکھو اورہاں تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ یتیم کی تربیت اور اس سے حسن سلوک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں بے پناہ اجروثواب سے نوازے گا۔

رشوت اور اس کے نقصانات

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے اپنے مسلمان بھائیوں میں سے ہر اس شخص کے نام جو اسے دیکھے یا سنے' اللہ تعالیٰ مجھے اور انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اور انہیں عذاب جہنم سے بچائے!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ. أَمَّا بَعْدُ:

جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اور نہایت سختی کے ساتھ حرام قرار دیا' ان میں سے ایک رشوت بھی ہے' رشوت یہ ہے کہ اپنی کسی ایسی مصلحت کے پورا کرنے کے لئے کسی ایسے ذمہ دار شخص کی خدمت میں مال پیش کرنا جس پر اس مال کے بغیر اسے پورا کرنا واجب تھا اور اگر رشوت دینے سے مقصود اپنے حق کا حصول نہ ہو' بلکہ اس سے مقصود کسی حق کا ابطال یا کسی باطل کا احقاق یا کسی پر ظلم کرنا ہو تو پھر اس کی حرمت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

ابن عابدین (شامی) رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے "حاشیہ" میں لکھا ہے کہ رشوت وہ ہے جسے ایک شخص کسی حاکم وغیرہ کو اس لئے دیتا ہے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کر دے یا اسے وہ ذمہ داری دے دے جسے وہ چاہتا ہے' انہوں نے اس تعریف کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ رشوت عام ہے خواہ مال ہو یا کسی اور طرح کی منفعت اور "حاکم" سے مراد قاضی (جج) ہے اور "وغیرہ" سے مراد ہر وہ شخص جس کے ہاں رشوت دینے والے کی مصلحت پوری ہو سکتی ہو خواہ اس کا تعلق حکمرانوں سے ہو یا سرکاری ملازمین سے یا خاص اعمال بجا لانے والے ذمہ داروں سے مثلاً تاجروں' کمپنیوں اور جاگیرداروں وغیرہ کے

نمائندے وغیرہ "فیصلہ" سے مراد یہ ہے کہ رشوت لینے والا رشوت دینے والے کی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دے تاکہ رشوت دینے والے کا مقصد پورا ہو جائے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔

برادران اسلام! رشوت ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حرام قرار دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس سے خود بھی اجتناب کیا جائے اور لوگوں کو بھی اس سے اجتناب کی تلقین کی جائے کیونکہ یہ فساد عظیم' گناہ کبیرہ اور بھیانک نتائج کا سبب بنتی ہے' یہ گناہ اور ظلم کی ان باتوں سے ہے' جن پر تعاون کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾ (المائدۃ٥/ ٢)

"اور (دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھانے سے منع فرمایا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ﴾ (النساء٤/ ٢٩)

"اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں اگر باہم رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ ہو جائے تو وہ جائز ہے۔)"

اور فرمایا:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ٢/ ١٨٨)

"اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت کے طور پر) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔"

رشوت' باطل طریقے سے مال کھانے کی صورتوں میں سے انتہائی بدترین صورت ہے کیونکہ اس میں دوسرے انسان کو مال اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ اسے حق سے منحرف کر دیا جائے۔ رشوت دینا' لینا اور درمیان میں معاملہ کروانا سب حرام ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ "رشوت لینے والے' دینے والے اور دونوں کے درمیان واسطہ بننے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔" (احمد' طبرانی)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت کے معنی اس کے فیضان رحمت سے دھتکارنے اور دور کر دینے کے ہیں --- نعوذ باللہ من ذلک --- اور یہ سزا کسی کبیرہ گناہ ہی کی ہو سکتی ہے' رشوت کا تعلق ان حرام کاموں سے ہے جن کی حرمت کا قرآن میں بھی ذکر ہے اور سنت میں بھی اور حرام کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت کی اور اسے ان کی بہت بڑی برائی قرار دیا ہے' چنانچہ فرمایا:

﴿ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ ۚ﴾ (المائدۃ٥/ ٤٢)

"(یہ) جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے اور (رشوت کا) حرام مال کھانے والے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾
(المائدة ٥/ ٦٢)

"اور تم دیکھو گے کہ ان میں سے اکثر گناہ، زیادتی اور حرام کھانے میں جلدی کر رہے ہیں بے شک یہ جو کچھ کرتے ہیں برا کرتے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴾
(المائدة ٥/ ٦٣)

"بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی برا کرتے ہیں۔"

مزید فرمایا:

﴿ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ﴾ (النساء ٤/ ١٦٠-١٦١)

"تو ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب (بہت سی) پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں، حرام کر دیں اور اس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے رستے سے (لوگوں کو) روکتے تھے اور اس سبب سے بھی کہ باوجود منع کئے جانے کے سود لیتے تھے اور اس سبب سے بھی کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے ...."

بہت سی احادیث مبارکہ میں اس حرام چیز سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کے بھیانک انجام کو بھی بیان کیا گیا ہے مثلاً ابن جریرؒ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر وہ گوشت جو مال حرام سے پیدا ہوا ہو، جہنم کی آگ ہی اس کے لئے زیادہ مستحق ہے" عرض کیا گیا "مال حرام سے کیا مراد ہے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فیصلہ کرنے کے لئے رشوت قبول کرنا۔" امام احمد نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "جس قوم میں سود عام ہو جائے تو وہ قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جس قوم میں رشوت عام ہو جائے، اس پر دشمن کا رعب طاری ہو جاتا ہے۔" طبرانی نے ابن مسعود کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ "حرام یہ ہے کہ قرض کے لئے رشوت طلب کی جائے" ابو محمد موفق الدین ابن قدامہ نے "المغنی" میں لکھا ہے کہ حسن اور سعید بن جبیر نے أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد رشوت ہے، ابن قدامہ نے مزید لکھا ہے کہ قاضی اگر رشوت قبول کرے تو رشوت اسے کفر تک پہنچا دیتی ہے کیونکہ وہ گویا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے بغیر کسی اور حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے بغیر فیصلہ کرے تو وہ کافر ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک ہی کو قبول فرماتا ہے" اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے اپنے رسولوں کو دیا تھا کہ:

﴿ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ﴾ (المؤمنون ٢٣/ ٥١)

"اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل نیک کرو۔"

اور (مومنوں کو حکم دیتے ہوئے) فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كُلُوا۟ مِن طَيِّبَـٰتِ مَا رَزَقْنَـٰكُمْ ﴾ (البقرة۲/ ۱۷۲)

"اے اہل ایمان جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو عطا فرمائی ہیں' ان کو کھاؤ۔"

پھر آپ نے ایک آدمی کا ذکر کیا جو بہت لمبا سفر کرتا ہے' پراگندہ حال اور غبار آلود ہے' اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے یا رب! یا رب! لیکن اس کا کھانا حرام ہے' اس کا پینا حرام ہے' اس کا لباس حرام ہے' حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوئی تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہو؟

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو' اس کی ناراضگی سے بچو' اس کے غضب کے اسباب سے اجتناب کرو کہ جب اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کا ارتکاب کیا جائے تو وہ بہت غیور ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی اور زیادہ غیرت والا نہیں ہے" لہذا تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو مال حرام اور اکل حرام سے بچاؤ' اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ' جو اس گوشت کی زیادہ مستحق ہے جو حرام سے پیدا ہوا ہے۔ حرام کھانا دعا کی قبولیت میں حجاب بن جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے جو صحیح مسلم کے حوالہ سے ذکر کی گئی ہے نیز طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس آیت کی تلاوت کی:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَـٰلًا طَيِّبًا ﴾ (البقرة۲/ ۱٦۸)

"لوگو جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں' وہ کھاؤ۔"

تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعاء بنا دے۔" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے سعد! اپنا کھانا پاک کر لو مستجاب الدعوۃ بن جاؤ گے' اس ذات گرامی کی قسم! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان جس کے ہاتھ میں ہے کہ بندہ جب ایک حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس بندے کا گوشت مال حرام سے پلا بڑھا ہو' جہنم کی آگ ہی اس کے زیادہ مستحق ہے۔"

اس حدیث کو حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے "جامع العلوم والحکم" میں امام طبرانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے' اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کا پاک نہ ہونا اور رزق کا حلال نہ ہونا قبولیت دعا میں مانع ہے اور دعا کے دربار الٰہی تک پہنچنے میں حجاب ہے اور حرام کھانے والے کے لئے یہ کس قدر وبال اور خسارے کا سودا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ یعنی جہنم کی آگ' اللہ تعالیٰ کے عذاب اور دیگر دردناک سزاؤں سے خود بھی نجات حاصل کرو اور اپنے اہل و عیال کو بھی ان سے نجات دلاؤ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ قُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا ٱلنَّاسُ وَٱلْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَـٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾ (التحریم٦٦/ ٦)

"اے اہل ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر سخت دل اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہ جو حکم دیئے جاتے ہیں بجالاتے ہیں۔"

مسلمانو! اپنے رب کے اس فرمان پر لبیک کہو' اس کے امر کی اطاعت بجالاؤ' اس کی نہی سے اجتناب کرو اور اس کے

غضب کے اسباب سے بچو' دنیا و آخرت میں شاد کام ہو جاؤ گے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱسْتَجِيبُوا۟ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَٱتَّقُوا۟ فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ مِنكُمْ خَآصَّةً ۖ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾ (الأنفال٨/ ٢٤_٢٥)

"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ (ﷺ) تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ' آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں گناہ گار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو ان لوگوں میں سے بنا دے جو بات سنتے ہیں تو اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں' جو نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنے نفسوں کی شرارتوں اور برے عملوں سے بچائے' اپنے دین کی مدد فرمائے' اپنے کلمہ کو سربلندی نصیب کرے اور ہمارے حکمرانوں کو ہر اس بات کی توفیق بخشے جس میں بندوں اور شہروں کی بھلائی اور بہتری ہو' بے شک وہی کارساز و قادر ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معاشرہ پر رشوت کے اثرات

سوال جب رشوت عام ہو جائے تو پھر معاشرہ کی حالت کیسی ہوتی ہے؟

جواب بلاشک و شبہ جب گناہوں کا چلن عام ہو تو معاشرہ اختلاف و انتشار کا شکار ہو جاتا ہے' معاشرہ کے افراد میں محبت کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں' بغض و عداوت اور نیکی کے کاموں میں عدم تعاون عام پیدا ہو جاتا ہے۔ معاشرہ پر رشوت کے اثرات میں سے بدترین اثر یہ ہے کہ گھٹیا اور رذیل باتیں عام ہو جاتی ہیں' اچھی اور خوبی کی باتیں ختم ہو جاتی ہیں' رشوت' چوری' خیانت' معاملات میں دھوکا بازی' جھوٹی گواہی اور اس طرح کے دیگر ظلم اور گناہ کے کاموں کی وجہ سے جب ایک دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہے تو پھر معاشرہ کے افراد ایک دوسرے پر ظلم کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں کہ جرم کا یہی نتیجہ ہوتا ہے اور یہ تو بدترین قسم کے جرائم ہیں۔ یہ وہ جرائم ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بھی بنتے ہیں اور مسلمانوں میں بغض و عداوت کا سبب بھی اور عام آفتوں اور فتنوں کا سبب بھی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جب لوگ برائی دیکھیں اور اسے نہ مٹائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔" اس حدیث کو امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

رشوت کے بدترین نتائج

سوال مسلمانوں کی مصلحتوں' ان کے اخلاق و کردار اور معاملات کی خرابی کے حوالہ سے رشوت کے کیا نتائج و اثرات ہوتے ہیں؟

جواب پہلے سوال کے جواب سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے' مسلمانوں کی مصلحتوں کے خلاف رشوت کے

جو بدترین اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہیں کہ اس سے کمزوروں پر ظلم ہوتا ہے' ان کے حقوق کو سلب یا ضائع کر دیا جاتا ہے یا ناحق طور پر محض رشوت کی کارستانی کی وجہ سے انہیں اپنے حق کے حاصل کرنے میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے۔ رشوت کا ایک بدترین نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ رشوت لینے والے قاضی اور سرکاری ملازم وغیرہ کا اخلاق خراب ہو جاتا ہے' وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنے لگتا ہے' رشوت نہ دینے والے کے حق کو پی جاتا یا اسے بالکل ضائع کر دیتا ہے' رشوت لینے والے کا ایمان بھی کمزور ہو جاتا اور وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی طرف سے دنیا و آخرت کی شدید سزا کا مستحق قرار دے لیتا ہے' اللہ تعالیٰ فوراً سزا نہ دے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے غافل ہے بلکہ کئی دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی سزا دے دیا کرتا ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "سرکشی اور قطع رحمی ایسے بھیانک گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی جلد سزا دے دیتا ہے اور آخرت میں جو سزا تیار کر رکھی ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔" بے شک رشوت اور ظلم کی دیگر تمام صورتوں کا تعلق اسی سرکشی سے ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیئے رکھتا ہے حتیٰ کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔" پھر نبی کریم ﷺ نے حسب ذیل آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَآ أَخَذَ ٱلْقُرَىٰ وَهِىَ ظَٰلِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُۥٓ أَلِيمٌ شَدِيدٌ﴾ (ھود ۱۱/ ۱۰۲)

"اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے' بے شک اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی (دردناک اور) سخت ہے۔"

عقیدہ پر رشوت کے اثرات

سوال ایک مسلمان کے عقیدہ پر رشوت کے کیا اثرات پڑتے ہیں؟

جواب رشوت اور دیگر گناہ ایمان کو کمزور کر دیتے ہیں' اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دیتے ہیں' ان کے ارتکاب سے انسان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو انسان سے گناہوں کا ارتکاب کرواتا ہے' لہٰذا ہر مسلمان مرد و عورت پر یہ واجب ہے کہ رشوت اور دیگر تمام گناہوں سے بچے' اگر ممکن ہو تو جس سے رشوت لی تھی اسے واپس کرے اور اگر اسے واپس کرنا ممکن نہ ہو تو اسے اس کی طرف سے فقراء پر صدقہ کر دے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سچی توبہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دے۔

امتحانات میں خیانت کا حکم

سوال جو شخص امتحانات میں خیانت کرے' اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ میں بہت سے طلبہ کو جب امتحان میں خیانت کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو انہیں سمجھاتا ہوں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے؟

جواب امتحانات' عبادات اور معاملات' سب میں خیانت حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا» ۔ «مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا» ۔ وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

کہ "جو ہمیں دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

اور پھر اس دھوکا و خیانت کے نتیجہ میں دنیا و آخرت کے بہت سے نقصانات مرتب ہوتے ہیں لہٰذا واجب ہے کہ اسے

ترک کر دیا جائے۔

حدیث "من غشنا فلیس منا" اور امتحانات

سوال میں ریاض کے ایک کالج کا طالب علم ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ بعض طلبہ امتحانات میں کئی مضامین خصوصاً انگریزی کے مضمون میں خیانت کرتے ہیں اور جب میں اس سلسلہ میں ان سے بات کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ انگریزی زبان کے مضمون میں خیانت کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ بعض مشائخ نے یہی فتویٰ دیا ہے امید ہے اس کام اور اس فتوی کے بارے میں رہنمائی فرمائیں گے؟

جواب حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص ہمیں دھوکا دے' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" یہ حدیث عام ہے جو کہ معاملات میں دھوکا ہو یا امتحانات میں سب کو شامل ہے اور امتحان خواہ انگریزی زبان کا ہو یا کسی اور مضمون کا' لہٰذا اس حدیث اور اس کے ہم معنی دیگر احادیث کے عموم کے باعث طلبہ و طالبات کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ امتحان کے کسی بھی پرچہ میں دھوکا اور خیانت سے کام لیں۔

واللہ ولی التوفیق۔
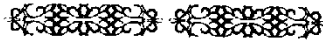
وقف' وصیت' میراث

میری والدہ کا وقف کیا ہوا گھر گر گیا ہے کیا میں اسے فروخت.....

سوال میری والدہ نے ایک گھر وقف کیا تھا' اس گھر کو بنے ہوئے ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے حتی کہ اب یہ رہنے کے قابل نہیں ہے' میں چاہتا ہوں کہ اس وقف کو منتقل کر دوں یعنی اسے بیچ کر اس کی قیمت کسی مسجد' یا فلاحی ادارے یا نیکی کے کسی اور کام پر خرچ کر دوں' کیا میرے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب آپ وقف میں تصرف نہیں کر سکتے اور نہ وقف کرنے والے کے تعین کے خلاف اسے کسی اور مقصد کے لئے منتقل کر سکتے ہیں اور اگر وقف کی افادیت ختم ہو جائے تو اسے اسی کے مثل یا اس کے قائم مقام صورت میں منتقل کر سکتے ہیں' خواہ وہ زمین ہو یا دوکان یا باغ تو اس کے غلہ کو مذکورہ گھر کے مصرف میں خرچ کیا جائے اور یہ منتقلی اس شہر کے محکمہ اوقاف کی وساطت سے ہونی چاہئے جس میں وہ مکان موجود ہو۔

کیا ان عمارتوں کو وقف کرنا جائز ہے جو بینک سے قرض لے کر بنائی گئی ہوں

سوال کیا ان عمارتوں کو وقف کرنا جائز ہے جو بینک عقاری --- (Land-Mortgage Bank) سے قرض لے کر بنائی گئی ہوں اور تاحال اسی بینک کے پاس رہن ہوں؟

جواب اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف ایک دوسرے مسئلہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا قبضہ کے بغیر رہن لازم ہوتا ہے یا نہیں؟ جنہوں نے یہ کہا کہ رہن قبضہ ہی سے لازم ہوتا ہے تو انہوں نے کہا کہ رہن رکھی ہوئی چیز کا وقف بھی جائز ہے اور اس میں دیگر ایسے تصرفات بھی جو ملکیت کو ایک شخص سے دوسرے کے پاس منتقل کر دیں کیونکہ رہن کو ابھی تک قبضہ میں نہیں لیا گیا اور جنہوں نے یہ کہا کہ رہن لازم ہو جاتا ہے خواہ مرہون کو قبضہ میں نہ بھی لیا گیا ہو تو ان کے نزدیک اسے وقف کرنا صحیح نہیں ہو گا اور نہ اس میں کوئی اور ایسا تصرف جائز ہو گا جس سے ملکیت منتقل ہو جائے تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ احتیاط اسی بات میں ہے کہ اس صورت میں وقف نہ کیا جائے تاوقتیکہ بینک کے واجبات ادا نہ کر دیئے جائیں' اس سے علماء کے اختلاف سے بھی بچا جا سکتا ہے اور اس حدیث شریف پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے کہ "مسلمانوں کو اپنی شرائط کی پابندی کرنی چاہئے۔"

ایک آدمی نے وصیت کی کہ اس کے گھر کی آمدنی......

سوال ایک آدمی فوت ہوا اور اس نے یہ وصیت کی کہ اس کے ایک گھر کی آمدنی سے اس کی طرف سے ہر سال قربانی

اور حج کیا جائے اور اگر ہر سال ممکن نہ ہو تو دوسرے سال کر لیا جائے اور اگر آمدنی قربانی اور حج کے اخراجات سے زیادہ ہو تو اسے نیکی کے دوسرے کاموں پر خرچ کر دیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وصیت کے مطابق حج کرنا لازم ہے؟ حج کرنے والے تو بہت ہیں لیکن دل مطمئن نہیں ہوتا کہ اس نے صحیح حج کیا ہے یا مادی منفعت کے حصول کے لئے' لہٰذا کیا یہ افضل نہیں ہے کہ اس مال کو حج کے بجائے دیگر نیک کاموں مثلاً مسجدوں کے بنانے وغیرہ کے لئے صرف کر دیا جائے؟

جواب واجب یہ ہے کہ وصیت کرنے والے کی وصیت کے مطابق ہی عمل کیا جائے اور پھر حج بھی تقرب الٰہی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے لہٰذا وکیل کو چاہئے کہ وہ کوشش کر کے ایسے آدمی کو حج پر بھیجے جو بظاہر نیک اور متقی معلوم ہوتا ہو اور اس کا مقصد حصول مال نہ ہو بلکہ وہ تقرب الٰہی کے حصول کے لئے حج کرنا چاہتا ہو' دلوں کے بھید اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وہ انہی کے مطابق بدلہ دے گا۔

کیا متوفی کی طرف سے بینک عقاری کا قرض ادا کرنا بھی لازم ہے

سوال میرے والد مرحوم نے بینک عقاری (Land Mortgage Bank) سے جو قرض لیا تھا کیا یہ بھی دین ہے اور اس کو ادا کرنا لازم ہے؟

جواب ہاں تم پر یہ واجب ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ترکہ میں سے بینک کے قرض کو بھی ادا کرو۔

تقسیم وراثت کا ایک مسئلہ

سوال ایک شخص فوت ہوا اور اس کے وارثوں میں باپ' ایک بیٹی' ایک حقیقی بھائی' دو باپ کی طرف سے بھائی اور ایک حقیقی بہن ہے' وارثوں میں اس کی وراثت کس طرح تقسیم ہو گی؟

جواب سارے ترکہ کے دو حصے کر لئے جائیں گے' ان میں سے ایک حصہ بیٹی کو فرض ہونے کی وجہ سے اور دوسرا باپ کو فرض و عصبہ کی بنیاد پر دیا جائے گا' بھائیوں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ علماء کا اجماع ہے کہ باپ کی موجودگی میں بھائی وراثت سے محروم رہتے ہیں۔ اگر میت کے ذمہ قرض ہو تو اسے وارثوں میں تقسیم سے قبل ترکہ سے ادا کیا جائے گا اور قرض کے بعد بچنے والے ترکہ کو مذکورہ تقسیم کے مطابق وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا' اسی طرح میت کی طرف سے اگر کوئی ثابت شدہ شرعی وصیت ہو تو اسے بھی تقسیم سے قبل پورا کرنا ہو گا' جب کہ وصیت کل ترکہ کے ایک تہائی یا اس سے بھی کم سے متعلق ہو کیونکہ میت کو ایک تہائی سے زیادہ وصیت کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر کوئی اس سے زیادہ وصیت کرے تو ایک تہائی سے زیادہ پر عمل نہ ہو گا الا یہ کہ مکلف و مرشد وارثوں کی رضامندی ہو اور اس بات کی دلیل کہ وارثوں میں ترکہ کی تقسیم سے پہلے قرض ادا کیا اور وصیت پر عمل کیا جائے' حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِىٓ أَوْلَـٰدِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ ٱلْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ ٱثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَٰحِدَةً فَلَهَا ٱلنِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنْهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُۥ وَلَدٌ وَوَرِثَهُۥٓ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ ٱلثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُۥٓ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ ٱلسُّدُسُ ۚ مِنۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۗ ﴾ (النساء٤/ ١١)

"اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے.... (اور یہ تقسیم ترکہ میت کی) وصیت (کی تعمیل) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد

جو اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی۔"

وراثت کا ایک اختلافی مسئلہ

سوال ایک آدمی فوت ہو گیا ہے اور اس کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، اس نے اپنی زرعی زمین کو اپنے بیٹوں اور بیٹوں کے بیٹوں اور ان کی آئندہ اولاد کے لئے وقف کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی خرید و فروخت نہ کی جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا اس وقف کرنے والے کی بیٹیوں کی اولاد بھی اس کی وارث ہو گی یا نہیں؟ یا بیٹوں کی اولاد میں سے جو بیٹیاں ہوں گی وہ بھی اس وارثت کی حق دار ہوں گی یا نہیں براہ کرم رہنمائی فرمائیں، جزاکم اللہ خیرا"

جواب اس مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ بیٹیوں کی اولاد بھی اولاد کی اولاد ہے یا نہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں دو قول ہیں، اس قسم کے مسئلہ میں شرعی عدالتیں جو فیصلہ کریں وہ ان شاء اللہ صحیح ہو گا کیونکہ اس طرح کے مسائل میں عموماً تنازعہ کی صورت ہوتی ہے اور ان کا حل عدالت ہی سے ہو سکتا ہے..... اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔

ایک عورت سے اس کے چچا کے بیٹے نے شادی کی مگر.......

سوال میری ایک بہن نے جس کی عمر چودہ سال ہے، چچا کے بیٹے سے شادی کی لیکن قضائے الٰہی سے وہ فوت ہو گیا سوال یہ ہے کہ میری بہن کے لئے پوری عدت ہے یا نصف یا بالکل نہیں ہے نیز کیا یہ اس کی وارث ہو گی کیونکہ اس نے اس کے ساتھ ابھی تک خلوت اختیار نہیں کی اور نہ ابھی تک اسے اس کی طرف سے زیور یا کوئی اور چیز وغیرہ وصول ہوئی تھی، رہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا"

جواب جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت سے پہلے فوت ہو جائے تو بیوی کے لئے عدت بھی ہے اور وراثت سے حصہ بھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ﴾ (البقرة۲/ ۲۳۴)

"اور جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔"

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مدخولہ اور غیر مدخولہ عورتوں میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ ان سب کے لئے اس آیت میں حکم مطلقاً بیان کیا گیا ہے اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں البتہ اپنے شوہر پر وہ چار ماہ اور دس دن تک سوگ کرے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے بھی مدخولہ اور غیر مدخولہ میں فرق نہیں فرمایا۔ اسی طرح وراثت کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ﴾ (النساء۴/ ۱۲)

"اور جو کچھ تمہاری بیویاں (ترکے میں) چھوڑ جائیں اس میں سے نصف حصے (یعنی ۲/ ۱) کے تم حق دار ہو بشرطیکہ ان کی اولاد (بیٹی یا بیٹا) نہ ہو، اگر ان کی اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا حصہ ایک چوتھائی (یعنی ۴/ ۱) ہو گا (یہ تقسیم)

مرنے والی کی وصیت کی تعمیل اور اس کے قرضے (کی ادائیگی) کے بعد (عمل میں لائی جائے) اور جو مال تم (مرد) ترکہ میں چھوڑو اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری عورتوں کا اس میں چوتھا حصہ اور اگر اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ ہے (یہ تقسیم) تمہاری تمہاری وصیت کی تعمیل اور قرضے (کی ادائیگی) کے بعد (عمل میں لائی جائے)"

تو اس آیت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مدخولہ و غیرمدخولہ عورتوں میں فرق نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام عورتوں کو اپنے شوہروں کی وراثت سے حصہ ملتا ہے خواہ وہ مدخولہ ہوں یا غیرمدخولہ بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ مثلاً غلامی، قتل اور اختلاف دین وغیرہ۔

مسلمانوں کے لئے نصیحت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلاَۃُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی مَنْ لاَّ نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ہراس مسلمان کے نام جو میری اس نصیحت کو دیکھے، اللہ تعالیٰ مجھے اور ان سب کو دین میں فقاہت عطا فرمائے اور مجھے اور انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، امابعد:

اس نصیحت کے ذریعہ میں نے ان بعض منکر امور کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے جن میں بہت سے مسلمان مبتلا ہو چکے ہیں اور اس کا سبب ان کی جہالت یا یہ کہ شیطان ان کے افکار اور عقلوں کے ساتھ کھیل رہا ہے اور یہ لوگ محض خواہش نفس کی پیروی کی وجہ سے ان منکر امور کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

ان منکر امور، فاسد عقائد اور کھلم کھلا ضلالت و گمراہی سے تعلق رکھنے والا ایک امر یہ ہے کہ بعض غافل اور جاہل لوگ کچھ خرافات بکنے والے مشرکوں، گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بیماروں کو شفا دے سکتے ہیں، ان سے نقصان کو دور کر سکتے اور انہیں نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اس بے بصیرتی اور گمراہی سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ یہ عقیدہ ایمان باللہ کے منافی ہے، اس لئے کہ اللہ رب ذوالجلال ہی نافع، ضار، رزاق، محی، ممیت، مدبر اور قادر ہے اور وہ ان گمراہوں اور افتراء پردازوں کی باتوں سے بلندوبالا، ارفع و اعلیٰ اور پاک ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ ﴾

(یونس۱۰/ ۱۰۷)

"اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔"

لہٰذا اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی نفع و نقصان کا مالک یا شفا دے سکتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب، اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سب سے اشرف و افضل انسان سے کہا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ:

﴿ قُلْ إِنِّى لَآ أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ إِنِّى لَن يُجِيرَنِى مِنَ ٱللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾

إِلَّا بَلَٰغًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِسَٰلَٰتِهِۦ﴾ (الجن ۷۲/ ۲۱-۲۳)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اللہ سے مجھے ہرگز کوئی پناہ نہیں دے سکتا اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ بھی نہیں پا سکتا ہاں اللہ کی طرف سے (احکام) اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا (ہی میرے ذمہ ہے۔)"

اور فرمایا:

﴿قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۸۸)

"کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب سوال کرو تو اللہ سے کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو۔" جب نبی کریم ﷺ اپنے لئے یا کسی اور کے لئے نفع و نقصان کے مالک نہیں تو اور کوئی کس طرح نفع و نقصان کا مالک ہو سکتا ہے؟ للہذا ہر وہ شخص جو کسی نبی یا نیک آدمی یا اولیاء میں سے کسی ولی کے بارے میں غلو سے کام لے اور ان کے بارے میں الوہیت کی کسی قسم کا گمان رکھے مثلاً یہ کہے کہ "اے فلاں! تو مجھے شفا دے یا میری مدد کر یا مجھے رزق عطا کر یا یہ کہے کہ مجھے دولت مند بنا دے۔" وغیرہ تو یہ شرک و ضلالت ہے ایسے شخص سے توبہ کروائی جائے گی' اگر توبہ کر لے تو درست ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنا لے اور ان پر توکل کرے' ان سے دعا کرے اور ان سے سوال کرے تو بالاجماع وہ بھی کافر ہے' اسی طرح اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا ولی یا جن یا روح وغیرہ کو بھی اختیار ہے کہ وہ مشکل کو دور' حاجت کو پورا' بیماری کو رفع اور بلا کو دور کر سکتا ہے تو وہ بھی بہت بڑی گمراہی اور جہالت کی ایک خطرناک وادی میں داخل ہو گیا ہے یعنی وہ جہنم کے گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہے کیونکہ اس نے اللہ العظیم کے ساتھ شرک کیا اور اسی طرح جو بھی صالحین اور اولیاء میں سے کسی کو امداد کے لئے پکارے تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا کہ اللہ کے سوا کوئی بھی کسی کی مشکل دور کرنے پر قادر نہیں ہے۔

ان منکر امور میں سے' جن میں مسلمان مبتلا ہیں' ایک یہ بھی ہے کہ بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بنو ہاشم میں سے ہیں اور دیگر لوگوں میں سے کوئی بھی ان کے برابر نہیں ہے للہذا وہ اپنے سوا نہ کسی کو رشتہ دیتے اور نہ کسی سے رشتہ لیتے ہیں یہ بھی بہت بڑی غلطی' بہت بڑی جہالت' عورت پر ظلم اور ایسا حکم شریعت ہے' جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم نہیں دیا بلکہ ارشاد باری تعالیٰ تو یہ ہے کہ:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ﴾ (الحجرات ۴۹/ ۱۳)

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔"

اور فرمایا:

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات ۴۹/ ۱۰)

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ (التوبة۹/ ۷۱)

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔"

مزید فرمایا:

﴿ فَٱسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّى لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَٰمِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّنۢ بَعْضٍ ﴾

(آل عمران۳/ ۱۹۵)

"تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی (اور فرمایا) کہ میں کسی عمل کرنے والے مرد یا عورت کے عمل کو ضائع نہیں کرتا تم ایک دوسرے کی جنس ہو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سفید کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سفید پر فضیلت حاصل نہیں ہے مگر بجز تقویٰ کے، سبھی لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔" نبی ﷺ نے فرمایا کہ "آل بنی فلاں میرے دوست نہیں ہیں کیونکہ میرے دوست تو اللہ اور نیک مومن ہیں۔" (متفق علیہ)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جب تمہارے پاس ایسا شخص منگنی کا پیغام لے کر آئے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اسے رشتہ دے دو، ورنہ زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا" (ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے) نبی کریم ﷺ نے زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا کا اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا تھا اور فاطمہ بنت قیس قرشیہ رضی اللہ عنہا کا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا تھا حالانکہ یہ دونوں آزاد کردہ غلام تھے، حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ حبشی کا نکاح آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن سے کر دیا تھا جو کہ زہری اور قریشی تھیں، اسی طرح حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ قرشی نے اپنے بھائی ولید کی بیٹی کا رشتہ حضرت سالم کو دے دیا تھا جسے ایک انصاری خاتون نے آزاد کیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلطَّيِّبَٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَٱلطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَٰتِ ﴾ (النور۲۴/ ۲۶)

"اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے!"

اسی طرح خود نبی کریم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں یعنی حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ دونوں ہی بنو ہاشم سے نہیں بلکہ بنو عبدالشمس سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا حالانکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہاشمی نہیں بلکہ عدوی ہیں، اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے حبالہ عقد میں فاطمہ بنت حسین بن علی تھیں حالانکہ وہ اموی ہیں ہاشمی نہیں اسی طرح حضرت مصعب بن زبیر کے نکاح میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری صاحبزادی حضرت سکینہ تھیں حالانکہ مصعب بھی ہاشمی نہیں تھے بلکہ اسدی تھے یعنی اسد قریش سے آپ کا تعلق تھا۔ مقداد بن اسود نے نبی کریم ﷺ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی صاحبزادی ضباعہ سے شادی کی تھی حالانکہ مقداد بھی ہاشمی نہیں بلکہ کندی تھے، چنانچہ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں، اس سے مقصود یہ ہے کہ بعض ہاشمیوں کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ ہاشمی خاتون کا غیر ہاشمی کے ساتھ نکاح حرام یا مکروہ ہے کیونکہ غیر ہاشمی ایک ہاشمی خاتون کا کفو نہیں بن سکتا حالانکہ کفو سے مراد دینی کفو ہے۔ ابوطالب اور ابولہب کو جس بات نے دور کیا وہ

اسلام سے محرومی تھی اور سلمان فارسی، صہیب رومی اور بلال حبشی رضی اللہ عنہم کو جس بات نے قریب کر دیا تھا وہ دولت ایمان تھی نیکی، تقویٰ، اتباع شریعت اور صراط مستقیم کی پابندی تھی لیکن آج کل بعض ہاشمی لوگوں نے جو یہ خود ساختہ اصول بنا لیا ہے کہ ہاشمی خاتون کا غیر ہاشمی مرد سے نکاح جائز نہیں تو اس جہالت اور باطل تصرف کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہاشمی خاندان سے رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے بہت سی ہاشمی خواتین نکاح سے محروم رہتی ہیں یا ان کی شادی میں بے پناہ تاخیر ہو جاتی ہے اور اس کا نتیجہ بھی خوشگوار نہیں ہوتا کہ اس قدر تاخیر سے شادی کی وجہ سے یہ خواتین اولاد سے بالکل محروم رہتی ہیں یا ان کے ہاں بہت کم اولاد ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنكِحُوا۟ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّـٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا۟ فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ (النور ٢٤/ ٣٢)

"اور اپنی (قوم کی) بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا اور اللہ (بہت) وسعت والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کے نکاح کرنے کا مطلق حکم دیا ہے تاکہ یہ حکم غنی، فقیر اور دیگر تمام مسلمانوں کے لئے عام ہو۔ اسلامی شریعت نے چونکہ نکاح کی ترغیب دی ہے اور بہت تاکید کے ساتھ اس کی ترغیب دی ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کے لئے جلدی کریں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اے گروہ نوجواناں! تم میں سے جس شخص کے پاس مالی استطاعت ہو تو وہ شادی کر لے کیونکہ اس سے نظر نیچی رہتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جس کو استطاعت نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے، روزہ اس کے لئے شہوت کو دبانے کا سبب ہو گا" عورتوں کے وارثوں کو چاہئے کہ وہ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں یہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، اللہ تعالیٰ اس امانت کے بارے میں ان سے ضرور باز پرس کرے گا لہٰذا انہیں چاہئے کہ یہ فوراً اپنی بیٹیوں، بہنوں اور اپنے بیٹوں کی شادی کریں تاکہ ہر ایک اس زندگی میں اپنا کردار ادا کر سکے اور فتنہ و فساد اور جرائم بھی کم ہوں اور یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ بچیوں کی شادی نہ کرنا یا اس میں بہت تاخیر کر دینا اخلاقی جرائم اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ وہ کدال ہے جو معاشرہ کی اخلاقی قدروں کو توڑ پھوڑ دیتا اور تباہی و بربادی سے دوچار کر دیتا ہے۔

اے بندگان الٰہی! اپنے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو، ان بہنوں اور بیٹیوں کے بارے میں بھی، جن کا اللہ تعالیٰ نے تم کو والی بنا دیا ہے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں بھی اور سب مل کر کوشش کرو کہ معاشرہ خیر و بھلائی اور سعادت و کامرانی کا گہوارہ بن جائے۔ معاشرہ کی نمو، ارتقاء اور تکاثر کے راستے آسان ہوں اور معاشرہ میں جرائم کے پھیلانے والے اسباب کا ازالہ ہو اور جان لو کہ تم سب سے ایک دن تمہارے اعمال کے بارے میں سوال اور حساب و کتاب ہو گا اور تمہیں اپنے اعمال کے مطابق جزا یا سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (الحجر ١٥/ ٩٢-٩٣)

"تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان سے ضرور پرسش کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ لِيَجْزِيَ ٱلَّذِينَ أَسَٰٓـُٔوا۟ بِمَا عَمِلُوا۟ وَيَجْزِيَ ٱلَّذِينَ أَحْسَنُوا۟ بِٱلْحُسْنَى ﴾
(النجم ۵۳/ ۳۱)

"اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے (اور اس نے خلقت کو) اس لئے (پیدا کیا ہے) کہ جن لوگوں نے برے کام کئے ان کو ان کے اعمال کا (برا) بدلہ دے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان کو نیک بدلہ دے۔"

پس اے مسلمانو! تم اپنے نبی کریم ﷺ' آپ کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے تمام لوگوں کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی جلد شادی کرو اور میں تمہیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ شادی پر اخراجات بھی کم کرو' مہر باندھنے میں بھی بہت مبالغہ سے کام نہ لو' شادی کے اخراجات میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو' شادی کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کرنے کی کوشش کرو جو نیک' متقی' امانت دار اور پاکباز ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ بوجھ کی عطا فرمائے' دین پر ثبات و استقامت سے نوازے' ہمیں اور تمہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں اور برے عملوں سے محفوظ رکھے' اور سب کو ظاہری و باطنی تمام گمراہ کن فتنوں سے بچائے اور ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ وہ ہمارے حکمرانوں کی اصلاح فرما دے اور انہیں دوسروں کے لئے اصلاح کا ذریعہ بنا دے' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَصَلَّي اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ
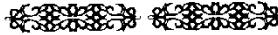
نکاح

جب کسی لڑکی کا وارث رشتہ دینے سے انکار کر دے......

سوال جب کوئی شخص کسی لڑکی کا رشتہ طلب کرنے کے لئے آئے لیکن لڑکی کا وارث رشتہ دینے سے انکار کر دے تاکہ اس لڑکی کو شادی سے محروم رکھے تو اس بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟

جواب وارثوں پر یہ واجب ہے کہ جب ہمسر لوگ ان سے رشتہ طلب کریں اور لڑکیاں بھی اس رشتے پر راضی ہوں تو وارث فوراً ان کی شادی کر دیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جب ایسے لوگ تم سے رشتہ طلب کریں جن کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو انہیں رشتہ دے دو' ورنہ زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد رونما ہو جائے گا۔"

بچیوں کو نکاح سے اسلئے روکے رکھنا جائز نہیں ہے تاکہ انکی شادی انکے اس چچا زاد وغیرہ سے کر دی جائے جسے وہ پسند نہ کرتی ہوں یا مال و دولت کی کثرت کے لالچ میں انہیں شادی سے روک رکھا جائے یا اس طرح کے دیگر ایسے اغراض و مقاصد کے پیش نظر انہیں شادی سے روک رکھا جائے جن کا اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے حکم نہیں دیا۔ للہذا حکمرانوں' امراء اور قاضیوں پر بھی یہ واجب ہے کہ اس آدمی کو سمجھائیں جس نے اپنی کسی عزیزہ کو شادی سے روک رکھا ہو' وارثوں پر بھی یہ واجب ہے کہ ظلم کے خاتمہ اور عدل کے قیام کیلئے جو قریب ترین رشتہ دار رشتے کا مستحق ہو اسے رشتہ دے دیا جائے تاکہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ان امور کے ارتکاب سے بھی بچ جائیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سب کو ہدایت اور خواہش نفس پر حق کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

رشتہ طلب کرنے والے کفو کو مسترد کرنا نیکی نہیں ہے

سوال میں اپنی ایک مشکل کا حل چاہتی ہوں۔ میں چوبیس برس کی ایک نوجوان لڑکی ہوں۔ میرے ساتھ شادی کا خواہش مند ایک نوجوان آیا جس نے اپنی یونیورسٹی کی تعلیم مکمل کر لی ہے اور ایک دینی گھرانے سے اس کا تعلق ہے' میرے والد نے اس رشتہ پر رضا مندی کا اظہار کر دیا اور مجھ سے مجلس میں آنے کے لئے کہا تاکہ میں اس نوجوان کو دیکھ لوں تو میں نے اسے دیکھا اور اس نے مجھے۔ میں نے اسے پسند کیا اور اس نے مجھے' کیونکہ ہمارے دین حنیف نے اس موقع پر ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت دی ہے لیکن جب میری والدہ کو یہ معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا ایک دینی گھرانے سے تعلق ہے تو اس نے اس نوجوان اور میرے والد کی رائے کے برعکس دنیا کو ترجیح دی اور قسم کھا کر کہا کہ یہ رشتہ کسی صورت بھی نہیں ہو سکتا میرے والد نے بہت کوشش کی لیکن بے فائدہ..... تو سوال یہ ہے کیا اس مسئلہ میں مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں شریعت سے یہ مطالبہ کروں کہ وہ میرے اس مسئلہ میں مداخلت کرے؟

جواب اگر امر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح سائلہ نے ذکر کیا ہے تو اس کی والدہ کو اس سلسلہ میں اعتراض کا نہ صرف

حق نہیں بلکہ اعتراض کرنا حرام ہے اور اے لڑکی! اس سلسلہ میں تیرے لئے اپنی والدہ کی اطاعت بھی لازم نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "اطاعت تو صرف نیکی میں ہے" اور یہ نیکی نہیں ہے کہ رشتہ طلب کرنے والے کفو کو مسترد کر دیا جائے بلکہ نبی کریم ﷺ کا تو یہ ارشاد ہے کہ "جب تم سے کوئی ایسا شخص رشتہ طلب کرے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اسے رشتہ دے دو' ورنہ زمین میں فتنہ اور بڑا فساد رونما ہو جائے گا" اور اگر بوقت ضرورت اس مسئلہ کے لئے عدالت میں جانا پڑے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

کیا بہت زیادہ مہر اور بہت زیادہ مال کا مطالبہ کرنا......

سوال میں اور سب لوگ یہ دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے لوگ بہت سے حق مہر کا مطالبہ کرتے ہیں اور اپنی بیٹیوں کی شادی کرتے وقت بہت زیادہ مال کا مطالبہ بھی کرتے ہیں اور دیگر شرائط اس پر مستزاد! تو کیا رشتہ دینے کے عوض یہ جو مال لیا جاتا ہے یہ حلال ہے یا حرام؟

جواب حکم شریعت یہ ہے کہ مہر ہلکا پھلکا ہو اور یہ رغبت نہ کی جائے کہ مہر بہت زیادہ ہو تاکہ ان بہت سی احادیث پر عمل کیا جا سکے جو اس سلسلہ میں وارد ہیں' شادی کے مسئلہ میں آسانی پیدا کی جا سکے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو عفت و پاک دامنی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا موقع عطا کیا جا سکے۔ لڑکی کے وارثوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے لئے مال طلب کرنے کی شرط لگائیں کیونکہ انہیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے بلکہ یہ حق صرف عورت کا ہے ہاں البتہ باپ ایسی کوئی شرط لگا سکتا ہے جو اس کی بیٹی کے لئے نقصان دہ نہ ہو اور نہ اس کی شادی میں رکاوٹ بنے اور اگر وہ شرط کو چھوڑ دے تو یہ زیادہ بہتر اور افضل ہے' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَنكِحُوا۟ ٱلْأَيَٰمَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا۟ فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۲)

"اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں (نکاح کر دیا کرو) اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔"

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "بہترین مہر وہ ہے' جس میں نرمی و آسانی ہو" (ابو داؤد' امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

نبی کریم ﷺ نے اپنے اس صحابی سے فرمایا تھا' جس کا آپ اس خاتون کے ساتھ نکاح کر رہے تھے جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا تھا کہ "(حق مہر کے لئے کچھ) تلاش کرو' خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جب اس صحابی کو لوہے کی انگوٹھی بھی نہ ملی تو نبی کریم ﷺ نے اس کا نکاح اس شرط پر کر دیا کہ قرآن مجید کی ان تمام سورتوں کو جن کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ اسے حفظ ہیں' اپنی بیوی کو بھی سکھا دے۔

نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا جو آج کے قریباً ایک سو تیس ریال کے برابر ہے اور آپ کی صاحبزادیوں کا مہر چار سو درہم تھا جو آج کے قریباً ایک سو ریال کے برابر ہے اور فرمان باری تعالیٰ ہے

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۲۱)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں عمدہ (بہترین) نمونہ موجود ہے۔"

جب شادی کے اخراجات کم اور آسان ہوں گے تو مردوں اور عورتوں کے لئے عفت و پاکبازی کی زندگی بسر کرنا آسان ہو گا' فواحش و منکرات میں کمی ہو جائے گی اور امت میں اضافہ ہو گا اور جب شادی کے اخراجات بہت بڑھ جائیں' لوگ مہر میں بہت مبالغہ کرنے لگیں تو شادیوں کی شرح کم ہو جائے گی' بدکاری میں اضافہ ہو گا اور نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بے راہ رو ہو جائیں گے الا من شاء اللہ!

میری' دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے لئے یہ نصیحت ہے کہ وہ نکاح کو آسان بنائیں' اس سلسلہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں' بہت زیادہ مہر کا مطالبہ کرنے سے اجتناب کریں' شادی اور ولیموں کی دعوتوں میں بھی تکلف سے پرہیز کریں اور بس شرعی ولیمہ پر اکتفا کریں جس سے زوجین پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے حالات کی اصلاح فرمائے اور سب کو ہر چیز میں سنت کے مطابق عمل کی توفیق بخشے!

ایک شخص نے اپنی بیٹی کا رشتہ اس شرط پر دیا کہ وہ اسے اپنی بیٹی.....

سوال ایک شخص نے دوسرے شخص کو اپنی بیٹی کا رشتہ اس شرط پر دیا کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ اسے دے گا اور دونوں میں سے کوئی بھی مہر ادا نہیں کرے گا تو کیا اس طرح ایک لڑکی کے عوض دوسری لڑکی کا نکاح جائز ہے یا ضروری ہے کہ دونوں کے لئے حق مہر کا بھی تعین ہو؟

جواب کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کو اپنی بیٹی یا بہن یا اپنی خواتین میں سے کسی دوسری خاتون کا رشتہ اس شرط پر دے کہ وہ اسے یا اس کے بیٹے کو یا اس کے وارثوں میں سے کسی اور کو رشتہ دے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کا نام شغار (وٹہ سٹہ) رکھا ہے۔ بعض لوگ اسے نکاح بدل کے نام سے موسوم کرتے ہیں' اس میں خواہ مہر ہو یا نہ ہو یہ نکاح جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح سے منع فرمایا ہے اور اس کا نام شغار رکھا ہے اور نبی ﷺ نے اس کی صورت یہی بیان فرمائی ہے کہ آدمی اپنی بیٹی یا بہن کا کسی شخص کو اس شرط پر رشتہ دے کہ وہ اپنی بیٹی یا بہن کا اس کو رشتہ دے گا اور اس موقعہ پر آپ نے مہر کا ذکر نہیں فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت مہر ہونے یا نہ ہونے کی دونوں صورتوں کے لئے ہے' علماء کے اقوال میں سے صحیح ترین قول یہی ہے۔ مسند (احمد) اور سنن ابی داؤد میں جید سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث موجود ہے کہ امیر مدینہ نے ان کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا کہ دو آدمیوں نے نکاح شغار کیا ہے اور دونوں نے مہر بھی مقرر کیا ہے تو اس خط کے جواب میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر مدینہ کو یہ لکھا کہ ان دونوں کے نکاح کو ختم کر دو کیونکہ یہی وہ نکاح شغار ہے' جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس نکاح کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ اس صورت میں عورتوں پر ظلم ہوتا ہے انہیں ان لوگوں سے شادی پر مجبور کیا جاتا ہے' جنہیں وہ ناپسند کرتی ہیں اور انہیں محض ایک دنیوی سامان سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان کے بارے میں وارث جس طرح چاہیں اپنی رغبت و مصلحت کے مطابق تصرف کریں جیسا کہ آج کل وٹہ سٹہ کا نکاح کرنے والوں کے عمل سے ثابت ہوتا ہے الا من شاء اللہ!

حدیث ابن عمر میں شغار کی تشریح میں جو یہ آیا ہے کہ "آدمی اپنی بیٹی کا رشتہ کسی شخص کو اس شرط پر دے کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ اسے دے گا اور دونوں کے لئے حق مہر بھی نہ ہو۔" تو یہ تشریح نافع کی ہے' یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے کہ "دونوں کے لئے حق مہر بھی نہ ہو۔" نبی ﷺ نے شغار کی جو تشریح فرمائی ہے اس میں مہر کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ قبل ازیں

اس حدیث کو بیان کیا جا چکا ہے اور ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان نافع کے کلام سے مقدم ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

کیا تعدد زوجات کی صورت میں عدل و انصاف شرط ہے

سوال تعدد ازواج کے لئے کیا حکم ہے' اگر یہ جائز ہے تو کیا عدل و انصاف شرط ہے؟ کیا یہ بھی عدل و انصاف کا حصہ ہے کہ مباشرت کرنے اور شب بسری کرنے میں بھی مساوات ہو؟ جو شخص عدل و انصاف تو کر سکتا ہو لیکن تعدد ازواج سے اس کا مقصود فخر و مباہات ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب تعدد ازواج اس شخص کے لئے سنت ہے' جس میں اس کی طاقت ہو اور اس کا اس سے مقصود عفت و پاکبازی' غض بصر' تکثیر نسل اور امت کی حوصلہ افزائی ہو تاکہ امت اس حلال طریقے کو اختیار کر کے حرام سے بچ سکے اور امت مسلمہ کثرت کے اسباب کو اختیار کر سکے تاکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کی کثرت ہو یا اس طرح کے دیگر نیک مقاصد پیش نظر ہوں تو پھر تعدد ازواج سنت ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا۟ فِى ٱلْيَتَـٰمَىٰ فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَـٰثَ وَرُبَـٰعَ ۖ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ فَوَٰحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُوا۟ ﴾ (النساء ٤/ ٣)

"اور اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار ان سے نکاح کر لو اور اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ (سب عورتوں سے) یکساں سلوک نہ کر سکو گے تو ایک عورت (کافی ہے) یا لونڈی جس کے تم مالک ہو اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔"

اور فرمایا:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٢١)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں عمدہ (بہترین) نمونہ موجود ہے۔"

نبی ﷺ کے حبالہ عقد میں کئی ازواج مطہرات تھیں' آپ ان میں عدل و انصاف فرمایا کرتے تھے اور پھر اس کے ساتھ یہ دعا بھی فرماتے کہ:

«اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِي فِيمَا أَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيمَا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ»

"اے اللہ! یہ میری وہ تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں اور اس میں مجھے ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے مگر میں مالک نہیں ہوں۔"

اس حدیث کو اہل سنن نے باسناد صحیح روایت کیا ہے اس سے' نبی ﷺ کی مراد یہ ہے کہ انسان کے لئے ان امور میں عدل و انصاف واجب ہے جو اس کے اختیار میں ہیں مثلاً خرچ کرنا اور شب بسر کرنا وغیرہ لیکن محبت اور مباشرت وغیرہ ایسے امور ہیں جو انسان کے مقدور میں نہیں ہیں۔ مسلمان بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا جیسا کہ اس سلسلہ میں وارد صحیح سنت سے ثابت ہے جس سے اس آیت کریمہ کی تفسیر بھی ہو جاتی ہے' واللہ ولی التوفیق۔

طلاق

تحریم و طلاق کی قسم

سوال تحریم اور طلاق کی قسم کھالینے کا کیا حکم ہے؟ اور اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جس کی یہ عادت بن چکی ہو؟

جواب کسی حلال چیز کو حرام قرار دینے کے لئے قسم کھانا جائز نہیں ہے خواہ یہ کہے کہ "بالحرام لافعلن کذا" یا یہ کہے کہ "علی الحرام لافعلن کذا" یا یہ کہے کہ "لاافعل کذا" کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَ ﴾ (التحریم٦٦/ ١)

"اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے تم اسے کیوں حرام کرتے ہو؟"

اور اپنی بیویوں سے ظہار کرنے والوں کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنكَرًا مِّنَ ٱلْقَوْلِ وَزُورًا ﴾ (المجادلة٥٨/ ٢)

"بے شک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی تحقیق اس نے شرک کیا' بلاشک و شبہ انسان کا یہ کہنا کہ "بالحرام لافعلن کذا" بھی غیر اللہ کی قسم کھانے ہی کی ایک صورت ہے! اسی طرح یہ قسم کھانا کہ علی الطلاق لا فعلن کذا یا یہ کہنا کہ "ان فعلت کذا فانت طالق" (اگر تو نے ایسا کیا تو تجھے طلاق) مکروہ ہے کیونکہ یہ طلاق تک پہنچا دینے کا سبب بن سکتا ہے اور کسی شرعی سبب کے بغیر طلاق دینا حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے اور اگر کوئی یوں کہے "بالطلاق لا فعلن کذا" یا یہ کہے کہ "لاافعل کذا" تو یہ ایک امر منکر ہے کیونکہ غیر اللہ کی قسم جائز نہیں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

طلاق کی شرط پر اگلے سال میں یہ سودا خرید لوں گا.......

سوال ایک شخص نے بھول کر یہ قسم کھائی --- بھولنے کی وجہ یہ ہے کہ ابھی اس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی --- مجھ پر طلاق اگر میں اگلے سال یہ سودا نہ خریدوں..... اس صورت میں اگر وہ اگلے سال سودا نہ خریدے تو کیا واقعی اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی؟ نہ خریدنے کی صورت میں اس پر کیا کفارہ ہو گا؟ یاد رہے اس طرح طلاق وغیرہ کے ساتھ قسم کھانا اس کی ہرگز عادت نہیں ہے اور اب اس نے اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کر لیا ہے؟

جواب اس قسم کے کلام کے بارے میں خاوند کی نیت کے لحاظ سے حکم مختلف ہوتا ہے' اگر اس سے اس کا مقصود اس سودے کے خریدنے پر اپنے آپ کو رغبت دینا اور انگیخت کرنا ہے اور سودا نہ خریدنے کی صورت میں اپنی بیوی سے علیحدگی

اختیار کرنا مقصود نہ ہو تو اہل علم کے صحیح قول کے مطابق یہ طلاق قسم کے حکم میں ہو گی اور اسے قسم ہی کا کفارہ دینا ہو گا جو کہ دس مسکینوں کو نصف صاع ہر مسکین کے حساب سے کھجور یا جو اس علاقے کی خوراک ہو' کھلانا ہے اور نصف صاع کی مقدار تقریباً ڈیڑھ کلو ہے لہٰذا اگر وہ دس مسکینوں کو اس حساب سے صبح یا شام کا کھانا کھلا دے یا انہیں ایسا لباس پہنا دے جس میں نماز جائز ہو تو یہ اس کا کفارہ ہو جائے گا۔

اگر چیز نہ خریدنے کی صورت میں اس کا مقصود طلاق ہی ہے تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس نے واقعی وہی الفاظ استعمال کئے ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو اس سے ایک طلاق واقع ہو جائے گی لیکن مرد مومن کو چاہئے کہ اس طرح کے الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرے کیونکہ بہت سے اہل علم کے نزدیک اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے مطلقاً طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ مقصود کچھ بھی ہو اور نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ "جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین و عزت کو بچالیا ہے" (متفق علیہ)

کیا شادی شدہ شخص کے زنا کرنے سے اس کی بیوی حرام ہو جائے گی؟

سوال کیا جب کوئی شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اگر عورت بدکاری کرے تو اس کا شوہر اس پر حرام ہو جاتا ہے؟

جواب دونوں میں کوئی کسی پر حرام تو نہیں ہوتا لیکن اس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے دونوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی پکی توبہ کرنی چاہئے اور توبہ کے بعد ایمان صادق اور عمل صالح کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ سچی توبہ اسی صورت میں ہوتی ہے کہ توبہ کرنے والا گناہ کو چھوڑ دے' جو کچھ ہو چکا اس پر ندامت کا اظہار کرے اور عزم مصمم کرے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خوف' اس کی تعظیم' اس کے ثواب کی امید اور اس کے عذاب کے ڈر کی وجہ سے وہ آئندہ اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ثُمَّ ٱهْتَدَىٰ ﴾ (طٰہ ۲۰/ ۸۲)

"اور جو شخص توبہ کرے' ایمان لائے اور عمل نیک کرے پھر سیدھے راستے پر چلتا رہے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔"

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا ﴾ (التحریم۶۶/ ۸)

"اے ایمان والو! اللہ کے سامنے (صاف دل سے) خالص سچی توبہ کرو۔"

مزید فرمایا:

﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور۲۴/ ۳۱)

"اے اہل ایمان! تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

زنا حرام امور میں سب سے بڑھ کر حرام اور اکبر الکبائر (سب سے بڑا گناہ) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں' ناحق قتل کرنے والوں اور زانیوں کو سرزنش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے لئے قیامت کے دن دوگنا عذاب ہو گا اور ذلیل و خوار ہو کر ہمیشہ عذاب الٰہی میں مبتلا رہیں گے کیونکہ ان کا جرم بہت بڑا اور ان کا فعل بے حد قبیح ہے' جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ

ہے:

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا ﴾ (الفرقان٢٥/ ٦٨ـ٧٠)

"اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہو گا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے۔"

ہر مسلمان مرد اور عورت پر یہ واجب ہے کہ وہ اس بہت بڑی فحاشی و بدکاری اور اس کے اسباب و وسائل سے اجتناب کرے اور جو کچھ پہلے ہو چکا اس سے سچی توبہ کرے' صدق دل سے توبہ کرنے والوں کی توبہ کو اللہ قبول فرمالیتا ہے اور ان کے گناہوں کو معاف فرمادیتا ہے' واللہ ولی التوفیق۔

عورت کا اپنے شوہر کے لئے حرام ہونا یا اسے اپنے کسی محرم سے تشبیہ دینا....

سوال جب کوئی عورت اپنے شوہر سے یہ کہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو' تو مجھ پر اسی طرح حرام ہو گا جس طرح میرا باپ مجھ پر حرام ہے یا عورت اپنے شوہر پر لعنت بھیجے یا مرد عورت سے یا عورت مرد سے اللہ کی پناہ چاہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب عورت کا اپنے آپ کو اپنے شوہر کے لئے حرام قرار دے دینا یا اسے اپنے کسی محرم کے ساتھ تشبیہ دینا قسم کے حکم میں ہے اور اس کا حکم ظہار کا نہیں ہے کیونکہ ظہار تو مردوں کی طرف سے اپنی عورتوں کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔

اس صورت میں عورت کے لئے قسم کا کفارہ ہو گا اور وہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو نصف صاع فی مسکین کے حساب سے وہ کھانا کھلا دیا جائے جو شہر میں معروف خوراک ہو۔ نصف صاع موجودہ پیمانے کے حساب سے تقریباً ڈیڑھ کلو کے برابر ہے' اگر اس حساب سے دن یا رات کا کھانا کھلا دے یا ان کو ایسے کپڑے پہنا دے جن میں نماز جائز ہو تو یہ کافی ہو گا' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَٰنِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَٰنَ ۖ فَكَفَّٰرَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّٰرَةُ أَيْمَٰنِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوٓا۟ أَيْمَٰنَكُمْ ﴾ (المائدة٥/ ٨٩)

"اللہ تعالیٰ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کا خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو (اور اسے توڑ دو) اور (تم کو) چاہئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔"

عورت اگر کسی ایسی چیز کو حرام قرار دے لے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے تو اس کا حکم قسم کا ہو گا' اسی طرح مرد اگر کسی حلال چیز کو حرام قرار دے لے تو اس کا حکم بھی قسم کا ہو گا سوائے اس کے کہ وہ اپنی بیوی کو حرام قرار دے لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ ٱللَّهُ لَكَۖ تَبۡتَغِي مَرۡضَاتَ أَزۡوَٰجِكَۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ ۝ قَدۡ فَرَضَ ٱللَّهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ أَيۡمَٰنِكُمۡۚ وَٱللَّهُ مَوۡلَىٰكُمۡۖ وَهُوَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡحَكِيمُ﴾ (التحریم٦٦/ ١-٢)

"اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے تم اسے حرام کیوں کرتے ہو؟ (کیا اس سے) اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اللہ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ ہی تمہارا کارساز ہے اور وہ دانا (اور) حکمت والا ہے۔"

اگر مرد اپنی بیوی کو حرام قرار دے لے تو اس کا حکم ظہار کا ہے' اہل علم کا صحیح قول یہی ہے کہ جب تحریم ہو یا ایسی شرط کے ساتھ معلق ہو جس سے ترغیب یا ممانعت یا تصدیق یا تکذیب مقصود نہ ہو مثلاً یہ کہنا کہ "تو مجھ پر حرام ہے" یا "میری بیوی مجھ پر حرام ہے۔" یا "جب رمضان شروع ہو گا تو میری بیوی مجھ پر حرام ہو گی۔" وغیرہ تو اس کا حکم اسی طرح ہے جیسے اس قول کا حکم ہے کہ "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔" چنانچہ اس مسئلہ میں علماء کا صحیح قول یہی ہے جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ کہنا' حرام' نامعقول اور جھوٹی بات ہے' اس بات کے کہنے والے کو اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرنی چاہئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلَّذِينَ يُظَٰهِرُونَ مِنكُم مِّن نِّسَآئِهِم مَّا هُنَّ أُمَّهَٰتِهِمۡۖ إِنۡ أُمَّهَٰتُهُمۡ إِلَّا ٱلَّٰٓـِٔي وَلَدۡنَهُمۡۚ وَإِنَّهُمۡ لَيَقُولُونَ مُنكَرٗا مِّنَ ٱلۡقَوۡلِ وَزُورٗاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٞ﴾ (المجادلة٥٨/ ٢)

"جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے' بے شک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے۔" پھر فرمایا:

﴿ وَٱلَّذِينَ يُظَٰهِرُونَ مِن نِّسَآئِهِمۡ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُواْ فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٖ مِّن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۚ ذَٰلِكُمۡ تُوعَظُونَ بِهِۦۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٞ ۝ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِن قَبۡلِ أَن يَتَمَآسَّاۖ فَمَن لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ فَإِطۡعَامُ سِتِّينَ مِسۡكِينٗاۚ﴾ (المجادلة٥٨/ ٣-٤)

"اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (ان کو) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے (اے ایمان والو!) اس (حکم) سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے' جس کو غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے پس جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں (محتاجوں) کو کھانا کھلانا ہے۔"

اگر غلام آزاد کرنا اور روزے رکھنا ممکن نہ ہو تو پھر واجب یہ ہے کہ اپنے علاقے کی خوراک کے مطابق ساٹھ مساکین کو نصف صاع کے حساب سے کھانا کھلایا جائے۔

عورت کا اپنے خاوند پر لعنت کرنا یا اس سے پناہ مانگنا حرام ہے۔ عورت کو اس سے توبہ کرنی اور اپنے خاوند سے بھی معافی طلب کرنی چاہئے' اس سے اس کا شوہر اس پر حرام نہیں ہو گا' اس کلام کا کوئی کفارہ بھی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی

خاوند اپنی بیوی پر لعنت بھیجے یا اس سے پناہ چاہے تو اس سے وہ اس پر حرام نہیں ہو گی ہاں البتہ اسے اس بات سے توبہ کرنی اور بیوی پر لعنت کرنے کی وجہ سے اس سے معاف کروا لینا چاہئے کیونکہ کسی مسلمان مرد یا عورت پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ وہ اس کی بیوی ہو یا کوئی اور۔ لعنت کرنا کبیرہ گناہ ہے' اسی طرح عورت کے لئے اپنے خاوند یا کسی اور مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔" اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ "لعنت کرنے والے قیامت کے دن گواہی دینے والے اور شفاعت کرنے والے نہ بن سکیں گے۔" نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔" ہم اللہ تعالیٰ سے ہر اس چیز سے عافیت و سلامتی کی دعا کرتے ہیں جو اسے ناراض کرنے والی ہو!

ایک مجلس کی تین طلاقیں

سوال ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں یا ایک ہی مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دینا حرام ہیں اور ایسا کرنے والے کو گناہ گار سمجھا جاتا ہے لیکن جمہور علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے' بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے جب کہ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ اس سے طلاق بالکل واقع ہوتی ہی نہیں' کیونکہ یہ طلاق بدعی ہے' اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ سے متعلق نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ صحیح حکم کیا ہے' عکرمہ کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رکانہ کی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا تھا؟

جواب اس مسئلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ جب آدمی اپنی عورت کو ایک ہی کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دے دے تو اسے ایک طلاق شمار کیا جائے گا کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے عہد (زمانے) میں' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دو سالوں تک تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اس مسئلہ میں جلد بازی سے کام لینا شروع کر دیا ہے' جس میں ان کے لئے مہلت تھی لہٰذا اس کو اگر ہم نافذ کر دیں تو؟ ---- چنانچہ انہوں نے اسے نافذ کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردوں اور دیگر اہل علم نے اسی بات کو اختیار کیا ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ثابت ہے۔ سیرت نگار امام محمد بن اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور یہی قول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس بات کو بھی اختیار کیا ہے کہ دوسری اور تیسری طلاقیں نکاح یا رجعت کے بعد ہی واقع ہوں گی اور پھر اس کے انہوں نے کئی اسباب ذکر کئے ہیں' لیکن میرے علم کے مطابق آپ کے اس دوسرے قول کی ادلہ شرعیہ میں سے کسی دلیل سے تائید نہیں ہوتی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بھی کسی کا قول اس کی تائید میں نہیں ہے لہٰذا صحیح بات بس یہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں گی' باقی رہی حدیث رکانہ تو وہ اس مسئلہ میں صریح نہیں ہے' اس حدیث کی سند میں بھی کلام ہے کیونکہ اسے داؤد بن حصین نے عکرمہ سے روایت کیا ہے اور اس روایت کو محدثین کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ "تقریب" "تہذیب" اور دیگر کتابوں میں داؤد مذکور کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے۔

جب زندگی بسر کرنا مشکل ہو تو پھر عورت کے طلاق طلب......

سوال جب زندگی گزارنا مشکل ہو تو پھر طلاق طلب کرنے کے بارے میں حکم شریعت کیا ہے؟ زندگی کے مشکل ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرا خاوند جاہل ہے "میرے حقوق ہی کو نہیں جانتا" مجھ پر اور میرے والدین پر لعنت بھیجتا رہتا ہے اور مجھے یہودی' نصرانی اور رافضی کے ناموں سے موسوم کرتا ہے لیکن میں اپنے بچوں کی وجہ سے اس کے اس قبیح اخلاق پر صبر کیے ہوئے تھی لیکن جب سے مجھے "التھاب المفاصل" کا مرض لاحق ہوا ہے میں صبر کرنے سے عاجز و قاصر ہو گئی ہوں اور مجھے اس سے شدید نفرت ہو گئی ہے حتی کہ اب میں اس سے بات بھی نہیں کر سکتی' میں نے اس سے طلاق طلب کی تو اس نے میرے اس مطالبہ کو بھی مسترد کر دیا کیونکہ میں چھ سال سے اس کے گھر میں اپنے بچوں کی خاطر رہ رہی ہوں لیکن اس طرح جیسے کوئی مطلقہ یا اجنبی عورت ہو لیکن ان حالات کے باوجود مجھے طلاق بھی نہیں دیتا' امید ہے آپ میرے اس سوال کا جواب عطا فرما کر عزت افزائی فرمائیں گے!

جواب جب تمہارے خاوند کا حال یہ ہے جو تم نے ذکر کیا ہے تو اس حال میں طلاق طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ خواہ اسے کچھ مال ہی کیوں نہ دینا پڑے تاکہ وہ تمہیں طلاق دے دے کیونکہ وہ زندگی بھی اچھے طریقے سے بسر نہیں کرتا اور پھر گندی زبان استعمال کر کے تم پر ظلم بھی کرتا ہے لیکن اگر تم ان حالات میں صبر کر سکو' اسے اچھا انداز و اسلوب اختیار کرنے کی تلقین کرتی رہو اور اس کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہو تو یہ تمہارے بچوں کے حوالے سے اور اس حوالے سے کہ تمہیں اور تمہارے بچوں کو خرچہ کی ضرورت ہو گی' بہتر ہے اور امید ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ تمہیں اجر اور حسن عاقبت سے نوازے گا۔ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اسے ہدایت اور سلامت روی عطا فرمائے --- لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب وہ نماز پڑھتا ہو اور دین کو برا بھلا نہ کہتا ہو اور اگر وہ نماز نہیں پڑھتا یا دین کو گالی دیتا ہے تو وہ کافر ہے' اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اپنا نفس اس کے لئے پیش کرو کیونکہ دین اسلام کو گالی دینا اور اس کا مذاق اڑانا اہل علم کے اجماع کے مطابق کفر و ضلالت اور اسلام سے ارتداد ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ﴾
(التوبة٩/ ٦٥-٦٦)

"کہو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے؟ بہانے مت بناؤ تم ایمان کے بعد کافر ہو چکے ہو۔"

اور علماء کے صحیح قول کے مطابق ترک نماز کفر اکبر ہے خواہ اس کے وجوب کا انکار نہ بھی کرے کیونکہ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق ترک نماز ہے۔" اسی طرح امام احمد اور اہل سنن رحمۃ اللہ علیہم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا" علاوہ ازیں کتاب و سنت کے دیگر دلائل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے' واللہ المستعان۔

کیا نبی کریم ﷺ سے تفویض طلاق ثابت ہے........؟

سوال اسلامی شریعت سے یہ ثابت ہے کہ طلاق شوہر کا حق ہے لیکن جمہور علماء تفویض و توکیل کے بھی قائل ہیں تو میرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ حکم نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے؟

جواب مجھے نبی کریم ﷺ کی کوئی ایسی حدیث معلوم نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ عورت کو یا کسی اور کو طلاق کے لئے اپنا وکیل بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن علماء نے اسے کتاب و سنت کے ان دلائل سے اخذ کیا ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالی حقوق اور ان سے مشابہہ دیگر حقوق میں کسی اچھے آدمی کو اپنا وکیل بنایا جا سکتا ہے۔ طلاق شوہر کا حق ہے لہٰذا اگر وہ اس حق کے استعمال کرنے کے لئے اپنی بیوی یا کسی اور کو وکیل بنا لے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ قاعدہ شریعت سے وکالت ثابت ہے لیکن یہ جائز نہیں کہ وہ وکیل کو طلاق ثلاثہ کے وقوع پذیر ہونے کا وکالت نامہ بھی دے کیونکہ ایسا کرنا تو خاوند کے لئے بھی جائز نہیں لہٰذا وکیل کے لئے یہ بالاولیٰ جائز نہیں ہو گا کیونکہ امام نسائی نے جید سند کے ساتھ محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب یہ بتایا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو نبی کریم علیہ السلام نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا وہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں...... الحدیث۔ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اس شخص سے کہا جس نے طلاق کے بارے میں سوال کیا تھا کہ ''اگر تم نے تین طلاقیں دی ہیں تو تم نے اپنے رب کے اس حکم کی نافرمانی کی ہے جو اس نے عورت کو طلاق دینے کے سلسلہ میں دیا ہے۔''

بیوی کی دبر میں مباشرت کرنا حرام ہے

سوال ایک قاری نے پوچھا ہے کہ بیوی کی دبر میں مباشرت کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے اور اس کا کیا کفارہ ہے؟

جواب عورت کی دبر میں مباشرت کرنا کبیرہ گناہ اور بدترین جرم ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''وہ شخص ملعون ہے جو اپنی بیوی کی دبر میں مباشرت کرے۔'' آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں جنسی عمل کرے۔''

جس شخص نے ایسا کیا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ فوراً پکی سچی توبہ کرے اور اس گناہ سے رک جائے' اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کے عذاب سے ڈر کی وجہ سے اسے ترک کر دے' جو کچھ ہو چکا اس پر ندامت کا اظہار کرے اور پکا ارادہ کرے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ کے بجالانے کی بھی کوشش کرے جو شخص سچی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے اس کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ثُمَّ ٱهْتَدَىٰ ﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ۸۲)

''اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے پھر سیدھے رستے پر چلتا رہے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔''

اور سورۃ الفرقان میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَٱلَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِي حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَٰعَفْ لَهُ ٱلْعَذَابُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِۦ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ

وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾
(الفرقان ۲۵/ ۶۸۔۷۰)

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جاندار کو مار ڈالنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے' اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا۔ قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہو گا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اسلام (قبول کرنا) تمام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور توبہ بھی پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔'' ان کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں۔

علماء کے صحیح قول کے مطابق دبر میں جنسی عمل کرنے کا کوئی کفارہ نہیں ہے اور نہ اس سے بیوی اپنے شوہر پر حرام ہوتی ہے بلکہ اسی کے حبالۂ عقد میں باقی رہتی ہے۔

عورت کو چاہئے کہ اس منکر عظیم (انتہائی برے کام) کے بارے میں اپنے شوہر کی بات نہ مانے' اگر وہ ایسا کرنے کے لئے کہے تو انکار کر دے اور اگر وہ باز نہ آئے تو فسخ نکاح کا مطالبہ کر دے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہر شخص کو اس سے محفوظ رکھے۔

پردہ اور بے حجابی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لاَّ نَبِيَّ بَعْدَهُ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ ۔ أَمَّا بَعْدُ:

ہر وہ انسان جس میں ادنیٰ سی بھی معرفت ہو' جانتا ہے کہ بہت سے ممالک میں عورتوں کے اظہار حسن و جمال' مردوں سے عدم حجاب اور نمائش زینت --- جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے --- کے باعث ہی مصیبتیں عام ہوئی ہیں۔ بلاشک و شبہ عورتوں کی بے پردگی عظیم منکرات' ظاہر معاصی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی عقوبتوں اور مصیبتوں کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ فواحش و منکرات کا ظہور' جرائم کا ارتکاب' قلت حیا اور عموم فساد وغیرہ اظہار حسن و جمال اور عدم حجاب ہی کے برگ و بار ہیں۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اپنے بے وقوف لوگوں کو روکو اور عورتوں کو منع کرو کہ وہ ان امور کے ارتکاب سے باز آ جائیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ ان سے پردہ کی پابندی کراؤ اور اللہ کے غضب اور اس کی عظیم سزاؤں سے ڈراؤ۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ فَلَمْ يُغَيِّرُوْهُ أَوْشَكَ أَنْ يَّعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابِهِ»

''جب لوگ برائیوں کا ارتکاب ہوتا دیکھیں اور منع نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب کی

گرفت میں لے لے۔"

اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ لُعِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۢ بَنِىٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُۥدَ وَعِيسَى ٱبۡنِ مَرۡيَمَۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعۡتَدُونَ ۝٧٨ كَانُواْ لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُۚ لَبِئۡسَ مَا كَانُواْ يَفۡعَلُونَ ﴾ (المائدۃ۵/ ۷۸-۷۹)

"جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے' ان پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے تجاوز کرتے تھے (اور) برے کاموں سے' جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو روکتے نہیں تھے بلاشبہ وہ برا کرتے تھے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تو فرمایا:

«وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ السَّفِيْهِ وَلَتَأْطِرُنَّهُ عَلَى الْحَقِّ أَطْرًا أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللهُ بِقُلُوْبِ بَعْضِكُمْ عَلٰى بَعْضٍ، ثُمَّ يَلْعَنُكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ»

"اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دو گے' برائی سے روکو گے' بے وقوف کے ہاتھ کو پکڑ لو گے (کہ وہ دست درازی نہ کرے) اور اسے حق کی طرف لوٹا دو گے یا پھر تمہارے بعض لوگوں کے باعث تمہارے دیگر لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ مردہ کر دے گا اور تم پر ایسے لعنت کرے گا جیسے اس نے اسرائیلیوں (بنی اسرائیل) پر لعنت کی تھی۔"

صحیح سند کے ساتھ نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے:

«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ»

"تم میں سے جو کوئی برائی کا کام دیکھے' اسے ہاتھ سے روک دے' اگر (اس کی) طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے منع کرے' اتنی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے اور یہ نہایت کمزور درجے کا ایمان ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ پردہ کی پابندی کریں' گھروں کو اختیار کریں اور فتنہ و فساد سے محفوظ رہنے کے لئے غیر محرم آدمیوں کے سامنے حسن و جمال کا اظہار کریں نہ نرم لب و لہجہ میں بات کریں ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَٰنِسَآءَ ٱلنَّبِيِّ لَسۡتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِنِ ٱتَّقَيۡتُنَّۚ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِٱلۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ ٱلَّذِى فِى قَلۡبِهِۦ مَرَضٌ وَقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوفًا ۝٣٢ وَقَرۡنَ فِى بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ ٱلۡجَٰهِلِيَّةِ ٱلۡأُولَىٰۖ وَأَقِمۡنَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِعۡنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓۚ ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۳۲-۳۳)

"اے پیغمبر کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر تم پرہیز گار رہنا چاہتی ہو تو (کسی اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کرو تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کوئی مرض ہے کوئی امید (نہ) پیدا کر لے اور دستور کے مطابق بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح پہلے جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی

تھیں' اس طرح زینت نہ دکھاؤ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو' اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو جو امہات المومنین اور دنیا کی تمام عورتوں سے بہتر اور اطہر ہیں' منع فرمایا ہے کہ وہ بھی دوسرے مردوں کے سامنے نرم لب و لہجہ میں گفتگو نہ کریں تاکہ جس کے دل میں شہوت زنا کا مرض ہے' وہ طمع نہ کرنے لگ جائے اور یہ خیال نہ کرنے لگ جائے کہ وہ بھی اس کی ہم خیال ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے گھروں میں رہنے کا حکم دیا اور زمانہ جاہلیت کے "تبرج" سے منع فرمایا ہے۔ "تبرج" کے معنی ہیں زینت اور محاسن' سر' چہرہ' گردن' سینہ' بازوں اور پنڈلیوں کا اظہار کیونکہ اس سے عظیم فساد اور بڑے بڑے فتنے رونما ہونے کا اندیشہ ہے اور یہ اظہار حسن و جمال ہی تو مردوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرنے کا بہت بڑا سبب ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نیکی و تقویٰ اور ایمان و طہارت کے باوصف (باوجود) امہات المومنین کو ان منکر اشیاء سے منع فرما دیا ہے تو دیگر عورتوں کو تو بالاولیٰ ان سے باز رہنا چاہئے اور انہیں اسباب فتنہ سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھے۔

اس آیت میں مذکورہ احکام صرف ازواج مطہرات ہی کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں' عموم پر دلالت کے لئے آیت کا درج ذیل حصہ ملاحظہ فرمائیے:

﴿ وَأَقِمْنَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۳۳)

"اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرتی رہو۔"

اور یہ سب اوامر' ازواج مطہرات اور دیگر عورتوں کے لئے احکام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَـٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان (دونوں) کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔"

یہ آیت کریمہ واضح نص ہے کہ عورتوں کے لئے مردوں سے پردہ اور ستر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے پردے کی فرضیت میں مضمر حکمت کو بھی بیان فرما دیا ہے کہ یہ عورتوں اور مردوں کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا باعث ہے نیز برائی اور اس کے اسباب سے دور کرنے والا ہے گویا اس بات کی طرف بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اشارہ فرما دیا ہے کہ عدم حجاب خباثت اور حجاب طہارت اور سلامتی ہے۔

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے آداب اختیار کرو' اس کے حکم کے سامنے سراطاعت خم کر دو اور عورتوں سے پردے کی پابندی کراؤ کیونکہ پردہ طہارت کا سبب اور سلامتی کا وسیلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَـٰبِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (چہروں) پر چادر

لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں یہ امران کے لئے موجب شناخت (و امتیاز) ہو گا تو کوئی ان کو ایذاء نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

جلابیب' جلباب کی جمع ہے۔ جلباب اس کپڑے کو کہتے ہیں جسے عورت حجاب اور ستر پوشی کے لئے اپنے سر پر اوڑھتی ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب مومن عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے چہرے اور بالوں یعنی مقامات حسن کو اوڑھنیوں سے چھپا کر رکھیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ عفت مآب ہیں اور خود فتنہ میں مبتلا ہوں نہ دوسروں کے لئے فتنہ سامانی کا باعث بنیں۔ علی ابن ابی طلحہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کے باعث گھروں سے نکلیں تو اوڑھنیوں کے ساتھ اپنے سروں کے اوپر سے چہروں کو ڈھانپ لیا کریں اور دیکھنے کے لئے صرف ایک آنکھ ظاہر کر لیا کریں۔ امام محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سلمانی سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۹)

"اپنے (چہروں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔"

کی تفسیر کیا ہے؟ تو انہوں نے اپنے چہرے اور سر کو ڈھانپ لیا اور بائیں آنکھ کو ظاہر کر لیا۔

ان احکام کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نہی اور ممانعت سے قبل اس باب میں جو تقصیر ہوئی ہو' اسے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے' پھر ارشاد ہے:

﴿ وَٱلْقَوَٰعِدُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ ٱلَّٰتِى لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَٰتٍۭ بِزِينَةٍ ۖ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (النور ۲۴/ ۶۰)

"اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی اور وہ کپڑے اتار (کر سر ننگا کر) لیا کریں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنی زینت کی چیزیں ظاہر نہ کریں اور اگر اس سے بچیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بوڑھی عورتیں جنہیں اب نکاح کی امید نہیں' اگر اپنے چہروں اور ہاتھوں کو برہنہ کر لیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ اظہار حسن و جمال مقصود نہ ہو' اس سے معلوم ہوا کہ اظہار زینت کے لئے چہرے اور ہاتھوں کو ننگا کرنے والی گناہ گار ہے خواہ وہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو' اس لئے کہ ہر گری پڑی چیز کو کوئی ضرور اٹھا لیتا ہے اور اس لئے بھی کہ اس سے اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔ جب بوڑھی عورتوں کی یہ کیفیت ہے تو جوان اور خوبصورت عورتوں کے اظہار حسن و جمال سے تو یقیناً عظیم المیہ' شدید گناہ اور بہت بڑا فتنہ رونما ہو گا۔ بوڑھی عورتوں کو پردہ کی رخصت دیتے وقت اللہ تعالیٰ نے ایک شرط یہ بھی عائد کی ہے کہ وہ نکاح کی امیدوار نہ ہوں' اگر وہ امیدوار ہوں گی تو یقیناً اظہار حسن و جمال کو اپنائیں گی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں رخصت نہیں دی۔ آیت شریفہ کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو بچنے کی وصیت کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ ان کے لئے بہتر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حجاب اور ستر پوشی کس قدر افضل عمل ہے اور اگر بوڑھی عورتیں بھی اسے اپنائیں تو اس کی افضلیت میں فرق نہیں آتا' جوان عورتوں کے لئے تو اس سے بہتر اور فتنہ کے اسباب سے دور رکھنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔

پردہ کے سلسلہ میں درج ذیل ارشادات ربانی بھی قابل غور ہیں:

﴿ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۰-۳۱)

"اے پیغمبر! مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں' یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں' اللہ ان سے خبردار ہے اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینے پر اپنی اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند' باپ' خسر' خاوند کے بیٹوں' بھائیوں' بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں' لونڈیوں اور غلاموں کے سوا نیز ان خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردہ کی چیزوں سے واقف نہ ہوں (غرض ان لوگوں کے سوا) کسی پر اپنی زینت اور (سنگھار کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں کہ (جھنکار کی آواز کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور اے اہل ایمان! سب اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔"

ان دو مبارک آیتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے' اس لئے کہ زنا کی برائی بہت خطرناک اور اس سے پیدا ہونے والا فساد بہت اندوہناک ہے۔ نظر کو اٹھانا دل کے مرض اور برائی کے وقوع کی علامت ہے جب کہ اسے جھکانا سلامتی کی دلیل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں' یقیناً اللہ تعالیٰ ان سے خبردار ہے۔"

نظریں نیچی رکھنا اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنا مومنوں کے لئے دنیا و آخرت میں پاکیزگی کا باعث ہو گا اور بصرو فرج کو کھلا چھوڑ دینا دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا بہت بڑا سبب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی خبر دی کہ وہ لوگوں کے افعال سے باخبر ہے اور اس سے کچھ بھی مخفی نہیں' اس میں بھی گویا تحذیر کا پہلو نمایاں ہے اور وہ اس طرح کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کا ارتکاب کرتے وقت اور اس کے احکام سے اعراض کرتے وقت ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اچھے برے سب اعمال پر اللہ تعالیٰ کی نظر ہے اور وہ انہیں بخوبی جانتا ہے' جیسا کہ اس کا فرمان ہے:

﴿ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ﴾ (غافر ۴۰/ ۱۹)

"وہ خیانت کرنے والی آنکھ اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْءَانٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ﴾ (یونس ۱۰/ ۶۱)

"اور آپ جس حال میں بھی ہوں، قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں یا کوئی بھی عمل کر رہے ہوں تو تم جو کام بھی کرتے ہو ہم بھی موجود ہوتے ہیں جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو"

لٰہذا ہر آدمی پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس بات سے حیا محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے کوئی معصیت کا کام کرتے ہوئے دیکھے یا واجب الاطاعت امور میں کوئی کمی بیشی دیکھے۔ مومن مردوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو یہ حکم دیا ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

غض بصر (نگاہ نیچی رکھنا) اور حفظ فرج (عصمت و عفت) کا یہ حکم اس لئے دیا تاکہ اسباب فتنہ سے محفوظ رہیں نیز اس طرح عفت مآبی و سلامتی کی راہ کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے۔ پھر فرمایا:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس میں سے کھلا رہتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے ظاہری لباس وغیرہ مراد ہے یعنی آپؓ کا مقصد یہ ہے کہ زیب تن کیا ہوا لباس اگر ظاہر ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ لباس حسین و جمیل اور فتنہ کا باعث نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو "وما ظهر منها" کی تفسیر میں منقول ہے اس سے چہرہ اور ہاتھ مراد ہیں تو اس تفسیر کو آیت حجاب کے نزول سے قبل کی حالت پر محمول کیا جائے گا کیونکہ بعد میں تو اللہ تعالیٰ نے تمام جسم کی ستر پوشی کا حکم دے دیا جیسا کہ سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیات سے ثابت ہے اور اس پر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہے جسے علی بن ابی طلحہ نے بیان کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جب کسی ضرورت کے باعث اپنے گھروں سے باہر نکلا کریں تو اپنے سروں اور چہروں کو اوڑھنیوں سے چھپالیا کریں" شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور کئی دیگر اہل علم و دانش نے بھی اسی بات کی نشاندہی فرمائی ہے اور بلاشک و شبہ حق بات بھی یہی ہے کیونکہ ساری فتنہ سامانی ہی چہروں اور ہاتھوں کے حسن و جمال کی بدولت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کہ:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب پیغمبر کی بیویوں سے تم کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔"

اس آیت شریفہ میں قطعاً کوئی استثناء نہیں۔ یہ محکم ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس مسئلہ میں ازواج مطہرات اور مسلمانوں کی عورتیں سب برابر ہیں۔ سورۂ نور کی مذکورہ آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو ناامیدی نکاح اور عدم تبرج کی دو شرطوں کے ساتھ حجاب سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہ مذکورہ آیت حجت ظاہرہ اور برہان قاطع ہے کہ عورتوں کے لئے بے پردگی اور اظہار زیب و زینت حرام ہے۔ قصہ افک والی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت صفوان بن معطل

سلمی رضی اللہ عنہا کی آواز سنی تو فورا اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "وہ (حضرت صفوان رضی اللہ عنہ) انہیں (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو) پردے کی آیت کے نازل ہونے سے پہلے پہچانتے تھے" تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حکم حجاب کے نزول کے بعد عورتیں اپنے چہروں کے پردے کی وجہ سے نہیں پہچانی جا سکتی تھیں۔

آج عورتیں جس قدر دیدہ دلیری کے ساتھ حسن و جمال اور محاسن کا اظہار کرتی ہیں' یہ کسی سے بھی مخفی نہیں لہٰذا واجب ہے کہ ان تمام ذرائع اور وسائل کو ختم کر دیا جائے' جو فتنہ و فساد اور فواحش و منکرات کو جنم دیتے ہیں۔ سب سے بڑا سبب مردوں اور عورتوں کی خلوت گزینی اور عورتوں کا بغیر محرم کے سفر کرنا ہے حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

«لاَ تُسَافِرُ امْرَأَةٌ إِلاَّ مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ، وَلاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ وَمَعَهَا ذُوْمَحْرَمٍ»

"کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے اور نہ کوئی آدمی عورت کے ساتھ اس کے محرم کے بغیر خلوت اختیار کرے۔"

دوسرا ارشاد ہے:

«لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ الشَّيْطَانُ ثَالِثَهُمَا»

"جب بھی کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے (جو انہیں گمراہ کرتا ہے)"

تیسرا ارشاد گرامی ہے:

«لاَ يَبِيْتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَأَةٍ إِلاَّ أَنْ يَكُوْنَ زَوْجًا أَوْ ذَا مَحْرَمٍ»

"کوئی مرد کسی عورت کے پاس رات بسر نہ کرے الا یہ کہ وہ (مرد اس عورت کا) شوہر ہو یا محرم۔"

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی عورتوں کو سمجھاؤ اور انہیں بے حجابی' اظہار حسن و جمال اور عیسائیوں وغیرہ' اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی مشابہت سے روکو اور یاد رکھو کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے خاموش رہنا ان کے گناہ میں مشارکت اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اس شر (برائی) سے محفوظ رکھے۔

ایک بہت بڑا فریضہ یہ بھی ہے کہ آدمیوں کو عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنے' تنہائی میں ان کے پاس جانے اور محرم کے بغیر ان کے ساتھ سفر اختیار کرنے سے روکا جائے کیونکہ یہ سب امور فتنہ و فساد برپا کرنے والے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح فرمان (حدیث) ہے:

«مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ»

"میرے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ ضرر رساں فتنہ کوئی نہ ہو گا۔"

نیز فرمایا:

«إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا، فَنَاظِرٌ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَآءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَآئِيْلَ كَانَتْ فِي النِّسَآءِ»

"دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے' اللہ اس میں تمہیں یکے بعد دیگرے بھیجنے والا ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو' دنیا سے بچ جاؤ اور عورتوں سے بچ جاؤ کیونکہ بنی اسرائیل میں رونما ہونے والا پہلا فتنہ

بھی عورتوں ہی کا تھا۔"

یہ بھی نبی علیہ السلام کا فرمان ہے:

«رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْأٰخِرَةِ»

"دنیا میں بہت سی لباس پہننے والی آخرت میں عریاں ہوں گی۔"

آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی قابل غور ہے:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا بَعْدُ: نِسَآءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيْلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَآئِلَةِ، لاَ يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ يَجِدْنَ رِيْحَهَا، وَرِجَالٌ بِأَيْدِيْهِمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ»

"جہنم والوں کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا ایک تو وہ عورتیں جو لباس پہنے ہوئے ہیں لیکن در حقیقت وہ عریاں ہیں۔ خود مائل ہونے والی اور دوسروں کو مائل (اپنی طرف) کرنے والی ہیں' ان کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں جیسے ہیں' یہ جنت میں داخل ہو سکیں گی نہ جنت کی خوشبو پا سکیں گی۔ اور دوسرا گروہ ان آدمیوں کا ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں جیسے کوڑے ہوں گے جن کے ساتھ وہ لوگوں کو ماریں گے۔"

اس ارشاد نبوی ﷺ میں اظہار حسن و جمال' بے پردگی باریک اور چھوٹے کپڑے پہننے' حق اور عفت سے اعراض اور لوگوں کو باطل کی طرف مائل کرنے والی عورتوں کے لئے شدید ترین وعید ہے نیز لوگوں پر ظلم و زیادتی کرنے والوں کو بھی یہ وعید سنائی گئی ہے کہ وہ جنت سے محروم رہیں گے۔ ((نَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ مِنْ ذٰلِكَ))

ایک عظیم ترین فتنہ یہ ہے کہ آج بہت سی مسلمان عورتیں چھوٹے چھوٹے کپڑے پہننے' بالوں اور محاسن کے ننگا کرنے' کفار و فساق کی عورتوں کی طرح بالوں کے سٹائل بنانے اور مصنوعی بالوں کی وگیں وغیرہ لگانے میں عیسائی اور ان جیسی دوسری کافر عورتوں کی مشابہت کرنے لگی ہیں' حالانکہ حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»

"جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔"

اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ نیم عریاں قسم کے لباس پہننے کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے کس قدر فتنہ و فساد برپا ہو رہا ہے اور دین و حیا میں کمی پیدا ہو رہی ہے لہٰذا اس سے اجتناب انتہائی ضروری ہے اور عورتوں کو نہایت سختی سے منع کرنا عین فرض ہے ورنہ یہ فتنہ و فساد نہایت شدت اختیار کر جائے گا اور اس کا انجام انتہائی تباہ کن ثابت ہو گا۔ ان مسائل میں چھوٹی بچیوں کے ساتھ بھی تساہل روا نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ بچپن میں جس انداز کی تربیت ہو گی بڑی ہو کر وہ انہیں عادات کو اپنائیں گی لہٰذا اے بندگان الٰہی! اللہ سے ڈرو' اللہ تعالیٰ نے جن اشیاء کو حرام قرار دیا ہے' ان سے اجتناب کرو' نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور حق و صبر کی وصیت کرو اور یاد رکھو ان امور کے سلسلہ میں اللہ تم سے یقیناً باز پرس کرے گا اور اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا اور وہ ہمیشہ صابر' متقی اور محسن لوگوں کا ساتھ دیتا ہے لہٰذا صبر کرو' دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو اور اللہ سے ڈر جاؤ۔

بلاشک و شبہ یہ فریضہ دوسروں کی نسبت حکام' امراء' قضاۃ اور بڑے بڑے اداروں کے سربراہوں پر زیادہ عائد ہوتا

ہے کیونکہ ان حضرات کے سکوت کی وجہ سے یہ فتنہ عظیم سے عظیم تر ہو جائے گا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس فتنہ کا سدباب صرف انہی پر فرض ہے بلکہ یہ تو تمام مسلمانوں پر فرض ہے خصوصاً عورتوں کے اس فتنہ کو کچل دینا چاہئے اور ذرہ بھر تساہل نہیں کرنا چاہئے کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو ختم کر کے ہمیں اور ہماری عورتوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دے دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

«مَابَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ سُنَّتَهُ وَيَهْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لاَ يَفْعَلُوْنَ، وَيَفْعَلُوْنَ مَا لاَ يُؤْمَرُوْنَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ»

"اللہ تعالیٰ نے جس قدر بھی نبی بھیجے ہیں ہر ایک کی امت میں سے اس کے حواری اور کچھ ایسے ساتھی ضرور رہے ہیں جو اس کی سنت کو پکڑتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے تھے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آ جاتے جو وہ کہتے' خود نہ کرتے اور وہ (ایسے کام) کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا' جو ان سے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان سے زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو ان سے دل کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں رہتا۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے' اپنے کلمہ کو سربلند کرے' ہمارے حکام کی اصلاح فرمائے اور توفیق دے کہ وہ حق کی حمایت کریں اور فتنہ و فساد کا قلع قمع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں' تمہیں' ان سب کو اور سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم وہ کام کریں جس میں ہماری اور ہمارے ممالک کی دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود ہو' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور دعاؤں کا سننے والا بھی وہی ہے۔

وَحَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ

مخلوط تعلیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ۔ وَبَعْدُ:

میں نے وہ بیان دیکھا ہے' جو اخبار "السیاسۃ" کے شمارہ نمبر ۵۶۴۴ میں مورخہ ۲۴/۷/۱۴۰۴ ہجری کو شائع ہوا اور جسے صنعاء یونیورسٹی کے مدیر جناب عبدالعزیز مقالح کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور جس میں انہوں نے کہا ہے کہ طالبات کو طلبہ سے الگ کر دینے کا مطالبہ شریعت کے مخالف ہے۔ انہوں نے طلبہ و طالبات کے اختلاط کے جواز کے لئے یہ دلیل دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تمام مسلمان خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں ایک ہی مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے لہٰذا ضروری ہے کہ تعلیم بھی ایک ہی جگہ ہو۔ مجھے ایک اسلامی ملک کی اسلامی یونیورسٹی کے مدیر کا یہ بیان پڑھ کر بہت تعجب

ہوا ہے جس سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ مردوں اور عورتوں کے شعبوں کو الگ الگ کر دے کہ اس میں دنیا و آخرت کی سعادت اور نجات ہے مگر انہوں نے اس کے جواب میں مذکورہ بات کہی ہے جس پر سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ

بلاشک و شبہ اس بیان میں اسلامی شریعت کی طرف ایک بے حد غلط بات کو منسوب کیا گیا ہے کیونکہ اسلامی شریعت نے قطعاً اختلاط کی دعوت نہیں دی حتی کہ اس کی ممانعت کے مطالبہ کو شریعت کی مخالفت قرار دیا جائے بلکہ اسلامی شریعت نے مرد و زن کے اختلاط سے منع کیا اور نہایت سختی سے منع کیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۳۳)

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں' اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔"

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ ٱلْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَٰبِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (چہروں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں یہ امر ان کے لئے موجب شناخت (و امتیاز) ہو گا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

مزید فرمایا:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَآئِهِنَّ أَوْ أَبْنَآءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ إِخْوَٰنِهِنَّ أَوْ بَنِىٓ أَخَوَٰتِهِنَّ أَوْ نِسَآئِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُنَّ ﴾ (النور۲۴/ ۳۱)

"اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں (عصمتوں) کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اس سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند' باپ' خسر' بیٹوں' خاوند کے بیٹوں' بھائیوں' بھتیجوں' بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا..... کسی پر اپنی زینت (اور سنگار کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں۔"

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے آگے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور۲۴/ ۳۱)

"اور اپنے پاؤں (ایسے طور پر زمین) پر نہ ماریں کہ (جھنکار کانوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور اے اہل ایمان! تم سب اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

اور فرمایا:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۵۳)

"اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے اور ان کے (دونوں کے) دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔"

یہ آیات کریمہ اس امر پر دلالت کناں ہیں کہ عورتوں کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ فتنہ کے خوف کی وجہ سے وہ اپنے گھروں ہی میں رہیں ہاں البتہ بوقت ضرورت وہ اپنے گھروں سے باہر نکل سکتی ہیں' پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا ہے کہ جب بوقت ضرورت وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اس طرح اظہار تجمل نہ کریں جس طرح دور جاہلیت میں وہ اپنی زینت کا اظہار کیا کرتی تھیں یعنی اپنے حسن و جمال کے مقامات کو مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میرے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ نہیں ہے۔" (متفق علیہ) بروایت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ۔ نیز صحیح مسلم میں یہ روایت اسامہ اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہما دونوں سے مروی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "بے شک دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ اس میں تمہیں یکے بعد دیگرے بھیجنے والا ہے اور وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو' دنیا سے بچ جاؤ اور عورتوں سے بچ جاؤ کیونکہ بنی اسرائیل میں بھی رونما ہونے والا پہلا فتنہ عورتوں ہی کا تھا۔" سچ فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے' بلاشبہ عورتوں کی وجہ سے خصوصاً اس دور میں بہت بڑا فتنہ رونما ہو چکا ہے' جب کہ عورتوں نے پردہ کرنا چھوڑ دیا ہے' زمانہ جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار شروع کر دیا ہے' جس کی وجہ سے فواحش و منکرات کی کثرت ہو گئی ہے اور بہت سارے ملکوں میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے' اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام شادی سے روگردانی کر کے بدکاری کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ پردہ سے سب کے دلوں کو پاکیزگی حاصل ہو گی تو اس سے معلوم ہوا کہ بے پردگی سے سب کے دل ناپاک بھی ہو جاتے ہیں اور راہ حق سے منحرف بھی!

یاد رہے کلاس روم میں طالبہ کا طالب علم کے ساتھ اکٹھے بیٹھنا فتنے کا بہت بڑا سبب ہے کہ اس کی وجہ سے اس پردے کو ترک کر دیا جاتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مومن بندیوں کو حکم دیا ہے اور منع فرمایا ہے کہ وہ اپنی زینت کا اظہار بجز ان محرموں کے کسی کے سامنے کریں' جن کا اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی سابقہ آیت میں ذکر فرمایا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ پردے کا حکم خاص طور پر صرف امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے لئے تھا' وہ بہت دور کی کوڑی لاتا اور کتاب و سنت کے ان بے شمار دلائل کی مخالفت کرتا ہے' جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پردے کا حکم عام ہے' یہ حکم امہات المومنین کے لئے بھی ہے اور دیگر تمام مسلمان عورتوں کے لئے بھی نیز یہ شخص درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ کی بھی مخالفت کرتا ہے کہ:

﴿ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۵۳)

"یہ تمہارے اور ان کے (دونوں کے) دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔"

لہذا یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ پردہ امہات المومنین اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کے لئے تو پاکیزگی کا سبب تھا دوسروں کے لئے نہیں اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ امہات المومنین اور حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت دوسرے لوگوں کو پردہ کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے لوگوں میں قوت ایمان اور بصیرت

حق کے اعتبار سے بہت زیادہ فرق ہے کہ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' صحابیات --- جن میں امہات المومنین بھی شامل ہیں --- رضی اللہ عنہن ۔ جو حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق جو صحیحین میں ہے' افضل القرون ہیں' اگر پردہ ان کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا باعث ہے تو بعد کے لوگ اس پاکیزگی و طہارت کے' پہلے لوگوں کی نسبت زیادہ ضرورت مند اور محتاج ہیں اور پھر یہ بھی جائز نہیں کہ کتاب و سنت میں وارد نصوص کو کسی صحیح دلیل کے بغیر امت میں سے کسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے لہٰذا معلوم ہوا کہ پردہ سے متعلق آیات و احادیث عام ہیں' ان کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر قیامت تک کے لئے ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عہد سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام جنوں اور انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾ (الأعراف٧/ ١٥٨)

"(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی اس کا رسول ہوں)"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ﴾ (سبأ٣٤/ ٢٨)

"(اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

قرآن کریم صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے لوگوں ہی کے لئے تو نازل نہیں ہوا تھا بلکہ یہ ان کے لئے بھی اور قیامت تک آنے والے ان تمام انسانوں کے لئے بھی نازل ہوا ہے' جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی یہ کتاب مقدس پہنچ جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هَـٰذَا بَلَـٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا۟ بِهِۦ وَلِيَعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا هُوَ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَـٰبِ ﴾ (إبراهيم١٤/ ٥٢)

"یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اس سے ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَأُوحِىَ إِلَىَّ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانُ لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٩)

"اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے تم کو اور جس جس شخص تک یہ پہنچ سکے' (سب کو) ڈراؤں"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عورتوں اور مردوں کا وہ اختلاط نہیں ہوتا تھا نہ مسجدوں میں اور نہ بازاروں میں جس سے آج مصلحین منع کرتے اور قرآن' سنت اور علماء امت جس کے فتنہ سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ عورتیں مسجد نبوی میں نماز اس طرح ادا کرتی تھیں کہ وہ مردوں سے پیچھے ہوتیں اور ان کی صفیں مردوں کی صفوں سے بہت دور ہوتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ "مردوں کی بہترین صف پہلی صف اور بری صف آخری صف ہے اور عورتوں کی بہترین صف آخری صف اور بری صف پہلی صف ہے۔" یہ آپ اس لئے فرماتے تاکہ مردوں کی آخری صف کو عورتوں کی پہلی صف کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ان کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچا سکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مردوں کو یہ حکم بھی دیا جاتا تھا کہ وہ جلدی نہ کریں اور کچھ دیر کے لئے رک جائیں تاکہ عورتیں مسجد سے چلی جائیں اور یہ بھی آپ اس لئے فرماتے

تاکہ مردوں اور عورتوں کا مسجد کے دروازوں پر اختلاط نہ ہو اور یہ احکام ان مردوں اور عورتوں کے لئے تھے جو ایمان اور تقویٰ کے اعتبار سے بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کو ان احکام کی پابندی کس قدر شدت سے کرنی چاہئے اس دور میں عورتوں کو اس بات سے بھی منع کیا جاتا تھا کہ وہ راستہ کے درمیان میں چلیں اور انہیں حکم یہ تھا کہ وہ راستہ کے کناروں پر چلیں' اس میں بھی یہی حکمت تھی کہ وہ مردوں کے ساتھ نہ ٹکرائیں اور راستہ میں چلتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ نہ لگیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومن عورتوں کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ اپنے اوپر چادر اوڑھ کر اپنی زینت کو چھپائیں تاکہ فتنہ سے بچا جا سکے' اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ اپنی زینت کو ان لوگوں کے سوا کسی اور کے سامنے ظاہر کریں' جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے تاکہ اسباب فتنہ کی بیخ کنی' اسباب عفت کی ترغیب نیز فتنہ و فساد اور اختلاط کی خرابیوں سے دور رہا جا سکے۔

جامعہ صنعاء کے مدیر---- اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور رشد وبھلائی سے نوازے---- کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ اختلاط کی دعوت دیں اور پھر یہ دعویٰ بھی کریں کہ اسلام نے اس کی دعوت دی ہے' جامعہ کا ماحول مسجد کے ماحول کی طرح اور تعلیمی اوقات' نماز کے اوقات کی طرح ہیں حالانکہ ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' ہر اس شخص کو یہ فرق بہت نمایاں نظر آئے گا جس کی اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر نظر ہو گی اور وہ اس حکمت کو سامنے رکھے گا جس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو احکام سکھائے اور مردوں اور عورتوں سے متعلق اپنے ان احکام کو اپنی کتاب عظیم میں بیان فرما دیا ہے۔ کسی مومن کے لئے یہ بات کہنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ ایک طالبہ کا کلاس روم میں ایک ہی ڈیسک پر ایک طالب علم کے ساتھ بیٹھنا اسی طرح ہے جس طرح ایک عورت مسجد میں مردوں کی صفوں کے پیچھے عورتوں کی صفوں میں ان کے ساتھ بیٹھتی ہے؟ یہ بات کوئی ایسا شخص نہیں کہہ سکتا جس میں ذرہ برابر بھی ایمان و بصیرت ہو اور جس میں اس قدر عقل ہو کہ وہ جو کچھ اپنے منہ سے کہہ رہا ہو' اسے سمجھتا بھی ہو۔ یاد رہے کہ اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ طالبات شرعی پردہ کی پابندی کرتی ہیں۔ (تو پھر بھی ان کے لئے طلبہ کے ساتھ اختلاط جائز نہیں) لیکن اگر وہ طلبہ کے ساتھ کلاس روم میں ایک ہی کرسی (سیٹ) پر اس طرح بیٹھیں کہ انہوں نے بناؤ سنگھار کر رکھا ہو' اپنے محاسن کو ظاہر کر رکھا ہو اور فتنہ انگیز نگاہوں اور باتوں پر بھی کوئی قدغن نہ ہو تو پھر اس کے سوا ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ فالله المستعان ولا حول ولا قوة الا بالله اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى ٱلْأَبْصَٰرُ وَلَٰكِن تَعْمَى ٱلْقُلُوبُ ٱلَّتِى فِى ٱلصُّدُورِ ﴾ (الحج ۲۲/ ٤٦)

"بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں (وہ) اندھے ہو جاتے ہیں۔"

مدیر جامعہ صنعاء نے جو یہ کہا ہے کہ "امر واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد سے مسلمان مرد اور عورتیں ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرتے رہے ہیں للہٰذا تعلیم بھی سب کی ایک ہی جگہ ہونی چاہئے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ مرد اور عورتیں ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرتے تھے لیکن عورتیں مسجد کے پچھلے حصہ میں ہوتی تھیں' انہوں نے پردے کا پورا پورا اہتمام کیا ہوتا تھا اور وہ ان تمام امور سے محفوظ تھیں جو باعث فتنہ ہیں اور مرد مسجد کے اگلے حصہ میں ہوتے تھے۔ عورتیں وعظ و نصیحت اور خطبہ سنتیں' نماز ادا کرتیں اور سن کر اور دیکھ کر دین کے احکام سیکھتی تھیں۔ عید کے دن نبی کریم ﷺ مردوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے بعد عورتوں کی صفوں کے پاس تشریف لے آتے کیونکہ دور ہونے کی وجہ سے انہوں نے خطبہ نہیں سنا ہوتا تھا اس لئے آپ انہیں بھی وعظ و نصیحت

فرماتے۔ اگر مردوں اور عورتوں کے ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرنے کی یہ صورت ہو تو اس میں کوئی اشکال یا حرج نہیں ہے۔

اشکال' مدیر جامعہ صنعاء---- اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت' اصلاح قلب اور فقاہت دین سے نوازے---- کی اس بات میں ہے (کہتے ہیں) کہ "اس سے معلوم ہوا کہ ضروری ہے کہ تعلیم بھی ایک ہی جگہ ہو۔" تعجب ہے کہ یہ کیسے جائز ہے کہ وہ ہمارے اس دور کے طریق تعلیم کو ایک ہی مسجد میں مردوں کے پیچھے نماز کے ساتھ تشبیہ دیں حالانکہ آج کے طریق تعلیم میں اور نبی کریم ﷺ کے دور میں مردوں کے پیچھے' مسجد کے پچھلے حصہ میں عورتوں کے نماز ادا کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مصلحین اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے تعلیمی ادارے الگ الگ ہونے چاہئیں تاکہ طالبات الگ تعلیم حاصل کریں اور طلبہ الگ' اسی صورت میں ہی طالبات اپنی استانیوں سے حجاب اور مشقت کے بغیر آسانی کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکتی ہیں اور پھر تعلیم حاصل کرنے کا وقت کافی طویل ہوتا ہے جب کہ نماز ادا کرنے کا وقت بہت مختصر ہوتا ہے اور پھر طالبات کے لئے خواتین کے مخصوص تعلیمی اداروں میں علم حاصل کرنا طلبہ و طالبات سب کے لئے عفت و پاک دامنی کے حصول اور اسباب فتنہ سے دور رہنے کا سبب ہے۔ نوجوان جب اپنے مخصوص تعلیمی اداروں میں علم حاصل کریں گے تو ایک طرف وہ اسباب فتنہ سے محفوظ رہیں گے تو دوسری طرف توجہ و انہماک سے تعلیم حاصل کریں گے' اساتذہ کرام کے لیکچروں کو غور سے سنیں گے اور زہریلی نظروں' فسق و فجور کی داعی باتوں' طالبات کے ساتھ دلچسپی اور مشغولیت جیسے قبیح کاموں سے بھی محفوظ رہ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس مدیر کی اصلاح فرمائے' انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ طالبات کو طلبہ سے الگ کر دینے کا مطالبہ رجعت پسندی بھی ہے اور مخالف شریعت بھی' لہٰذا یہ مطالبہ ناقابل قبول ہے' حالانکہ یہ مطالبہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کی خیرخواہی ہے' اس کے دین پر عمل ہے اور ان آیات کریمہ اور دو مبارک احادیث پر عمل ہے جن کو قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ میری مدیر کے لئے یہ نصیحت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے' جو کچھ اس نے کہا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے' راہ حق و صواب کی طرف رجوع کرے کیونکہ حق و صواب کی طرف رجوع ہی فضیلت اور ایک طالب علم کے حق و انصاف کے لئے جستجو کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو راہ راست کی ہدایت فرمائے' ہمیں اور تمام مسلمانوں کو بغیر علم کے کوئی بات کہنے' گمراہ کن فتنوں اور شیطان کے وسوسوں سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ وہ ہر جگہ کے مسلمان علماء و قائدین کو اس بات کی توفیق عطا فرمائے جس میں دنیا و آخرت کے اعتبار سے بندگان الٰہی اور ان کے ملکوں کی بھی بھلائی ہو اور ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔

«إِنَّهُ جَوَّادٌ كَرِيمٌ، وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَصَحْبِهِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ.

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز
چیئرمین
ادارات بحوث علمیہ وافتاء و دعوۃ و ارشاد'
سعودی عرب و چیئرمین
تاسیسی کونسل رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

پردہ

عورت کا اپنے داماد سے پردہ

سوال ہمارے ہاں ایک عورت ہے' جس کی ایک شادی شدہ بیٹی بھی ہے لیکن یہ عورت اپنے داماد سے پردہ کرتی ہے' اس کے ساتھ مل کر کھاتی ہے نہ خاندانی تقریبات وغیرہ کے موقعہ پر اسے بسلام کرتی ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب بیٹی کا شوہر اس کی ماں کے لئے محرم ہے کیونکہ محرمات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَأُمَّهَٰتُ نِسَآئِكُمْ ﴾ (النساء٤/ ٢٣)

"اور تمہاری بیویوں کی مائیں (یعنی تمہاری ساسیں) بھی تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔"

اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مذکورہ آیت کے پیش نظر بیوی کی ماں اور اس کی دادیاں اور نانیاں بھی اس کے شوہر کے لئے محارم ہیں' لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساس اپنے داماد سے پردہ بھی نہ کرے یا اس کے ساتھ مل کر کھائے۔ اگر ایسا کرے تو یہ احسن اور افضل ہے' اس سے دونوں کے درمیان محبت اور الفت بڑھے گی اور اللہ تعالیٰ نے جس امر کو مباح قرار دیا ہے اس پر عمل بھی ہو جائے گا۔

میری بیوی برقعہ پہنتی ہے

سوال میں نے اپنے گاؤں کی ایک لڑکی سے شادی کی ہے اور الحمدللہ میری بیوی کا اخلاق بہت اچھا ہے' امور دین سے متعلق باتیں میں نے اسے سکھا دی ہیں' ہمارے ہاں عورتیں برقعے پہنتی ہیں' لیکن میں نے اپنی بیوی سے کہا ہے کہ وہ برقعہ پہننے کے بجائے چادر اوڑھے اور اس طرح حجاب کا اہتمام کرے' اس نے چند دن تک تو ایسا کیا لیکن اب پھر اس نے برقعہ پہننا شروع کر دیا ہے کیونکہ اسے امور خانہ داری بھی بجالانا پڑتے ہیں' ہمارے ہاں بعض لوگوں کی یہی عادت ہے کہ جب ان کے پاس اور کوئی کام کاج کرنے والا نہ ہو تو ان کی بیٹی گھر کے کام کاج میں اپنے اہل خانہ کا ہاتھ بٹاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا میں بیوی کو ضرور اس بات کا پابند کروں کہ وہ برقعہ ترک کر کے معروف حجاب ہی کو اختیار کرے جب کہ برقعہ پہننے کی حالت میں بھی سوائے اس کی آنکھوں کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوتا؟ کیا میں اپنی بیوی کے والدین سے یہ مطالبہ کر سکتا ہوں کہ اب وہ میری بیوی کو چھوڑ دیں تاکہ وہ میرے گھر آ جائے؟ امید ہے جواب شافی سے سرفراز فرمائیں گے!

جواب برقعہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں جب کہ اس نے چہرے کو چھپا رکھا ہو اور سوائے آنکھوں کے یا ایک آنکھ کے اور کچھ ظاہر نہ ہو تو اس طرح برقعہ اوڑھنے والی عورت کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ اس نے حجاب اختیار کر رکھا ہے اور اپنی زینت کو ظاہر نہیں کیا اور پردہ کا لباس پہننے سے متعلق ہر قوم کی اپنی اپنی عادت ہوتی ہے۔

بیوی کے والدین سے یہ مطالبہ کرتا کہ وہ اسے اب آپ کے سپرد کردیں تو اس مسئلہ کا تعلق آپ سے ہے' انہیں اگر اس کی ضرورت ہے اور ان کے پاس رہنا آپ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے تو احسن یہ ہے کہ آپ درگزر کریں کیونکہ اس سے ان کے ساتھ تعاون ہو گا اور ان کے معاملہ میں سہولت اور آسانی ہو گی اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "آسانی پیدا کرو اور دشواری پیدا نہ کرو۔" اور حضور اقدس علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں مصروف ہو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت و ضرورت کو پوری فرما دے گا۔" اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اجنبی عورت سے مصافحہ

سوال اجنبی عورت سے مصافحہ کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے جب کہ اس نے کسی کپڑے وغیرہ کے ساتھ ہاتھ کو چھپا رکھا ہو' اگر مصافحہ کرنے والا مرد جوان یا بوڑھا ہو یا عورت بڑھیا ہو تو کیا اس سے حکم مختلف ہو گا؟

جواب غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنا مطلقاً جائز نہیں خواہ عورتیں جوان ہوں یا بوڑھی اور خواہ مصافحہ کرنے والا مرد جوان ہو یا بہت ہی بوڑھا کیونکہ اس میں دونوں کے لئے فتنہ کا خطرہ ہے اور صحیح حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ کبھی بھی کسی (غیر محرم) عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا' آپؐ عورتوں سے بیعت زبانی لیا کرتے تھے (یعنی بیعت کے وقت بھی آپؐ اپنا دست مبارک کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں لگاتے تھے)" اور اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں کہ درمیان میں کوئی چیز حائل ہو یا نہ ہو' جیسا کہ دلائل کے عموم کا اور فتنہ تک پہنچانے والے ذرائع و اسباب کے سدباب کا بھی یہی تقاضا ہے۔

عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا

سوال کیا عورت کے لئے سکول یا ہسپتال یا رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کے پاس جاتے ہوئے خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا جائز ہے؟

جواب عورت کے لئے اس صورت میں خوشبو استعمال کرنا جائز ہے جب وہ عورتوں ہی کے حلقہ میں جا رہی ہو اور راستہ میں مردوں کے پاس سے اس کا گزر نہ ہو اور اگر بازاروں میں جانا ہو جہاں مرد بھی ہوتے ہیں تو پھر خوشبو کے ساتھ گھر سے نکلنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس عورت نے خوشبو استعمال کی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز ادا نہ کرے۔" اسی طرح اور بھی کئی احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ عورتوں کا خوشبو لگا کر مردوں کے راستوں اور مجلسوں وغیرہ مثلاً مسجدوں کے پاس سے گزرنا باعث فتنہ ہے نیز عورت کے لئے یہ بھی واجب ہے کہ وہ پردہ کا اہتمام کرے اور اظہار زیب و زینت سے اجتناب کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ﴾ (الأحزاب۳۳/ ۳۳)

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔"

فتنہ انگیز چیزوں اور محاسن مثلاً چہرہ اور سر وغیرہ کو ننگا کرنا بھی تبرج ہے۔

عورتوں کا مردوں کو بوسہ دینا

سوال میں چھ ماہ یا ایک سال بعد اپنے خاندان اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے جاتا ہوں تو تمام چھوٹی بڑی عورتیں میرا استقبال کرتی اور مجھے بوسے دیتی ہیں جس سے مجھے بہت شرم و حیا اور خجالت محسوس ہوتی ہے' سچی بات یہ ہے کہ یہ عادت ہمارے علاقے میں بہت عام ہے اور اس طرح میرے خاندان والے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ بزعم خود وہ کسی حرام چیز کا ارتکاب نہیں کر رہے لیکن میں نے بحمد اللہ اسلامی تہذیب و ثقافت کو اختیار کیا ہوا ہے اس لئے مجھے اس کام کی وجہ سے بہت حیرانی و پریشانی ہے لہٰذا سوال یہ ہے کہ میں' عورتوں کی اس بوسہ بازی سے کس طرح بچ سکتا ہوں' اگر میں ان سے مصافحہ نہ کروں تو وہ شدید ناراض ہوں گی اور کہیں گی کہ یہ شخص ہمارا احترام نہیں کرتا' ہمیں ناپسند کرتا ہے اور ہم سے محبت نہیں کرتا --- یاد رہے اس محبت سے مراد وہ محبت ہے جو ایک خاندان کے افراد کو ایک دوسرے سے ہوتی ہے' وہ محبت مراد نہیں ہے جو ایک لڑکے کو لڑکی سے ہوتی ہے --- اگر میں عورتوں کو بوسہ دوں تو کیا یہ گناہ ہو گا خواہ اس میں میری نیت بری نہ بھی ہو؟

جواب مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی یا محارم کے سوا کسی اور عورت کو بوسہ دے یا اس سے مصافحہ کرے بلکہ ایسا کرنا ان امور میں سے ہے جو حرام ہیں فتنہ کا باعث اور فواحش و منکرات کے ظہور کا سبب ہیں۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ کبھی بھی کسی (غیر محرم) عورت کے ہاتھ کو نہیں لگا' آپ عورتوں سے بیعت زبانی لیا کرتے تھے۔"

غیر محرم عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرنے سے یہ بات زیادہ قبیح ہے کہ انہیں بوسہ دیا جائے خواہ وہ چچا یا پھوپھی کی بیٹیاں یا پڑوسی ہی کیوں نہ ہوں' یہ حرام ہے اور اس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے نیز حرام فواحش و منکرات میں مبتلا ہونے کا یہ ایک بڑا ذریعہ ہے' لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس سے اجتناب کرے اور ان تمام قریبی و غیر قریبی عورتوں کو جن کی یہ عادت ہو' انہیں سمجھائے کہ یہ حرام ہے' لوگ خواہ اس کے عادی بھی ہوں تو پھر بھی کسی مسلمان مرد اور عورت کے لئے یہ جائز نہیں خواہ قریبی رشتہ داروں اور شہر میں بسنے والے لوگوں میں اس کا رواج ہی کیوں نہ ہو' اس کا سختی سے انکار کر دینا چاہئے اور معاشرہ کو اس سے اجتناب کی تلقین کرنی چاہئے' ملاقات کے وقت عورتوں سے مصافحہ و بوسہ کے بجائے محض سلام و کلام ہی پر اکتفا کرنا چاہئے۔

قبائلی عادت ہے کہ عورتیں مردوں کو بوسہ دیتی ہیں.......

سوال میں اس وقت ریاض شہر میں رہ رہا ہوں اور اس شہر میں میرے بہت ہی قریبی عزیز بھی ہیں مثلاً میری خالہ زاد بہنیں' میرے چچوں کی بیویاں اور میرے چچوں کی بیٹیاں وغیرہ' میں جب ان کی ملاقات کے لئے جاتا ہوں تو انہیں سلام کہتا اور بوسے دیتا ہوں اور وہ میرے ساتھ ننگے منہ بیٹھ جاتی ہیں' مجھے اس سے بہت انقباض محسوس ہوتا ہے جب کہ اکثر جنوبی علاقوں میں میل ملاقات کا یہی طریقہ ہے تو اس صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رہنمائی فرمائیں' جزاکم اللہ خیرا

جواب یہ عادت بہت بری' منکر اور شریعت مطہرہ کے خلاف ہے آپ کے لئے عورتوں کو بوسہ دینا اور ان سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کے چچوں کی بیویاں اور بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں اور اس طرح کی دیگر عورتیں آپ کی محارم نہیں ہیں لہٰذا ان پر واجب ہے کہ وہ آپ سے پردہ کریں اور آپ کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں کہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب پیغمبر کی بیویوں سے تم کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے (دونوں کے) دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔"

علماء کے صحیح قول کے مطابق اس آیت کریمہ کا حکم عام ہے جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے بھی ہے اور دیگر سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی اور جو شخص یہ کہے کہ اس آیت کا حکم صرف ازواج مطہرات کے لئے ہے تو اس کا قول باطل اور بے دلیل ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ نور میں تمام عورتوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ ﴾ (النور ۲٤/ ۳۱)

"اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں یا اپنے باپ یا اپنے خسر کے سامنے۔"

تو اس آیت میں جن لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے' آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ اپنے چچا اور خالہ کی بیٹیوں اور اپنے چچوں کی بیویوں کے لئے اجنبی ہیں یعنی اجنبی اس معنی میں کہ آپ ان کے لئے محرم نہیں ہیں لہٰذا واجب ہے کہ آپ ان عورتوں کو بھی یہ مسئلہ بتا دیں جو ہم نے آپ کے سامنے ذکر کیا ہے اور انہیں بھی یہ فتویٰ پڑھ کر سنا دیں تاکہ آئندہ وہ آپ کو معذور سمجھیں اور انہیں بھی شریعت کے حکم کا علم ہو جائے۔ مذکورہ آیات کے پیش نظر آئندہ آپ کو ملاقات کے وقت صرف سلام و کلام پر اکتفا کرنا چاہئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک خاتون نے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کبھی کسی (غیر محرم) عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا' آپ عورتوں سے زبانی بیعت لیا کرتے تھے" اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قصۂ افک کے ضمن میں مذکور ہے کہ "میں نے جب حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا' انہوں نے پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔" اس سے معلوم ہوا کہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد عورتیں اپنے چہروں کو چھپا کر رکھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے احوال کی اصلاح فرمائے اور انہیں دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

کیا مرد کے لئے اپنی بالغ بچی کو بوسہ دینا جائز ہے

سوال کیا مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی بالغ بیٹی کو خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ بوسہ دے اور خواہ بوسہ رخسار پر دے یا منہ پر اور جب بیٹی اس طرح بوسہ دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب مرد کے لئے اپنی بیٹی کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں خواہ بڑی ہو یا چھوٹی' جب کہ شہوت کے بغیر ہو اور اگر بیٹی بڑی ہو تو بوسہ رخسار پر ہونا چاہئے منہ پر نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رخسار پر بوسہ دیا۔ منہ پر بوسہ چونکہ جنسی شہوت کی تحریک کا سبب بنتا ہے' اس لئے اسے ترک کر دینا افضل اور لائق احتیاط ہے' اسی طرح بیٹی کو بھی چاہئے کہ وہ کسی شہوانی جذبے کے بغیر اپنے باپ کے ناک یا سر پر بوسہ

دے، شہوت کے ساتھ بوسہ سب کے لئے حرام ہے تاکہ فتنہ انگیزی اور فحاشی کے ذرائع کا سدباب ہو۔ واللہ ولی التوفیق۔

عورت کے لئے اسلامی و غیر اسلامی، تمام ملکوں میں پردہ واجب ہے

سوال جب ہم اپنے ملک سے باہر کسی دوسرے ملک میں جائیں تو کیا پردہ ترک کر دینا اور چہرے کو ننگا رکھنا جائز ہے کیونکہ ہم اپنے ملک سے دور ایک دوسرے ملک میں ہیں اور وہاں ہمیں کوئی نہیں جانتا کیونکہ میری والدہ میرے والد سے کہتی ہیں کہ وہ مجھے چہرہ ننگا رکھنے پر مجبور کرے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اس ملک میں پردہ کر کے میں لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کراتی ہوں؟

جواب آپ کے لئے اور دیگر عورتوں کے لئے کافروں کے ملکوں میں بھی بے پردگی جائز نہیں جس طرح مسلمانوں کے ملکوں میں جائز نہیں ہے۔ اجنبی مردوں سے پردہ واجب ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم بلکہ کافروں سے پردہ تو زیادہ شدت کے ساتھ واجب ہے کیونکہ وہ ایمان سے محروم ہیں، جو حرام امور کے ارتکاب سے مانع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہو، اس کے ارتکاب کے لئے ماں باپ کی اطاعت بھی جائز نہیں اور نہ کسی اور کی بات کو ماننا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین کی سورۂ احزاب میں فرمایا ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ ﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب پیغمبر کی بیویوں سے تم کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ عورتوں کا غیر محرم مردوں سے پردہ کرنا سب کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا باعث ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ نور میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَقُل لِّلْمُؤْمِنَٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَٰرِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ ءَابَآئِهِنَّ أَوْ ءَابَآءِ بُعُولَتِهِنَّ ﴾ (النور ۲۴/ ۳۱)

"اور (اے پیغمبر!) مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش (یعنی زیور کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر اپنے خاوند یا باپ یا خسر.... کے سامنے۔"

کیا سفر میں عورت کی محرم عورت ہو سکتی ہے

سوال کیا سفر میں عورت کسی دوسری اجنبی عورت کے لئے محرم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب عورت کسی دوسری عورت کی محرم نہیں ہو سکتی۔ محرم صرف وہ مرد ہوتا ہے جس پر عورت از روئے نسب حرام ہو مثلاً اس کا باپ یا بھائی یا وہ کسی مباح سبب کی وجہ سے حرام ہو مثلاً شوہر، خسر، سوتیلا بیٹا، رضاعی باپ یا رضاعی بھائی وغیرہ۔ کسی مرد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی عورت کے ساتھ خلوت یا سفر اختیار کرے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے" (متفق علیہ) اسی طرح نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "جب بھی کوئی

مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے۔" اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے صحیح سند کے ساتھ بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

میری بیوی اپنے واجبات تو ادا کرتی ہے لیکن......

سوال میں شادی شدہ ہوں اور میری بیوی کے بطن سے میرے چار بچے بھی ہیں' میری بیوی اپنے چچازاد بھائیوں سے پردہ نہیں کرتی' میں نے اسے پردے کا حکم دیا ہے لیکن اس نے انکار کر دیا ہے' میں نے اپنے سسرال والوں سے بھی یہ کہا کہ وہ اپنی بیٹی سے کہیں کہ وہ پردہ کرے لیکن انہوں نے میری اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے' میں نے محسوس کیا ہے کہ یہی لوگ اسے اپنے چچا کے بیٹوں سے پردہ کرنے سے روکتے ہیں' میں نے مختلف طریقوں سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی ہے لیکن بے سود اور بالآخر انہوں نے مجھ سے یہ مطالبہ کر دیا ہے کہ میں بھی اس بات کو تسلیم کر لوں یا پھر اسے طلاق دے دوں میری بیوی اپنے تمام گھریلو واجبات تو ادا کر رہی ہے' نماز بھی پڑھتی ہے مگر اپنے گھر والوں کی حکم عدولی نہیں کر سکتی' رہنمائی فرمائیں کہ ان حالات میں کیا کروں؟ جزاکم اللہ کل خیرا!

جواب آپ کی بیوی پر یہ واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے پیش نظر اپنے چچا کے بیٹوں اور دیگر تمام اجنبی مردوں سے پردہ کرے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَٰعًا فَسْـَٔلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ﴾

(الأحزاب ۳۳/ ۵۳)

"اور جب پیغمبر کی بیویوں سے تم کوئی سامان مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو' یہ تمہارے اور ان کے (دونوں کے) دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔"

اس (یعنی آپ کی بیوی) کے لئے پردہ اس لئے بھی واجب ہے کہ یہ اسباب فتنہ سے محفوظ رہے اور لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ آپ پر اور اس کے گھر والوں پر یہ واجب ہے کہ اسے سمجھائیں اور بے پردگی کے فتنہ سے ڈرائیں اور اگر اس ایک کوتاہی کے علاوہ یہ عورت پسندیدہ اخلاق و کردار کی مالک ہے تو اسے طلاق دینے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ ان شاء اللہ اس کا ایمان مجبور کرے گا کہ یہ اپنے اللہ' اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے شوہر کی اطاعت بجالائے' اللہ تعالیٰ اسے رشد و بھلائی سے نوازے اور اس کو اپنے نفس اور لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

کیا مرد کے لئے ٹیلی ویژن اور سینما کی اداکاراؤں کی طرف دیکھنا.....

سوال مردوں کے لئے ان اداکارہ اور گلوکارہ عورتوں کے چہروں اور جسموں کی طرف دیکھنے کا کیا حکم ہے جو ٹیلی وژن یا سینما یا ویڈیو پر نظر آتی ہیں یا جن کی کاغذ پر تصویریں بنی ہوتی ہیں؟

جواب ان کی طرف دیکھنا حرام ہے کیونکہ ان تصویروں کی وجہ سے بھی آدمی ان کے فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور سورۂ نور کی حسب ذیل آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا۟ مِنْ أَبْصَٰرِهِمْ وَيَحْفَظُوا۟ فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴾

(النور ۲۴/ ۳۰)

"(اے پیغمبر!) مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں' یہ

ان کے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے (اور) جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے۔"
یہ حکم سب عورتوں کے لئے عام ہے خواہ ان کی کاغذ پر تصویریں بنی ہوں یا ٹی وی وغیرہ کی سکرین پر نظر آئیں۔

سوءِ معاشرت

پردہ کرنے کی وجہ سے گھر والے میرا اور میرے خاوند کا مذاق اڑاتے ہیں....

سوال میں ایک خاتون ہوں' میرا تعلق ایک برادر ملک سے ہے' میرے خاندان کا اس کے سوا دین سے اور کوئی تعلق نہیں کہ وہ روزے تو رکھتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے' شادی سے قبل مجھے کئی ایسی لڑکیوں کے بارے میں معلوم ہوا جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا اور انہوں نے پردہ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے بھی پردہ کرنا شروع کر دیا' نماز پڑھنا' قرآن مجید پڑھنا اور حفظ کرنا شروع کر دیا اور دین اسلام کے بہت سے فقہی احکام و مسائل بھی سیکھ لئے لیکن میرے گھر والے میرا مذاق اڑاتے ہیں بلکہ اس وقت تو لڑائی جھگڑا شروع کر دیتے ہیں جب میں انہیں وعظ و نصیحت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک متدین شوہر بھی عطا فرمایا جس سے میں نے اپنے گھر والوں کی مرضی سے شادی کی لیکن اس کے باوجود وہ ہمارا مذاق اڑانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور یہ مطالبہ تو وہ اکثر مجھ سے کرتے رہتے ہیں کہ میں پردہ ترک کر دوں اور میرے شوہر کا بھی مذاق اڑاتے ہیں کہ وہ ایک فقیر آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میرے شوہر پر یہ احسان فرمایا ہے کہ ہم کام کے لئے یہاں سعودیہ میں آ گئے ہیں لیکن ابھی تک گھر والے اپنے خطوط کے ذریعے ہمارا مذاق اڑا رہے ہیں' مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں اپنے شوہر سے طلاق لے لوں' مجھے اس کے خلاف اکساتے ہیں' اس کی شخصیت کو ناپسندیدہ طور پر پیش کرتے ہیں اور مجھ سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں کوئی بچہ پیدا نہ ہونے دوں' یہ ہیں میری مشکلات! امید ہے کہ رہنمائی فرمائیں گے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب اگر صورت حال اسی طرح ہے' جس طرح آپ نے بیان فرمائی ہے تو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کیجئے اور اس کا شکر بجا لایئے کہ اس نے علم اور عمل کے اعتبار سے اسلامی ہدایت سے آپ کو سرفراز فرمایا اور آپ کو ایک ایسا نیک شوہر عطا فرمایا جو اطاعت الٰہی کے سلسلہ میں آپ کا مددگار ہے' بلاشک و شبہ یہ اللہ تعالیٰ کا آپ دونوں پر بہت بڑا فضل و کرم ہے لہٰذا دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ' اس کا ذکر کرو' وہ تمہیں اپنے مزید فضل و کرم سے نوازے گا اور حق پر ثابت قدمی عطا فرمائے گا جس طرح کہ اس کا ارشاد پاک ہے:

﴿ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾ (ابراهيم ١٤/ ٧)

"اور جب تمہارے پروردگار نے (تم کو) آگاہ کیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴾ (البقرة ٢/ ١٥٢)

"سو تم مجھے یاد کیا کرو' میں تمہیں یاد کیا کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔"

میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو اختیار کرو' دین میں سمجھ بوجھ پیدا کرو' اس شوہر کے ساتھ وابستہ رہو اور نیکی کے کاموں میں اس کی سمع و اطاعت بجالاتے رہو اور اس شوہر کو چھوڑ دینے یا دیگر کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کے بارے میں اپنے گھر والوں کی بات نہ مانو۔

میں تم دونوں کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو' اپنے گھر والوں سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرو' ان کی ہدایت و اصلاح کے لئے دعا کرتے رہو' ان کی برائی کا مقابلہ احسان اور ان پر صدقہ کے ذریعے کرو۔ ہاں! البتہ انہیں زکوٰۃ نہ دو کیونکہ وہ فقیر جو نماز نہ پڑھتا ہو' اسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی کیونکہ ترک نماز کفر اکبر ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا ہے۔" (امام احمد و اہل سنن باسناد صحیح)

میں آپ کے لئے اور آپ کے شوہر کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حق پر استقامت عطا فرمائے' دین میں فقاہت حاصل کرنے کی توفیق سے نوازے اور گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھے۔

میرا شوہر گھر میں میری طرف قطعاً توجہ نہیں دیتا.....

سوال میرا شوہر --- اللہ اسے معاف فرمائے --- اخلاق فاضلہ اور خوف و خشیت الٰہی کے التزام کے باوجود گھر میں میری طرف مطلقاً توجہ نہیں دیتا بلکہ ہمیشہ وہ تیوری چڑھائے رہتا ہے (یعنی ترش رو اور چیں بہ جبیں رہتا ہے) اور اس کا سینہ بہت تنگ ہوتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ اس کا سبب میں ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بحمد اللہ اس کے حقوق ادا کرتی ہوں' اسے راحت و آرام پہنچاتی ہوں' کوشش کرتی ہوں کہ ہر اس چیز کو اس سے دور رکھوں جو اسے ناگوار گزرے اور پھر میرے ساتھ جو وہ بد سلوکی کرتا ہے' اس پر صبر بھی کرتی ہوں اور جب بھی اس سے کسی بات کے بارے میں پوچھوں یا اس سے کوئی بات کروں تو وہ بے حد ناراض ہوتا اور بھڑک اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بہت حقیر اور گھٹیا بات ہے اس کے برعکس اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ وہ بہت خوش اسلوبی اور خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے لیکن مجھے ہر معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ اور بد سلوکی کا سامنا کرنا پڑتا ہے' آلام و مصائب کا تختہ مشق بننا پڑتا ہے' جس کی وجہ سے میں نے کئی بار یہ سوچا ہے کہ اس گھر کو چھوڑ دوں۔

الحمد للہ میں ایک ایسی عورت ہوں کہ انٹرمیڈیٹ تک میری تعلیم ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو واجبات عائد کئے ہیں' انہیں بھی ادا کرتی ہوں۔

سماحۃ الشیخ! اگر میں گھر چھوڑ دوں' اپنے بچوں کی خود تربیت کروں اور میں تنہا زندگی کا بوجھ اٹھا لوں تو کیا میں گناہ گار ہوں گی یا انہی حالات میں اپنے شوہر کے ساتھ ہی رہوں اور اس کے ساتھ کلام اور زندگی کے دکھ سکھ میں شراکت کو ترک کر دوں' براہ کرم رہنمائی فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب لاریب! میاں بیوی پر یہ واجب ہے کہ دونوں حسن معاشرت کا مظاہرہ کریں اور محبت' اخلاق فاضلہ' حسن خلق اور بشاشت و خندہ پیشانی کو اختیار کریں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء٤/ ١٩)

"اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۲۸)

"اور عورتوں کا حق (مردوں پر) ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق (مردوں کا حق) عورتوں پر ہے البتہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ "نیکی حسن خلق کا نام ہے" نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "کسی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو حتی کہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنے کو بھی حقیر نہ جانو" ان دونوں احادیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "صحیح" میں بیان فرمایا ہے نیز آنحضرت ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے کہ "مومنوں میں سے ایمان کے اعتبار سے کامل ترین وہ شخص ہے، جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو، تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں اور میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ تم سب کی نسبت اچھا سلوک کرتا ہوں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث مبارکہ ہیں جن میں عام مسلمانوں کے ساتھ حسن خلق اور خندہ پیشانی سے حسن معاشرت کی ترغیب دی گئی ہے تو اس سے اندازہ فرمائیے کہ جب معاملہ میاں بیوی اور قریبی رشتہ داروں کا ہو تو پھر یہ تعلیم و ترغیب کس قدر شدت کے ساتھ ہو گی....؟

آپ نے بہت اچھا کیا جو صبر کیا۔ جفا، بدسلوکی اور شوہر کی ہر ناروا بات کو برداشت کیا، میں تمہیں یہ وصیت کرتا ہوں کہ مزید صبر کرو، گھر نہ چھوڑو، ان شاء اللہ اس میں بہت بھلائی ہو گی اور اس کا انجام بھی بہت اچھا ہو گا کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱصْبِرُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴾ (الأنفال۸/ ٤٦)

"اور صبر سے کام لو، یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (یعنی ان کا مددگار ہے)"

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾ (یوسف۱۲/ ۹۰)

"جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (الزمر۳۹/ ۱۰)

"جو صبر کرنے والے ہیں، ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔"

اور فرمایا:

﴿ فَٱصْبِرْ ۖ إِنَّ ٱلْعَٰقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ﴾ (ھود۱۱/ ٤۹)

"صبر کرو کہ انجام پرہیزگاروں ہی کا (بھلا) ہے۔"

اس کے ساتھ ہنسی خوشی کی باتیں کرنے اور اسے ایسے الفاظ سے مخاطب کرنے میں کوئی حرج نہیں، جس سے اس کے دل میں نرمی، گداز اور انبساط و انشراح پیدا ہو اور وہ آپ کے حق کو محسوس کرے اور جب تک وہ اہم اور واجب امور کو ادا کرتا رہے، اس سے دنیوی ضرورتوں کے بارے میں کوئی مطالبہ نہ کرو حتی کہ اسے خود ہی انبساط اور انشراح قلب و صدر حاصل ہو جائے گا۔ آپ کے اس طرز عمل کا ان شاء اللہ اچھا انجام ہو گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر طرح کی نیکی کی مزید توفیق عطا

فرمائے' آپ کے شوہر کے حال کی اصلاح فرمائے اور اسے رشد و بھلائی' حسن خلق' خندہ پیشانی اور اپنے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

انه خير مسئول وهو الهادي الى سواء السبيل

لعنت بھیجنے کے بارے میں شرعی حکم

سوال میری بیوی کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے بچوں پر لعنت بھیجتی' انہیں گالیاں دیتی اور ہر چھوٹی بڑی بات پر انہیں کبھی ناشائستہ الفاظ کے ذریعہ اور کبھی مار پیٹ کے ذریعہ ایذا پہنچاتی ہے' میں نے ان بری عادتوں کے چھوڑ دینے کے لئے اسے کئی بار سمجھایا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تمہاری وجہ سے یہ بدبخت اور لعنتی ہو گئے ہیں' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب بچوں نے اپنی ماں سے نفرت کرنا شروع کر دی ہے اور وہ اس کی بات کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے ساتھ بات چیت کا آخری نتیجہ مار پیٹ اور گالی گلوچ ہی ہو گا لہٰذا گزارش ہے کہ مجھے تفصیل سے یہ بتایا جائے کہ اس مسئلہ میں دین کا کیا حکم ہے؟ میں اپنی اس بیوی کے ساتھ کیا سلوک کروں جس سے اسے عبرت حاصل ہو' کیا میں اسے طلاق دے کر اور بچوں کو اس کے ساتھ بھیج کر علیحدگی اختیار کر لوں یا کیا کروں؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔ وفقکم اللہ!

جواب بچوں یا دیگر ایسے لوگوں پر لعنت بھیجنا جو لعنت کے مستحق نہ ہوں کبیرہ گناہ ہے۔ صحیح حدیث میں ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا "مومن پر لعنت بھیجنا اسے قتل کرنے کے مانند ہے" نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔" نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "لعنت بھیجنے والے قیامت کے دن گواہ اور شافع نہیں بن سکیں گے" لہٰذا اس خاتون پر واجب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے' اپنی زبان کی حفاظت کرے اور بچوں کو گالیاں نہ دے۔ اسے چاہیئے کہ بچوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے کثرت سے دعا کرے' آپ کو بھی چاہیئے کہ آپ اسے ہمیشہ یہ سمجھاتے رہیں اور بچوں کو گالیاں دینے سے منع کرتے رہیں اور اگر سمجھانا بجھانا مفید ثابت نہ ہو تو اس سے اس طرح کی علیحدگی اختیار کر لیں جو آپ کے خیال میں مفید ثابت ہو سکتی ہو اور اس کے ساتھ صبر کریں اور ان تکلیفوں پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں اور طلاق دینے میں جلدی نہ کریں۔ بچوں کو ادب سکھائیں' تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں اور انہیں نیکی و تقوی کی باتیں سمجھائیں تاکہ ان کے اخلاق بھی درست ہو جائیں' اللہ تعالیٰ ہمیں' آپ کو اور آپ کی بیوی کو ہدایت سے نوازے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر کے سوء تصرف کی شکایت کی ہے۔

سوال ایک عورت نے اپنے شوہر کے سوء تصرف کی شکایت کی ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب امر واقعہ اگر اسی طرح ہے جیسے تم نے سوال میں ذکر کیا ہے کہ تمہارا شوہر نماز نہیں پڑھتا اور دین کو گالیاں دیتا ہے تو وہ اس وجہ سے کافر ہے لہٰذا تمہارے لئے اس کے ساتھ بیوی کی حیثیت سے رہنا اور اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا حلال نہیں ہے بلکہ واجب یہ ہے کہ اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ یا کسی اور پرامن جگہ' کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان مومن عورتوں کے بارے میں جو کفار کے پاس ہوں' فرمایا ہے:

﴿ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ﴾ (الممتحنة ٦٠/ ١٠)

''نہ یہ (مسلمان) عورتیں ان (کافروں) کے لئے حلال ہیں اور نہ (کافر مرد) ایماندار عورتوں کے لئے حلال ہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''وہ عہد جو ہمارے اور ان کے درمیان ہے وہ نماز ہے' جو اسے ترک کر دے وہ کافر ہے۔'' دین کو گالی دینا کفر اکبر ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے لہٰذا تم پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس سے بغض رکھو' اسے چھوڑ دو اور اسے جنسی تعلق کی اجازت نہ دو' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٢-٣)

''اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا' وہ اس کے لئے (رنج و غم سے) خلاصی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔''

اگر تو اپنے اس بیان میں سچی ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے معاملہ کو آسان بنائے' تجھے اس کے شر سے بچائے' اسے حق کے قبول کرنے اور اسے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انہ سبحانہ جواد کریم۔

اگر بیوی سگریٹ نوشی کرتی ہو تو کیا اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا جائز ہے؟

سوال میری بیوی نماز' روزہ اور دیگر تمام حقوق اللہ کو تو ادا کرتی ہے' فرماں بردار بھی ہے اور شوہر کے حقوق بھی ادا کرتی ہے لیکن مجھ سے خفیہ طور پر سگریٹ نوشی بھی کرتی ہے جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے اسے سزا بھی دی اور اس سے باز رہنے کی تلقین بھی کی لیکن وہ باز نہیں آئی اور بدستور سگریٹ نوشی کر رہی ہے مختصر یہ کہ مجھے اس بیوی کے سلسلہ میں کیا کرنا چاہیئے۔

(ا) کیا میں اس کے اس فعل پر صبر کروں؟ لیکن کسی کام پر راضی ہونے والا تو اسی طرح ہوتا ہے' جس طرح کام کرنے والا؟

(ب) اگر یہ میرے گھر میں رہے اور سگریٹ پیتی رہے تو کیا مجھے گناہ ہو گا؟

(ج) کیا یہ جائز ہے کہ میں اسے طلاق دے دوں تاکہ اس گناہ سے بچ جاؤں؟

امید ہے آپ مکمل رہنمائی فرمائیں گے کہ میری اس مشکل کا حل کیا ہے؟

جواب واجب یہ ہے کہ آپ اسے سمجھاتے رہیں' مسلسل سگریٹ نوشی کے نقصانات سے آگاہ کرتے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو اسے سگریٹ نوشی سے باز رکھیں' اس سے آپ کو اجر و ثواب ملے گا اور کوئی گناہ نہیں ہو گا کیونکہ آپ اس کے اس فعل سے راضی نہیں ہیں بلکہ آپ اسے ناپسند کرتے ہیں اور اسے مسلسل سمجھا بجھا کر اپنے فرض کو بھی ادا کرتے رہتے ہیں اور اگر آپ کو معلوم ہو کہ سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر یہ باز نہیں آئے گی تو اس میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔۔۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے۔

کیا عورت کی طرف سے بھی زیادتی ہو سکتی ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِن بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾ (النساء ٤/ ١٢٨)

"اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کرلیں اور صلح بہت بہتر (خوب چیز) ہے۔"

سوال یہ ہے کہ کیا زیادتی یا بے رغبتی بیوی کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے جن اسباب کی وجہ سے خاوند' بیوی سے بے رغبتی کرتا ہے اگر اسی قسم کے اسباب کی وجہ سے بیوی اپنے خاوند سے بے رغبتی کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ایسے اسباب بھی ہو سکتے ہیں' جن کی وجہ سے بیوی' اپنے خاوند سے بے رغبتی کرے تو اس کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم میں بیان فرمایا ہے' چنانچہ سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

﴿ وَٱلَّٰتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَٱهْجُرُوهُنَّ فِي ٱلْمَضَاجِعِ وَٱضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا۟ عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴾ (النساء٤/ ٣٤)

"اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو' (یعنی ان کے بستر' اپنے سے الگ کردو) اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو اور اگر فرماں بردار ہو جائیں تو پھر ان کو ایذاء دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو' بے شک اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ (اور) جلیل القدر ہے۔"

خادموں کے ساتھ معاملہ

عورت کا ڈرائیور اور ملازم کے سامنے آنا

سوال ملازموں اور ڈرائیوروں کے سامنے آنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ان کو بھی اجنبی مردوں کی طرح سمجھا جائے گا؟ میری والدہ مجھے کہتی ہے کہ سر پر دوپٹہ رکھ لو اور ملازموں کے پاس چلی جاؤ تو کیا ہمارے اس دین حنیف کی رو سے یہ جائز ہے جس نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام کی نافرمانی نہ کی جائے؟

جواب ڈرائیور اور ملازم کے لئے بھی وہی حکم ہے جو باقی مردوں کے لئے ہے' اگر وہ محرم نہ ہوں تو ان سے پردہ کرنا بھی واجب ہے' ان کے سامنے نہ بے پردہ جانا جائز ہے اور نہ خلوت میں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت اختیار نہیں کرتا مگر ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔" علاوہ ازیں ان دلائل کے عموم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جو پردہ کے وجوب اور غیر محرموں کے سامنے اظہار زیب و زینت اور بے پردگی کی حرمت پر دلالت کناں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کی مخالفت و نافرمانی کے لئے والدہ یا کسی اور کی اطاعت جائز نہیں۔

ہمارے گھر میں ایک غیر مسلم ملازمہ ہے تو کیا......؟

سوال ہمارے گھر میں ایک غیر مسلم ملازمہ ہے تو کیا ہمارے گھر کی خواتین کے لئے اس کے ساتھ مل جل کر بیٹھنا' سونا اور کھانا جائز ہے؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں اور علماء کے صحیح قول کے مطابق گھر کی خواتین کے لئے اس سے پردہ کرنا واجب نہیں ہے ہاں البتہ یہ ضرور واجب ہے کہ اس سے ایک مسلمان عورت کا سا معاملہ نہ کریں بلکہ اس سے اللہ کی خاطر بغض رکھیں کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ إِذْ قَالُوا۟ لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءَٰٓؤُا۟ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ٱلْعَدَٰوَةُ وَٱلْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَحْدَهُۥٓ ﴾ (الممتحنة ٦٠/ ٤)

"(اے اہل ایمان) تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے رفقاء (ساتھیوں) میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان (بتوں) سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو' بے تعلق ہیں (اور) تمہارے (معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے) اور جب تک تم اللہ وحدہ پر ایمان نہ لاؤ ہمارے' اور تمہارے درمیان ہمیشہ کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی۔"

اور اہل خانہ پر واجب ہے کہ یہ ملازمہ اگر مسلمان نہ ہو تو اسے اس کے ملک میں واپس بھیج دیں کیونکہ یہ جائز نہیں

کہ جزیرۃ العرب میں کوئی یہودی یا عیسائی یا کوئی اور مشرک' خواہ وہ مرد ہو یا عورت باقی رہنے دیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ انہیں اس جزیرہ سے نکال دیا جائے اور پھر ان امور کو سرانجام دینے کے لئے مسلمان مرد اور عورتیں بہت ہیں۔ مسلمانوں میں ان کا وجود اس اعتبار سے بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ اس سے مسلمانوں کا عقیدہ و اخلاق بھی خراب ہوتا ہے لہٰذا جزیرۃ العرب کے تمام مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ خدمت یا دیگر کاموں کے لئے غیر مسلم ملازموں کو نہ رکھیں تاکہ نبی کریم ﷺ کی وصیت پر عمل کر سکیں اور ان بے شمار خطرات و نقصانات سے بچ سکیں جو غیر مسلموں کے ساتھ اختلاط سے مسلمان مردوں اور عورتوں کے عقیدہ و اخلاق کو لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان سے بے نیاز ہو جانے کی توفیق بخشے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے' انہ جواد کریم۔

کیا غیر مسلم خادماؤں سے پردہ کروں.....؟

سوال ہمارے گھر میں کئی غیر مسلم خادمائیں ہیں۔ کیا میرے لئے ان سے پردہ کرنا بھی واجب ہے؟ کیا وہ میرے نماز والے کپڑے دھو سکتی ہیں؟ کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ ان کے دین کے عیوب و نقائص بیان کروں اور ان کے سامنے واضح کروں کہ ان کے دین اور ہمارے دین حنیف میں کیا نمایاں فرق ہے؟

جواب علماء کے صحیح قول کے مطابق ان سے پردہ کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ وہ دیگر تمام عورتوں ہی کی طرح ہیں اور ان کے کپڑوں اور برتنوں کے دھونے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ ضرور واجب ہے کہ اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو ان سے معاہدہ ختم کر دیا جائے کیونکہ اس جزیرۃ العرب میں صرف اسلام ہی باقی رہ سکتا ہے اور اس ملک میں صرف مسلمانوں ہی کو بلانا چاہیے' خواہ وہ عمال ہوں یا خادم' خواہ مرد ہوں یا عورتیں' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ مشرکوں کو اس جزیرہ سے نکال دیا جائے اور اس میں دو دین نہ ہوں کیونکہ یہ اسلام کا مرکز اور مطلع آفتاب رسالت ہے لہٰذا اس میں دین حق یعنی اسلام کے سوا اور کوئی دین باقی نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حق کی اتباع اور اس پر استقامت کی توفیق بخشے اور غیر مسلموں کو دیگر تمام ادیان ترک کر کے دین اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کو چاہیے کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں' ان کے سامنے اسلام کے محاسن کو بیان کریں' ان کے دین میں جو نقص اور حق کی مخالفت ہے اسے واضح کریں اور بتائیں کہ اسلامی شریعت سابقہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور اسلام ہی وہ دین حق ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو مبعوث فرمایا اور تمام کتابوں کو نازل فرمایا' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلدِّينَ عِندَ ٱللَّهِ ٱلْإِسْلَـٰمُ ﴾ (آل عمران ۳/ ۱۹)

''دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَـٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴾ (آل عمران ۳/ ۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہو گا' وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہو گا۔''

لیکن یاد رہے آپ اسلام کے بارے میں جو بات بھی کریں' علم و بصیرت کی بنیاد پر کریں کیونکہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے بارے میں بات کرنا منکر عظیم ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (الأعراف۷/ ۳۳)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو (چاہے) ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے اور اس کو بھی (حرام ٹھہرایا ہے) کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی (حرام ٹھہرایا ہے) کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر بات کرنے کو دیگر تمام مراتب سے بڑا مرتبہ اور بڑی بات قرار دیا گیا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی حرمت زیادہ اور اس کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے خطرات بہت سنگین ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴾ (یوسف۱۲/ ۱۰۸)

"اے پیغمبر! کہہ دیجئے میرا رستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

سورۂ بقرۃ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے بغیر بات کرنا ان امور میں سے ہے، جن کا شیطان حکم دیتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِي ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۶۸-۱۶۹)

"لوگو جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، وہ تمہیں برائی اور بے حیائی ہی کے کام کرنے کا کہتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اور آپ کو ہدایت، نیت کی درستی اور علم کی توفیق عطا فرمائے۔

کیا غیر مسلم خادمہ کو ملازم رکھا جا سکتا ہے؟

سوال میں نے گھر میں اپنی بیوی کی مدد کے لئے ایک خادمہ بلانے کے لئے بیرون ملک لکھا تو انہوں نے خط کے ذریعہ جواب دیا ہے کہ اس ملک میں غیر مسلم خادمہ ہی مل سکتی ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ میں غیر مسلم خادمہ کو بلا لوں؟

جواب غیر مسلم خادم، خادمہ، ڈرائیور یا کسی بھی کارکن کو جزیرۃ العرب میں بلانا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے اور اس میں صرف مسلمانوں ہی کو رہنے دیا جائے۔ نیز وفات کے وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا "اس جزیرہ سے تمام مشرکوں کو نکال دیا جائے۔"

کافر مردوں اور عورتوں کو یہاں بلانے میں مسلمانوں کے لئے عقائد و اخلاق اور تربیت اولاد کے حوالہ سے بہت نقصان

ہے' لہذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے اور شرک و فساد کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ غیر مسلموں کو یہاں نہ بلایا جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

قسمیں اور نذریں

میں نے قسم کھائی تھی کہ فلاں شخص کی بیٹیوں میں سے......

سوال ایک دفعہ میرے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص نے مجھے پریشان کرنے کی خاطر یہ کہا کہ تو' تو فلاں شخص کی بیٹیوں ہی میں سے کسی سے شادی کرے گا تو میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر دنیا سے ساری عورتیں ختم ہو جائیں اور صرف اسی شخص کی بیٹیاں باقی رہ جائیں تو میں پھر بھی ان میں سے کسی سے شادی نہ کروں گا' اس بات کے بعد کئی سال گزر گئے اور میں نے انہی میں سے ایک سے شادی کر لی اور اب الحمدللہ ہم خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں براہ کرم یہ رہنمائی فرمائیں کہ میں نے جو قسم کھائی تھی اس کے سلسلہ میں مجھے کیا کرنا ہو گا؟

جواب اگر امر واقعہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے تو آپ پر واجب ہے کہ قسم کا کفارہ ادا کریں یعنی دس مسکینوں کو کھانا کھلائیں یا انہیں کپڑے دیں یا ایک گردن (غلام) آزاد کریں۔ کھانے کے سلسلہ میں یہ واجب ہے کہ شہر میں کھجور یا گندم یا جو غذا کھائی جاتی ہو' وہ تقریباً ڈیڑھ کلو کے حساب سے ہر مسکین کو دیں اور لباس قمیص یا تہبند اور چادر وغیرہ پر مشتمل ہونا چاہئے جس میں نماز ادا کرنا درست ہو اور جو شخص کھانا کھلانے' لباس دینے اور غلام کے آزاد کرنے سے عاجز و قاصر ہو وہ تین دن کے روزے رکھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ أَيْمَٰنِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الْأَيْمَٰنَ ۖ فَكَفَّٰرَتُهُۥٓ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٍ ۚ ذَٰلِكَ كَفَّٰرَةُ أَيْمَٰنِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوٓا أَيْمَٰنَكُمْ ﴾ (المائدۃ ۵/ ۸۹)

"اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مؤاخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کا خلاف کرو گے) مؤاخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو (اور اسے توڑ دو) اور تمہیں چاہئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔"

احکام نذر

سوال میں نے ماضی میں ایک دفعہ امتحان سے پہلے یہ نذر مانی تھی کہ اگر میں چھٹی جماعت میں پاس ہو گیا تو ایک جانور ذبح کروں گا' میں پہلے مرحلہ میں تو کامیاب نہیں ہو سکا البتہ دوسرے مرحلہ میں کامیاب ہو گیا تو کیا اس صورت میں مجھے جانور ذبح کرنا پڑے گا؟ اس واقعہ کو چار سال گزر گئے ہیں اور میں ابھی تک اپنی نذر پوری نہیں کر سکا' اسی طرح میں نے یہ

بھی نذر مانی تھی کہ اگر میں آٹھویں جماعت میں کامیاب ہو گیا تو..... کیا یہ جائز ہو گا کہ میں ایک جانور ذبح کر دوں یا مجھے دو جانور ذبح کرنے چاہئیں؟

جواب اگر آپ نے نذر مطلقاً مانی ہے اور پہلے مرحلہ میں کامیابی کی شرط نہیں لگائی تھی تو آپ کو چاہیئے کہ نذر پوری کریں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایک جانور ذبح کر کے اسے فقراء میں تقسیم کر دیں اور اس سے آپ یا آپ کے اہل خانہ کچھ نہ کھائیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے' اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی چاہیئے اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے۔" اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرمایا ہے۔

اگر آپ کا مقصد پہلے مرحلہ میں کامیابی تھا اور آپ اس کی بجائے دوسرے مرحلہ میں کامیاب ہوئے تو اس صورت میں آپ پر نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اعمال کا انحصار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی" (متفق علیہ' بروایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ)

اور اس طرح جب آپ نے آٹھویں جماعت میں کامیابی کے لئے نذر مانی تو اسے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کے پیش نظر پورا کرنا ہو گا اور اگر آپ نے پہلی یا دوسری نذر کے موقعہ پر یہ نیت کی تھی کہ جانور ذبح کر کے اپنے اہل خانہ' رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو کھلائیں گے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ حدیث کے پیش نظر اپنی نیت کے مطابق عمل کریں۔

برادرم! آپ کو چاہیئے کہ آئندہ نذر نہ مانیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں سے کسی بھی چیز کو واپس نہیں لوٹا سکتی اور نہ یہ کامیابی کے اسباب میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نذر سے منع کیا اور فرمایا ہے کہ نذر کسی خیر و بھلائی کو نہیں لا سکتی ہاں البتہ اس کے ذریعہ بخیل سے ضرور کچھ مال نکالا جا سکتا ہے' جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے ثابت ہے۔ ہم اپنے لئے اور آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت و توفیق کی دعا مانگتے ہیں۔

رضاعت

میں نے اپنے ماموں کی بڑی بیٹی کے ساتھ دودھ پیا تھا.....

سوال میں جوان ہوں' میں نے اپنے ماموں کی بڑی بیٹی کے ساتھ دودھ پیا تھا اور اس کے بعد اس کی کئی اور بہنیں بھی پیدا ہوئیں اور وہ اب شادی شدہ ہیں تو کیا میرے لئے یا میرے بھائیوں میں سے کسی ایک کے لئے یہ جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا رشتہ طلب کرے؟

جواب اے سائل! اگر آپ نے اپنے ماموں کی بیوی کا پانچ بار یا اس سے زیادہ بار دودھ دو سال کی عمر میں پیا ہے تو آپ کے ماموں کی تمام بیٹیاں آپ کی بہنیں ہیں' آپ ان میں سے کسی ایک سے بھی شادی نہیں کر سکتے لیکن آپ کے دوسرے بھائی جنہوں نے آپ کے ماموں کی بیوی کا دودھ نہیں پیا ان کے لئے آپ کی ماموں زاد سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں' جب کہ آپ کے ماموں کی بیٹیوں نے آپ کے بھائیوں کی ماں یا آپ کے باپ کی بیوی یا آپ کی بہنوں کا دودھ نہ پیا ہو۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے بھائیوں کے لئے اپنے ماموں کی بیٹیوں سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ ان کے درمیان رضاعت کا رشتہ نہ ہو۔ جو نکاح سے مانع ہو' اس لئے کہ ماموں کی بیوی سے رضاعت کا رشتہ آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے اس سے آپ کے ماموں کی بیٹیوں سے آپ کے بھائیوں کا نکاح کرنا حرام نہیں ہو گا۔ واللہ ولی التوفیق۔

ایک عورت کی بیٹی ہے اور دوسری کا بیٹا اور انہوں نے ایک دوسری کے بچوں.....

سوال دو عورتیں ہیں جن میں سے ایک کا بیٹا ہے اور دوسری کی بیٹی اور ان دونوں عورتوں نے ایک دوسری کے بچوں کو دودھ پلایا ہے تو دودھ پینے والوں کے بھائیوں میں سے کون کون دوسری عورت کی بیٹیوں سے شادی کر سکتے ہیں؟

جواب جب کوئی عورت کسی بچے کو دو سال کے اندر اندر پانچ معلوم رضعات یا اس سے زیادہ پلائے تو دودھ پینے والا بچہ اس کا بیٹا بن جاتا ہے اور اس کے شوہر یعنی صاحب لبن کا بھی بیٹا بن جاتا ہے اور اس عورت کی ساری اولاد خواہ وہ اسی صاحب لبن شوہر سے ہو یا کسی دوسرے شوہر سے' وہ اس دودھ پینے والے بچے کے بہن بھائی بن جاتے ہیں اور صاحب لبن شوہر کی اولاد خواہ وہ اس دودھ پلانے والی بیوی کے بطن سے ہو یا کسی دوسری بیوی کے بطن سے' وہ بھی اس دودھ پینے والے بچے کے بہن بھائی ہوتے ہیں۔ اس دودھ پلانے والی عورت کے بھائی اس بچے کے ماموں ہوں گے اور صاحب لبن شوہر کے بھائی اس بچے کے چچا ہوں گے۔ عورت کا باپ اس بچے کا نانا اور ماں نانی ہوں گے' صاحب لبن شوہر کا باپ بچے کا دادا اور ماں دادی ہو گی کیونکہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَأُمَّهَـٰتُكُمُ ٱلَّـٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَـٰعَةِ ﴾ (النساء ٤/ ٢٣)

"اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں (تم پر حرام کردی گئی ہیں)"

نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ "جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں' وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں۔" آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "صرف وہ رضاعت معتبر ہے جو دو سال کے اندر ہو۔" نیز صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں دس معلوم رضعات کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا جن میں سے پانچ منسوخ ہو گئے اور جب نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا تو عمل اسی کے مطابق تھا' ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ترمذی میں ہے جب کہ اس کا اصل صحیح مسلم میں ہے۔

میرے بھائی نے میرے چچا کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو اس کی ماں.....

سوال میرا ایک بڑا بھائی ہے جو چچا کی بیٹی کا رشتہ طلب کرنے گیا تو اس کی ماں نے دعوی کیا کہ اس نے میرے بھائی کو اپنے بچوں کے ساتھ دودھ پلایا ہے اور پھر ایک مدت کے بعد میرے چچا کی بیوی' میری بہن کا اپنے بیٹے کے لئے رشتہ طلب کرنے آگئی تو ہم اس مسئلہ میں پریشان ہو گئے اور ہم نے اسے اس کی بات یاد دلائی یعنی اس کا یہ دعوی اسے یاد دلایا کہ میرے بھائی نے اس کے بچوں کے ساتھ دودھ پیا ہے تو اس نے پہلے تو اس کا اقرار کیا لیکن پھر دوبارہ آ کر یہ کہنے لگی کہ اس نے میرے بھائی کو قطعاً دودھ نہیں پلایا تو کیا ہم اس کی پہلی بات پر اعتماد کریں یا دوسری پر' شریعت کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب مذکورہ عورت کا سابقہ دعوی کہ اس نے آپ کے بھائی کو دودھ پلایا ہے' اس امر میں رکاوٹ نہیں بن سکتا کہ اس کے بیٹے آپ کی بہنوں سے شادی کریں بشرطیکہ اس نے آپ کی بہنوں کو دودھ نہ پلایا ہو اور اس کے بیٹوں نے آپ کی ماں کا دودھ نہ پیا ہو' اس کے علاوہ کوئی اور رضاعت ایسی نہیں ہو سکتی جو اس کے بیٹوں کی آپ کی بہنوں سے شادی میں رکاوٹ ہو۔

اگر وہ عورت اپنے پہلے دعوے کی خود ہی تکذیب کر دے تو پھر آپ کا بھائی بھی اس کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے اور اگر احتیاطاً اس عورت کی بیٹی سے شادی نہ کرے تو اچھا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کرے' اسے چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جو شک میں مبتلا نہ کرے" نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔"

احکام رضاعت

سوال ایک بچے نے اپنے چچا کے گھر تربیت پائی اور اپنے چچا کی پہلی بیوی کا دودھ پیا' کچھ مدت کے بعد اس کے چچا نے دوسری شادی کی اور اس دوسری بیوی کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تو کیا اس بچے کے لئے یہ جائز ہے کہ بڑا ہو کر اپنے چچا کی اس بیٹی سے شادی کرے جس کی ماں نے اسے دودھ نہیں پلایا؟

جواب اگر مذکورہ بچے نے اپنی چچی کا پانچ بار یا اس سے بھی زیادہ بار دو سال کے اندر اندر دودھ پیا تو وہ اپنے چچا کا رضاعی بیٹا ہے اور چچا کی تمام بیویوں کی اولاد اس کے رضاعی بہن بھائی ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بچے کے لئے مذکورہ بچی سے شادی کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس کے رضاعی باپ کی بیٹی ہے بشرطیکہ امر واقعہ اسی طرح ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں محرمات کے بیان میں ذکر فرمایا ہے:

﴿ وَأُمَّهَـٰتُكُمُ ٱلَّـٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَـٰعَةِ﴾ (النساء٤/ ٢٣)

"اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں۔" (متفق علیہ)

سوال دو بہنیں ہیں' جن میں سے ایک کے ہاں بیٹا پیدا ہوا، اور دوسری کے ہاں چار بچے پیدا ہوئے جن میں سب سے چھوٹی ایک بیٹی ہے تو پہلی بہن کے بیٹے نے دوسری بہن کے تینوں بچوں کے ساتھ دودھ پیا ہے البتہ سب سے چھوٹی بیٹی کے ساتھ دودھ نہیں پیا تو پہلی عورت کے بیٹے کی دوسری عورت کی اس بیٹی سے شادی کرنے کا کیا حکم ہے' جس کے ساتھ مل کر اس نے دودھ نہیں پیا؟

جواب اگر پہلی عورت کے بیٹے نے دوسری عورت کے پانچ یا اس سے زیادہ رضعات ایک مجلس میں یا زیادہ مجلسوں میں پہلے یا دوسرے یا تیسرے بچے کے ساتھ یا تمام اولاد کے ساتھ پیے تو وہ اس دوسری عورت کا رضاعی بیٹا اور اس کی تمام اولاد کا رضاعی بھائی ہے خواہ وہ اس سے پہلے پیدا ہوئے ہوں یا اس کے بعد لہٰذا وہ مذکورہ لڑکی کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اس کا رضاعی بھائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے:

﴿ وَأُمَّهَـٰتُكُمُ ٱلَّـٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَـٰعَةِ﴾ (النساء٤/ ٢٣)

"اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "نسب سے جو رشتے حرام ہیں' وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں" (متفق علیہ)

اور اگر دودھ پانچ رضعات سے کم پیا ہے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہو گی' اسی طرح اگر دو سال کی عمر کے بعد دودھ پیا ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت نہ ہو گی کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ۞ وَٱلْوَٰلِدَٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَـٰدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۖ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ ٱلرَّضَاعَةَ ۚ﴾ (البقرۃ٢/ ٢٣٣)

"اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔"

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "رضاعت وہ ہے جو انتڑیوں کو کشادہ کر دے اور دودھ چھڑانے سے پہلے پہلے ہو" نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "قرآن مجید میں دس معلوم رضعات کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا' جو حرام کر دیتے تھے' پھر ان میں سے پانچ کو منسوخ کر دیا گیا اور نبی کریم ﷺ نے جب وفات پائی تو حکم اسی کے مطابق تھا (صحیح مسلم' جامع ترمذی اور یہ الفاظ جامع ترمذی کی روایت کے ہیں) واللہ ولی التوفیق۔

سوال میرا ایک پھوپھی زاد بھائی ہے اور اس نے میری بڑی بہن کے ساتھ مل کر دودھ پیا تھا تو کیا میں اپنے اس پھوپھی زاد بھائی کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہوں یا یہ مجھ پر حرام ہے کہ اس کے باپ نے میری بڑی بہن کے ساتھ مل کر دودھ پیا تھا اس لحاظ سے اس کا باپ میرا بھائی ہے؟

جواب اگر امر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح سائل نے ذکر کیا ہے اور مذکورہ آدمی نے اس کی ماں کا پانچ بار یا اس سے زیادہ بار دو سال کی مدت کے اندر دودھ پیا ہے تو پھر اس کے لئے اس کی بیٹی سے نکاح [illegible] نہیں ہے کیونکہ اس مذکورہ صورت حال میں سائل اس لڑکی کا رضاعی چچا ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جو رشتے نسب

کی وجہ سے حرام ہیں‘ وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں“ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”رضاعت صرف وہ ہے جو دو سالوں کے اندر ہو۔“ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ”قرآن مجید میں دس معلوم رضعات کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا‘ جو حرام کر دیتے تھے‘ پھر ان میں سے پانچ کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو حکم اسی کے مطابق تھا“ صحیح مسلم‘ ترمذی‘ یہ الفاظ ترمذی کی روایت کے ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

سوال میں ایک نوجوان ہوں اور ایک آدمی کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن مشکل یہ ہے کہ میں نے اس آدمی کی بیٹی کے ساتھ مل کر اس کی بیوی کا دودھ پیا تھا لیکن وہ بیٹی فوت ہو گئی تھی جس کے ساتھ مل کر میں نے دودھ پیا تھا اور پھر اس کے بعد اس شخص کی بیوی نے ایک اور بچی کو جنم دیا تو کیا اس کی اس بیٹی سے شادی کرنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟ مجھے فتویٰ عطا فرمائیے۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب اگر اس آدمی کی بیوی نے‘ جس کی بیٹی سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں آپ کو دو سال کی عمر میں پانچ بار یا اس سے زیادہ بار دودھ پلایا ہے تو پھر وہ تمہاری رضاعی ماں ہیں‘ اس کا شوہر تمہارا رضاعی باپ ہے اور ان کی بیٹیاں تمہاری رضاعی بہنیں ہیں‘ لہٰذا تم ان کی کسی بیٹی سے شادی نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں محرمات کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

﴿ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ ﴾ (النساء٤/ ٢٣)

”اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں (تم پر حرام کر دی گئی ہیں)“

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو رشتے نسب سے حرام ہیں‘ وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔“ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ ”قرآن مجید میں دس معلوم رضعات کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا جو حرام کر دیتے تھے‘ پھر ان میں سے پانچ کو منسوخ کر دیا گیا“ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو حکم اسی کے مطابق تھا“ (صحیح مسلم و ترمذی۔ یہ الفاظ ترمذی کی روایت کے ہیں) نیز اس مسئلہ میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

اگر رضعات پانچ سے کم تھے یا رضاعت کے وقت آپ کی عمر دو سال سے زیادہ تھی تو پھر اس رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہو گی اور نہ دودھ پلانے والی عورت آپ کی ماں‘ نہ اس کا شوہر آپ کا باپ اور نہ اس کی بیٹی سے شادی کرنا آپ کے لئے حرام ہو گا۔ حدیث مذکور اور دیگر احادیث کے پیش نظر اس مسئلہ میں علماء کے اقوال میں سے واضح اور صریح قول یہی ہے۔ دیگر احادیث میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”رضاعت صرف وہ ہے جو دو سال کے اندر ہو۔“ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ایک رضعہ یا دو رضعے حرام قرار نہیں دیتے۔“ اسی طرح اس مسئلہ سے متعلق اہل علم نے کچھ اور احادیث بھی ذکر فرمائی ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

سوال (الف) میری نانی کے بیٹے (یعنی میرے ماموں) میری بہنوں کے ہم عمر ہیں / میری والدہ نے اپنے چھوٹے بھائی کو میری بہن (یعنی اپنی بیٹی) سعاد کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔

(ب) میری امی نے میری بڑی بہن (یعنی اپنی بڑی بیٹی) کے بیٹے (یعنی اپنے نواسے) سمیر کو‘ میری بہن (یعنی اپنی بیٹی) سحر کے ساتھ دودھ پلایا ہے۔ کیونکہ میری بڑی بہن (سمیر کی والدہ) بیمار تھی اور رضاعت صرف میری والدہ کی طرف سے تھی۔

(ج) میری امی نے میرے بھائی کی چھوٹی بیٹی (یعنی اپنی پوتی) کو بھی میری چھوٹی بہن (یعنی اپنی بیٹی) کے ساتھ دودھ پلایا تھا کیونکہ یہ دونوں ہم عمر تھیں اور میری بہن صرف ایک ماہ بڑی تھی تو میری والدہ نے رات کو جب میری چھوٹی بہن کی بیٹی

(یعنی اپنی نواسی) کو روتے ہوئے سنا تو اسے حالت نیند میں دودھ پلا دیا' صبح جب بیدار ہوئی تو اس نے اپنی گود میں اپنی بیٹی کی بچی (یعنی اپنی نواسی) کو پایا تو اس سلسلہ میں ایک شیخ سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس بچی کو اور دودھ پلا دو تاکہ شک دور ہو جائے تو اس نے دوبارہ دودھ پلا دیا نیز میری بہن نے اس کی چھوٹی بہن سلوئی کو بھی بسمہ کے ساتھ دودھ پلایا اب سوال یہ ہے کہ کیا میرے تمام ماموں میرے رضاعی بھائی ہیں یا میرا صرف چھوٹا ماموں ہی میرا رضاعی بھائی ہے اور کیا میں اپنے ماموؤں کے بیٹوں کی پھوپھی ہوں یا نہیں؟

جواب اگر آپ کی امی نے آپ کے ایک ماموں یا آپ کی ایک خالہ کو دو سال کے اندر پانچ رضعات یا اس سے زیادہ دودھ پلایا ہے تو آپ کی امی' دودھ پینے والے آپ کے ماموؤں اور خالاؤں کی رضاعی ماں بن گئیں اور اس مذکورہ طریقے کے مطابق آپ کی امی نے جن کو دودھ پلایا آپ ان کی رضاعی بہن ہیں' اسی طرح اگر آپ کی امی نے آپ کی بہن کی بیٹی کو دو سال کے اندر پانچ یا اس سے زیادہ رضعات دودھ پلایا ہے تو آپ کی امی دودھ پینے والی بچی کے لئے رضاعت کے اعتبار سے ماں اور نسب کے اعتبار سے نانی ہوئیں اور آپ دودھ پینے والے کے لئے رضاعت کے اعتبار سے بہن اور نسب کے اعتبار سے خالہ ہیں' اسی طرح دیگر تمام مسائل رضاعت میں بھی یہی حکم ہے۔ اگر رضعات پانچ سے کم ہیں تو اس سے حرمت ثابت نہ ہو گی اور علماء کے صحیح قول کے مطابق اس سے حکم رضاعت بھی ثابت نہ ہو گا۔ اگر دودھ پینے والے بچے کی عمر دو سال سے زیادہ ہے تو اس سے بھی رضاعت ثابت نہ ہو گی کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "رضاعت صرف دو سال میں ہے۔" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ "قرآن مجید میں دس معلوم رضعات کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا' جو حرام کر دیتے تھے' پھر ان میں سے پانچ کو منسوخ کر دیا گیا اور نبی کریم ﷺ نے جب وفات پائی تو حکم اسی کے مطابق تھا۔" (صحیح مسلم و ترمذی --- یہ الفاظ ترمذی کی روایت کے مطابق ہیں۔) واللہ ولی التوفیق۔

احکام عامہ

لوگوں سے اجرت لے کر قرآن پڑھنا

سوال لوگوں سے اجرت لے کر قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ رہنمائی فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

جواب اگر مقصود لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا اور انہیں حفظ کرانا ہے تو پھر علماء کے صحیح قول کے مطابق اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ اس صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ایک صحابی نے اجرت معلومہ کی شرط کے ساتھ اس آدمی کے لئے قرآن مجید کو پڑھا تھا جسے بچھو نے ڈسا تھا اور اسی حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا تھا کہ:

«إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ»(صحيح بخاري)

"یقیناً کتاب اللہ اس بات کی سب سے زیادہ حق دار ہے کہ اس پر تم اجرت لو۔"

اور اگر تلاوت سے مقصود محض کسی مناسبت کی وجہ سے تلاوت کرنا ہے تو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے' چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حرمت کے بارے میں اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

سورۂ تبت کی قرأت

سوال میں ایک نماز میں سورۃ المسد کی تلاوت کر رہی تھی' میری بہن نے سنا تو مجھ سے کہنے لگیں کہ نماز میں اس سورت کی قرأت اور اس کا تکرار صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کے چچا پر لعنت کی گئی ہے۔ میں نے کہا یہ اس لئے کہ وہ مشرک و کافر تھا اور رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچاتا تھا لیکن وہ اپنی بات پر اصرار کرتی رہی امید ہے آپ مستفید فرمائیں گے کہ میرا مؤقف صحیح تھا یا غلط؟

جواب قرآن مجید کی دوسری سورتوں کی طرح سورۂ تبت کو بھی پڑھا جا سکتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بھی قرآن مجید کی سورتوں میں سے ایک سورت ہے اور اس میں ابو لہب کے حال کو بیان کیا گیا ہے نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اس نے اور اس کی بیوی نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کفر کیا اور رسول اللہ ﷺ کو جو ایذا پہنچائی تو اس کی وجہ سے جہنم رسید ہو کر انہوں نے سراسر خسارہ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ:

﴿ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ [illegible] ﴾ [illegible]

"جو اس قرآن میں سے [illegible] ہو سکے' وہ پڑھ لیا [illegible]۔"

اور نبی ﷺ نے مسیئی الصلوۃ سے یہ فرمایا تھا: "پھر تم قرآن مجید کا جو حصہ آسانی سے پڑھ سکتے ہو [illegible] قرآنی اور نبوی نص دونوں عام ہیں [illegible] سورۂ تبت اور دیگر [illegible] سورتوں کو شامل ہیں۔ [illegible]

آپ کی بہن کی بات غلط ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس نے یہ جو بات کی اور ایک سورت کے پڑھنے کا انکار کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے کیونکہ اس نے ایک باطل بات کہی ہے اور علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک بات کہہ دی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں' آپ کو اور آپ کی بہن کو ہدایت کی توفیق سے سرفراز فرمائے!

مسجد میں بلند آواز سے تلاوت

سوال کیا مسجد میں اس وقت بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت جائز ہے جب کچھ نمازی نفل ادا کر رہے ہوں؟

جواب اس وقت مسجد میں بلند آواز سے تلاوت جائز نہیں ہے جب کہ گردوپیش کے نمازیوں یا قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کے خلل میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو' اسی طرح مسجد سے باہر جس جگہ بھی تلاوت سے نمازیوں یا قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کے خلل میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو سنت یہ ہے کہ تلاوت بلند آواز سے نہ کی جائے کیونکہ حدیث سے یہ ثابت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور بلند آواز سے قرأت کر رہے ہیں تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ "تم میں سے ہر شخص اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا ہے لہٰذا ایک دوسرے کو تکلیف نہ دو۔"

میت کے گھر میں قرآن خوانی

سوال کیا میت کے گھر میں اس طرح قرآن خوانی کرنا کہ گھر میں قرآن مجید کے نسخے (یا پارے) رکھ دیئے جائیں اور پڑوسی اور دیگر جاننے والے مسلمان آئیں اور ان میں سے ہر ایک' ایک پارہ پڑھے اور پھر وہ اپنے کام پر چلا جائے اور اسے اس کی کوئی اجرت وغیرہ بھی نہ دی جائے---- اور اس طرح قرآن مجید کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جائے۔ کیا اس انداز کی تلاوت اور دعا میت کو پہنچ جاتی ہے اور ایصال ثواب ہو جاتا ہے؟ امید ہے آپ رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں گے' کیونکہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ یہ حرام ہے جب کہ بعض اسے مکروہ اور کچھ علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں؟

جواب یہ اور اس طرح کے دیگر اعمال کی کوئی اصل نہیں ہے کیونکہ نہ تو نبی کریم ﷺ سے ایسا ثابت ہے اور نہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے یہ ثابت ہے کہ وہ مُردوں کے لئے اس طرح قرآن خوانی کرتے ہوں بلکہ یہ تو وہ عمل ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ»

"جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔"

اس حدیث کو امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح میں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح میں تعلیقاً مگر صحت کے وثوق کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»

"جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں کوئی ایسی نئی چیز پیدا کرلی جو اس میں نہ ہو تو وہ عمل مردود ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "حمدوثنا" کے بعد سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے' بدترین امور بدعات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ الفاظ کو بھی بیان فرمایا ہے "اور ہر گمراہی

جہنم میں لے جائے گی۔" ہاں البتہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ صدقہ اور دعا سے مُردوں کو نفع ہوتا ہے اور ان کا ثواب بھی انہیں پہنچتا ہے۔ وباللہ التوفیق' واللہ المستعان۔

اطاعت والدین

والدین کے ساتھ نیکی اور ان کی اطاعت.......

سوال میں بسا اوقات بعض ضروری کاموں کی وجہ سے اپنی والدہ کی بات کو رد کر دیتا ہوں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب والدین کے ساتھ نیک سلوک اور نیکی میں ان کی سمع و اطاعت اہم واجبات میں سے ہے لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ اپنی والدہ کے حق کو پورا کرو' اسے راضی کرنے کی کوشش کرو اور نیکی کے کام میں ان کی نافرمانی نہ کرو اور اگر ایک طرف آپ کے ضروری کام ہوں اور دوسری طرف والدہ کا کوئی مطالبہ ہو تو والدہ کو بتا کر ان سے اجازت لے لو اور اپنے واجبات کو ادا کر لو۔

اگر کام کو مؤخر کرنے کی صورت میں کوئی نقصان نہ ہو تو پھر پہلے اپنی والدہ کے کام کو ترجیح دو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ان میں سے جو اہم ہو اور تاخیر کی صورت میں جس کے نقصان کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے حسب ذیل ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اسے پہلے سرانجام دے لو:

﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١٦)

''سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔''

میں ایک ثَیِّبَہ عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن.....

سوال میں ایک ثیبہ (شوہر سے جدا شدہ عورت) سے شادی کرنا چاہتا ہوں' میرے والد اور اس عورت کے گھر والے بھی اس شادی کے حق میں ہیں لیکن میری والدہ اس سے راضی نہیں ہیں۔ کیا میں اپنی والدہ کی رضا مندی کو نظرانداز کر کے اس عورت سے شادی کر سکتا ہوں؟ کیا اس شادی کی وجہ سے میں اپنی والدہ کا نافرمان بن جاؤں گا؟ میری رہنمائی فرمائیں' جزاکم اللہ خیرا"

جواب والدہ کا حق بہت عظیم اور اس کے ساتھ حسن سلوک اہم فریضہ ہے لہٰذا میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس عورت سے شادی نہ کریں جسے آپ کی والدہ پسند نہیں کرتیں کیونکہ آپ کی سب سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ آپ کی والدہ ہی ہے ممکن ہے کہ انہیں اس عورت کی کچھ ایسی عادات کا علم ہو جو آپ کے لئے نقصان دہ ہوں اور پھر اس کے سوا اور عورتیں بہت ہیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٢۔٣)

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا (تو) وہ اس کے لئے (رنج و غم سے) خلاصی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔"

بلاشک و شبہ والدہ کی بات کو قبول کرنا تقویٰ ہے الا یہ کہ والدہ اہل دین میں سے نہ ہو اور وہ عورت جس سے آپ شادی کرنا چاہتے ہیں' وہ اہل دین و تقویٰ میں سے ہو اور اس مسئلہ میں اگر امرواقع اس طرح ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے تو پھر والدہ کی اطاعت لازم نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اطاعت صرف نیکی کے کام میں ہے۔" اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے لئے اس کام کو آسان بنا دے جس میں آپ کے لئے دین و دنیا کی سلامتی ہو!

خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو تو مخلوق کی اطاعت نہیں

سوال اس لڑکی کے بارے میں کیا حکم ہے جو اپنی ماں کی نافرمانی کرتی ہو اور اس کی بات اس لئے نہیں مانتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا مطالبہ کرتی ہے' مثلاً یہ کہتی ہے کہ اظہار زیب و زینت اور بے پردگی کو اختیار کرو کیونکہ پردہ وغیرہ خرافات میں سے ہے' دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں نیز مجھ سے یہ بھی کہتی ہے کہ محفلوں میں جاؤ اور پھر محفلوں میں شرکت کے لئے وہ مجھے جو کپڑے پہننے کو دیتی ہے' وہ بھی ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے حرام قرار دیا ہے نیز میری ماں جب مجھے باپردہ دیکھتی ہے تو ناراض ہوتی ہے؟

جواب اس سوال کا جواب بھی پہلے سوال کے جواب ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اگر خالق کی نافرمانی لازم آتی ہے تو پھر مخلوق کی فرماں برداری جائز نہیں' خواہ وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ صحیح حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے "اطاعت صرف نیکی کے کام میں ہے۔" نیز رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا "خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو تو پھر مخلوق کی فرماں برداری جائز نہیں ہے۔" یہ امور جن کی طرف سوال کرنے والی لڑکی کی ماں دعوت دیتی ہے' یہ سب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام ہیں' لہٰذا اس سلسلہ میں ماں کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے اور شیطان کی اطاعت سے بچائے۔

کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا.....

سوال کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کے بارے میں کیا حکم ہے جب کہ وہ تکبر کی وجہ سے ہو یا بغیر تکبر کے ہو اور بچے کو جب اس کے گھر والے مجبور کر دیں یا عادت ہی اس طرح ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کا حکم یہ ہے کہ مردوں کے لئے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "تہبند کا وہ حصہ جو ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ جہنم میں ہو گا۔" (صحیح بخاری) اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا' نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا وہ تین قسم کے آدمی یہ ہیں (۱) اپنے تہبند کو (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے والا (۲) کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا اور (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچنے

یہ دونوں [illegible] ہم معنی دیگر احادیث عام ہیں اور سب کو شامل ہیں خواہ کوئی ازراہ تکبر اپنا کپڑا لٹکائے یا کسی اور

سبب کی وجہ سے' کیونکہ نبی ﷺ نے یہ حکم عام اور مطلق بیان فرمایا ہے اور اسے کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا اور اگر کپڑا ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے لٹکایا ہو تو گناہ اور بھی زیادہ اور وعید اور بھی زیادہ شدید ہے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے' اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔" یہ گمان کرنا جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تکبر کی وجہ سے کپڑے کے لٹکانے سے منع کیا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے اسے مذکورہ بالا دونوں احادیث میں کسی بھی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا جیسا کہ ایک اور حدیث میں بھی اسے مقید نہیں کیا اور وہ یہ کہ آپ نے بعض صحابہ سے فرمایا کہ "کپڑے کو نیچے لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر ہے۔" تو اس میں آپ ﷺ نے کپڑے کو نیچے لٹکانے ہی کو تکبر قرار دیا' کیونکہ اکثر و بیشتر تکبر ہی کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے' جو شخص ازراہ تکبر نہ لٹکائے تو اس کا یہ عمل وسیلہ تکبر ہے اور وسائل کا حکم بھی وہی ہوتا ہے جو مقاصد کا ہوتا ہے' پھر اس میں اسراف بھی ہے اور کپڑا نجاست و گندگی سے آلودہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ایک نوجوان کو دیکھا جس کا کپڑا زمین پر لگ رہا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا "اپنا کپڑا زمین سے اونچا کر لو' اس سے رب راضی ہو گا اور تمہارا کپڑا پاک صاف رہے گا۔"

نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو یہ فرمایا' جب انہوں نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ! میرا تہبند ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے لیکن میں اسے اوپر رکھنے کی کوشش کرتا ہوں' تو آپ نے فرمایا "تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔" تو آپ کی اس سے مراد یہ تھی کہ جس شخص کا کپڑا ڈھیلا ہو کر لٹک جائے اور وہ کوشش کر کے اسے اوپر اٹھا لے تو اس کا شمار ان لوگوں میں سے نہیں ہو گا جو ازراہ تکبر اپنے کپڑے نیچے لٹکاتے ہیں کیونکہ اس نے اپنے کپڑے کو خود نیچے نہیں لٹکایا بلکہ کپڑا خود بخود ڈھیلا ہو کر لٹک گیا اور اس نے اسے اوپر اٹھا لیا تو بے شک اس طرح کا شخص معذور ہے۔

جو شخص جان بوجھ کر اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے خواہ وہ عبا ہو یا شلوار' قمیص ہو یا تہبند' وہ اس وعید میں داخل ہے اور وہ اپنے کپڑوں کو نیچے لٹکانے کی وجہ سے معذور نہیں ہے کیونکہ وہ احادیث صحیحہ جو کپڑوں کو نیچے لٹکانے سے منع کرتی ہیں وہ اپنے منطوق' معنی اور مقاصد کے اعتبار سے عام ہیں لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے پرہیز کرے' اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے نہ ہونے دے تاکہ ان احادیث پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب و عقاب سے محفوظ رہ سکے۔ واللہ ولی التوفیق۔

بعض لوگوں کے کپڑے چھوٹے لیکن شلواریں بہت لمبی......

سوال بعض لوگوں کے کپڑے چھوٹے اور ٹخنوں کے اوپر تک ہوتے ہیں لیکن شلواریں بہت لمبی ہوتی ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام اور منکر ہے خواہ وہ قمیص ہو یا تہبند یا شلوار یا عبا' کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو گا وہ جہنم میں جائے گا" (بخاری) اور نبی ﷺ نے فرمایا "تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت کلام فرمائے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ وہ تین قسم کے آدمی یہ ہیں (۱) اپنے تہبند کو (ٹخنوں سے نیچے تک) لٹکانے والا (۲) کوئی چیز دے کر احسان جتلانے والا اور (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سودا بیچنے والا۔ (صحیح مسلم) اسی طرح آپ نے اپنے بعض صحابہ سے یہ فرمایا

ہے کہ کپڑے کو نیچے لٹکانے سے بچو کیونکہ یہ تکبر ہے۔"

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ ان احادیث کے عموم و اطلاق کا تقاضا ہے' خواہ لٹکانے والا یہ گمان ہی کیوں نہ کرے کہ وہ ازراہ تکبر نہیں لٹکا رہا' ہاں البتہ جس شخص کا مقصود تکبر ہو تو اس کا گناہ اور بھی بڑا اور اس کی نافرمانی اور بھی شدید ہوگی' کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص ازراہ تکبر اپنے کپڑے کو نیچے لٹکائے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔" کیونکہ اس نے کپڑے کو نیچے لٹکایا اور تکبر بھی کیا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو یہ فرمایا جب انہوں نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ! میرا تہبند ڈھیلا ہو کر لٹک جاتا ہے لیکن میں اسے اوپر رکھنے کی کوشش کرتا ہوں' تو آپؐ نے فرمایا کہ: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ تو یہ حدیث اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس شخص کے لئے کپڑا لٹکانا جائز ہے جس کا مقصود تکبر نہ ہو بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص کا تہبند یا شلوار ڈھیلا ہو کر لٹک جائے' اس کا مقصود تکبر نہ اور وہ اسے فوراً اوپر اٹھا لے تو اسے کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ آج کل بعض لوگ جو اپنی شلواروں وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھتے ہیں تو یہ جائز نہیں ہے بلکہ سنت یہ ہے کہ کپڑا نصف پنڈلی سے لے کر ٹخنے تک ہو' تاکہ تمام احادیث پر عمل ہو جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

چمڑے کے اوور کوٹ پہننے کے بارے میں حکم

سوال پچھلے دنوں چمڑے کے بنے ہوئے اوور کوٹ پہننے کے بارے میں ہماری بہت گرما گرم گفتگو ہوئی بعض بھائیوں کی یہ رائے تھی کہ یہ کوٹ عموماً خنزیر کی کھالوں سے بنائے جاتے ہیں اور اگر یہ واقعی خنزیر کی کھال سے بنائے جاتے ہیں تو ان کے پہننے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا شرعاً ان کا پہننا جائز ہے جب کہ بعض دینی کتابوں مثلاً الحلال و الحرام للقرضاوی اور الفقه علی المذاہب الاربعه میں اس مسئلہ کو ذکر تو کیا گیا ہے لیکن وضاحت سے اس پر روشنی نہیں ڈالی گئی؟

جواب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جب کھال کو رنگ دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔" نیز آپ نے فرمایا کہ مردار کی کھال کو رنگ دینا اسے پاک کر دیتا ہے لیکن اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا یہ حدیث عام ہے اور تمام کھالوں کے لئے یہی حکم ہے یا یہ حکم صرف ان جانوروں کی کھالوں کے لئے ہے جنہیں ذبح کر کے کھانا حلال ہے' بلاشبہ ان مردہ جانوروں کی کھالیں جنہیں ذبح کر کے کھانا حلال ہے مثلاً اونٹ' گائے اور بکری وغیرہ' پاک ہیں اور وہ جانور جو ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتے' خنزیر وغیرہ ان کی کھالوں کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے کہ وہ رنگنے سے پاک ہوتی ہیں یا نہیں؟ زیادہ احتیاط اس بات میں ہے کہ ان کا استعمال ترک کر دیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص شبہات سے بچ جائے اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا۔" نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کرے' اسے چھوڑ دو اور اس چیز کو اختیار کرو جو شک میں مبتلا نہ کرے۔"

موسیقی کا حکم

سوال میں نے اخبار "عکاظ" شمارہ نمبر ۶۱۱۰ مورخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۳ ہجری میں ایک خبر پڑھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

ایک سعودی گلوکار نے گانا چھوڑ دیا تھا لیکن قاہرہ و پیرس کے درمیان جب ایک ہوائی سفر میں اس کی ملاقات ایک عالم دین سے ہوئی اور دونوں نے موسیقی کی شرعی حیثیت کے بارے میں گفتگو کی تو اس عالم دین نے طیارہ سے اترنے سے پہلے پہلے اسے دلائل و براہین کے ساتھ قائل کر دیا کہ موسیقی شرعاً جائز ہے اور سفر سے واپسی پر اس گلوکار نے دوبارہ گانا شروع کر دیا اور چند نئے گانے پیش کئے جو اس کی تازہ پیشکش ہیں۔

دلائل و براہین کے ساتھ واضح فرمائیں کیا اسلام میں گانا جائز ہے خصوصاً وہ فحش گانے جو آج کل موسیقی کے ساتھ گائے جاتے ہیں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب جمہور اہل علم کے نزدیک گانا حرام ہے اور اگر گانے کے ساتھ موسیقی' بانسری اور رباب کا بھی استعمال ہو تو پھر اس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس کی حرمت کے دلائل میں ایک دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشۡتَرِي لَهۡوَ ٱلۡحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ﴾ (لقمان ۳۱/ ۶)

''اور لوگوں میں ایسا بدبخت بھی ہے جو بے ہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے گمراہ کرے۔''

جمہور مفسرین نے ''لھوالحدیث'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد گانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد گانا ہے نیز وہ فرماتے ہیں کہ گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے' جس طرح پانی سے کھیتی پروان چڑھتی ہے۔'' اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور آلات لہو و لعب کے استعمال کو حلال قرار دیں گے۔'' اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے معلق مگر صحت کے وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے اور دیگر ائمہ نے بھی اسے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے' ''معازف'' سے مراد گانا اور آلات لہوولعب ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے گانے کی مشروعیت کا فتوی دیا ہے (بشرطیکہ یہ بات صحیح نقل کی گئی ہو) اس نے علم کے بغیراللہ تعالیٰ کی طرف ایک بات کو منسوب کیا اور ایک ایسا باطل فتوی دیا ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا۔ واللہ المستعان۔

کیا گانے سننا حرام ہے یا نہیں؟

سوال گانے سننے کے بارے میں کیا حکم ہے' کیا یہ حرام ہیں یا نہیں؟ میں صرف تسکین کے لئے گانے سنتا ہوں۔ سارنگی وغیرہ کے ساتھ قدیم گانے سننے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا شادی وغیرہ کے موقعہ پر طبلہ بجانا بھی حرام ہے میں نے سنا ہے کہ یہ حلال ہے لیکن مجھے اس کے بارے میں صحیح طور پر معلوم نہیں؟

جواب گانے سننا حرام اور منکر ہے اور یہ دلوں میں بیماری و سختی پیدا کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکنے کا ایک اہم سبب ہے۔ اکثر اہل علم نے ارشاد باری تعالیٰ ومن الناس من یشتری لھوالحدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد گانا ہے۔

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ لھوالحدیث سے مراد گانا ہے اور اگر گانے کے ساتھ رباب' بانسری' سارنگی اور طبلہ وغیرہ کا استعمال بھی ہو تو اس سے حرمت اور بھی شدید ہو جاتی ہے۔

بعض علماء نے ذکر فرمایا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ گانا حرام ہے لہٰذا اس سے بچنا واجب ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میری امت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور آلات لہو و لعب کے استعمال کو حلال قرار دیں گے۔" اس حدیث میں استعمال ہونے والے الفاظ "حر" کے معنی "حرام شرم گاہ" یعنی زنا اور "معازف" کے معنی گانے اور آلات موسیقی کے ہیں' لہٰذا میں آپ کو اور دیگر مردوں اور عورتوں کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر الٰہی کرو نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ ریڈیو کے پروگرام "اذاعۃ القرآن" اور "نور علی الدرب" سنو' ان پروگراموں کے سننے سے بہت فائدہ بھی ہو گا اور سننے والا گانوں اور موسیقی کے سننے سے بچا بھی رہے گا۔

شادی کے موقعہ پر شرعاً یہ جائز ہے کہ ایسے گانوں کے ساتھ دف بجائی جائے جن میں کسی حرام کام کی دعوت نہ ہو اور نہ حرام چیز کی تعریف ہو' عورتیں رات کے وقت دف بجا سکتی ہیں تاکہ نکاح کا اعلان ہو سکے اور نکاح اور بدکاری میں فرق کیا جا سکے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث سے یہ ثابت ہے۔

شادی کے موقعہ پر طبلہ بجانا جائز نہیں بلکہ صرف دف کے استعمال پر اکتفا کرنا چاہئے۔ نکاح کے اعلان اور اس سلسلہ میں روایتی گیتوں کے لئے لاؤڈ سپیکر بھی استعمال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس میں بہت بڑا فتنہ' اس کا انجام خطرناک اور اس میں مسلمانوں کے لئے ایذاء ہے اور پھر اس سلسلہ کو بہت دیر تک جاری نہیں رکھنا چاہئے بلکہ تھوڑا سا وقت ہی کافی ہے تاکہ اعلان نکاح ہو سکے۔ زیادہ دیر تک پروگرام جاری رکھنے کی صورت میں نیند پوری نہ ہو گی جس کے نتیجہ میں نماز فجر ضائع ہو گی اور وہ بروقت ادا نہیں کی جا سکے گی اور یہ بہت کبیرہ گناہ اور منافقوں کا عمل ہے کہ صبح کی نماز کو باجماعت ادا نہ کیا جائے!

مختلف موقعوں کی مناسبت سے طبلوں اور گانوں کا استعمال

سوال بعض موقعوں کی مناسبت سے ہم طبلے بجاتے اور گانے گاتے ہیں اور یہ سلسلہ کئی راتوں تک جاری رہتا ہے لیکن ایک مرتبہ ایک شخص نے ہمیں اس سے منع کیا' تو سوال یہ ہے کیا طبلوں اور گانوں کا استعمال منکر ہے جب کہ ہم فحش گانے نہیں گاتے۔ براہ کرم فتویٰ دیجئے' جزاکم اللہ خیرا۔

جواب ہمیں کوئی ایسی دلیل معلوم نہیں جس سے طبلوں کے استعمال کا جواز معلوم ہوتا ہو بلکہ صحیح احادیث سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا استعمال بھی بانسری' سارنگی اور دیگر آلات موسیقی کی طرح حرام ہے' چنانچہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور گانے و موسیقی کو حلال قرار دیں گے۔" اس حدیث میں جو لفظ "معازف" استعمال ہوا ہے یہ گانوں اور تمام آلات موسیقی کو شامل ہے۔

کیا گانے اور موسیقی سننا جائز ہے

سوال کیا مسلمان کے لئے گانوں اور موسیقی کو سننا جائز ہے' اس دلیل کے ساتھ کہ یہ ریڈیو اور ٹیلی وژن سے نشر ہوتے ہیں؟

جواب اور موسیقی سننا جائز نہیں کیونکہ یہ ذکر الٰہی اور نماز سے روکتے ہیں اور ان کو سننا دلوں کی بیماری اور قساوت کا سبب بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ان کی حرمت پر دلالت کناں ہیں' چنانچہ قرآن مجید میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ ٱلْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ (لقمان۳۱/ ٦)

"اور لوگوں میں بعض ایسے' ہیں جو بے ہودہ حکایتیں خریدتے ہیں تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کریں۔"

اکثر علماء مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ "لهوالحدیث" سے مراد گانا بجانا اور آلات موسیقی کو استعمال کرنا ہے' چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد بیان فرمایا ہے کہ "میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور آلات موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔" اس حدیث میں لفظ "حر" ہے اس کے معنی حرام شرم گاہ کے ہیں' "حریر" کے معنی ریشم ہیں اور یہ مردوں کے لئے حرام ہے۔ خمر (شراب) ہر نشہ آور چیز کو خمر کہتے ہیں۔ یہ مردوں' عورتوں' بچوں' بوڑھوں اور تمام مسلمانوں کے لئے حرام ہے اور اس کا استعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہے' "معازف" کا لفظ گانوں اور تمام آلات موسیقی مثلاً سارنگی' بانسری اور رباب وغیرہ کو شامل ہے۔ اس باب میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں' جنہیں علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اغاثہ۔ اللھفان من مکائدالشیطان" میں ذکر فرمایا ہے۔

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت و توفیق عطا فرمائے اور اپنی ناراضگی کے اسباب سے محفوظ رکھے!

ریڈیو وغیرہ سننا

سوال ریڈیو وغیرہ سننے کے بارے میں کیا حکم ہے' جبکہ جس چیز کو دیکھا یا سنا جارہاہو اس میں کوئی حرام بات نہ ہو؟

جواب ریڈیو سے قرآن و حدیث کی باتوں اور خبروں کے سننے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح ریڈیو سے جو قرآن مجید کی تلاوت' رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور نصیحت آموز باتیں سنائی جاتی ہیں' ان کے سننے میں بھی کوئی حرج نہیں' میں نصیحت کروں گا کہ "اذاعۃ القرآن" اور "نور علی الدرب" کے پروگرام ضرور سنیں کیونکہ یہ پروگرام عظیم فوائد پر مشتمل ہوتے ہیں۔

ایسے مفید پروگرام سننے کے بارے میں کیا حکم ہے......

سوال بعض ایسے مفید پروگرام سننے کے بارے میں کیا حکم ہے جو قرآن مجید کی باتوں پر مشتمل ہوں لیکن جن کے درمیان میں موسیقی بھی آجاتی ہو؟

جواب ایسے پروگرام سننے اور ان سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ موسیقی کے شروع ہونے سے ختم ہونے تک ریڈیو کو بند کر دیا جائے کیونکہ موسیقی' جملہ آلات لہو میں سے ہے' اللہ تعالیٰ اسے ترک کرنے اور اس کے شر سے محفوظ رہنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

کیا مختلف موقعوں اور محفلوں میں تالی بجانا جائز ہے؟

سوال کیا مختلف موقعوں اور محفلوں میں تالی بجانا جائز ہے یا مکروہ !؟

جواب محفلوں میں تالی بجانا عمل جاہلیت ہے' اس کے بارے میں کم سے کم جو بات کہی جا سکتی ہے' وہ یہ کہ مکروہ ہے اور دلیل سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے تالی بجانا حرام ہے کیونکہ مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مکہ کے کافروں کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ:

﴿ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ ٱلْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَتَصْدِيَةً ﴾ (الأنفال٨/ ٣٥)

"اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔"

علماء فرماتے ہیں کہ "مکاء" کے معنی سیٹی اور "تصدیۃ" کے معنی تالی بجانا ہے۔ مرد مومن کے لئے سنت یہ ہے کہ جب وہ کوئی ایسی بات دیکھے یا سنے جو اس کو اچھی لگتی ہو یا بری تو "سبحان اللہ یا اللہ اکبر" کہے جیسا کہ بہت سی احادیث میں نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے۔ تالی بجانا عورتوں کے لئے مخصوص ہے اور وہ بھی اس وقت جب وہ مردوں کے ساتھ نماز ادا کر رہی ہوں' امام بھول جائے اور وہ امام کو متنبہ کرنا چاہیں تو ان کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ وہ تالی بجائیں اور مرد اس موقعہ پر سبحان اللہ کہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح سنت سے یہ ثابت ہے' اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے تالی بجانے میں کافروں اور عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور ان دونوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

مشت زنی

سوال مشت زنی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب استمناء بالید یعنی مشت زنی حرام ہے' ہر مسلمان کے لئے اس سے اجتناب کرنا واجب ہے کیونکہ یہ فعل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے خلاف ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَٰفِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ ﴾ (المؤمنون٢٣/ ٥_٧)

"اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں' وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔"

اور یہ اس لئے بھی حرام ہے کہ اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں' واللہ ولی التوفیق۔

مشت زنی سے بچنے کا طریقہ

سوال مجھے مشت زنی کی عادت ہے' میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ یہ حرام ہے' میں نے اسے ترک کر دینے کا کئی بار ارادہ بھی کیا لیکن پھر کبھی کبھی یہ کام کرنے لگتا ہوں' امید ہے آپ رہنمائی فرماتے ہوئے کوئی ایسا طریقہ بتائیں گے جس سے میں یہ عادت چھوڑ سکوں؟

جواب مشت زنی بلاشبہ حرام ہے' اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں اور اس کا انجام بے حد خطرناک ہے جیسا کہ ماہر اطباء کی رائے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَٰفِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ ﴾ (المؤمنون٢٣/ ٥_٧)

"اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں' وہ (اللہ کی مقرر کی

ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔"

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں یہ عادت ان کے خلاف ہے اور یہ اپنے نفس پر خود اپنے ہاتھوں ظلم اور زیادتی ہے' لہٰذا اسے ترک کرنا واجب ہے اور اس کے ترک کرنے کے سلسلہ میں وہ علاج اختیار کرنا چاہئے جو نبی کریم ﷺ نے غیر شادی شدہ نوجوانوں کے لئے تجویز فرمایا ہے' چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا "اے گروہ نوجواناں! تم میں سے جو شخص (نکاح کرنے کی) طاقت رکھتا ہو تو وہ شادی کر لے کیونکہ (شادی) اس کی نگاہ کو انتہائی جھکا دینے والی اور اس کی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی (چیز) ہے اور جو شخص اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے' روزہ اس کی جنسی شہوت کو کچل دے گا۔"(1) اس خبیث اور حرام عادت کو اس علاج نبویؐ سے ترک کیا جا سکتا ہے جو روزہ نہ رکھ سکتا یا اس عادت کو ترک نہ کر سکتا ہو تو وہ علاج کے لئے طبیب کی طرف بھی رجوع کر سکتا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَنْزَلَ اللهُ دَآءً إِلاَّ أَنْزَلَ لَهُ شِفَآءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ»

"اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی نازل کی ہے اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے' اسے جس نے جان لیا سو جان لیا اور جو اس سے ناواقف رہا سو وہ ناواقف رہا۔"

نبی ﷺ نے یہ ارشاد بھی فرمایا "اے بندگان الٰہی! علاج کیا کرو مگر حرام اشیاء کے ساتھ علاج نہ کرو۔" ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں' آپ کو اور تمام مسلمانوں کو ہر برائی سے محفوظ رکھے۔

استمناء بالید

سوال استمناء بالید (مشت زنی) کے بارے میں شیخ قرضاوی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ منی بھی دیگر فضلات کی طرح ایک فضلہ ہے لہٰذا فصد کی طرح اسے خارج کرنا بھی جائز ہے' ابن حزم نے بھی اسی کی تائید وحمایت کی ہے۔ (ص ۱۶۶' المکتب الاسلامی) کیا یہ صحیح ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے مشت زنی کو عام جائز قرار دیا ہے؟ ان کی دلیل کیا ہے؟ یہ بات بہت ہی افسوس ناک ہے کہ آج ہمارے نوجوان اس (انتہائی بری) عادت میں مبتلا ہو چکے ہیں اور وہ اس بات کو بھول چکے ہیں کہ اس حالت کے علاج کے لئے نبی کریم ﷺ نے روزہ تجویز فرمایا تھا۔ ایک نوجوان نے ہمیں بتایا کہ وہ کپڑے یا روئی وغیرہ کے ذریعے جائے مخصوصہ بنا کر منی خارج کرتا ہے.....؟

جواب علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق مشت زنی حرام ہے' جمہور کا بھی یہی قول ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کا عموم ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَٰفِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ ﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۵-۷)

"اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں' کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں' وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور صرف اپنی

بیویوں یا لونڈیوں ہی کو اپنی جنسی تسکین کے لئے استعمال کرتے ہیں اور فرمایا ہے کہ جو شخص اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرتا ہے خواہ وہ کوئی طریقہ بھی ہو تو وہ حد سے گزرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ امر سے تجاوز کرنے والا ہے' چنانچہ ان آیات کے عموم میں مشت زنی بھی شامل ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور کئی دیگر ائمہ نے اس کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مشت زنی کے نقصانات بہت زیادہ اور اس کا انجام بھی بے حد خطرناک ہے مثلاً اس سے جسمانی قوتیں ختم اور اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں اور اسلامی شریعت نے ہر اس کام کو ممنوع قرار دیا ہے جو انسان کے دین' جسم' مال اور عزت و آبرو کے لئے نقصان دہ ہو۔

موفق ابن قدامہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "المغنی" میں فرماتے ہیں:

"اگر کسی نے مشت زنی کی تو اس نے ایک حرام فعل کا ارتکاب کیا' اگر اس سے انزال نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں ہو گا اور اگر انزال ہو گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا' اس لئے کہ یہ فعل بوسہ کی طرح ہے۔"

یعنی جس طرح بوسہ لینے سے انزال نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "مجموع الفتاویٰ ص ۳۲۹ ج ۳۴" میں فرماتے ہیں:

"جمہور علماء کے نزدیک مشت زنی حرام ہے' امام احمد رحمہ اللہ کے مذہب میں بھی صحیح ترین قول یہی ہے کہ جس نے اس فعل کا ارتکاب کیا اسے تعزیری سزا دی جائے گی' امام احمد کے مذہب میں دوسرے قول کے مطابق یہ فعل حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے' اکثر ائمہ زنا وغیرہ کے خوف کی صورت میں بھی اسے جائز قرار نہیں دیتے۔"

علامہ محمد امین شنقیطی اپنی تفسیر "اضواء البیان ج ۵ ص ۷۶۹" میں فرماتے ہیں:

"(مسئلہ سوم) بے شک سورۃ المومنون کی یہ آیت کریمہ "فمن ابتغی"..... کا عموم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مشت زنی (جسے عربی میں جلد عمیرہ اور الخضخضة بھی کہا جاتا ہے) ممنوع ہے کیونکہ جس شخص نے ہاتھ سے تلذذ حاصل کیا حتیٰ کہ اسے انزال ہو گیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ طریقے کے علاوہ اور طریقہ اختیار کیا ہے لہٰذا وہ سورۃ المومنون کی اس آیت کریمہ اور سورۃ المعارج کی آیت کریمہ کی روشنی میں حد سے بڑھ جانے والوں میں سے ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام شافعیؒ اور ان کے متبعین نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ مشت زنی ممنوع ہے۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ محمد بن عبدالحکیم نے کہا ہے کہ میں نے حرملہ بن عبدالعزیز سے سنا کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے مشت زنی کرنے والے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے والذین هم لفروجهم حافظون سے لے کر العادون تک کی آیات تلاوت فرما دیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ مجھے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ' امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم کا اس آیت کریمہ سے مشت زنی کی ممانعت کے بارے میں استدلال صحیح ہے۔ قرآن مجید سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور پھر قرآن مجید اور سنت سے اس کے خلاف بھی کوئی بات ثابت نہیں ہے حضرت الامام احمد رحمہ اللہ کی جلالت علمی اور ان کے ورع و تقویٰ کے اعتراف کے باوجود ہم یہ عرض کریں گے کہ انہوں نے قیاس کے ذریعہ مشت زنی کو جو جائز قرار دیا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے' چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مشت زنی بھی بوقت ضرورت جسم سے فضلہ نکالنا ہے لہٰذا یہ بھی فصد اور سینگی پر قیاس کی وجہ سے جائز ہے

جیسا کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے:

إِذَا حَلَلْتَ بِــوَادٍ لاَ أَنِيْسَ بِــهِ
فَاجْلِدْ عُمَيْرَةَ لاَ عَارَ وَلاَ حَرَجَ

"جب تم کسی ایسی وادی میں فروکش ہو جہاں دوست (بیوی) نہ ہو تو مشت زنی کر لو اس میں کوئی عار یا حرج نہیں ہے۔"

امام احمد رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ اگرچہ مسلم لیکن آپ کا یہ قیاس عموم قرآن کے خلاف ہے اور جو قیاس اس طرح کا ہو اسے فساد اعتبار کی وجہ سے رد کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب مبارک (تفسیر قرطبی) میں کئی بار ذکر کیا اور صاحب "مراقی السعود" کے اس قول کا حوالہ بھی دیا ہے کہ:

وَالْخُلْفُ لِلنَّصِّ أَوْ إِجْمَاعٍ دَعَا
فَسَادَ الإِعْتِــبَارِ كُلُّ مَنْ وَعَى

"نص اور اجماع کے خلاف جو قیاس ہو اسے تمام اہل علم نے فساد الاعتبار کے نام سے موسوم کیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَٱلَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَـٰفِظُونَ ﴾ (المؤمنون ٢٣/ ٥)

"اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔"

اور اس سے صرف ان دو صورتوں کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

﴿ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُهُمْ ﴾ (المؤمنون ٢٣/ ٦)

"مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کو ملامت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جو صرف اور صرف بیوی یا لونڈی کو جنسی تسکین کا ذریعہ بناتے ہیں اور پھر ان دو صورتوں کے سوا دیگر تمام طریقوں اور صورتوں سے منع کرتے ہوئے بے حد جامع الفاظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَمَنِ ٱبْتَغَىٰ وَرَآءَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْعَادُونَ ﴾ (المؤمنون ٢٣/ ٧)

"اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔"

اور بلاشک و شبہ یہ عموم مشت زنی کرنے والے کو بھی شامل ہے۔ عموم قرآن کے ظاہر سے اعراض صرف اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے جب کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس کی طرف رجوع کرنا واجب ہو اور وہ قیاس جو نص کے خلاف ہو وہ فاسد الاعتبار ہے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں واضح کر دیا ہے، واللہ عنداللہ تعالیٰ۔

ابوالفضل عبداللہ بن محمد بن صدیق حسنی ادریسی اپنی کتاب الاستقصاء لادلۃ تحریم الاستمناء او العادۃ لسریۃ میں لکھتے ہیں کہ مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ اور جمہور علما کا مذہب یہ ہے کہ مشت زنی حرام ہے اور یہی مذہب صحیح ہے، اس مذہب کے خلاف کوئی بات کہنا جائز نہیں ہے جیسا کہ ان دلائل سے واضح ہوتا ہے، جنہیں بتوفیق الٰہی ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

دلیل اول:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴾ (المؤمنون ۲۳/ ۵-۷)

"اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں کہ (ان سے مباشرت کرنے سے) انہیں ملامت نہیں اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حد سے نکل جانے والے ہیں۔"

ان آیات کریمہ سے استدلال ظاہر ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ حرام کاموں سے اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں' نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ قابل ملامت نہیں ہیں جو اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے قریب جاتے ہیں یعنی شرم گاہوں کی حفاظت کے عموم سے صرف ان دو صورتوں ہی کو مستثنیٰ قرار دیا اور پھر فرمایا کہ ان دو صورتوں یعنی بیویوں یا لونڈیوں سے جنسی عمل کے سوا جو لوگ کوئی اور طریقہ اختیار کرتے ہیں تو وہ ظالم اور حلال سے تجاوز کر کے حرام کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔ "العادی" اس کو کہتے ہیں جو حد سے تجاوز کر جائے اور جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حد سے تجاوز کر جائے وہ ظالم ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد باری ہے:

﴿ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۲۹)

"اور جو لوگ اللہ کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے' وہ ظالم ہوں گے۔"

گویا یہ آیت عام ہے اور اس میں جنسی عمل کے لئے بیویوں اور لونڈیوں کے استعمال کے سوا دیگر تمام طریقوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ مشت زنی بھی بلاشبہ ان دو صورتوں کے علاوہ ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے اور اس فعل کا مرتکب نص قرآن کی روشنی میں ظالم ہے۔ اس کتاب کے فاضل مصنف نے اس کے بعد دیگر دلائل ذکر کئے ہیں' جن میں سے چھٹی دلیل حسب ذیل ہے:

علم طب کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ مشت زنی سے کئی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں مثلاً اس سے (۱) نظر بے حد کمزور ہو جاتی ہے (۲) عضو تناسل کمزور ہو کر اس میں جزوی طور پر ڈھیلا پن پیدا ہو جاتا ہے یا وہ کلی طور پر ہی اس قدر ڈھیلا ہو جاتا ہے کہ مشت زنی کرنے والا عورت کے مشابہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں رجولیت کا وہ اہم امتیاز ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا مرد شادی کے قابل نہیں رہتا اور اگر وہ شادی کر بھی لے تو وہ صحیح طور پر وظیفۂ زوجیت ادا نہیں کر سکتا اور جب یہ صحیح طور پر وظیفہ زوجیت ادا نہیں کر سکے گا تو اس کی بیوی دوسرے مردوں کی طرف دیکھے گی اور پھر اس میں جو مفاسد اور خرابیاں ہیں' وہ محتاج بیان نہیں ہیں (۳) مشت زنی کے نتیجہ میں اعصاب بھی کمزور ہو جاتے ہیں (۴) اس سے معدہ پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے اور نظام ہضم کمزور ہو جاتا ہے (۵) اس سے اعضاء بدن خصوصاً جنسی اعضاء آلہ تناسل اور خصیتین کی نشوونما رک جاتی ہے اور وہ اپنی طبعی حد تک نہیں پہنچ سکتے۔ (۶) اس سے مادہ منویہ بہت پتلا ہو جاتا ہے اور مشت زنی کرنے والا سرعت انزال کا اس حد تک مریض ہو جاتا ہے کہ اس کے آلۂ تناسل سے اگر کوئی ذرا سی چیز بھی لگے تو اسے فوراً انزال ہو جاتا ہے۔ (۷) اس سے کمر کی ہڈیوں میں درد شروع ہو جاتا ہے کیونکہ منی پشت ہی سے نکلتی ہے اور پھر اس درد کی وجہ سے کمر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ (۸) مشت زنی کرنے والے کی منی بہت پتلی ہو جاتی ہے اور اس کے جراثیم بالکل مر جاتے ہیں یا اس قدر کمزور ہو جاتے ہیں کہ ان سے حمل قرار نہیں پاتا اور اگر حمل قرار پا بھی جائے تو اولاد بہت کمزور اور نحیف و ناتواں

ہوتی ہے اور صحت مند نہیں ہوتی جس طرح ایک طبعی اور صحیح منی سے پیدا ہونے والی اولاد ہوتی ہے (۹) مشت زنی سے بعض اعضاء مثلاً پاؤں وغیرہ کو رعشہ بھی لاحق ہو سکتا ہے (۱۰) اس سے دماغی غدود کمزور ہو جاتے ہیں جس سے عقل و فہم میں کمی آ جاتی ہے خواہ انسان پہلے کتنا ہی عقل مند کیوں نہ ہو اس عادت سے پیدا ہونے والے ضعف دماغ سے دماغی توازن میں خلل بھی پیدا ہو سکتا ہے۔"

اس تفصیل سے سائل کے سامنے بلاشک و شبہ یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ ان مذکورہ دلائل اور اس عادت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نقصانات کی وجہ سے مشت زنی حرام ہے' منی ہاتھ سے خارج کی جائے یا روئی وغیرہ سے شرم گاہ کی شکل بنا کر ہر طرح (طبعی عمل کے سوا) حرام ہے۔ واللہ اعلم۔

سگریٹ نوشی اور اس کی تجارت

سوال سگریٹ نوشی کے بارے میں کیا حکم ہے کیا یہ حرام ہے یا مکروہ؟ نیز اس کی تجارت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب سگریٹ نوشی حرام ہے کیونکہ یہ خبیث ہے اور اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے کھانے پینے کی ان چیزوں کو حلال قرار دیا ہے جو پاک ہیں اور جو ناپاک ہیں' ان کو حرام دے دیا ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ﴾ (المائدة٥/ ٤)

"یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ان کے لئے حلال ہیں (ان سے) کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں فرمایا ہے کہ:

﴿ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ ﴾

(الأعراف٧/ ١٥٧)

"وہ انہیں نیک کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لئے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔"

تمباکو نوشی کی جتنی بھی قسمیں ہیں' ان میں سے کوئی بھی پاک نہیں بلکہ یہ سب کی سب ناپاک ہیں' اسی طرح تمام نشہ آور چیزیں بھی ناپاک ہیں' نہ سگریٹ نوشی جائز ہے اور نہ شراب کی طرح اس کی بیع و تجارت ہی جائز ہے۔ جو شخص تمباکو نوشی یا اس کی خرید و فروخت کرتا ہو اسے فوراً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہئے' جو کچھ ہوا اس پر ندامت کرنی چاہئے اور پختہ عزم کرنا چاہئے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا اور جو شخص صدق دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے' توبہ کے بارے میں اس نے اپنے بندوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

﴿ وَتُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور٢٤/ ٣١)

"اے اہل ایمان! تم سب کے سب' اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

اور فرمایا:

﴿ وَإِنِّى لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا ثُمَّ ٱهْتَدَىٰ ﴾ (طٰہٰ٢٠/ ٨٢)

"اور جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے پھر سیدھے راستے چلے' اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔"

وفات کے بعد میت کے ترکہ سے دعوتوں کا اہتمام

سوال بعض لوگ اپنے قریبی رشتہ داروں کی وفات کے وقت جانوروں کو ذبح کر کے دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں' ان دعوتوں کا اہتمام میت کے ترکہ میں سے کیا جاتا ہے اور اگر میت نے خود اس قسم کی دعوتوں کی وصیت کی ہو تو کیا ازروئے شریعت اس وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے؟

جواب وفات کے بعد اس قسم کی دعوتوں کے بارے میں وصیت کرنا بدعت اور عمل جاہلیت ہے۔ وصیت کے بغیر بھی اس قسم کی دعوتوں کا اہتمام منکر اور ناجائز ہے' حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "ہم دفن کے بعد میت والوں کے ہاں جمع ہونے اور کھانا کھانے کو بدعت شمار کرتے تھے" اس حدیث کو امام احمد نے حسن سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ شریعت نے تو یہ حکم دیا ہے کہ اس موقعہ پر میت کے گھر والوں کے لئے کھانا پکایا جائے نہ کہ ان کے گھر سے کھایا جائے' لہٰذا اس موقعہ پر ان کے گھر سے کھانا کھانا حکم شریعت کے خلاف ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کی خبر آئی تو آپ نے اپنے گھر والوں سے فرمایا کہ "جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کے پاس یہ (غم ناک) خبر آئی ہے جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔"

تاش کے پتوں کے ساتھ کھیلنا

سوال ہم بہت سرمایہ دار لوگوں کے ساتھ اکثر تاش کھیلتے رہتے ہیں اور وہ ہم میں سے کامیاب ہونے والے کو دو سو ریال انعام دیتے ہیں تو کیا یہ حرام ہے اور کیا یہ جوا ہے؟

جواب اس مذکورہ طریقہ سے یہ کھیل حرام اور جوا ہے اور جوا میسر ہی ہے جو حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں مذکور ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّمَا ٱلۡخَمۡرُ وَٱلۡمَيۡسِرُ وَٱلۡأَنصَابُ وَٱلۡأَزۡلَٰمُ رِجۡسٞ مِّنۡ عَمَلِ ٱلشَّيۡطَٰنِ فَٱجۡتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱلشَّيۡطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيۡنَكُمُ ٱلۡعَدَٰوَةَ وَٱلۡبَغۡضَآءَ فِي ٱلۡخَمۡرِ وَٱلۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَن ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَعَنِ ٱلصَّلَوٰةِۖ فَهَلۡ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴾ (المائدۃ ۵/ ۹۰-۹۱)

"اے ایمان والو! شراب' جوا' بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے درمیان دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے تو تمہیں (ان کاموں سے) باز رہنا چاہئے۔"

لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے' اس کھیل کو اور جوئے کی دیگر تمام اقسام کو ترک کر دے تاکہ وہ فوزوفلاح اور حسن انجام سے ہمکنار ہو اور مذکورہ آیت میں بیان کردہ جوئے کے نقصانات سے بچ سکے۔

بعض جھوٹی تحریریں

سوال ہمیں ہائی سکول کی ایک استانی کی طرف سے ایک خط موصول ہوا ہے' جس میں انہوں نے بعض سکولوں میں تقسیم کی جانے والی بعض تحریروں کی بابت سوال کیا ہے' جن میں سے ایک یہ ہے' جس میں پہلے درج ذیل آیات تحریر ہیں:

﴿ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعۡبُدۡ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۶۶)

﴿ فَالَّذِينَ ءَامَنُوا بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ ۙ أُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (الأعراف ٧/ ١٥٧)

﴿ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴾ (یونس ١٠/ ٦٤)

﴿ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّٰلِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَآءُ ﴾ (إبراهيم ١٤/ ٢٧)

(اور پھر یہ لکھا ہے کہ) ان آیات کو لکھ کر ارسال کرو تاکہ یہ تمہارے لئے خیروبرکت، فرحت و مسرت اور فوزوفلاح لے آئیں، ان آیات کو لکھ کر بار بار تقسیم کرو تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار دن بعد ہی تمہارے لئے خیروبرکت لے آئیں گی۔ یہ کوئی لہوولعب کی بات نہیں اور نہ آیات الٰہی کے ساتھ مذاق ہے لہٰذا چار دنوں بعد تم خود ہی اس کی تاثیر دیکھ لوگے، اس کتابچے کے کئی نسخے تیار کر کے لوگوں کی طرف بھیجو۔ میرا اپنا یہ تجربہ ہے کہ میں نے اسے جب ایک آدمی کے پاس بھیجا اور اس نے اس کی کاپیاں تیار کروا کے فوراً تقسیم کروا دیں تو اسے اپنے کاروبار میں متوقع منافع سے سات ہزار دینار زیادہ نفع حاصل ہوا۔ ایک ڈاکٹر کے پاس جب میں نے اسے بھیجا اور اس نے اسے کوئی اہمیت نہ دی تو وہ گاڑی کے ایک حادثہ میں بری طرح کچلا گیا حتیٰ کہ اس کی لاش بری طرح مسخ ہو گئی کہ اسے پہچاننا مشکل تھا اور سب لوگ اس کے اس برے انجام کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ اس کا یہ برا انجام اس لئے ہوا کہ اس نے اس کتابچے کی تقسیم کی طرف کوئی توجہ نہ دی تھی، اسی طرح ایک اور برادر عرب ملک کا واقعہ ہے کہ جب ایک جنرل سٹور کے مالک کو یہ کتابچہ تقسیم کرنے کے لئے دیا گیا اور اس نے بھی اس کی تقسیم کی طرف توجہ نہ دی تو گاڑی کے حادثہ میں اس کا بڑا بیٹا ہلاک ہو گیا...... اس لئے امید کی جاتی ہے کہ آپ اس کے پچیس نسخے تقسیم کرنے کا اہتمام کریں گے اور اس کے چوتھے دن بعد جو نتائج ظاہر ہوں گے۔ آپ یقیناً ان سے خوش ہو جائیں گے۔ خبردار! اس بارے میں سستی ہرگز نہ کرنا کیونکہ اس پر عمل کرنے میں ہزاروں کا نفع اور اس کے بارے میں غفلت برتنے میں جان اور مال کا خطرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس رسالہ کی تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

جواب یہ رسالہ اور اس کے لکھنے والے کے مطابق اس میں جو فوائد بیان کئے گئے ہیں اور اس کی توزیع و تقسیم کا اہتمام نہ کرنے کی صورت میں جو نقصانات بیان کئے گئے ہیں یہ سب جھوٹ ہے اور قطعاً صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو کذاب اور لعنتی لوگوں کی افتراء پردازی ہے، اس لئے اس رسالہ کو اندرون و بیرون ملک تقسیم کرنا جائز نہیں ہے، اسے تقسیم کرنا منکر ہے، تقسیم کرنے والا گناہ گار اور جلد یا بدیر سزا کا مستحق قرار پائے گا کیونکہ بدعات کی خرابی بہت بڑی اور ان کا انجام بہت خوفناک ہوتا ہے۔ اس رسالہ کو جس طرح بیان کیا گیا ہے یہ منکر، بدعت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ایک جھوٹی بات کا انتساب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِـَٔايَٰتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَٰذِبُونَ ﴾ (النحل ١٦/ ١٠٥)

"جھوٹ افتراء تو وہی لوگ باندھا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور وہی جھوٹے ہیں۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔"

(متفق علیہ) نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (صحیح مسلم)

تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ہاتھوں میں اس قسم کا کوئی رسالہ آئے تو اسے پھاڑ دیں' تلف کر دیں اور قرآنی عبارتوں کو محفوظ کر دیں اور لوگوں کو اس بدعت سے بچائیں۔ دیکھئے ہم نے اور دیگر اہل ایمان نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تو ہم نے الحمدللہ خیروبھلائی ہی کو پایا ہے' اسی طرح ایک وہ کتابچہ بھی ہے جو خادم حجرۂ نبویہ کی طرف منسوب ہے مذکورہ کتابچہ کی طرح ہی ایک اور کتابچہ بھی ہے لیکن اس میں ﴿ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعۡبُدۡ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴾(الزمر ٣٩/ ٦٦) کی بجائے ﴿ قُلۡ هُوَ ٱلرَّحۡمَٰنُ ءَامَنَّا بِهِۦ وَعَلَيۡهِ تَوَكَّلۡنَا ﴾ (الملك٦٧/ ٢٩) سے آغاز کیا گیا ہے۔ یہ سب جھوٹے رسالے ہیں' یہ قطعاً صحیح نہیں ہیں' ان کو لکھ کر تقسیم کرنے یا نہ کرنے سے کوئی خیر یا شر مرتب نہیں ہوتا ہاں البتہ جو شخص اس طرح کی جھوٹی باتوں کو وضع کرے یا انہیں تقسیم کرے یا تقسیم کرنے کی دعوت دے اور لوگوں میں اسے رواج دینے کی کوشش کرے وہ یقیناً گناہ گار ہو گا کیونکہ یہ گناہ اور ظلم کی باتوں میں تعاون اور بدعات کی ترویج و ترغیب کے باب سے ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ہر شر سے محفوظ رکھے' جس نے اسے وضع کیا ہے' اس کے شر سے بچنے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر یہ جھوٹ باندھا' پھیلایا اور لوگوں کو ایسے کاموں میں مشغول کر دیا جو ان کے لئے نقصان دہ ہیں اور نفع بخش نہیں ہیں' وہ اس کے ان اعمال کے سبب اس کے ساتھ وہ معاملہ کرے جس کا وہ مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین اور بندگان الٰہی کے لئے ہمدردی و خیر خواہی کے پیش نظر ہم نے یہ تنبیہہ کر دی ہے!

کیا محفل میلاد النبی منعقد کرنا جائز ہے؟

سوال کیا مسلمانوں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے ۱۲ ربیع الاول کو مسجد میں جمع ہو کر محفل منعقد کریں' خواہ وہ عید کے دن کی طرح چھٹی نہ بھی منائیں؟ ہمارا اس مسئلہ میں اختلاف تھا کچھ لوگ اسے بدعت حسنہ قرار دے رہے تھے اور بعض کی رائے یہ تھی کہ یہ بدعت حسنہ نہیں ہے؟

جواب مسلمانوں کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی رات یا کسی اور رات میلاد النبی ﷺ کی محفل منعقد کرنا جائز نہیں ہے بلکہ نبی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کی ولادت کی محفل منعقد کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ میلاد کی محفلوں کا تعلق ان بدعات سے ہے جو دین میں نئی پیدا کر لی گئی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات پاک میں کبھی اپنی محفل میلاد کا انعقاد نہیں فرمایا تھا حالانکہ آپ دین کے تمام احکام کو بلاکم و کاست' من و عن پہنچانے والے تھے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے مسائل شریعت کو بیان فرمانے والے تھے۔ آپ نے محفل میلاد نہ خود منائی اور نہ کسی کو اس کا حکم دیا یہی وجہ ہے کہ خلفاء راشدین' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں سے کسی نے بھی کبھی اس کا اہتمام نہیں کیا تھا۔ ان قرون میں ہمیں اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا جن کی فضیلت خود آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی تھی' تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت ہے اور بدعت کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی چیز پیدا کرے جو اس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔" (متفق علیہ) صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً مگر صحت کے وثوق کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ "جو کوئی ایسا عمل کرے جس کے بارے میں ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔" محفل میلاد کے بارے میں

چونکہ نبی کریم ﷺ کا کوئی امر نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان امور میں سے ہے جنہیں لوگوں نے اس آخری دور میں دین میں ایجاد کر لیا ہے اور نبی علیہ السلام جمعہ کے دن اپنے ہر خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ " اَمَّا بَعْدُ! سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بدتر امور وہ ہیں جو (دین میں) نئے نئے ایجاد کر لئے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔" اسے امام مسلم نے صحیح میں بیان کیا ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ نے جید سند کے ساتھ ان الفاظ کو بھی بیان کیا ہے کہ "ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔" محفل میلاد منانے کی بجائے یہی کافی ہے کہ نبی علیہ السلام کی سیرت اور زمانۂ جاہلیت و اسلام میں آپ کی حیات پاک کے مطالعہ کے دوران آپ کی ولادت باسعادت سے متعلق حالات کو پڑھ لیا جائے اور انہیں مساجد و مدارس کے درس میں بیان کر دیا جائے اور اس کے لئے میلاد کی ان خصوصی محفلوں کے اہتمام کی ضرورت نہیں ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا اور نہ ان محفلوں کے منعقد کرنے کی کوئی شرعی دلیل موجود ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کے طلب گار ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کو سنت کے مطابق عمل کرنے کی ہدایت و توفیق عطا فرمائے اور بدعت سے بچائے!

کیا اخبارات کو دستر خوان کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے؟

سوال کیا اخبارات کو دستر خوان کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے اور اگر یہ استعمال جائز نہیں تو پھر انہیں پڑھنے کے بعد کیا کیا جائے؟

جواب اخبارات و جرائد کا دستر خوان کے طور پر استعمال جائز نہیں اور نہ انہیں لفافہ کے طور پر استعمال کرنا ہی جائز ہے اور نہ ہی کسی ایسے مقصد کے لئے استعمال کرنا جائز ہے جس سے ان کی توہین و تذلیل ہو، جب کہ یہ قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہوں تو پھر انہیں مناسب جگہ پر حفاظت سے رکھنا یا آگ میں جلا دینا یا کسی پاک زمین میں دفن کر دینا واجب ہے۔

میرے بھائی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے طلاق.......

سوال میرا ایک شادی شدہ بھائی ہے، شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا جس کی وجہ سے اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے اور اس کے بعد وہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی اور ایک ہفتہ کے بعد میرا بھائی ایک قاضی کے پاس گیا اور اس کے سامنے سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد پوچھا کہ وہ اپنی بیوی کو کس طرح واپس لا سکتا ہے تو قاضی نے جواب دیا کہ اب اسے واپس لانا جائز نہیں لیکن یاد رہے کہ میرے بھائی نے اپنی بیوی کو یہ پہلی طلاق دی تھی۔

سماحۃ الشیخ! امید ہے کہ آپ اس صورت حال کے بارے میں حکم شریعت بیان فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں گے!

جواب اگر امر واقعہ اسی طرح ہے جس طرح سائل نے ذکر کیا ہے کہ اس کے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی ہے اور اس کے بعد پھر اور کوئی طلاق نہیں دی تو وہ عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے جب کہ طلاق مال کے عوض نہ دی ہو اور عورت مدخولہ ہو اور اگر طلاق مال کے عوض ہو یا عورت غیر مدخولہ ہو تو وہ شرعاً معتبر شرطوں کے ساتھ نئے نکاح کی صورت میں رجوع کر سکتا ہے۔

اگر مطلقہ عورت مدخولہ ہو اور مراجعت سے پہلے عدت ختم ہو جائے تو وہ بھی نئے نکاح سے ہی حلال ہو گی جس طرح

وہ مطلقہ عورت ہوتی ہے جسے مال کے عوض ایک یا دو طلاقیں دی گئی ہوں۔ ان مسائل کے دلائل مشہور و معروف ہیں اور ہم نے جو ذکر کیا ہے اہل علم میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

کیا یادگار کے طور پر تصویریں جمع کرنا جائز ہے؟

سوال کیا یادگار کے طور پر تصویریں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب کسی بھی مسلمان کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت' یادگار کے لئے ذی روح چیزوں مثلاً انسانوں وغیرہ کی تصویروں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے بلکہ واجب ہے کہ انہیں تلف کر دیا جائے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

«لاَ تَدَعْ صُوْرَةً إِلاَّ طَمَسْتَهَا، وَلاَ قَبْرًا مُشْرِفًا إِلاَّ سَوَّيْتَهُ»

"ہر تصویر کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دو۔"

اسی طرح نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا ہے اور جب آپ فتح مکہ کے دن بیت اللہ میں تشریف لے گئے اور آپ نے بیت اللہ کی دیواروں کو دیکھا تو پانی اور کپڑا منگوایا اور اس کے ساتھ تصویروں کو مٹا دیا' ہاں البتہ جمادات مثلاً پہاڑ اور درخت وغیرہ کی تصویروں میں کوئی حرج نہیں۔

عورتوں کے لئے سونے کا استعمال

سوال محدث دیار شام علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب "آداب الزفاف" میں جو یہ فتویٰ دیا ہے کہ سونا استعمال کرنا عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں ہے تو اس سے ہماری عورتیں شک و شبہ میں مبتلا ہو گئی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ جو عورتیں سونے کے زیورات استعمال کرتی ہیں۔ وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسری عورتوں کو بھی گمراہ کرتی ہیں' اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے خصوصاً سونے کے ان زیورات کے بارے میں جو گلے میں پہنے جاتے ہیں چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے' اسے بیان کرنے کی بہت ضرورت ہے لہٰذا امید ہے کہ آپ فتویٰ دے کر رہنمائی فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے گناہوں کو معاف فرمائے اور آپ کے علم میں بے پایاں اضافہ فرمائے۔

جواب عورتوں کے لئے سونے کے زیورات استعمال کرنا حلال ہے خواہ وہ گلے کے استعمال کے ہوں یا کسی اور عضو کے کیونکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ أَوَمَن يُنَشَّؤُا۟ فِى ٱلْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى ٱلْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ﴾ (الزخرف ٤٣/ ١٨)

"کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات نہ کر سکے (اللہ کی بیٹی ہو سکتی ہے؟)"

کے عموم سے یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے زیور کو عورتوں کی صفات میں سے شمار کیا ہے اور یہاں زیور بھی عام ہے خواہ وہ سونے کا ہو یا کسی اور چیز کا۔

احمد' ابوداؤد اور نسائی نے جید سند کے ساتھ امیرالمومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں میں سونا پکڑا اور فرمایا کہ "یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں کے لئے حرام ہیں۔" اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "یہ میری امت کی عورتوں کے لئے حلال ہیں۔"

احمد' نسائی' ترمذی' ابوداؤد' حاکم' طبرانی اور ابن حزم نے روایت کیا اور امام ترمذی' حاکم اور ابن حزم نے صحیح قرار دیا

ہے --- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام قرار دیا گیا ہے۔"

اس حدیث کو سعید بن ابی ہند اور ابو موسیٰ کے درمیان انقطاع کی وجہ سے معلل قرار دیا گیا ہے لیکن اس انقطاع کی کوئی قابل اطمینان دلیل نہیں ہے اور کئی ائمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے' ان کے نام ہم ابھی ابھی ذکر کر آئے ہیں اگر مذکورہ علت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو دیگر صحیح احادیث سے یہ علت ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ ائمہ حدیث کے ہاں یہ معروف قاعدہ ہے' چنانچہ علماء سلف کا یہی مذہب تھا اور کئی ایک ائمہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ عورت کے لئے سونا استعمال کرنا جائز ہے۔ مزید وضاحت کے لئے ہم یہاں علماء کے اقوال درج کرتے ہیں۔

جصاص نے اپنی تفسیر (ج ۳ ص ۳۸۸) میں سونے کے بارے میں بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کے جواز کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات' ان روایات کی نسبت بہت نمایاں اور زیادہ مشہور ہیں جن سے ممانعت ثابت ہوتی ہے اور اس آیت (اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ذکر کی ہے) کی دلالت سے بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے سونا استعمال کرنا جائز ہے اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد سے لے کر آج تک عورتوں کا سونے کو استعمال کرنا تواتر سے ثابت ہے' اس پر کبھی کسی نے اعتراض نہیں کیا لہٰذا اس طرح کی بات کے بارے میں اخبار آحاد کے حوالے سے کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔"

الکیا الہراسی تفسیر القرآن (ج ۴ ص ۳۹۱) میں "أَوَمَن يُنَشَّؤُاْ فِي ٱلۡحِلۡيَةِ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کے لئے زیورات استعمال کرنا جائز ہے۔ اجماع بھی اسی بات پر ہے اور اس بات کی تائید کے لئے احادیث بھی بے شمار ہیں۔"

امام بیہقیؒ السنن الکبریٰ (ج ۴ ص ۱۴۲) میں بعض ایسی احادیث جو عورتوں کے لئے سونے اور ریشم کے جواز پر دلالت کرتی ہیں' ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "یہ اور ان کے ہم معنی دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورتوں کے لئے سونا اور ریشم جائز ہے اور ان احادیث کے منسوخ ہو جانے کی وجہ سے جو خاص طور پر عورتوں کے لئے سونا حرام ہونے پر دلالت کرتی ہیں' ہمارا استدلال یہ ہے کہ اب گویا اس بات پر اجماع ہے کہ عورتوں کے لئے سونا استعمال کرنا جائز ہے۔"

امام نووی المجموع (ج ۴ ص ۴۴۲) میں فرماتے ہیں کہ "عورتوں کے لئے ریشم اور سونے چاندی کے زیوارت پہننا جائز ہیں کیونکہ صحیح احادیث کے پیش نظر اس مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہے۔" انہوں نے (ج ٦ ص ۴۰) مزید لکھا ہے کہ "تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عورتوں کے لئے سونے اور چاندی کے تمام انواع و اقسام کے زیورات مثلاً گلوبند' ہار' انگوٹھی' کنگن' پازیب' بازوبند اور مالا وغیرہ پہننا جائز ہیں نیز وہ تمام زیورات بھی جو گردن میں پہنے جائیں یا کسی اور عضو میں الغرض عورتوں کے لئے وہ تمام زیورات پہننا جائز ہیں جن کی وہ عادی ہوں اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔" نیز انہوں نے شرح صحیح مسلم میں باب "تحریم خاتم الذهب علی الرجال و نسخ ما کان من اباحته فی اول الاسلام" (مردوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے اور شروع اسلام میں مردوں کے لئے اس کا جو جواز تھا وہ اب منسوخ ہے) کے تحت لکھا ہے کہ "اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ عورتوں کے لئے سونے کی انگوٹھی جائز ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" (ج ۱۰ ص ۳۱۷) میں حدیث البراء' کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں سے منع فرمایا آپ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا...... الحدیث' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے کی جو ممانعت فرمائی ہے یہ مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں ہے چنانچہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ عورتوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔"

مذکورہ بالا دو احادیث اور مذکورۃ الصدر ائمہ کرام نے اس مسئلہ پر اہل علم کا جو اجماع ذکر کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ درج ذیل احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورتوں کے لئے سونے کے ہر طرح کے زیورات خواہ وہ گلے کے استعمال کے ہوں یا کسی اور عضو کے' مطلقاً جائز ہیں:

۱۔ ابوداؤد اور نسائی رحمہما اللہ نے "عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی بھی تھی اور اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں سونے کے دو موٹے موٹے کنگن تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا "کیا تو اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرتی ہے؟" اس نے کہا "نہیں" آپ نے فرمایا "کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ ان کنگنوں کی بجائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں جہنم کی آگ کے دو کنگن پہنا دے؟" تو اس نے وہ کنگن اتار کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے اور عرض کیا کہ "یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو بیان فرمایا کہ سونے کے ان کنگنوں میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن ان کے پہننے سے آپ نے منع نہیں فرمایا' جس سے ثابت ہوا کہ ان کا پہننا حلال ہے اور یہ دونوں کنگن محلق (حلقہ و دائرہ کی شکل میں) بھی تھے۔ یہ حدیث صحیح اور اس کی سند جید ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "بلوغ المرام" میں واضح طور پر فرمایا ہے۔

۲۔ سنن ابوداؤد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجاشی کی طرف سے ہدیہ کے طور پر ایک زیور آیا جس میں سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی اور انگوٹھی میں حبشی نگینہ تھا' آپ نے اس سے اعراض فرماتے ہوئے ایک لکڑی کے ساتھ پکڑا یا ایک انگلی کے ساتھ پکڑا اور پھر اپنی نواسی' حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص کو بلایا اور فرمایا "بٹیا یہ زیور پہن لو۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ کو یہ جو انگوٹھی دی جو کہ سونے کی گول شکل کی تھی اور فرمایا کہ اسے پہن لو تو یہ نص اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں کے لئے سونے کا زیور استعمال کرنا حلال ہے۔

۳۔ ابوداؤد و دارقطنی----- حاکم نے اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ "بلوغ المرام" میں ہے----- نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ سونے کی پازیب پہنتی تھیں تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ بھی کنز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر اس کی زکوٰۃ ادا کرو تو یہ کنز نہیں ہے۔"

وہ احادیث جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لئے سونا پہننا منع ہے وہ شاذ ہیں اور زیادہ صحیح اور زیادہ ثابت روایات کے مخالف ہیں۔ ائمہ حدیث نے یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ جو احادیث جید سندوں کے ساتھ مروی ہوں لیکن ان سے زیادہ صحیح روایات کی مخالف ہوں' دونوں میں تطبیق بھی ممکن نہ ہو اور تاریخی طور پر یہ بھی معلوم نہ ہو کہ پہلی روایات کون سی ہیں اور بعد والی کون سی تو انہیں شاذ سمجھا جائے گا' ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے "الفیہ" میں بیان فرماتے ہیں ؎

وَذُوالْشُّذُوْذِ مَا يُخَالِفُ الثِّقَةَ
فِيْهِ الْمَلاَ فَالشَّافِعِيُّ حَقَّقَهُ

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''نخبۃ الفکر'' میں یہ لکھا ہے کہ:

''اگر زیادہ راجح روایت اس کے مخالف ہو تو زیادہ راجح روایت کو محفوظ اور اس کے مقابل کو شاذ کہا جائے گا۔''

جیسا کہ ائمہ حدیث نے قابل عمل حدیث صحیح کے لئے ایک شرط یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ شاذ نہ ہو لہٰذا اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ عورتوں کے لئے سونے کی حرمت کی احادیث کی سندیں علل سے پاک ہیں' ان میں اور عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کی حلت کی احادیث میں تطبیق ممکن نہیں اور تاریخ بھی معلوم نہیں تو پھر بلاشک و شبہ واجب یہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک اس معتبر اور شرعی قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے ان احادیث پر شذوذ اور عدم صحت کا حکم لگا دیا جائے۔

ہمارے دینی بھائی علامہ شیخ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب ''آداب الزفاف'' میں ان دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق کی جو یہ صورت بیان فرمائی ہے کہ جن احادیث سے حرمت ثابت ہوتی ہے ان کو ایسے زیورات پر محمول کیا جائے جو محلق ہوں اور جن سے حلت ثابت ہوتی ہے تو ان کو ایسے زیورات پر محمول کیا جائے جو غیر محلق ہوں تو تطبیق کی یہ صورت صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ان صحیح احادیث سے مطابقت نہیں رکھتی جو محلق (حلقہ و دائرہ کی شکل میں) زیورات کی حلت پر بھی دلالت کناں ہیں' مثلاً انگوٹھی محلق ہے' کنگن محلق ہیں اور ان کے استعمال کی حلت بھی احادیث سے ثابت ہے تو اس سے واضح ہوا کہ ہم نے جو مؤقف بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اور پھر حلت پر ولالت کناں احادیث مطلق ہیں' مقید نہیں تو ان کے اطلاق اور صحت اسانید کی وجہ سے ان پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اہل علم کی ایک جماعت نے یہ بیان کیا ہے کہ عورتوں کے لئے سونے کے استعمال کی حرمت کی احادیث منسوخ ہیں جیسا کہ ان اہل علم کے اقوال ہم قبل ازیں بیان کر آئے ہیں اور بلاریب حق بات بھی یہی ہے' اس سے شبہات بھی دور ہو جاتے ہیں اور یہ شرعی حکم بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بلاشک و شبہ امت کی عورتوں کے لئے سونا استعمال کرنا حلال ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے۔

وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ ـ وَالْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنا

سوال ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ سلام کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب اشارہ کے ساتھ سلام کرنا جائز نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ سلام کلام کے ساتھ ہو خواہ سلام میں پہل کی جائے یا سلام کا جواب دیا جائے اور اشارہ کے ساتھ سلام کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بعض کافروں کے ساتھ مشابہت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ طریقے کے بھی خلاف ہے۔

ہاں البتہ اگر دور ہونے کی وجہ سے سلام زبانی بھی کہہ دے اور ہاتھ سے اشارہ بھی کر دے تاکہ جس کو سلام کیا گیا ہو وہ سمجھ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ دلیل سے یہ ثابت ہے' اسی طرح جس کو سلام کیا گیا ہو اگر وہ نماز میں

مشغول ہو تو وہ بھی اشارہ کے ساتھ جواب دے سکتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے یہ ثابت ہے۔

حضرات صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہم کہنا چاہیئے

سوال میں کتاب "عقدالدرر فی اخبار المنتظر" کا مطالعہ کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں " علیہ السلام " کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں مثلاً ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "عن علی بن ابی طالب علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من اهل بیتی فی تسع رایات" تو سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لئے علیہ السلام یا اس کے مشابہہ الفاظ استعمال کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ان الفاظ کی تخصیص جائز نہیں ہے بلکہ ان کے اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں مشروع یہ ہے کہ رضی اللہ عنہ یا رحمہ اللہ کے الفاظ استعمال کئے جائیں کیونکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے " علیہ السلام " کے الفاظ استعمال کئے جائیں' اسی طرح بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے "کرم اللہ وجھہ" کے جو الفاظ استعمال کرتے ہیں تو اس کی بھی کوئی دلیل نہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ صرف انہی کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے جائیں لہٰذا افضل یہ ہے کہ آپ کے لئے بھی اسی طرح کے الفاظ استعمال کئے جائیں جس طرح کے الفاظ دیگر خلفائے راشدین کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور آپ کے لئے کچھ ایسے مخصوص الفاظ استعمال نہ کئے جائیں جن کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

چاندی کی انگوٹھی پہننا

سوال ایک قاری نے یہ سوال پوچھا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننے کے بارے میں کیا حکم ہے اور اگر یہ جائز ہے تو دائیں ہاتھ میں پہنی جائے یا بائیں میں؟

جواب چاندی کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں' دائیں ہاتھ میں بھی پہنی جا سکتی ہے اور بائیں میں بھی' لیکن دائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے کیونکہ دایاں ہاتھ اشرف ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کبھی دائیں ہاتھ میں پہنی اور کبھی بائیں میں اور نبی علیہ السلام کی ذات گرامی ہی اسوہ و نمونہ ہے۔

سونے کی انگوٹھی اور سونے کی گھڑی مردوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ سونے کا استعمال صرف عورتوں کے لئے جائز ہے' مردوں کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں' کہ سونا اور ریشم پہننا مردوں کے لئے حرام اور عورتوں کے لئے حلال ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

ہاتھ میں گھڑی پہننا

سوال ہاتھ میں گھڑی پہننے کے بارے میں کیا حکم ہے بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے؟

جواب ہمارے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں اور اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت بھی نہیں ہے کیونکہ عورتوں اور مردوں کی گھڑیاں مخصوص اور الگ الگ ہیں اور اگر مردوں اور عورتوں کی گھڑیاں ایک جیسی ہوں تو پھر بھی اس میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ چاندی کی انگوٹھی مشترک ہے' اسے مرد اور عورتیں سب استعمال کر سکتے ہیں' اسی طرح گھڑی بھی سب

استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ گھڑی کا استعمال بطور زینت و زیور نہیں ہوتا بلکہ اس کا استعمال تو اوقات معلوم کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

چین کے ہوٹلوں میں کھانے پینے کی مشکلات

سوال میں ایک صومالی طالب علم ہوں' چین میں پڑھتا ہوں اور مجھے کھانے میں عموماً اور گوشت کھانے کے بارے میں خصوصاً بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ مثلاً:

ا۔ میں نے چین میں آنے سے پہلے یہ سنا تھا کہ جن جانوروں کو ملحدوں نے ذبح کیا ہو' مسلمانوں کے لئے ان کا کھانا جائز نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کے لئے یہاں یونیورسٹی میں ایک چھوٹا سا ہوٹل ہے' جس میں گوشت بھی پکتا ہے لیکن مجھے یقین نہیں کہ اس گوشت کو اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو بلکہ مجھے شک ہے جب کہ میرے ساتھی میری طرح کسی شک میں مبتلا نہیں اور وہ اس گوشت کو کھالیتے ہیں' سوال یہ ہے کہ میرے ساتھی حق پر ہیں یا وہ حرام گوشت کھاتے ہیں؟

۲۔ اسی طرح مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے کھانے کے برتنوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو اس قسم کے مسائل کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے علاوہ دیگر کافروں مثلاً مجوسی' بت پرست اور سوشلسٹ وغیرہ کا ذبیحہ اور ذبیحوں سے بنی ہوئی چیزیں کھانا مسلمانوں کے لئے حلال نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے کافروں میں سے صرف اہل کتاب کا کھانا جائز قرار دیا ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَـٰتُ ۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ ﴾ (المائدۃ ۵/ ۵)

"آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔"

طعام سے مراد ذبیحے ہیں جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور کئی دیگر نے فرمایا ہے' پھل وغیرہ کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ حرام کھانے میں شامل نہیں ہے۔ مسلمانوں کا کھانا مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے حلال ہے بشرطیکہ مسلمان سچے مسلمان ہوں کہ وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہوں اور غیر اللہ مثلاً انبیاء' اولیاء اور اصحاب قبور کی عبادت نہ کرتے ہوں۔ جیسا کہ کفار غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں۔

جہاں تک برتنوں کا تعلق ہے تو واجب ہے کہ مسلمانوں کے برتن کافروں کے ان برتنوں سے الگ ہوں جنہیں وہ اپنے کھانوں اور شراب وغیرہ کے لئے استعمال کرتے ہوں اگر برتن الگ الگ نہ ہوں تو پھر مسلمانوں کے باورچی کے لئے ضروری ہے کہ کافروں کے استعمال کئے ہوئے برتنوں کو اچھی طرح دھو کر پاک کر لے اور پھر ان کو کھانے کے لئے استعمال کرے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکوں کے برتنوں میں کھانا کھانے کے بارے میں سوال کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ان میں کھانا نہ کھاؤ ہاں اگر ان کے علاوہ اور برتن نہ ہوں تو پھر انہیں دھو لو اور ان میں کھانا کھالو۔"

احکام ذبائح

احکام ذبائح

میں نے فضیلۃ الشیخ یوسف القرضاوی کا یہ فتویٰ جریدہ "المسلمون" میں پڑھا ہے کہ "اہل کتاب سے درآمد کئے گئے مرغی اور گائے کے وہ گوشت جو بجلی کی مشین وغیرہ کے ساتھ جانوروں کو ذبح کر کے محفوظ کیے گئے ہوں' ہمارے لئے حلال ہیں' جب کہ وہ اہل کتاب بھی انہیں حلال اور پاک سمجھتے ہوں..... " الخ

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ فتویٰ کچھ تفصیل طلب ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ کتاب و سنت اس امر پر دلالت کناں ہیں کہ اہل کتاب کا ذبیحہ تو حلال ہے اور ان کے علاوہ دیگر کفار کا ذبیحہ حرام ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ ﴾ (المائدۃ٥/ ٥)

"آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔"

یہ آیت کریمہ نص صریح ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا کھانا حلال ہے اور ان کے کھانے سے مراد ان کے ذبیحے ہیں۔ یہ آیت اپنے مفہوم کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کتاب کے سوا دیگر کفار کے کھانے حرام ہیں۔ اہل علم کے نزدیک اہل کتاب کا وہ کھانا حلال نہیں ہے' جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو کیونکہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو' وہ قرآن مجید کی حسب ذیل نص قطعی کی روشنی میں مطلقاً حرام ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحْمُ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ ﴾ (المائدۃ٥/ ٣)

"تم پر مردار (اپنی موت مرا ہوا) جانور اور (بہتا) لہو اور خنزیر کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے...... حرام ہیں۔"

جس جانور کو غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو مثلاً وہ جانور جس کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہو کہ وہ جھٹکے سے یا گلا گھونٹ دیئے جانے سے مرا ہے تو وہ حسب واقعہ موقوذہ (جو چوٹ لگ کر مرجائے) اور مُنْخَنِقَةُ (جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے) کی طرح ہو گا خواہ وہ اہل کتاب کا عمل ہو یا مسلمانوں کا' اور جس جانور کے ذبح کئے جانے کی کیفیت کا ہمیں علم نہ ہو تو اس کے بارے میں اصل یہ ہے کہ اسے حلال سمجھا جائے گا بشرطیکہ وہ مسلمانوں یا اہل کتاب کا ذبیحہ ہو۔ جس جانور کو جھٹکا دے کر یا مار کر گرا لیا گیا ہو اور وہ ابھی زندہ ہو اور اسے شرعی طریقے کے مطابق ذبح کر لیا گیا ہو تو وہ حلال ہے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾

(المائدۃ ۵/ ۳)

"تم پر مردار (اپنی موت مرا ہوا) جانور اور (بہتا) لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مرجائے' اور جو چوٹ لگ کر مرجائے اور جو گر کر مرجائے اور جو سینگ لگ کر مرجائے' یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ جانور کھانا حرام ہے جو چوٹ لگ کر یا گلا گھٹ کر مرگیا ہو' جھٹکے سے مرجانے والے جانور کا بھی یہی حکم ہے نیز وہ جانور جس کے سر پر یا جسم کے کسی اور حصہ پر مارا جائے اور وہ زندہ حالت میں ذبح کئے جانے سے پہلے ہی مرجائے تو مذکورہ آیت کریمہ کے پیش نظر اسے کھانا بھی حرام ہے۔

ہم نے یہ جو ذکر کیا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ یوسف وفقہ اللہ کے جواب میں انتہائی اجمال ہے' باقی رہی یہ بات کہ یہود و نصاریٰ گلا گھٹ کر مرجانے یا جھٹکے سے مار دیئے جانے والے جانور کے گوشت کو جائز قرار دیتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ ان جانوروں کو کھانا ہمارے لئے جائز ہے۔ اہل کتاب تو اپنی جگہ' اگر بعض مسلمان بھی اس قسم کے جانوروں کو جائز قرار دیں تو پھر بھی ان کا کھانا جائز نہ ہو گا کیونکہ اعتبار تو اس کا ہے کہ جسے شریعت مطہرہ نے حلال یا حرام قرار دیا ہے آیت میں اگر اہل کتاب کے کھانے کا ذکر اجمالی طور پر ہے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ مُنْخَنِقَة اور موقوذہ جانوروں کو بھی ہم حلال قرار دے لیں جنہیں ایک دوسری آیت نے حرام قرار دیا ہے بلکہ واجب یہ ہے کہ مجمل کو مبین پر محمول کیا جائے جیسا کہ اصولی طور پر یہ شرعی قاعدہ طے شدہ ہے۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس کی طرف شیخ یوسف نے اشارہ کیا ہے یہ درحقیقت ان لوگوں سے متعلق ہے، جو ابھی نئے نئے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور وہ کافر نہیں تھے' لہٰذا اس حدیث سے کفار کے ذبیحہ کے حلال ہونے پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے' چنانچہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ "کچھ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا تم اس پر اللہ کا نام لے لو اور کھالو" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ سوال ان لوگوں کے بارے میں تھا جو کفر کو چھوڑ کر نئے نئے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ (بخاری)

ہمدردی و خیرخواہی' بیان حقیقت اور نیکی و تقویٰ پر تعاون کے لئے یہ سطور تحریر کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فضیلۃ الشیخ یوسف اور تمام مسلمانوں کو قول و عمل میں اصابت حق کی توفیق عطا فرمائے' بلاشک و شبہ وہی بہترین مسئول ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ

اہل کتاب کے ملکوں سے درآمد شدہ گوشت

سوال میرا یہ سوال اس گوشت اور فریز کی ہوئی مرغی کے بارے میں ہے جسے بیرونی ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے اور

جس کے بارے میں ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کس طرح ذبح کیا گیا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس قسم کا گوشت نہیں خریدنا چاہئے؟

جواب اگر مذکورہ گوشت اہل کتاب کے ملکوں سے درآمد کیا گیا ہو تو اسے کھانا حلال ہے بشرطیکہ تمہیں کوئی ایسی بات معلوم نہ ہو جو اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱلْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُ ۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ﴾ (المائدۃ۵/ ۵)

"آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔"

اہل کتاب کے بعض ملکوں کے بعض مذبح خانوں میں جانوروں کو جو غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا جاتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اہل کتاب کے ملکوں سے درآمد کئے جانے والے تمام ذبیحے حرام ہیں حتی کہ کسی معین ذبیحہ کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اسے ایسے مذبح خانے سے منگوایا جاتا ہے جس میں جانوروں کو غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا جاتا ہے کیونکہ اصل حلت و سلامتی ہے الا یہ کہ کوئی ایسی بات معلوم ہو جو اس کی حرمت کی مقتضی ہو!

توبہ کرتا ہوں اور پھر توڑ دیتا ہوں......

سوال میں انیس برس کا نوجوان ہوں' میں نے بہت سے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے حتی کہ میں مسجد میں نمازیں بھی زیادہ نہیں پڑھتا' زندگی بھر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے رمضان میں سارے روزے رکھے ہوں اور بھی بہت سے برے کام کئے ہیں۔ میں نے بہت دفعہ توبہ کا ارادہ کیا لیکن کیا کروں میں پھر پاپ کمانے لگتا ہوں۔ میرے محلے کے دوست و احباب بھی ایسے نوجوان ہیں' جن کے اخلاق اچھے نہیں ہیں' اسی طرح میرے بھائیوں کے دوست جو اکثر ہمارے گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں وہ بھی نیک نہیں ہیں...... اللہ جانتا ہے کہ میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا' بہت گناہ کئے ہیں اور بہت برے عملوں کا ارتکاب کیا ہے لیکن جب بھی توبہ کرتا ہوں تو اسے توڑ دیتا ہوں۔ امید ہے مجھے آپ ایسا راستہ بتائیں گے جو رب سے قریب کر دے اور ان برے اعمال سے مجھے دور ہٹا دے؟

جواب ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ۞ قُلْ يَٰعِبَادِىَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾ (الزمر۳۹/ ۵۳)

"(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا' اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے یقیناً وہی بہت زیادہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

علماء کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو توبہ کرنے والے ہوں۔ جو شخص اپنے گناہوں سے سچی اور پکی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہے۔ نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ تُوبُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَٰرُ﴾ (التحریم۶۶/ ۸)

"مومنو! اللہ کے سامنے خالص سچی (صاف دل سے) توبہ کرو امید ہے کہ وہ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے گا اور تمہیں باغ ہائے بہشت میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی دوری اور بہشتوں کے داخلہ کو توبۃ النصوح کے ساتھ مشروط کیا ہے اور یہ وہ توبہ ہوتی ہے جس میں گناہوں کو ترک کرنے کا عہد کیا جائے' گناہوں کے ارتکاب سے پرہیز کیا جائے' ماضی میں جو کچھ ہوا اس پر ندامت کا اظہار کیا جائے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تعظیم' اس کے ثواب کی رغبت اور اس کے عذاب کے ڈر کے باعث یہ عزم صمیم کیا جائے کہ آئندہ ان گناہوں کا ارتکاب نہیں کیا جائے گا...... اسی طرح توبۃ النصوح کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر گناہ کا تعلق کسی خون یا مال یا عزت و آبرو سے ہے تو حق داروں کو ان کا حق دیا جائے یا اسے معاف کرا لیا جائے اور اگر حق کی ادائیگی یا معافی ممکن نہ ہو تو پھر صاحب حق کے لئے کثرت سے دعا کی جائے اور جہاں اس نے اس کی غیبت کی تھی' وہاں اس کے اعمال صالحہ کا بھی تذکرہ کرے کیونکہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتُوبُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (النور ٢٤/ ٣١)

"اے اہل ایمان! تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فلاح کو توبہ کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے' تو اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے والا کامیاب و کامران ہے اور اگر توبہ کرنے والا توبہ کے بعد ایمان و عمل صالح کا مظاہرہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۂ الفرقان میں شرک' قتل ناحق اور زنا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَٰعَفْ لَهُ ٱلْعَذَابُ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِۦ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ (الفرقان ٢٥/ ٦٨-٧٠)

"اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہو گا' قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہو گا اور ذلت و خواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔"

توبہ کے اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اس سے ہدایت و توفیق کی دعا مانگی جائے نیز یہ بھی دعا کریں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے تمہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے' اسی کا یہ فرمان ہے:

﴿ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر ٤٠/ ٦٠)

"تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ ﴾ (البقرۃ ٢/ ١٨٦)

"اور (اے پیغمبر!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں (تمہارے) قریب ہوں۔ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے۔ میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔"

توبہ کے اسباب میں سے یہ بھی ہے' اور اس سے توبہ پر استقامت بھی نصیب ہوتی ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے' اعمال صالحہ میں ان کی پیروی کی جائے اور برے لوگوں کی صحبت سے اجتناب کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کی دوستی کس سے ہے؟" نبی علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "نیک ساتھی کی مثال کستوری والے کی طرح ہے کہ وہ یا تو تمہیں کستوری کا تحفہ دے دے گا یا تم اس سے خرید لو گے یا اس سے اچھی خوشبو ہی پاؤ گے اور برے ساتھی کی مثال بھٹی میں پھونکنے والے کی طرح ہے کہ وہ تمہارے کپڑے جلا دے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔"

خودکشی کا ارادہ اور موت سے قبل توبہ.......

سوال میری ایک شادی شدہ بہن تھی جس کے تین بچے بھی تھے' اس بہن کا ہمیشہ اپنے شوہر سے جھگڑا رہتا تھا نیز اپنے والد کے ساتھ بھی اختلاف تھا اور اس کا سبب بھی اس کا وہی شوہر تھا جو اس سے بے حد ناروا سلوک کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ گھر چھوڑ کر اپنی اس مطلقہ ماں کے گھر جانے پر مجبور ہو گئی جس نے ایک اور آدمی سے شادی کر رکھی تھی...... اس کی ماں کا یہ شوہر بھی اس سے برا سلوک کرتا تھا تو میں نے ایک فلیٹ لے لیا تاکہ یہ میرے ساتھ رہائش اختیار کرے لیکن یہ اپنی ماں کے پاس بھی اکثر جاتی رہتی تھی اور ایک دفعہ اس کی ماں کے شوہر نے اسے مجبور کیا کہ جائے اور بچوں کو اپنے شوہر کے پاس چھوڑ آئے' چنانچہ اس نے اپنی ماں کو راضی کرنے کے لئے اسی طرح کیا۔

ایک دن اس کا اور اس کی ماں کے شوہر کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور یہ فلیٹ میں آ گئی اور ان آلام و مصائب اور اولاد کی دوری کی وجہ سے بے حد رنجیدہ تھی اور اس نے فریز سے گولیاں نکالیں اور ان سب گولیوں کو کھا لیا تاکہ خودکشی کرے لیکن میں اسے ہسپتال لے گیا جہاں اس کا علاج کیا گیا اور پھر وفات سے قبل جب اس نے یہ محسوس کیا کہ یہ اس کی زندگی کے آخری ایام ہیں تو اس نے توبہ کر لی اور اس نے اپنے گناہوں کی معافی کے لئے کثرت سے استغفار پڑھنا شروع کر دیا تھا اور ہم سے بھی یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہم بھی اس کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دے! چنانچہ قضائے الٰہی سے اس کا انتقال ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ اب اس کا کیا حال ہو گا......؟ کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں اس کی طرف سے صدقہ اور حج کروں کیونکہ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ میں ساری زندگی یہ اعمال کرتا رہوں گا' میری رہنمائی فرمائیں۔

جواب آپ کی بہن نے جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لی تھی اور خودکشی کرنے پر ندامت کا اظہار کیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا کیونکہ توبہ سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور توبہ کرنے والا اس طرح ہو جاتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اگر آپ اس کی طرف سے صدقہ کریں یا استغفار اور دعا کریں تو یہ بہت اچھا ہو گا' اس سے اسے بھی نفع ہو گا اور آپ کو بھی اس کا اجر و ثواب ملے گا۔

آپ نے جب اعمال صالحہ کی نذر مانی ہے تو اسے بھی پورا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے ان لوگوں کی بھی ستائش کی ہے جو اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ (الإنسان٧٦/ ٧)

"یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہو گی' خوف رکھتے ہیں۔"

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے اطاعت کرنی چاہئے اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے تو اسے اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے۔" اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

نابالغ بچے کے اعمال صالحہ کا اجر و ثواب

سوال کیا نابالغ بچے کے اعمال صالحہ مثلاً نماز' حج اور تلاوت وغیرہ کا تمام ثواب اس کے والدین کو ملتا ہے یا وہ بچے کے حساب میں بھی لکھا جاتا ہے؟

جواب نابالغ بچے کے اعمال صالحہ کا ثواب بچے ہی کو ملتا ہے' اس کے والد یا کسی اور کو نہیں ملتا ہاں البتہ والد نے اسے جو تعلیم دی' نیکی کی طرف اس کی رہنمائی کی اور نیک کاموں میں اس کی اعانت کی' اس کا اسے ضرور ثواب ملتا ہے' چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک خاتون نے نبی ﷺ کی خدمت میں چھوٹے بچے کو پیش کرتے ہوئے دریافت کیا "یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہے؟" آپؐ نے فرمایا "ہاں اور تمہیں اس کا اجر ملے گا۔" تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج بچے کے لئے ہے اور اس کی ماں کو بچے کو حج کروانے کا ثواب ملے گا۔
اسی طرح والد کے علاوہ ہر اس شخص کو بھی ثواب ملتا ہے جو کسی کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص یتیم بچوں' رشتہ داروں اور خادموں وغیرہ کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے تو اسے یقیناً اس کا ثواب ملے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "جو شخص نیکی کے کسی کام کی طرف رہنمائی کرے تو اسے عمل کرنے والے کی طرح اجر ملتا ہے۔" (صحیح مسلم) اور پھر یہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون ہے اور اس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ضرور اجروثواب عطا فرماتا ہے۔

کیا بچے ہوئے کھانے کو کوڑا کرکٹ میں ڈالنا جائز ہے؟

سوال بعض لوگ بچے ہوئے کھانے کو کارٹون وغیرہ میں ڈال کر سڑک پر رکھ دیتے ہیں تاکہ جانور کھالیں مگر جب صفائی کرنے والے آتے ہیں تو وہ اسے اٹھا کر کوڑا کرکٹ میں ڈال دیتے ہیں سوال یہ ہے کیا بچے ہوئے کھانے کو کوڑا کرکٹ میں ڈالنا جائز ہے؟

جواب واجب یہ ہے کہ کھانا کھانے کے لئے فقیروں کو دے دیا جائے' اور اگر فقیر موجود نہ ہوں تو اسے دور کسی ایسی جگہ رکھ دیا جائے جہاں اس کی بے حرمتی نہ ہو اور اسے جانور کھالیں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اسے کارٹون یا لفافوں وغیرہ میں ڈال دیا جائے اور بلدیہ کو چاہئے کہ وہ اپنے عملہ صفائی کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ ان لفافوں وغیرہ کو صاف جگہوں پر رکھ دیں تاکہ جانور کھالیں یا لوگ اپنے جانوروں کو کھلانے کے لئے لے لیں اور اس طرح کھانے کو بے حرمتی اور ضیاع سے بچایا جا سکتا ہے۔

برتنوں' ہاتھوں اور دیگر چیزوں کے دھونے کے لئے ایک......

سوال کیا گھر یا کسی بلڈنگ کے مالک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ تمام اشیاء کے دھونے کے لئے ایک ہی نالی بنائے جس میں برتن بھی دھوئے جائیں' دیگر اشیاء کو بھی دھویا جائے؟ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اور دیگر اشیا بھی؟

جواب اس میں کوئی حرج نہیں کہ برتنوں' کھانے کے بعد ہاتھوں اور دیگر چیزوں کے دھونے کے لئے ایک ہی نالی بنائی جائے کیونکہ ہاتھوں اور برتنوں کو لگی ہوئی چکناہٹ' کھانا نہیں ہے ہاں البتہ روٹی' گوشت اور کھانے پینے کی دیگر چیزوں کو

نالیوں میں گرانا جائز نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں ضرورت مندوں کو دے دی جائیں یا پھر انہیں اس مقصد سے کسی اونچی جگہ پر رکھ دیا جائے جہاں سے لوگ انہیں اپنے جانوروں کو کھلانے کے لئے لے لیں یا جانور اور پرندے وغیرہ از خود کھالیں۔

بچے ہوئے کھانے کو کوڑا کرکٹ کے ڈرم یا گندی جگہوں یا راستہ میں پھینکنا جائز نہیں کیونکہ اس میں کھانے کی بے حرمتی ہے خصوصاً راستہ میں پھینکنے میں بے حرمتی بھی ہے اور راستہ پر چلنے والوں کے لئے تکلیف بھی!

زینت کے لئے پرندوں کو پنجروں میں بند کرنا

سوال زینت وغیرہ کے لئے پرندوں کو پنجروں میں بند کرکے رکھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب مجھے اس میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا بشرطیکہ پرندوں سے اچھا سلوک کیا جائے اور ان کے کھانے پینے میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔

کسی دوسرے کے خون کے ساتھ علاج

سوال علاج کے لئے کسی دوسرے کے خون کو استعمال کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب جب ضرورت ہو تو دوسرے کے خون کو علاج کے لئے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ کوئی دوسرا مسلمان بھائی ڈاکٹر کی نگرانی اور اس کی رپورٹ پر اپنے خون کا عطیہ دے اور خون دینے والے کو بھی کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَدۡ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ إِلَّا مَا ٱضۡطُرِرۡتُمۡ إِلَيۡهِۗ ﴾ (الأنعام٦/ ١١٩)

''جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرا دی ہیں' وہ ایک ایک کرکے بیان کر دی ہیں (بے شک ان کو نہیں کھانا چاہئے) مگر اس صورت میں ان کے لئے ناچار ہو جاؤ۔''

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ (ظلم کے لئے) اسے کسی اور کے سپرد کرے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے تو اس کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے۔'' (متفق علیہ بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔

کیا پشت اور پنڈلیوں کے بالوں کو صاف کرنا جائز ہے

سوال کیا مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ بغل اور زیر ناف کے ساتھ ساتھ جسم کے باقی حصوں مثلاً کمر' پنڈلیوں اور رانوں سے بھی بالوں کو صاف کر دے جب کہ اس کا مقصود عورتوں اور اہل کتاب کافروں وغیرہ کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا نہ ہو؟

جواب مذکورہ بالا بالوں کو صاف کرنا جائز ہے کیونکہ ان کی صفائی سے جسم کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا بشرطیکہ عورتوں یا کافروں سے مشابہت مقصود نہ ہو کیونکہ اصل' اباحت (جواز) ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دلیل کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دے اور مذکورہ بالوں کے صاف کرنے کی حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ مونچھیں کترا دیں' ناخن تراش دیں' بغلوں کے بالوں کو اکھیڑ دیں اور زیر ناف بال مونڈ دیں۔ مردوں کے لئے آپؐ نے سر منڈانا بھی جائز قرار دیا ہے جب کہ آپ نے بال اکھاڑنے والی اور بال اکھڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اور مردوں کو آپ نے داڑھی

رکھنے اور اسے بڑھانے کا حکم دیا ہے اور ان کے سوا دیگر بالوں سے سکوت فرمایا ہے اور جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ سکوت فرمائیں وہ قابل معافی ہے اور اسے حرام قرار دینا جائز نہیں ہے کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تحقیق اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں' انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ حدود کا تعین فرمایا ہے' ان سے تجاوز نہ کرو' کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے' ان کا ارتکاب نہ کرو اور تم پر رحمت کے پیش نظر' نہ کہ بھولنے کی وجہ سے کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا ہے' تم ان کے بارے میں بحث نہ کرو" (دارقطنی وغیرہ) یہ بات امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے۔

مذکورہ حدیث اور اس کے ہم معنی دیگر احادیث و آثار کی وجہ سے اہل علم کی ایک جماعت نے بھی یہی فرمایا ہے۔ ان احادیث و آثار میں سے بعض حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع العلوم والحکم" میں حدیث ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی شرح میں ذکر فرمائے ہیں جو شخص ان کو دیکھنا چاہے وہ اس کتاب کا مطالعہ فرمائے' واللہ اعلم۔

کیا کولونیا (Cologne) خوشبو استعمال کرنا حلال ہے یا حرام؟

سوال مادہ کولونیا کے بطور خوشبو استعمال کرنے کے بارے میں ہمارا کافی اختلاف ہوا ہے کیا اس کے استعمال کے بعد وضو کی تجدید اور جسم کے جس حصہ پر یہ خوشبو لگی ہو اسے دھونا ضروری ہے؟

جواب کولونیا کے نام سے مشہور خوشبو میں ایک مشہور مادہ "سپرتو" ہوتا ہے جو اطباء کے بقول ایک نشہ آور چیز ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس خوشبو کا استعمال ترک کر دیا جائے اور اس کے بجائے ایسی خوشبو استعمال کی جائے جو نشہ آور چیزوں سے پاک ہو۔ اس خوشبو کے استعمال کے بعد وضو کرنا واجب نہیں ہے اور نہ جسم کے اس حصہ کو دھونا ہی واجب ہے جہاں یہ خوشبو لگی ہو کیونکہ اس کے ناپاک ہونے کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے' واللہ ولی التوفیق۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

سوال کیا انسان کے لئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے جب کہ جسم اور لباس پر چھینٹے پڑنے کا کوئی اندیشہ نہ ہو؟

جواب بوقت ضرورت کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ باپردہ جگہ ہو' کوئی پیشاب کرنے والے کی شرم گاہ کو نہ دیکھے اور پیشاب کے چھینٹوں کا کوئی احتمال نہ ہو' کیونکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "تحقیق نبی کریم ﷺ ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کے پاس تشریف لائے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس حدیث کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے لیکن افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر پیشاب کیا جائے کیونکہ نبی ﷺ کا اکثر وبیشتر معمول یہی ہے' اس میں پردہ بھی زیادہ ہے اور پیشاب کے چھینٹوں سے بھی زیادہ بچا سکتا ہے۔

ناخواندگی کے خاتمہ کی کوششیں اور اُمّی امت

سوال ہم اخبارات میں اور سڑکوں پر لگائے جانے والے بورڈوں میں ناخواندگی کے خلاف کوششوں کے بارے میں اکثر پڑھتے رہتے ہیں' جن میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ ناخواندگی پسماندگی کا سبب ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امی کے وصف سے یاد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلْأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ ﴾ (الجمعۃ ۶۲/ ۲)

"وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے (محمد ﷺ کو) پیغمبر بنا کر بھیجا۔"

امید ہے آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے؟

جواب امت محمدیہ کے افراد' جن کا عرب و عجم سے تعلق تھا' نہ پڑھتے اور نہ لکھتے تھے' اسی وجہ سے انہیں امی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ان میں جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے' ان کی تعداد دوسروں کے مقابلہ میں بہت ہی کم تھی۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كُنتَ تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ ﴾

(العنکبوت۲۹/ ۴۸)

"اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔"

یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی صداقت کی ایک عظیم الشان دلیل ہے کہ آپ لوگوں کے پاس ایک ایسی مقدس کتاب لے کر تشریف لائے جس کے مقابلہ کی عرب و عجم تاب نہ لا سکے کیونکہ یہ کتاب پاک تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل فرمائی تھی اور اس وحی الٰہی کو روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام لاتے رہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ پر سنت مطہرہ اور پہلے لوگوں کے علوم میں سے بہت سے علوم بھی بذریعہ وحی نازل فرمائے' یہی وجہ ہے کہ آپ نے ماضی کے بھی بہت سے حالات و واقعات بیان فرمائے اور بہت سے ایسے حالات و واقعات کی بھی خبر دی جو آخری زمانہ میں یا قیامت کے دن ظہور پذیر ہوں گے نیز آپ ﷺ نے جنت' دوزخ' اہل جنت اور اہل جہنم کے بھی بہت سے حالات بتائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوسروں پر بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی اور لوگوں کو بتایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر بلندوبالا اور ارفع و اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے اس کے جس وصف اُمِیّتْ کا ذکر کیا ہے اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ امیت کو باقی رہنے دیا جائے بلکہ اس سے مقصود تو صرف امر واقعہ اور صورت حال کا بیان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا تو اس وقت یہ امت ناخواندہ تھی' اس سے ناخواندگی کی ترغیب مقصود نہیں ہے کیونکہ کتاب و سنت کے صفحات پڑھنے لکھنے کی ترغیب اور ناخواندگی کے خاتمہ کے حکم سے لبریز ہیں' چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (الزمر۳۹/ ۹)

"کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا۟ فِى ٱلْمَجَٰلِسِ فَٱفْسَحُوا۟ يَفْسَحِ ٱللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ ٱنشُزُوا۟ فَٱنشُزُوا۟ يَرْفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ دَرَجَٰتٍ ﴾ (المجادلة۵۸/ ۱۱)

"اے اہل ایمان! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو (یعنی کھلا دائرہ بنا کر بیٹھا کرو تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں بیٹھ سکیں۔ (واللہ اعلم)' اللہ تم کو کشادگی بخشے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو' جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے' اللہ ان کے درجے بلند کردے گا۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَٰٓؤُاْ ﴾ (فاطر ۳۵/ ۲۸)

''اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں' جو صاحب علم ہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے ''جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستہ پر چلنا آسان بنا دے گا۔'' (صحیح مسلم) نیز آنحضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیروبھلائی کا ارادہ فرمائے' اسے دین کا علم عطا فرما دیتا ہے۔'' (متفق علیہ) اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

کسی غیر مسلم کی حاجت پوری کرنا

سوال کیا کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کی حاجت پوری کر کے اس کا بھائی بن جاتا ہے؟

جواب اگر کوئی مسلمان مرد کسی غیر حربی کافر کی مدد کرتا ہے تو وہ اس کا بھائی نہیں بن جاتا اور نہ وہ مدد کرنے والی کسی مسلم خاتون کا محرم ہی بنتا ہے ہاں البتہ اس احسان کی وجہ سے اسے اجروثواب ضرور ملے گا خواہ کافر ہی سے احسان و حسن سلوک کا معاملہ ہو' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَحْسِنُوٓاْ ۛ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۹۵)

''اور نیکی کرو' بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿ لَّا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَٰتِلُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَٰرِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓاْ إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴾ (الممتحنۃ۶۰/ ۸)

''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا' ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے اللہ تم کو منع نہیں کرتا۔ اللہ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

اور نبی کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے' جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد میں ہوتا ہے۔'' یا آپ ﷺ نے جو یہ فرمایا ہے: ''جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت کو پورا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو پورا فرمائے گا۔'' تو ان دونوں احادیث کا تعلق مسلمانوں سے ہے اور کافروں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں صحیحین میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی ماں سے صلہ رحمی کی اجازت دی جب کہ وہ کافرہ تھی اور یہ اس معاہدہ کے وقت کی بات ہے جو نبی کریم ﷺ اور اہل مکہ کے مابین طے پایا تھا' یاد رہے حربی کافروں کی کسی قسم کی مدد کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کی مدد کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے ہی خارج ہو جاتا ہے، کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ ﴾ (المائدۃ۵/ ۵۱)

''اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا' وہ بھی انہی میں سے ہو گا۔''

ڈراؤنے خواب

سوال میں اٹھارہ سال کی ایک لڑکی ہوں اور الحمدللہ میری زندگی پاک ہے اور میں دینی احکام کی پابندی کرتی ہوں لیکن میں

خواب بہت دیکھتی ہوں اور میرے اکثر خواب ڈراؤنے ہوتے ہیں اور چند دنوں کے بعد ہی ان کی تعبیر بھی روز روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے کہ میرے خاندان پر آلام و مصائب نازل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ میں خواب دیکھنے کے بعد گھر والوں کو بتا بھی دیتی ہوں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہیں' امید ہے کہ آپ میری رہنمائی فرمائیں گے' جس سے ہمیں ان مصائب سے نجات حاصل ہو جائے؟

جواب حکم شریعت یہ ہے کہ جو شخص ڈراؤنا خواب دیکھے' وہ بیدار ہونے کے بعد تین بار اپنے بائیں طرف تھوک دے' شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے جو اس نے برا خواب دیکھا ہے' اس کے شر سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے اور پہلو بدل لے تو یہ برا خواب اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور کسی کو اس خواب کے بارے میں بتائے بھی نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے برا خواب دیکھنے والے کو یہی باتیں سکھائی ہیں جو ہم نے ذکر کی ہیں اور اگر اچھا خواب دیکھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے اور ان لوگوں کو بتادے جن سے اسے محبت ہو' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث سے اسی طرح ثابت ہے۔

میرا چچا مجھے خواب میں مارنا چاہتا ہے

سوال میرا ایک چچا تھا جو مجھے پسند نہیں کیا کرتا تھا اور مجھے مارا بھی کرتا تھا اور اب وہ فوت ہو چکا ہے لیکن ان دنوں مجھے بہت ڈراؤنے خواب آنے لگے ہیں' میں دیکھتا ہوں کہ وہ مجھے اور میری چھوٹی بچی کو پکڑنا چاہتا ہے لیکن میں بھاگ اٹھتا ہوں اور وہ مجھے پکڑ نہیں سکتا' امید ہے آپ میری رہنمائی فرمائیں گے کہ ان ڈراؤنے خوابوں سے نجات مل جائے؟

جواب یہ اور اس قسم کے دیگر ڈراؤنے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور مسلمان کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ وہ جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اپنے بائیں طرف تین بار تھوک دے اور شیطان سے اور اس خواب کے شر سے بھی اللہ تعالیٰ سے تین بار پناہ مانگے اور پھر کروٹ بدل کر لیٹ جائے تو یہ خواب اس کے لئے نقصان دہ نہ ہو گا' اس کے بارے میں کسی کو بتائے بھی نہیں کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ﷺ نے فرمایا "اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے اگر کوئی برا خواب دیکھے تو تین بار اپنے بائیں طرف تھوک دے اور پھر پہلو بدل کر لیٹ جائے تو یہ برا خواب اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہو گا' اس کے بارے میں کسی کو بتائے بھی نہیں اور اگر خواب اچھا ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور جس کو پسند کرے بتا بھی دے۔"

کیا یہ شرط ہے کہ زانی کو وہ رجم کرے جو خود پاک ہو؟

سوال عرب جمہوریہ یمن کے شہر "تعز" کی ایک شرعی عدالت نے زنا کے جرم کی وجہ سے ایک عورت کو رجم کی سزا سنائی لیکن بعض لوگوں کو رجم کرنے میں تردد تھا اور ان کا کہنا تھا یہ ضروری ہے کہ پتھر وہ مارے جس نے خود کوئی گناہ نہ کیا ہو' اس بارے میں اس طرح کی اور بھی بہت سی باتیں کی گئیں لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ اس مسئلہ میں رہنمائی کے لئے آپ کی طرف رجوع کروں؟

جواب مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی ہے کہ "تعز" کی شرعی عدالت نے شادی شدہ زانیہ (بدکارہ) عورت کو سزائے رجم سنائی ہے کیونکہ اس حکم کے ذریعہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ اس حد کو قائم کیا گیا ہے جسے اکثر اسلامی ملکوں نے معطل کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عدالت کو جزائے خیر دے اور حکومت یمن اور دیگر تمام اسلامی ملکوں کی حکومتوں کو اللہ تعالیٰ توفیق بخشے کہ وہ تمام معاملات میں خواہ ان کا تعلق حدود سے ہو یا غیر حدود سے' بندگان الٰہی میں' اللہ تعالیٰ کی شریعت

کے مطابق فیصلہ کریں' بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق فیصلہ ہی میں ان کی خیروبھلائی اور دنیاو آخرت کی سعادت ہے۔ حکم شریعت کے مطابق عمل کے سلسلہ میں مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی حکومتوں کے ساتھ تعاون کریں۔

جو شخص شادی شدہ زانی کے رجم میں شرکت کرے اسے اجروثواب ملے گا اور اگر رجم کے بارے میں حکم شرعی صادر ہو جائے تو کسی کو اس میں حرج محسوس نہیں کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے ماعز اسلمی' دو یہودیوں اور غامدیہ وغیرہ کو رجم کرنے کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً فرمان نبوی پر عمل کر دکھایا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ وہ حدود و غیرحدود' تمام معاملات میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلیں۔

رجم میں شرکت کرنے والے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ خود معصوم یا گناہوں سے پاک ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ شرط عائد نہیں فرمائی اور نہ کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ایسی شرط عائد کرے جس کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت سے کوئی دلیل موجود نہ ہو' واللہ الموفق۔

زخمی ہو جانے کی وجہ سے صدقہ کرنا

سوال جب کسی شخص کے ہاتھ یا پاؤں وغیرہ پر کوئی زخم آئے تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک جانور ذبح کرے اور اس کا کچھ حصہ صدقہ کر دے؟

جواب صحت ہو یا مرض' ہر حالت میں صدقہ کرنا درست ہے صدقہ سے بلائیں دور ہو جاتی اور خطائیں مٹ جاتی ہیں۔ جب کسی شخص کے ہاتھ یا پاؤں یا جسم کے کسی حصہ کو کوئی تکلیف پہنچے اور وہ فقراء پر نقدی' کھانے یا گوشت کا صدقہ کرے' اس امید سے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور کر کے اس پر اسی طرح رحم فرمائے جس طرح اس نے فقراء پر رحم کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے' تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔" صحیح حدیث میں ہے نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: "جو رحم نہیں کرتا' اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَأَحْسِنُوٓا۟ ۛ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾ (البقرة۲/ ۱۹۵)

"اور نیکی کرو بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴾ (الأعراف۷/ ۵٦)

"بلاشبہ (یقیناً) اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والے سے قریب ہے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

سوال عالم اسلام کی موجودہ مشکلات کا حل کیا ہے؟

جواب عالم اسلام اس وقت اختلاف سے دوچار ہے' اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اسلام سے وابستہ ہو جائے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کر دے' اس کی صفوں میں جو انتشار و خلفشار ہے وہ مٹ جائے گا اور دلوں میں وحدت و یگانگت پیدا ہو جائے گی۔

عالم اسلام بلکہ کل عالم اس وقت جس اضطراب و اختلاف اور قلق و فساد سے دوچار ہے' اس کا شافی علاج یہی ہے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَنصُرُواْ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد ٤٧/ ٧)

''اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔''

اور فرمایا:

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيزٌ ۞ ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُاْ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُواْ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْاْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ ﴾

(الحج ٢٢/ ٤٠۔٤١)

''اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے' اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا' بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور غلبے والا ہے' یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس (قدرت واختیار) دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ﴾ (النور ٢٤/ ٥٥)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔''

اور فرمایا:

﴿ وَٱعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُواْ ۚ ﴾ (آل عمران٣/ ١٠٣)

''اور تم سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔''

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ لیکن جب تک قائدین' کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت و راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے' اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ نہیں کریں گے اور اس کے بجائے ایسے قوانین نافذ کریں گے جو ان کے دشمنوں نے ان کے لئے بنائے ہوں تو وہ اس پسماندگی اور اس انتشار و خلفشار سے کبھی نجات نہیں پا سکیں گے' دشمن انہیں حقیر سمجھتا رہے گا اور کبھی بھی انہیں ان کے حقوق نہیں دے گا۔ آہ:

﴿ وَمَا ظَلَمَهُمُ ٱللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴾ (آل عمران٣/ ١١٧)

''اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔''

ہم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ سب مسلمانوں کو ہدایت پر جمع فرمائے' ان کے قلوب اور اعمال کی اصلاح فرمائے اور ان پر اپنا یہ فضل و کرم فرمائے کہ یہ اس کی شریعت کو نافذ کریں اور پھر استقامت کے ساتھ شریعت ہی کے

دامن سے وابستہ رہیں اور شریعت کی ہر طرح کی مخالفت کو ترک کر دیں بے شک وہی قادر و کارساز ہے۔ وصلى الله وسلم على نبينا محمد و آله وصحبه

سوال قضیہ فلسطین' جس کی پیچیدگی اور سنگینی میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے' اس کے حل کی کیا صورت ہے؟

جواب بے شک ایک مسلمان کو اس بات سے بہت دکھ ہے کہ قضیہ فلسطین انتہائی سنگین صورت اختیار کر گیا ہے اور دن بدن اس کی سنگینی میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس کی پیچیدگی اور بھی گھمبیر صورت اختیار کرتی جا رہی ہے اور اب تو نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے جو بے حد المناک ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فلسطین کے پڑوسی مسلمان ممالک باہمی اختلاف کا شکار ہیں' دشمن کے خلاف ان کی صفوں میں اتحاد نہیں اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اسلام کے احکام پر پابندی سے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے' جس کے ساتھ فتح و نصرت کو مشروط قرار دیا گیا تھا اور جس کے ماننے والوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ انہیں زمین میں حکومت اور غلبہ و تسلط سے نوازا جائے گا۔ یہ صورت حال اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر فلسطین کے پڑوسی اسلامی ممالک نے اپنی صفوں کو از سر نو متحد نہ کیا اور اپنے اپنے ملکوں میں دین اسلام کو مکمل طور پر نافذ نہ کیا تو یہ مسئلہ جو ان کے لئے بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے بے حد اہمیت کا حامل ہے' حل نہ ہو گا بلکہ مزید خطرناک صورت اختیار کر جائے گا اور پھر اس کے نتائج بھی بہت خوفناک ہوں گے۔ یہاں یہ اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ مسئلہ فلسطین اول و آخر ایک اسلامی مسئلہ ہے لیکن دشمنان اسلام نے بے پناہ کوششیں شروع کر رکھی ہیں تاکہ اس مسئلہ کو اسلام کے دائرہ سے باہر کر دیا جائے اور غیر عرب مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ یہ اسلامی نہیں بلکہ ایک عربی مسئلہ ہے' لہٰذا غیر عرب مسلمانوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ دشمنان اسلام اپنی اس مذموم کوشش میں کسی حد تک کامیاب بھی ہیں مگر میری سوچی سمجھی (پختہ) رائے ہے کہ یہ مسئلہ اس وقت تک حل نہ ہو گا جب تک اسے خالص اسلامی مسئلہ قرار نہیں دیا جائے گا' اس کے حل کے لئے تمام مسلمانان عالم متفق و متحد نہ ہوں گے اور وہ یہودیوں کے خلاف اسلامی جہاد نہیں کریں گے' صرف اور صرف جہاد ہی سے ارض فلسطین اس کے اصل باشندوں کو واپس لوٹائی جا سکتی ہے اور باہر سے آنے والے یہودیوں کو ان کے ملکوں میں بھیجا جا سکتا ہے اور فلسطینی یہودیوں کو فلسطین کے باشندوں کے حیثیت سے اسلامی حکومت کے تحت رکھا جا سکتا ہے اور انہیں وہاں نہ تو اشتراکی حکومت کے تحت رکھا جا سکتا ہے اور نہ کسی سیکولر حکومت کے تحت' محض جہاد ہی سے یہاں حق کو فتح اور باطل کو شکست ہو سکتی ہے اور اس ملک کے اصل باشندے اپنے وطن میں ایک اسلامی حکومت کے افراد کی حیثیت سے' نہ کہ کسی اور حکومت کے افراد کی حیثیت سے یہاں واپس لوٹ سکتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

سنت رسول ﷺ کے ساتھ عمل واجب اور اس کا انکار کفر ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ الْمُرْسَلِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، وَحُجَّةً عَلَى الْعِبَادِ أَجْمَعِيْنَ، وَعَلٰى وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ حَمَلُوْا كِتَابَ رَبِّهِمْ سُبْحَانَهُ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ ﷺ إِلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ، بِغَايَةِ الأَمَانَةِ وَالإِتْقَانِ، وَالْحِفْظِ التَّامِّ لِلْمَعَانِيْ وَالأَلْفَاظِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ وَجَعَلَنَا مِنْ أَتْبَاعِهِمْ بِإِحْسَانٍ ۔ أَمَّا بَعْدُ:

قدیم و جدید' ہر دور کے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اثبات احکام اور حلال و حرام کے بیان کے سلسلہ میں شریعت کے جو معتبر اصول ہیں' ان میں سرفہرست تو کتاب اللہ ہے کہ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے' پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے بلکہ آپ جو بھی فرماتے ہیں وہ تو اس وحی الٰہی کی روشنی میں ہوتا ہے جو آپ پر نازل ہوئی' اس پر علماء امت کا اجماع ہے اور ان کے علاوہ دیگر اصولوں کے بارے میں جن میں سے سب سے اہم قیاس ہے' علماء کا اختلاف ہے۔ قیاس کے بارے میں جمہور اہل علم کا مذہب یہ ہے کہ یہ حجت ہے بشرطیکہ معتبر شروط کو پورا کرتا ہو۔ ان اصولوں کی حجیت کے بارے میں دلائل اس قدر ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا اور اس قدر مشہور ہیں کہ ان کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

ان میں سے اصل اول' کتاب اللہ ہے اور اس کے بارے میں خود قرآن مجید ہی کے بہت سے مقامات پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کتاب کی اتباع کرنا' اسے مضبوطی سے تھام لینا اور اس کے حدود کی پابندی کرنا واجب ہے' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾ (الأعراف٧/ ٣)

"(لوگو) جو (کتاب) تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہاری طرف نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٥٥)

"اور یہ برکت والی کتاب بھی ہم نے ہی اتاری ہے' تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔"

نیز فرمایا:

﴿ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ (المائدة٥/ ١٥-١٦)

"بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آ چکی ہے جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔"

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ (فصلت٤١/ ٤١-٤٢)

"تحقیق جن لوگوں نے نصیحت نہ مانی جب وہ ان کے پاس آئی اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانُ لِأُنذِرَكُم بِهِۦ وَمَنۢ بَلَغَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٩)

"اور یہ قرآن مجید میری طرف اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور جس شخص تک یہ پہنچے اس کو ڈراؤں۔"

نیز فرمایا:

﴿ هَٰذَا بَلَٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا۟ بِهِۦ ﴾ (ابراھیم١٤/ ٥٢)

"یہ (قرآن) لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تاکہ ان کو اس سے ڈرایا جائے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ تحقیق رسول اللہ ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث بھی ہیں جن میں قرآن مجید کے ساتھ وابستگی اختیار کرنے اور اسے مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا ہے' یہ احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص قرآن مجید کو مضبوطی سے تھام لے وہ ہدایت پر ہے اور جو اسے ترک کر دے وہ صریحاً ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہے' چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ "میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب!" یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور "صحیح مسلم" ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے' جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تحقیق میں تم میں دو گراں مایہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں' ان میں سے ایک تو اللہ کی کتاب ہے جو سراپا ہدایت و نور ہے' اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو" آپ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے کی بہت ترغیب دی اور پھر فرمایا "دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں' اپنے اہل بیت کے بارے میں' میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں' اپنے اہل بیت کے بارے میں میں تمہیں اللہ یاد دلاتا ہوں۔" ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا کہ "وہ اللہ کی رسی ہے' جس نے اسے مضبوطی سے تھام لیا وہ ہدایت پر ہے اور جس نے اسے ترک کر دیا وہ گمراہی میں مبتلا ہے۔"

اس مضمون کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے تمام اہل علم و ایمان کا اس بات پر اجماع ہے کہ کتاب اللہ اور اس کے ساتھ ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ کو بھی مضبوطی سے تھامنا' ان کے مطابق فیصلہ کرنا اور تمام امور و معاملات میں انہی کی طرف رجوع کرنا واجب ہے' یہ اجماع ہی اس بات کی کافی و شافی دلیل ہے لہٰذا اس سلسلہ میں وارد دلائل کو ذکر کر کے ہم بات کو طول نہیں دینا چاہتے۔

جن اصول ثلاثہ پر تمام امت کا اجماع ہے' ان میں سے دوسرا اصل رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے' چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے تمام اہل علم و ایمان اس اصل اصیل پر ایمان رکھتے ہیں' اسے دین میں حجت گردانتے ہیں' امت کو اس کی تعلیم دیتے ہیں' اس موضوع پر انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں' کتب اصول فقہ و اصول حدیث میں بھی اسے واضح فرمایا اور اس سلسلہ کے دلائل اس قدر زیادہ ہیں کہ انہیں احاطۂ شمار میں نہیں لایا جا سکتا' چنانچہ انہی دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ خود کتاب اللہ میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم جیسا کہ آپ کے ہم عصر لوگوں کے لئے تھا' اسی طرح بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے بھی ہے کیونکہ آپ تمام انسانوں کے لئے رسول ہیں۔ آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ آپ کی اتباع و اطاعت بجالائیں اور پھر یہ اس لئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ ہی کتاب اللہ کے مفسر ہیں۔ کتاب اللہ میں جو باتیں اجمال کے ساتھ بیان کی گئی تھیں' آپ نے اپنے اقوال' افعال اور تقریرات کے ذریعے ان کی تفصیل بیان فرمادی ہے اگر

رسول اللہ ﷺ کی سنت نہ ہوتی تو مسلمانوں کو ہرگز یہ معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ نمازوں کی رکعات کی تعداد کیا ہے؟ نمازوں کو کس طرح ادا کرنا ہے' نماز کے فرائض و واجبات کون کون سے ہیں؟ اسی طرح انہیں روزہ' زکوٰۃ' حج' جہاد' امربالمعروف' نہی عن المنکر' معاملات' محرمات اور حدود و تعزیرات کے احکام کی بھی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکتی تھیں۔ اتباع و اطاعت رسول کے متعلق میں جو آیات کریمہ ہیں' ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

﴿ وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۳۲)

"اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

نیز فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَـٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی' اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام و نتیجہ) بھی اچھا ہے۔"

مزید فرمایا

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴾ (النساء٤/ ٨٠)

"جو شخص رسول کی فرماں برداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر! تمہیں ہم نے ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"

اگر آپ کی سنت حجت نہیں یا تمام سنت محفوظ نہیں تو پھر آپ کی اطاعت کیسے ممکن ہے؟ اور تنازعات کے تصفیہ کے لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنا کیسے ممکن ہے؟ سنت کو حجت یا محفوظ تسلیم نہ کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایک ایسی چیز کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے حالانکہ ایسا خیال کرنا بے حد باطل' اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ بہت بڑا کفر اور بدگمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (النحل١٦/ ٤٤)

"اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں کی جانب نازل فرمائے گئے ہیں آپ کھول کھول کر بیان کر دیں تاکہ وہ غور کریں"

اسی سورۂ مبارکہ میں مزید فرمایا:

﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُواْ فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (النحل١٦/ ٦٤)

"اور ہم نے اس لئے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے کہ جس امر میں لوگوں کو اختلاف ہے آپ اس کا فیصلہ کر دیں اور (یہ) مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت کا وجود نہیں ہے یا وہ حجت نہیں ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی توضیح و تشریح کا کام آپ کے سپرد فرمائیں‘ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (النور ۲۴/ ۵۴)

”(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول کے حکم پر چلو‘ اگر منہ موڑو گے تو رسول پر (اس چیز کو ادا کرنا) ہے جو ان کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا) جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پا لو گے اور رسول اللہ کے ذمے تو صاف صاف (اللہ کے احکام کا) پہنچا دینا ہے۔“

اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (النور ۲۴/ ۵۶)

”نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور (اللہ کے) پیغمبر کے فرمان پر چلتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“

سورۂ الاعراف میں فرمایا:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۵۸)

”(اے محمد ﷺ!) کہہ دو کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی اس کا رسول ہوں) وہ جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے‘ اللہ کو چھوڑ کر (یعنی اس کے سوا) کوئی معبود نہیں‘ وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے تو اللہ پر اور اس کے رسول پیغمبر امی پر‘ جو اللہ پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں‘ ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تاکہ ہدایت پاؤ۔“

یہ آیات اس امر پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے کہ ہدایت اور رحمت نبی علیہ السلام کی اتباع میں مضمر ہے‘ اور سنت پر عمل کے بغیر آپ کی اتباع و اطاعت کس طرح ممکن ہے؟ یا اگر یہ کہا جائے کہ سنت حجت نہیں یا قابل اعتماد نہیں تو اس صورت میں بھی کس طرح سنت کی اتباع ممکن ہے؟ اور اللہ عزوجل نے سورۂ نور میں فرمایا ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور ۲۴/ ۶۳)

”جو لوگ ان (یعنی پیغمبر) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں‘ ان کو ڈرنا چاہئے (ایسا نہ ہو کہ) ان پر (دنیا میں) کوئی آفت پڑ جائے یا (آخرت میں) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔“

اور سورۂ حشر میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ﴾ (الحشر ۵۹/ ۷)

”جو چیز تمہیں رسول (ﷺ) دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) رک جاؤ۔“

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں جو سب کی سب اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ کی اطاعت اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کی اتباع واجب ہے جیسا کہ قبل ازیں وہ دلائل بھی بیان کئے جا چکے ہیں جو کتاب اللہ کی اتباع‘ اسے مضبوطی کے ساتھ تھامنے اور اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت پر دلالت کرتے ہیں۔ دین کے یہ دونوں اصل

قیامت تک باقی رہنے والی نہ ہوتی تو آپ اس کی تبلیغ کا حکم نہ دیتے' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت اس شخص کے لئے حجت ہے جس نے اسے آپ کی زبان فیض ترجمان سے سنا ہو اور اس کے لئے بھی یہ حجت ہے جس کے پاس یہ صحیح اسناد کے ساتھ پہنچی ہو۔

حضرات صحابہ کرام ﷢ نے رسول اللہ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث کو یاد کیا اور پھر انہیں تابعین تک پہنچا دیا' پھر تابعین نے انہیں بعد میں آنے والوں تک پہنچا دیا اور پھر اس کے بعد نسل در نسل اور قرن در قرن ثقہ علماء نے احادیث مبارکہ کو منتقل کیا' انہیں مستقل کتابوں میں جمع کیا اور صحیح و ضعیف کو بھی واضح کر دیا اور اس سلسلہ میں مشہور و معروف قوانین اور ضوابط بھی مقرر کئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سند صحیح ہے یا ضعیف' اہل علم نے کتب حدیث مثلاً صحیحین وغیرھما کو قبولیت سے نوازا اور ان کی مکمل طور پر حفاظت کی' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس کی حفاظت کا بھی اہتمام فرمایا اور اسے بے ہودہ لوگوں کے لغو' ملحدوں کے الحاد اور باطل پرستوں کی تحریف سے بچایا تاکہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی حقانیت ثابت ہو جائے کہ :

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَـٰفِظُونَ ﴾ (الحجر ۱۵/ ۹)

"بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہمیں نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔"

بلاشک و شبہ رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وحی ہے اور اس کی حفاظت کا بھی اللہ تعالیٰ نے اس طرح ذمہ اٹھایا ہے' جس طرح اس نے اپنی کتاب مقدس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے اور اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے نقاد علماء کو توفیق بخشی جنہوں نے باطل پرستوں کی تحریف اور جاہلوں کی تاویل کی نفی کر دی اور سنت کے رخ زیبا سے ہر اس آلائش کو دور کر دیا جسے جاہل' کذاب اور ملحد لوگوں نے چپکانے کی کوشش کی تھی اللہ تعالیٰ نے یہ اہتمام اس لئے فرمایا ہے' سنت رسول اللہ' کتاب اللہ کی تفسیر ہے' مجمل احکام کی تفصیل ہے اور پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں کئی مستقل ایسے احکام بھی ہیں' جن کے بارے میں قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے مثلاً احکام رضاعت کی تفصیل' میراث کے بعض احکام' ایک شخص کا' عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ سے بیک وقت نکاح کا حرام ہونا اور دیگر بہت سے وہ احکام جو صرف سنت صحیحہ سے ثابت ہوتے ہیں اور کتاب اللہ میں ان کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

اب ہم حضرات صحابہ کرام ﷢ تابعین عظام ﷭ اور ان کے بعد کے اہل علم کے حوالہ سے کچھ ایسی باتیں بیان کریں گے جن سے یہ معلوم ہو گا کہ ان کے ہاں سنت کی کس قدر تعظیم تھی اور وہ اس کے مطابق عمل کو کس طرح واجب قرار دیتے تھے' چنانچہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا تو کچھ عرب قبائل مرتد ہو گئے (اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا) تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا "اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص کے خلاف جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔" حضرت عمر ؓ نے فرمایا "آپ ان سے کس طرح جہاد کر سکتے ہیں' جب کہ رسول اللہ ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرنے کا حکم ہے جس وقت تک کہ وہ لاالہ الااللہ کے قائل نہیں ہو جاتے' جب وہ لاالہ الااللہ کے قائل ہو جائیں گے تو مجھ سے اپنے خون اور مال کو بچالیں گے الا یہ کہ لاالہ الااللہ کا کوئی حق ہو۔" حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے یہ سن کر فرمایا "کیا زکوٰۃ لاالہ الااللہ کا حق نہیں ہے؟ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ بکری کے اس بچے کے بطور زکوٰۃ دینے سے انکار کریں گے' جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے تو میں اس انکار کی وجہ سے بھی ان کے خلاف جہاد کروں گا۔" حضرت عمر ؓ نے

لازم و ملزوم ہیں جو ان میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے' وہ گویا دوسرے کا بھی انکار اور تکذیب کرتا ہے اور یہ انکار کفر اور ضلالت ہے اور اس پر تمام اہل علم و ایمان کا اجماع ہے کہ یہ انکار دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کے مترادف ہے۔
رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث مبارکہ تواتر سے ثابت ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی اطاعت اور آپ کی سنت کی اتباع واجب ہے اور آپ کی نافرمانی حرام ہے' آپ کی نافرمانی اس (شخص) کے لئے بھی حرام ہے جو آپ کے زمانہ میں ہو اور ہر اس شخص کے لئے بھی حرام ہے جو قیامت تک آنے والا ہو۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جو شخص میری اطاعت کرے' وہ گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور جو میری نافرمانی کرے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔" صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری ساری امت جنت میں داخل ہو گی مگر جو شخص جنت میں جانے سے انکار کر دے گا۔" عرض کیا گیا "یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟" آپ نے فرمایا "جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو شخص میری نافرمانی کرے گا اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا۔" امام احمد' ابوداؤد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خبردار آگاہ رہو! کہ مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی (یعنی سنت)' ممکن ہے کہ عنقریب ایک آدمی' اپنے تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے یہ کہے کہ بس اس قرآن ہی کو لازم پکڑ لو' اس میں جو حلال پاؤ بس اسی کو حلال سمجھو اور اس میں جو حرام دیکھو بس اسی کو حرام گردانو۔"

امام ابوداؤد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ صحیح سند کے ساتھ ابن ابی رافع سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تم میں سے کسی کو (اس کے) اپنے تکیہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے اس طرح نہ پاؤں کہ اس کے پاس امر یا نہی پر مشتمل میرا کوئی حکم آئے اور وہ کہے کہ ہمیں اس کا علم نہیں۔ ہم جو کتاب اللہ میں پائیں گے بس اسی کی پیروی کریں گے۔"

حسن بن جابر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ "رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا اور پھر فرمایا' قریب ہے کہ تم میں سے کوئی (شخص) میری تکذیب کرے' وہ تکیہ لگائے ہوئے ہو' میری حدیث (اس کے سامنے) بیان کی جائے تو وہ کہے کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللہ موجود ہے' ہم اس میں جس چیز کو حلال پائیں گے اسے حلال سمجھیں گے اور جس کو حرام پائیں گے اس کو حرام گردانیں گے لیکن یاد رکھو جن چیزوں کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے' وہ بھی اسی کے مثل ہیں' جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔" اس حدیث کو امام حاکم' ترمذی اور ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں جن میں یہ ہے کہ آپ اپنے خطبہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ وصیت فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ یہاں حاضر ہیں' وہ ان تک پہنچا دیں جو غائب ہیں' آپ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی فرماتے کہ کئی وہ لوگ جن تک بات کو پہنچایا گیا ہو' سننے والے سے بھی زیادہ یاد رکھنے والے ہو سکتے ہیں' چنانچہ صحیحین میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ میں قربانی کے دن خطبہ دیا تو اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "جو حاضر ہیں' وہ ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں کیونکہ بہت سے لوگ جن تک بات کو پہنچایا گیا ہو' ہو سکتا ہے کہ وہ سننے والے سے بھی زیادہ یاد رکھنے والے ہوں۔" اگر سنت سننے والے اور سنائے جانے والے کے لئے حجت نہ ہوتی اور

فرمایا ہے، کہ یہ سن کر مجھے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جہاد کے لئے شرح صدر عطا فرما دیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ آپ کی بات ہی حق ہے' دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی اور انہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کر کے انہیں دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کر دیا اور جس نے اپنے ارتداد پر اصرار کیا اسے تہہ تیغ کر دیا' یہ واقعہ سنت کی تعظیم اور اس کے مطابق عمل کرنے کے وجوب کی بے حد واضح دلیل ہے۔

اسی طرح ایک دادی' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھنے لگی کہ میراث میں اس کا کتنا حصہ ہے؟ فرمایا "کتاب اللہ میں تو تمہارا حصہ مذکور نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں کوئی فیصلہ مجھے معلوم نہیں لہذا میں اس مسئلہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھوں گا۔" چنانچہ جب آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو بعض لوگوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو میراث سے چھٹا حصہ عطا فرمایا تھا' چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسی سنت کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عمال کو یہ وصیت فرمایا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں۔ اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ موجود نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کریں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب "املاص المرأة" یعنی عورت کے جنین کو مردہ گرا دینے کے مسئلہ میں دشواری محسوس ہوئی تو انہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو محمد بن مسلمہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما نے گواہی دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ میں یہ فرمایا تھا کہ ایک غلام یا باندی (لونڈی) دی جائے' چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب اس مسئلہ میں دشواری محسوس ہوئی کہ عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد عدت کہاں گزارے تو فریعہ بنت مالک بن سنان رضی اللہ عنہا جو کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر کی وفات کے بعد انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر ہی میں رہیں جب تک کہ عدت پوری نہ ہو' چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان نبوی سن کر اس کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔ اسی طرح آپ نے ولید بن عقبہ پر حد شراب جاری کرنے کے بارے میں بھی سنت کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حج تمتع سے منع فرماتے ہیں تو انہوں نے حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھ لیا اور کہا کہ میں کسی کے قول کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب بعض لوگوں نے حج تمتع ہی کے بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تو یہ کہتے ہیں کہ حج کو مفرد ادا کرنا زیادہ بہتر ہے' تو انہوں نے فرمایا "مجھے یہ ڈر ہے کہ تم پر کہیں آسمان سے پتھروں کی بارش برسنا نہ شروع ہو جائے کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور تم یہ کہتے ہو کہ ابو بکر و عمر یہ کہتے ہیں۔ قابل غور یہ بات ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مقابلہ میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بات پر عمل کرنے کی صورت میں بھی عذاب الٰہی کی گرفت میں آنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے تو پھر کوئی اور کس گنتی اور شمار میں ہو سکتا ہے؟ یا فرمان نبوی کے مقابلہ میں کسی کے رائے یا اجتہاد کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کسی سنت کے بارے میں اختلاف کیا اور کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں تو حضرت عبداللہ نے فرمایا لوگو! یہ بتاؤ کیا ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے یا ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کریں؟

ایک بار حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے ایک مسئلہ بیان فرما رہے تھے تو ایک آدمی

نے جب یہ کہا کہ ہمیں کتاب اللہ کے حوالہ سے بتائیے تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ سنت' کتاب اللہ کی تفسیر ہی تو ہے' اگر سنت نہ ہوتی تو ہمیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ ظہر کی چار رکعتیں ہیں' مغرب کی تین ہیں اور صبح کی دو ہیں۔ اسی طرح ہمیں احکام زکوٰۃ کی بھی تفصیل معلوم نہیں ہو سکتی تھی' علاوہ ازیں دیگر بہت سے احکام بھی ایسے ہیں جن کی تفصیل ہمیں صرف سنت ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔

سنت کی عظمت' اس کے مطابق عمل کے وجوب اور اس کی مخالفت سے اجتناب کے بارے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت سے آثار مروی ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ:

«لاَ تَمْنَعُوْا إِمَآءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ»

''اللہ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں جانے سے منع نہ کرو۔''

تو ان کے ایک بیٹے نے کہا' اللہ کی قسم! ہم تو انہیں منع کریں گے تو یہ سن کر حضرت عبداللہ سخت ناراض ہوئے اور انہیں بہت سخت سست کہا اور فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انہیں منع نہ کرو اور تو کہتا ہے کہ اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔''

ایک بار جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ایک رشتہ دار کو کنکری پھینکتے ہوئے دیکھا تو اسے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ''اس سے آدمی نہ تو شکار کر سکتا ہے اور نہ دشمن کو قتل کر سکتا ہے ہاں البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے اور آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔'' اس حدیث کے سنانے کے بعد انہوں نے جب اسے پھر کنکری مارتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میں تجھ سے کبھی بھی بات نہیں کروں گا کیونکہ میں نے تجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ رسول اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے' اس کے باوجود تو کنکری پھینکتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے جلیل القدر تابعی حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ جب آپ کسی آدمی سے حدیث بیان کریں اور وہ یہ کہے کہ اسے چھوڑ دو اور اس کی بجائے ہمیں قرآن سے بیان کرو تو جان لو کہ وہ گمراہ ہے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنت تو کتاب اللہ کا فیصلہ کرتی ہے یعنی کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرتی یا ایسے بہت سے احکام کو بیان کرتی ہے جو کتاب اللہ میں مذکور نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (النحل١٦/ ٤٤)

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں کی جانب نازل فرمائے گئے ہیں آپ وہ کھول کھول کر بیان کر دیں تاکہ وہ غور فکر کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ لوگو! دیکھو مجھے کتاب بھی دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی (یعنی حدیث) امام بیہقی رحمہ اللہ نے عامر شعبی رحمہ اللہ کا قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں سے کہا کہ اگر تم آثار کو چھوڑ دو گے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے' آثار سے آپ کی مراد احادیث صحیحہ ہیں۔

امام بیہقی نے اوزاعی رحمہ اللہ کا ہی یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث پہنچ جائے تو پھر اسے مضبوطی سے تھام لو اور باقی سب کچھ چھوڑ دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کے مبلغ تھے' امام بیہقی نے جلیل القدر امام حضرت سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہ قول ذکر فرمایا ہے کہ علم تو علم حدیث ہی کا نام ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک کی بات رد کی جا سکتی ہے

مگر اس ذات گرامی کی بات کو رد نہیں کیا جا سکتا جو اس قبر میں محو استراحت ہے' یہ کہتے ہوئے آپ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی طرف اشارہ فرماتے' حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث تو سر آنکھوں پر ہے۔ حضرت الامام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں تم سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی صحیح حدیث بیان کروں اور خود اس پر عمل نہ کروں تو پھر تمہیں گواہ بنا کر یہ کہتا ہوں کہ بس سمجھ لو کہ میری عقل جواب دے گئی ہے' اسی طرح آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی بات کہوں اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث اس کے خلاف ہو تو میری بات کو دیوار پر دے مارو۔ حضرت الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے کچھ رفقاء سے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ میری تقلید نہ کرو' مالک اور شافعی کی بھی تقلید نہ کرو بلکہ دین کو وہاں سے لو جہاں سے ہم نے لیا ہے (یعنی کتاب و سنت سے)۔ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو اسناد کو جانتے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اس کی صحت کو پہچانتے ہیں اور پھر اسے چھوڑ کر سفیان کی رائے کو اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٣)

"جو لوگ ان (یعنی رسول اللہ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو ڈرنا چاہئے (ایسا نہ ہو کہ) ان پر (دنیا میں) کوئی آفت پڑ جائے یا (آخرت میں) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس آیت میں "فتنہ" سے کیا مراد ہے؟ فتنہ سے مراد شرک ہے لہٰذا اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ جب کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے کسی ارشاد کو رد کر دے تو اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کوئی کجی پیدا فرما دے جس سے وہ ہلاک ہو جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے جلیل القدر تابعی (اور مفسر) حضرت مجاہد بن جبر رحمہ اللہ کا بھی یہ قول نقل کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِى شَىْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ﴾ (النساء ٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات میں تمہارا آپس میں اختلاف واقع ہو جائے تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔"

اس میں' اللہ کی طرف رجوع سے مراد "کتاب اللہ" اور رسول ﷺ کی طرف رجوع سے مراد "سنت رسول اللہ" کی طرف رجوع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کا بھی یہ قول ذکر فرمایا ہے کہ "ہمارے علماء کرام یہ فرمایا کرتے تھے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوطی سے تھام لینا نجات کی ضمانت ہے۔" موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "روضۃ الناظر فی بیان اصول الاحکام" میں لکھا ہے کہ "ادلہ شرعیہ میں سے اصل ثانی' سنت رسول اللہ ﷺ ہے' رسول اللہ ﷺ کا فرمان حجت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معجزانہ صداقت سے نوازا' آپ کی اطاعت کا حکم دیا اور آپ کے فرمان کی مخالفت سے ڈرایا ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٣)

"جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو ڈرنا چاہئے (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی (دنیا میں) آفت پڑ جائے یا (آخرت میں) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس میں "امر" سے مراد رسول اللہ ﷺ کا راستہ' دستور' طریقہ' سنت اور شریعت

ہے۔ تمام اقوال و اعمال کو آپ کے اعمال و اقوال کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا جو آپ کے اعمال و ارشادت کے مطابق ہوں گے وہ مقبول اور جو مخالف ہوں گے وہ مردود قرار پائیں گے خواہ انہیں سرانجام دینے والا قائل و فاعل کوئی بھی ہو جیسا کہ "صحیحین" اور دیگر کتب حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ "جس نے بھی کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہ ہو تو وہ مردود ہے" لہٰذا جو لوگ باطنی و ظاہری طور پر رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ ان کے دلوں میں کفر یا نفاق یا بدعت کا فتنہ پیدا ہو جائے یا قتل یا حد یا قید وغیرہ کی صورت میں کوئی عذاب الٰہی انہیں اپنی گرفت میں لے لے جیسا کہ امام احمد نے عبدالرزاق' معمر' ہمام بن منبہ کی سند سے روایت بیان کی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میری اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے جس نے آگ جلائی' جب آگ نے اپنے اردگرد کو روشن کر دیا تو کیڑوں مکوڑوں اور پتنگوں نے آگ میں گرنا شروع کر دیا' وہ آدمی انہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہے مگر وہ اس پر غالب آ کر آگ میں گر جاتے ہیں یہ ہے میری اور تمہاری مثال میں تمہیں جہنم کی آگ میں گرنے سے بچانے کے لئے تمہاری کمروں سے پکڑتا ہوں اور کہتا ہوں کہ آگ سے دور ہو جاؤ مگر تم مجھ پر غالب آ کر جہنم کی آگ میں گر رہے ہو" (بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے ان دونوں احادیث کو امام عبدالرزاق کی سند سے بیان کیا ہے)

علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة" میں لکھا ہے کہ "خوب جان لو! کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کی حدیث' اصول کی معروف شرائط کے مطابق' خواہ وہ حدیث قولی ہو یا فعلی' کے حجت ہونے کا انکار کرے' وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے' اس کا حشر مسلمانوں کے ساتھ نہیں بلکہ یہودیوں' عیسائیوں یا اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے مطابق دیگر کافر فرقوں کے ساتھ ہو گا۔" حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد کے اہل علم کے سنت کی تعظیم' اس کے مطابق عمل کے وجوب اور اس کی مخالفت سے اجتناب کے بارے میں بے شمار ارشادات موجود ہیں لیکن ہمیں امید ہے کہ ہم نے اس موضوع کے بارے میں جو آیات' احادیث اور آثار ذکر کئے ہیں یہ ایک طالب حق کے لئے کافی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان اعمال کے بجا لانے کی توفیق عطاء فرمائے جو اس کی رضا اور خوشنودی کا موجب ہوں' اس کے ناراضی کے اسباب سے بچنے کا باعث ہوں اور وہ محض اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

إِنَّهُ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ بِإِحْسَانٍ

سوڈانی مجلّہ "الرایۃ" کا سماحۃ الشیخ سے انٹرویو

سوڈان کی جماعت اسلامک نیشنل فرنٹ کے ترجمان "مجلّۃ الرایۃ" نے سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز الرئیس لادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد سعودی عرب اور رابطہ عالم اسلامی کی تاسیسی کونسل کے سربراہ

سے ایک انٹرویو کیا تھا جو حسب ذیل ہے:

سوال ہمارے مجلہ کے قارئین کی یہ خواہش ہے کہ وہ آپ کے ذاتی حالات اور علمی زندگی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کریں؟

جواب میرا نام عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ آل باز ہے۔ میری ولادت ذوالحجہ ۱۳۳۰ ہجری میں ریاض شہر میں ہوئی' میں نے بچپن ہی میں اپنی تعلیم کا آغاز کر دیا تھا حتیٰ کہ بالغ ہونے سے پہلے ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا' پھر میں نے ریاض کے بہت سے علماء سے علوم شرعیہ و عربیہ کی تعلیم حاصل کی' جن میں شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ' شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ قاضی ریاض' شیخ سعد بن حمد بن عتیق قاضی ریاض' شیخ حمد بن فارس وکیل بیت المال ریاض' خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ اور علماء مکہ میں سے میں نے شیخ سعد وقاص بخاری سے ۱۳۵۵ ہجری میں علم تجوید حاصل کیا اور سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ سے دس سال تک یعنی عہدۂ قضا پر فائز ہونے تک مستفید ہوتا رہا۔

جہاں تک میری عملی زندگی کا تعلق ہے تو ۱۳۵۷ ہجری سے ۱۳۷۱ ہجری تک چودہ سال منطقۂ خرج میں بطور قاضی فرائض سرانجام دیتا رہا' پھر ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ اور شریعت کالج ریاض میں ۱۳۸۰ ہجری تک نو سال فقہ' توحید اور حدیث کی تدریس کا فریضہ انجام دیا' پھر ۱۳۸۱ ہجری کے آغاز سے دس سال تک اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کے چانسلر سماحۃ الشیخ العلامہ مفتی بلاد سعودیہ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل شیخ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے نائب (وائس چانسلر) کے طور پر فرائض سرانجام دیئے اور پھر ۱۳۹۰ ہجری میں ان کے انتقال کے بعد مجھے اسلامی یونیورسٹی کا چانسلر بنا دیا گیا اور ۱۳۹۵ ہجری تک چانسلر کے فرائض انجام دیتا رہا اور پھر ۱۳۹۵/۱۰/۱۴ ہجری کو جاری ہونے والے ایک شاہی فرمان کے ذریعے مجھے ادارۃ البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد کے الرئیس العام کے منصب پر فائز کر دیا گیا اور اب تک میں اسی منصب پر کام کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری مدد فرمائے اور مزید توفیق بخشے۔

ان کاموں کے ساتھ ساتھ مجھے اس وقت کئی علمی اور اسلامی تنظیموں کی رکنیت کا شرف بھی حاصل ہے۔ مثلاً (۱) رکنیت ھیئۃ (کمیٹی) کبار العلماء سعودی عرب (۲) مذکورہ تنظیم کی مستقل کمیٹی برائے البحوث العلمیۃ والافتاء کی سربراہی (۳) رابطہ عالم اسلامی کی تاسیسی کونسل کی رکنیت و سربراہی (۴) انٹرنیشنل سپریم کونسل برائے مساجد کی سربراہی (۵) اسلامی فقہی کونسل مکہ مکرمہ کی سربراہی (۶) اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کی سپریم کونسل کی رکنیت اور (۷) سعودی عرب کی اعلیٰ تنظیم برائے اسلامی دعوت کی رکنیت!

فتاویٰ' مقالات اور لیکچروں کے علاوہ میری تیرہ کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں' جن میں سے کچھ کے نام حسب ذیل ہیں:

الفوائد الجلية في المباحث الفرضية' ونقد القومية العربية' توضيح المناسک المسمی التحقيق والايضاح لکثير من مناسک الحج والعمرة والزيارة' وحاشية مفيدة علی فتح الباری وصلت فيها الی کتاب الحج' وثلاث رسائل فی الصلاة والتحذير من البدع' واقامة البراهين علی حکم من استغاث بغير الله او صدق الکهنة والعرافين' والادلة لنقلية والحسية علی سکون الارض' وجريان الشمس وانکار الصعود الی الکواکب

ان میں سے اکثر و بیشتر کتابوں کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہو چکے ہیں' اللہ تعالیٰ ان کو منفعت بخش بنائے نیز ہمیں

اور آپ کو دنیا و آخرت کی بہتری و بھلائی پر مشتمل اپنی رضا اور خوشنودی کے کاموں کی توفیق بخشے۔ انہ سمیع قریب

سوال کیا آپ کی کسی خاص فقہی مذہب سے وابستگی ہے' فتویٰ اور دلائل کے لئے آپ کا طریق کار کیا ہے؟

جواب فقہ میں میرا مذہب وہی ہے جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے لیکن بر سبیل تقلید نہیں بلکہ ان اصولوں کی اتباع کے طور پر جنہیں انہوں نے اختیار فرمایا تھا۔ اختلافی مسائل میں میرا طریق کار یہ ہے کہ میں صرف اسے ترجیح دیتا ہوں جو از روئے دلیل راجح ہو اور اسی کے مطابق فتویٰ دیتا ہوں خواہ وہ مذہب حنابلہ کے موافق ہو یا مخالف' کیونکہ حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تمہارا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (نتیجہ و انجام) بھی اچھا ہے۔"

سوال سوڈان میں اسلامک فرنٹ مختلف تحریکوں کی موجودگی میں سرگرم عمل ہے اور سوشلسٹوں اور مغرب زدہ لوگوں سے برسرپیکار ہے' ان مختلف تحریکوں کی موجودگی میں اس طرح کے کام کے بارے میں ہم آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں؟

جواب لاریب مسلمانوں کا آپس میں باطل مذاہب' گمراہ کن تحریکوں' عیسائی' سوشلسٹ اور ملحد مشنریوں سے جنگ کے سلسلہ میں باہم دگر (ایک دوسرے کے ساتھ) تعاون بہت اہم فریضہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی عظیم ترین صورت ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡبِرِّ وَٱلتَّقۡوَىٰۖ وَلَا تَعَاوَنُواْ عَلَى ٱلۡإِثۡمِ وَٱلۡعُدۡوَٰنِۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلۡعِقَابِ ﴾ (المائدة٥/ ٢)

"اور (دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ ﴾ (النحل١٦/ ١٢٥)

"(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث (مناظرہ) کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَنۡ أَحۡسَنُ قَوۡلٗا مِّمَّن دَعَآ إِلَى ٱللَّهِ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ ٱلۡمُسۡلِمِينَ ﴾ (فصلت٤١/ ٣٣)

"اور اس شخص سے زیادہ اچھی بات والا کون ہو سکتا ہے' جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

صحیحین میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خیبر کے

یہودیوں کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اور بتائیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق واجب ہیں اس موقعہ پر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی فرمایا "اللہ کی قسم! اگر آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت عطا فرما دے، تو یہ آپ کے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے بھی بہتر ہے۔" صحیح مسلم میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص نیکی کے کسی کام کی طرف راہنمائی کرے' اسے اس نیکی کرنے والے کے برابر اجروثواب ملتا ہے" صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تحقیق جو شخص ہدایت کی طرف دعوت دے تو اسے بھی اس ہدایت پر عمل کرنے والوں کے برابر اجروثواب ملے گا جب کہ عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی" امام احمد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مشرکوں کے ساتھ اپنے مال' جان اور زبان سے جہاد کرو" اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات و احادیث ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ فرنٹ کو اس بات کی توفیق بخشے جس میں حق کے لئے نصرت اور غلبہ ہو' باطل کا قلع قمع اور داعیان باطل کے لئے ذلت و رسوائی ہو!

فرنٹ کو میری یہ نصیحت بھی ہے کہ یہ اپنی صفوں کو ہر اس چیز سے پاک کرے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت مطہرہ کے خلاف ہو اور شریعت مطہرہ پر استقامت و ثابت قدمی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے لئے ایک دوسرے کو ہمدردی و خیر خواہی کے جذبات کے ساتھ وصیت بھی کی جائے اور اگر کسی بات میں اختلاف ہو تو اسے دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تمہارا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَا ٱخۡتَلَفۡتُمۡ فِيهِ مِن شَيۡءٖ فَحُكۡمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۚ ﴾ (الشوری٤٢/ ١٠)

"اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو' اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے (ہو گا)"

اور فرمایا:

﴿ وَٱلۡعَصۡرِ ۝١ إِنَّ ٱلۡإِنسَٰنَ لَفِي خُسۡرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّـٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلۡحَقِّ وَتَوَاصَوۡاْ بِٱلصَّبۡرِ ﴾ (العصر١٠٣/ ١-٣)

"عصر کی قسم! یقیناً تمام انسان نقصان میں ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔"

اس عظیم سورت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کامیابی' سعادت اور خسارے سے محفوظ رہنے کے صرف یہی چار اسباب ہیں جو اس سورت میں مذکور ہیں یعنی (۱) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان (۲) عمل صالح (۳) ایک

دوسرے کو حق کی وصیت اور (۴) ایک دوسرے کو صبر کی وصیت!

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ فرنٹ کے اراکین کو ان اخلاق کریمانہ کی توفیق عطا فرمائے' استقامت سے نوازے اور فتح مبین' عظیم کامیابی اور بہترین انجام سے سرفراز فرمائے!

سوال "سابقہ لوگ بھی انسان تھے' ہم بھی انسان ہیں" یہ ایک فقہی قول ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سابقہ لوگوں کے سامنے ان کے دور کے مسائل تھے اور ہمارے سامنے ہمارے دور کے جدید مسائل ہیں لیکن کیا خیال ہے کہ جو لوگ تجدید فقہ کی دعوت کے خلاف ہیں' وہ اس اصولی ادب کو تسلیم نہیں کرتے؟

جواب اس عبارت میں اجمال و احتمال ہے' اگر اس سے مراد یہ ہے کہ متاخرین پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ اللہ کے دین کی نصرت اور شریعت کی تحکیم کے بارے میں اجتہاد سے کام لیں اور سلف صالحین کے عقیدہ و اخلاق کی تائید و حمایت کریں تو یہ بات حق ہے کیونکہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اتباع کتاب و سنت اور ہر چیز میں ان کے مطابق عمل کے بارے میں سلف صالح کے نقش قدم پر چلیں اور جس مسئلہ میں لوگوں میں اختلاف ہو تو اس کے حل کے لئے کتاب و سنت ہی کی طرف رجوع کریں تاکہ مندرجہ ذیل ارشادات باری تعالیٰ پر عمل ہو سکے۔

﴿ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات (مسئلہ) میں تمہارا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو"

اور فرمان باری تعالیٰ:

﴿ وَمَا ٱخۡتَلَفۡتُمۡ فِيهِ مِن شَيۡءٖ فَحُكۡمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۚ﴾ (الشوریٰ٤٢/ ١٠)

"اور تم جس بات (مسئلہ) میں اختلاف کرتے ہو' اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہو گا)"

اور اگر اس قول سے مراد یہ ہے کہ متاخرین دین میں ایسی تجدید کریں جو عقیدہ و اخلاق یا احکام میں سلف کے طرز عمل کے مخالف ہو تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے خلاف ہے:

﴿ وَٱعۡتَصِمُواْ بِحَبۡلِ ٱللَّهِ جَمِيعٗا وَلَا تَفَرَّقُواْۚ﴾ (آل عمران٣/ ١٠٣)

"اور تم سب مل کر اللہ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا"

نیز یہ طرز عمل حسب ذیل فرمان باری تعالیٰ کے بھی خلاف ہو گا:

﴿ وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا﴾ (النساء٤/ ١١٥)

"اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا دوسرے راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے' ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔"

سلف صالح کے نقش قدم پر چلنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلۡأَوَّلُونَ مِنَ ٱلۡمُهَٰجِرِينَ وَٱلۡأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحۡسَٰنٖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُ وَأَعَدَّ لَهُمۡ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي تَحۡتَهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۚ ذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ﴾

(التوبة۹/ ۱۰۰)

"جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی' اللہ ان سب سے خوش (راضی) ہو گیا اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں' جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے' یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

جو سلف صالح کی مخالفت کرے اور ان کے راستے پر نہ چلے تو اس نے ان کی پیروی نہ کی تو وہ ان کے ان متبعین میں شامل نہ ہو گا جن سے اللہ خوش ہے متاخرین کو اس بات کا بھی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس بات کی مخالفت کریں' جس پر پہلے علماء کا اجماع ہو چکا ہو کیونکہ اجماع حق ہے اور ان اصول ثلاثہ میں سے ایک ہے جن کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور جن کی مخالفت کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ یہ اصول ثلاثہ ہیں (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ اور (۳) اجماع۔ علماء جب کسی مسئلہ پر اجماع کر لیں تو یہ اس طائفہ منصورہ میں شامل ہو جاتے ہیں جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) سے کام لینا اور مسلمانوں میں پیش آنے والے ایسے نئے نئے مسائل کا شرعی طریقوں کے مطابق حل تلاش کرنا' جن کے بارے میں پہلے علماء نے کلام نہیں کیا' یہ بھی حق ہے اور اس میں سابقہ علماء کی کوئی مخالفت بھی نہیں کیونکہ سابق ولاحق تمام علماء کی یہی وصیت ہے کہ کتاب و سنت پر تدبر کر کے ان سے مسائل کا استنباط کیا جائے اور پیش آنے والے نئے مسائل کا کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کر کے حل تلاش کیا جائے۔

یہ تجدید سابقہ علماء کی مخالفت نہیں ہے بلکہ یہ تجدید تو انہی کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے اصولوں پر عمل کرنے کے مترادف ہے' اسی سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے کہ "جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین میں فقاہت عطا فرما دیتا ہے" (متفق علیہ) نیز یہ بھی آپ کا ارشاد گرامی ہے "جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستہ کو آسان بنا دیتا ہے۔ (صحیح مسلم) واللہ ولی التوفیق۔

سوال داعیان دین میں بعض اوقات اختلافات بھی پیدا ہو جاتے ہیں' جن کی وجہ سے ملاقات کے بھی بہت سے مواقع ختم ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا عمل بھی معطل ہو جاتا ہے اور بہت سے فتنے' اختلافات اور جھگڑوں کی بھی کئی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں تو اس حوالہ سے دعاۃ (دعوت دینے والوں) کے لئے آپ کے کیا ارشادات اور نصائح ہیں؟

جواب میری داعیان دین کے لئے نصیحت یہ ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہ کے لئے کام کریں' نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور اپنے اختلافات ختم کرنے کے لئے کتاب و سنت کے فیصلوں پر متفق ہو جائیں تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل پیرا ہو سکیں:

﴿فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات میں تمہارا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا

ہے۔"

اس سے ہدف ایک ہو جائے گا' کوششیں مجتمع ہوں گی' حق کو نصرت حاصل ہو گی اور باطل شکست سے دوچار ہو جائے گا مگر یہ سب کچھ اسی صورت میں ہو گا جب اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کی جائے' توفیق طلب کرنے کے لئے صرف اور صرف اسی کی طرف توجہ کی جائے اور خواہشات کی پیروی سے اجتناب کیا جائے گا' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ﴾ (القصص۲۸/ ۵۰)

پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ﴾ (صٓ۳۸/ ۲٦)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کے رستے سے بھٹکا دے گی۔"

سوال عالم اسلام میں اس وقت نوجوانوں میں اسلامی بیداری کی جو تحریک ہے' اس حوالہ سے آپ کے کیا ارشادات ہیں؟

جواب یہ بیداری ہر مسلمان کے لئے باعث مسرت ہے' اسے اسلامی تحریک یا اسلامی تجدید و نشاط کا نام بھی دیا جا سکتا ہے لہٰذا واجب ہے کہ اس تحریک کی حوصلہ افزائی بھی کی جائے اور اسے مکمل طور پر کتاب و سنت سے وابستگی کی طرف موڑ دیا جائے اور قائدین ہوں یا کارکن انہیں غلو اور افراط سے روکا جائے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ ﴾ (النساء٤/ ١٧١)

"اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو۔"

اور نبی کریم ﷺ کا بھی فرمان ہے کہ "دین میں غلو سے بچو کیونکہ پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے تباہ و برباد کر دیا تھا" نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "دین میں غلو سے کام لینے والے ہلاک ہو گئے' دین میں حد سے بڑھ جانے والے ہلاک ہو گئے' دین میں حد سے تجاوز کر جانے والے تباہ و برباد ہو گئے۔" اس تحریک سے وابستہ لوگوں کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھیں اس سے قلوب و اعمال کی اصلاح کی توفیق طلب کرتے رہیں اور حق پر ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے رہیں' قرآن مجید کی خوب تدبر اور غور و فکر کے ساتھ تلاوت کریں اور سنت مطہرہ کے مطابق عمل کریں کہ سنت مطہرہ دین کا دوسرا بڑا ماخذ بھی ہے اور کتاب اللہ کی تفسیر بھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (النحل١٦/ ٤٤)

"اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں کی جانب نازل کئے گئے ہیں آپ وہ کھول کھول کر بیان فرما دیں تاکہ وہ غور کریں۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِ ۙ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (النحل١٦/ ٦٤)

"اور ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے تو اس لئے کہ جس امر میں ان لوگوں کو اختلاف ہے تم اس کا فیصلہ کر دو اور (یہ) مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے دین کے مبلغوں پر واجب ہے کہ اس اسلامی تحریک کو غنیمت جانیں، تحریک سے وابستہ لوگوں سے تعاون کریں، ان کے ساتھ مذاکرات کریں اور ان شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے کوشش کریں جو بعض لوگوں کے دلوں میں جنم لیں تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل پیرا ہو سکیں:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ﴾ (المائدة٥/ ٢)

"(اور دیکھو) نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کرو۔"

سوال اس اسلامی معاشرہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، جس نے ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کے لئے اسلامی حدود کو نافذ کیا مگر پھر اسلامی حدود کے بجائے خود ساختہ قوانین کو دوبارہ نافذ کر دیا؟

جواب تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اللہ کے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کریں، اس پر ثابت قدم رہیں، اسی کی دعوت دیں اور اسی کی پابندی کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ﴾ (المائدة٥/ ٤٩)

"جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے، اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا۔"

امت پر واجب ہے کہ وہ شریعت الٰہی کو نافذ کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ (النساء٤/ ٦٥)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم (منصف) نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی قسم کی کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَحُكْمَ ٱلْجَـٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴾ (المائدة٥/ ٥٠)

"کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم (فیصلے) کے خواہش مند ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں، ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم (فیصلہ) کس کا ہے؟"

نیز فرمایا

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴾ (المائدة٥/ ٤٤)

"اور لوگ جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔"

مزید فرمایا:

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَـٰسِقُونَ ﴾ (المائدۃ٥/ ٤٧)

"اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم (فیصلہ) نہ دیں تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔"

لہٰذا مسلمان حکمرانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ ان آیات کریمہ کی مخالفت کریں بلکہ ان پر واجب ہے کہ ان آیات کے مطابق عمل کریں' اپنی قوموں سے بھی ان کی پابندی کروائیں' اسی میں ان کی عزت' سربلندی' نصرت' تائید' انجام کی بہتری اور دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد٤٧/ ٧)

"اے اہل ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّـٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَـٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ ﴾

(الحج٢٢/ ٤٠-٤١)

"اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضرور مدد کرے گا' بے شک اللہ تعالیٰ زبردست قوت اور غلبے والا ہے' یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس (قدرت واختیار) دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ ﴾ (النور٢٤/ ٥٥)

"جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین (اسلام) کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے' مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔"

بلاشک و شبہ بندگان الٰہی کے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کرنا بھی اللہ کی مدد' امربالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور یہی وہ ایمان و عمل صالح ہے' جس کے بجالانے والوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں خلافت ارضی سے نوازے گا' ان کے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا اور خوف کے بعد انہیں امن بخشے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمان حکمرانوں کو توفیق بخشے کہ وہ اس کی شریعت کو نافذ کریں' اس کے مطابق فیصلے کریں' اس پر راضی ہو جائیں اور شریعت کے مخالف تمام کاموں کو ترک کر دیں۔

«إِنَّهُ وَلِـيُّ ذٰلِكَ وَالْقَادِرُ عَلَيْهِ»

سوال قومیت کی طرف اس دعوت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جس کی رو سے نسل یا زبان کی طرف نسبت' دین کی طرف نسبت سے مقدم ہے؟ قومیت کی طرف دعوت دینے والی جماعتوں کا دعوی یہ ہے کہ وہ دین کی دشمن نہیں ہیں ہاں البتہ دین کی نسبت قومیت کو مقدم ضرور سمجھتی ہیں تو قومیت کی طرف اس دعوت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب یہ دعوت جاہلیت ہے' اس دعوت سے وابستہ لوگوں کی حوصلہ افزائی نہ صرف یہ کہ جائز نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس قسم کی دعوت کا خاتمہ کر دیا جائے کیونکہ اسلامی شریعت ایسی تحریکوں کے خلاف جنگ کرنے' ان سے نفرت دلانے' ان کے شکوک و شبہات کے ختم کر دینے اور ان کے باطل افکار و نظریات کی تردید کے لئے آئی ہے' جس کی وجہ سے ایک طالب حقیقت کے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صرف اور صرف اسلام ہی نے عربیت کو لغت' ادب اور روایت کے اعتبار سے زندہ رکھا ہوا ہے لہٰذا اس دین کی مخالفت کے معنی عربی لغت' ادب اور روایت کے ختم کر دینے کے ہیں اس لئے دین اسلام کے دعاۃ و مبلغین پر فرض ہے کہ وہ اسلامی دعوت کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے اس سے زیادہ جدوجهد کریں' جس قدر کہ استعمار اسے مٹا دینے کے لئے سرگرم عمل ہے۔

دین اسلام کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ عربی یا کسی اور قومیت کی دعوت ایک باطل دعوت' ایک بہت بڑی غلطی' ایک بہت بڑا منکر امر' بدترین جاہلیت اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑی سازش ہے اور اس کے وجوہ و اسباب ہم نے اس موضوع پر اپنی مستقل کتاب "نقد القومية العربية على ضو الاسلام والواقع" --- "اسلام و واقع (موجودہ حالات) کی روشنی میں عربی قومیت پر تنقید" --- میں بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی رضا اور خوشنودی کے لئے کام کی توفیق عطا فرمائے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

پاکستانی مجلّہ "تکبیر" کا سماحۃ الشیخ سے انٹرویو

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز الرئیس العام لادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد' کی طرف سے جناب صلاح الدین حفظہ اللہ مدیر اعلیٰ مجلّہ "تکبیر" (کراچی) پاکستان کے سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

سوال امت مسلمہ کو اختلافات' گروہ بندی اور فرقہ بازی سے بچانے کے لئے آپ کیا تجاویز پیش فرمائیں گے اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ ساری امت کو پھر سے از سر نو متحد کر دیا جائے؟

جواب بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَعْدُ:

اس اہم موضوع سے متعلق میری تجویز یہ ہے کہ تمام امتوں کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید اختیار کرنے' اس کی شریعت کو مضبوطی سے تھامنے اور مخالف شریعت امور کے ترک کر دینے کی دعوت دی جائے۔ یہ وہ نکتہ ہے جو امت کو حق پر جمع کر دے گا' اختلافات اور اپنے اپنے مذہب کے لئے تعصب کو ختم کر دے گا۔ مسلمانوں کو دعوت دینے سے مقصود

یہ ہے کہ ان سے کہا جائے کہ وہ دین پر قائم رہیں' شریعت کی حفاظت کریں اور نیکی و تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں' اس سے ان کی صفوں میں اتحاد پیدا ہو جائے گا' ان کا شیرزاہ متحد ہو جائے گا اور یہ اپنے دشمنوں کے خلاف ایک جسم' ایک عمارت اور ایک لشکر کی طرح ہو جائیں گے اور اگر ہر ایک شخص اپنے مکتب فکر اور اپنے امام کے لئے تعصب سے کام لے خواہ اس میں سلف امت کی مخالفت ہی کیوں نہ لازم آتی ہو تو یہ راہ انتشار اور خلفشار کی طرف لے جاتی ہے۔

علماء اسلام' مبلغین اسلام اور حکام اسلام پر یہ ضروری ہے کہ کائنات کے لوگوں کو دعوت دینے کے لئے حق پر متفق و متحد ہو جائیں اور اسے مضبوطی سے تھام کر استقامت کا مظاہرہ کریں اور سب کا مقصود و مطلوب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت' کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی بنیاد پر اتفاق و اتحاد اور ہر اس چیز سے اجتناب ہو جو کتاب و سنت کے منافی ہو۔ صرف اور صرف یہی وہ راستہ ہے جسے اختیار کر کے مسلمانوں کو یکجا کیا جا سکتا ہے' ان کی صفوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کیا جا سکتا اور انہیں ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

سوال اسلامی معاشرہ میں موجود غیر مسلموں کے حوالہ سے کن اقدامات کو بروئے کار لانا ضروری ہے تاکہ اسلامی تشخص' اسلامی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اخلاق و کردار کے تحفظ کا اہتمام کیا جا سکے؟

جواب اس کے لئے یہ ازبس ضروری ہے کہ غیر مسلموں کو خیروہدایت کی دعوت دی جائے' رسول اللہ ﷺ جس ہدایت اور دین حق کو لے کر دنیا میں تشریف لائے اس کی اس اسلوب و انداز میں تشریح کی جائے جس کو غیر مسلم سمجھ سکیں نیز ان کے سامنے اسلام کے محاسن کو بھی بیان کیا جائے شاید اس طرح وہ دائرہ اسلام میں آ جائیں' ممکن ہے کہ اس طرح وہ شرک' جہالت اور ظلم کی تاریکیوں سے نکل کر توحید' ایمان اور عدل اسلام کے نور کی طرف آ جائیں۔ اگر یہ لوگ حق کو قبول کر کے اللہ تعالیٰ کے دین پر استقامت کا مظاہرہ کریں تو الحمد للہ' وگرنہ اہل وطن نہ ہونے کی صورت میں انہیں ان کے ممالک کی طرف بھیج دیا جائے اور اہل وطن ہونے کی صورت میں ان سے کفرو شرک سے توبہ کرائی جائے' توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے بشرطیکہ وہ اہل کتاب یا مجوسی نہ ہوں اور اگر ان کا تعلق اہل کتاب یا مجوسیوں سے ہو تو پھر توبہ نہ کرنے کی صورت میں ان سے جزیہ لیا جائے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے حتی کہ یہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور لوگوں کو بھی ان کا مشرف بہ اسلام ہونا معلوم ہو جائے تاکہ وہ ان کے شر سے بھی محفوظ رہ سکیں۔

مسلمان معاشرے میں مل جل کر رہنے والے کفار کے شر سے محفوظ رہنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی جائے' احسن انداز کے ساتھ ان کا دین اسلام سے تعارف کرایا جائے' اسلام کے محاسن کی اچھے اسلوب میں ان کے سامنے وضاحت کی جائے اور بتایا جائے کہ اسلام کس قدر عدل و انصاف دین ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں' ہو سکتا ہے کہ اس طرح دعوت دینے سے وہ حق کو قبول کر لیں اور باطل کو چھوڑ کر دین حق' ہدایت اور سعادت کو قبول کر لیں۔

یہ اس صورت میں ہے جب مسلمانوں کو اس کی طاقت ہو اور اگر انہیں طاقت حاصل نہ ہو تو پھر انہیں چاہئے کہ خود اللہ تعالیٰ سے ڈریں' اپنے دین پر استقامت کے ساتھ عمل کرتے رہیں' دشمنوں کے شر سے بچنے کی کوشش کریں' انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے میں پوری پوری جدوجہد کریں اور ان کے ساتھ اختلاط' دوستی' محبت اور مشابہت اختیار

کرنے سے اجتناب کریں تاکہ ان کی دسیسہ کاریوں سے محفوظ رہ سکیں اور اپنے باطل افکارو نظریات کے ساتھ مسلمانوں کو کوئی فریب نہ دے سکیں واللہ سبحانہ وتعالیٰ ولی التوفیق۔

یہ سب کچھ جو کہا گیا اس کا تعلق جزیرۃ العرب کے علاوہ دیگر ممالک سے ہے جہاں تک جزیرۃ العرب کا تعلق ہے تو یہاں کے حوالے سے واجب یہ ہے کہ یہاں غیر مسلموں کو آنے سے روکا جائے اور یہاں کسی بھی غیر مسلم کو نہ رہنے دیا جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ یہاں کسی غیر مسلم کو باقی رہنے دیا جائے' آپ نے فرمایا تھا کہ یہاں اب صرف اسلام ہی کو باقی رہنے دیا جائے گا' یہودیوں اور عیسائیوں وغیرہ کو جزیرۃ العرب سے نکال دیا جائے لہٰذا وہ یہاں کسی ناگزیر ضرورت ہی کی وجہ سے آ سکتے ہیں اور جب یہ ضرورت پوری ہو جائے تو پھر انہیں یہاں سے نکال دیا جائے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے غیر مسلم تاجروں کو اجازت دی تھی کہ وہ یہاں صرف ایک محدود مدت ہی کے لئے آ سکتے ہیں اور اس مدت کے پورا ہونے پر پھر انہیں اپنے ملکوں میں واپس جانا ہو گا' نبی کریم ﷺ نے یہودیوں کو بھی محض کام کے لئے خیبر میں رہنے کی اجازت دی تھی کیونکہ اس کی ضرورت تھی اور جب یہ ضرورت باقی نہ رہی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جلا وطن کر دیا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ جزیرۃ العرب میں دو دینوں کو برقرار رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اسلام کا مرکز اور سرچشمہ ہے' یہاں کسی وقت ضرورت ہی کی وجہ سے مشرکوں کو رہنے کی حاکم وقت اجازت دے سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاجروں کو اجازت دی اور نبی کریم ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو اجازت دی تھی اور جب یہ ضرورت پوری ہو گئی' مسلمان یہودیوں سے بے نیاز ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلا وطن کر دیا تھا۔

جزیرۃ العرب میں رعایا پر بھی یہ واجب ہے کہ اس مسئلہ میں حاکم وقت کی مدد کریں اور اس کے ساتھ مل کر کوشش کریں کہ مشرکوں کو یہاں نہ بلایا جائے' ان کے ساتھ معاہدہ نہ کیا جائے' کوئی بھی کام ان سے نہ لیا جائے اور ہر کام کے لئے مسلمان کارکنوں ہی کو استعمال کیا جائے اور مسلمانوں میں سے بھی صرف انہیں کو منتخب کیا جائے جو اخلاق اور دین کے اعتبار سے دوسروں سے بہتر ہوں کیونکہ کچھ لوگ محض نام کے تو مسلمان ہوتے ہیں مگر حقیقت میں نہیں' لہٰذا کارکن بنانے اور بلانے والوں کو چاہئے کہ خوب غورو فکر سے کام لیں اور صرف ایسے کارکنوں کو بلائیں جو اچھے مسلمان بھی ہوں۔ واللہ المستعان۔

سوال حرمین شریفین آنے والے مسلمان یہ دیکھ کر قلق و اضطراب میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ یہاں آنے والے غیر مسلموں کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے تو کیا آپ نے اس کے خطرات سے حکومت کو آگاہ کیا ہے؟

جواب ہاں ان مشرکوں کی یہاں اس کثرت سے آمد کے خطرات کو مسلمان محسوس کرتے ہیں۔ حاکم وقت کو بھی متنبہ کر دیا گیا ہے کہ واجب یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کو کافروں سے پاک کر دیا جائے اور انہیں یہاں آنے اور رہنے کی اجازت نہ دی جائے' حاکم وقت نے بھی اتفاق فرمایا ہے کہ ان کی تعداد کو کم سے کم کر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ انہیں توفیق دے۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس مسئلہ کو پوری پوری اہمیت دیں گے اور یہاں صرف انہی غیر مسلموں کو بلائیں گے' جن کو یہاں بلانے کی ضرورت اور شدید حاجت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر اچھے کام کی توفیق و نصرت سے نوازے۔

سوال جہاد افغانستان کے حوالہ سے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں اور آپ نے اس سلسلہ میں اب تک کیا کوششیں سرانجام دی ہیں؟

جواب لاریب! افغانستان میں جہاد ایک اسلامی جہاد ہے لہٰذا تمام مسلمانوں پر اس کی تائید و حمایت فرض ہے کیونکہ

افغانستان کے مسلمان ایک ایسے جھگڑالو اور خبیث دشمن سے برسرپیکار ہیں جو سب سے بڑا کافر اور سب سے بڑا کمینہ ہے اور سب سے زیادہ طاقتور بھی۔ مادی طور پر مقابلہ کیا جائے تو افغانیوں اور روسیوں میں کوئی نسبت ہی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور تائید و حمایت ہمارے مجاہد بھائیوں کے شامل حال ہے۔ تمام مسلمانوں پر بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی مدد کریں۔ اور دامے درمے سخنے قدمے ہر طرح سے مدد کریں' روئے زمین کے مسلمانوں پر اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا فرض ہے۔ حکومت سعودی عرب نے بھی اپنے عوام سے کہا ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی مدد کریں۔ الحمدللہ سعودی عوام نے اپنے بھائیوں کی مالی امداد کے سلسلہ میں خوب بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور یہ سلسلہ ابھی تک بدستور جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے مجاہد اور مہاجر بھائیوں تک یہ امداد جلد سے جلد پہنچادیں کیونکہ انہیں اس کی شدید ضرورت ہے اور ان کی مدد کرنا ہم سب پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیشہ وہ ہمیں ان کی مدد کی توفیق عطا فرمائے' ہمارے بھائیوں کی مدد فرمائے اور انہیں اپنے دشمن کے مقابلہ میں ثبات' سعادت اور نصرت سے سرفراز فرمائے' دشمنان اسلام خواہ کہیں بھی ہوں انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار کرے' تباہ و برباد کرے' ان کے مقابلہ میں مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہم کنار فرمائے اور ان کی مدد کرنے والوں کو بے پایاں اجر و ثواب سے نوازے' إِنَّهُ خَيْرُ مَسْئُوْلٌ

سوال عصر حاضر میں دعوت الی اللہ کے میدان میں کامیابی حاصل کرنے کے کیا طریقے ہیں؟

جواب عصر حاضر میں کامیاب اور سب سے نافع طریقہ یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ سے کام لیا جائے' ذرائع ابلاغ کے استعمال کا طریقہ بہت کامیاب ہے۔ یہ دو دھاری ہتھیار ہے' اگر ذرائع ابلاغ کو دعوت الی اللہ اور لوگوں کی رہنمائی کے لئے استعمال کیا جائے اور ریڈیو' اخبارات اور ٹیلی ویژن کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ ایک مؤثر ذریعہ ہے اور پھر اس طریقہ سے وہ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس طریقہ کو استعمال کرنے سے غیر مسلم بھی اسلام کو سمجھنے اور اس کے محاسن اور خوبیوں کو جاننے لگیں گے اور وہ بالآخر جان لیں گے کہ دنیا و آخرت میں کامیابی کا راستہ صرف اسلام ہی ہے۔

دعاۃ و مبلغین اور مسلمان حکمرانوں پر بھی یہ واجب ہے کہ دعوت دین کے کام کے لئے صحافت' ریڈیو' ٹیلی ویژن' مجلسوں اور محفلوں میں تقریروں اور جمعۃ المبارک کے خطبوں کے علاوہ ہر اس طریقے کو استعمال میں لائیں جس سے لوگوں تک حق کو پہنچانا آسان ہو اور پھر اس مقصد کی خاطر تمام زبانوں کو استعمال میں لایا جائے تاکہ دنیا بھر کے لوگوں کے پاس دین کی دعوت اور انسانیت کی ہمدردی و خیرخواہی کا یہ پیغام ان کی اپنی اپنی زبانوں میں پہنچ سکے۔ ان تمام علماء' مسلمان حکام اور دعاۃ و مبلغین پر یہ فرض ہے جن کو اس کی استطاعت ہو تاکہ اطراف و اکناف عالم میں بسنے والی دنیا بھر کی تمام اقوام کے پاس حق کا یہ پیغام ان کی اپنی اپنی زبانوں میں پہنچ سکے اور یہی وہ بلاغ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا تھا کہ:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ﴾ (المائدۃ ۵/ ۶۷)

"اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے آپ پر نازل کئے گئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔"

رسول اللہ ﷺ پر یہ پہنچا دینا فرض تھا' اسی طرح دیگر تمام انبیاء علیہم السلام پر بھی دین کو پہنچا دینا فرض تھا' حضرات انبیاء کرام کے پیروکاروں پر بھی یہ ابلاغ فرض ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ "میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک آیت ہی ہو۔" آپ جب خطبہ دیتے تو ارشاد فرماتے "جو یہاں موجود ہے' وہ اس تک پہنچا دے جو موجود نہیں ہے کیونکہ کئی لوگ

جن تک بات کو پہنچایا گیا ہو سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔" لہٰذا حکام' علماء' تجار اور دیگر تمام امت پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اس دین کو پہنچائیں' صاف اور شگفتہ اسلوب میں دنیا میں مستعمل زندہ زبانوں میں اسے آگے پہنچائیں اور اسلام کے محاسن' حکمتوں' فوائد اور حقیقت کی ایسے دلنشین انداز میں تشریح کریں کہ دشمنان اسلام انہیں جان لیں اور جاہل بھی انہیں پہچان لیں۔ اسلام کی طرف رغبت والوں کو بھی ان کا خوب خوب علم ہو جائے۔ واللہ ولی التوفیق۔

اس ملاقات کے اختتام پر میں پاکستان' بنگلہ دیش اور ہر جگہ بسنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں یہ نصیحت کروں گا کہ وہ اللہ کے تقویٰ کو اختیار کریں' اس کی شریعت کے مطابق عمل کریں' اللہ تعالیٰ نے جن فرائض و واجبات کو عائد کیا ہے' انہیں بجا لائیں' جن امور کو حرام قرار دیا ہے انہیں ترک کر دیں' اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ شرک سے اجتناب کریں خواہ وہ کم ہو یا زیادہ' چھوٹا ہو یا بڑا اور تمام حالات میں عبادت کو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ادا کریں اور مُردوں سے مرادیں مانگنے اور ان سے استغاثہ کرنے سے جس میں آج کل بہت لوگ مبتلا ہو گئے ہیں' سخت پرہیز کریں۔ خواہ ان کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہو یا اولیاء سے اسی طرح آج بہت سے لوگ درختوں' پتھروں' بتوں اور دیگر جمادات سے جو مرادیں مانگتے ہیں' میں اس سے بچنے کی بھی تلقین کرتا ہوں کیونکہ عبادت تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ ﴾ (الاسراء۱۷/ ۲۳)

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ حُنَفَآءَ ﴾ (البینۃ۹۸/ ۵)

"ور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں (اور یکسو ہو کر)"

نیز فرمایا:

﴿ وَأَنَّ ٱلْمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا ﴾ (الجن۷۲/ ۱۸)

"اور یہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔"

تمام جنوں اور انسانوں پر یہ واجب ہے کہ عبادت کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے لئے خاص کر دیں' اس حق کو ادا کریں جو نماز وغیرہ کی صورت میں اس نے عائد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن امور کو حرام قرار دیا ہے ان کے ارتکاب سے بچیں ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کریں' جہاں کہیں بھی ہوں نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں' اللہ تعالیٰ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں' قرآن مجید کی گہرے تدبر کے ساتھ تلاوت کریں' اسے سمجھنے کی پوری پوری کوشش کریں اور پھر اس کے مطابق عمل بھی کریں کہ کتاب اللہ سراپا ہدایت و روشنی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا "میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے کتاب اللہ۔" اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ ﴾ (الاسراء۱۷/ ۹)

"یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب راستوں سے زیادہ سیدھا ہے۔"

فرمایا:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ هُدًى وَشِفَآءٌ ﴾ (فصلت ۴۱/ ۴۴)

"اے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ جو ایمان لائے ہیں' ان کے لئے (یہ قرآن) ہدایت اور شفا ہے۔"

لہٰذا تمام مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ وہ قرآن کو سمجھیں' اس میں غور و فکر کریں اور اس کے مطابق عمل کریں' اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کا بھی اہتمام کیا جائے' جس قدر باآسانی ممکن ہو اسے زبانی یاد کیا جائے' اس کے مطابق عمل کیا جائے' قرآن مجید کے مشکل مقامات کی صحیح سنت کے ساتھ تفسیر کی جائے کیونکہ سنت وحی ثانی اور اصول شریعت میں دوسرا اصول ہے اس لئے مشکلات قرآن اور مشکلات احکام کے لئے اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

تمام مسلمانوں کے لئے میری یہ بھی وصیت ہے کہ وہ آخرت کی تیاری کے بجائے محض دنیا اور اس کی دلفریبیوں ہی میں کھو کر نہ رہ جائیں بلکہ انہیں چاہئے کہ دنیا سے آخرت کی کامیابی کا کام لیں' دنیا کو آخرت تک پہنچانے والی سواری بنا لیں تاکہ کامیابی و کامرانی اور آخرت کی فلاح و بہبود سے شاد کام ہوں۔

وَاللهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ، وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَإِمَامِنَا وَسَيِّدِنَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ، وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ بِإِحْسَانٍ

ایک نصیحت

اس بارے میں کسی بھی عقل سلیم کے مالک شخص کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ امتوں کے لئے ایک ایسے ہادی و راہنما کی شدید ضرورت ہوتی ہے جو راہ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرنے میں امت محمدیہ کو دیگر امتوں کے مقابلہ میں ایک نمایاں خصوصیت حاصل ہے لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ نصیحت اور ہمدردی و خیرخواہی کے لئے وہ مقدور بھر استطاعت کے مطابق کمر ہمت کس لے تاکہ وہ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اور دوسروں کی ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ بن سکے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۵۵)

"اور نصیحت کرتے یقیناً رہو نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔"

لاریب! ہر مومن بلکہ ہر انسان اس بات کا شدید ضرورت مند ہے کہ اسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں نصیحت کی جائے اور ان کے ادا کرنے کے بارے میں تلقین کی جائے' اسی طرح اس بات کی بھی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کو حق اور صبر کے اختیار کرنے کی وصیت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کامیاب ہونے والوں کے اوصاف اور ان کے اعمال حسنہ اور خسارہ پانے والوں کی صفات اور ان کے برے اعمال کا بہت سی آیات میں ذکر فرمایا ہے جن میں سب سے جامع سورۃ العصر کی حسب ذیل آیات کریمہ ہیں:

﴿ وَٱلْعَصْرِ ۝١ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِى خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ

﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (العصر ۱۰۳/ ۱-۳)

''عصر کی قسم! یقیناً تمام انسان نقصان میں ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں (ایک دوسرے کو) حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

اس مختصر مگر عظیم سورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی راہنمائی کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ کامیابی و کامرانی درج ذیل چار صفات میں منحصر ہے (ا) ایمان (۲) عمل صالح (۳) ایک دوسرے کو حق کی تلقین اور (۴) ایک دوسرے کو صبر کی تاکید' جو شخص ان مقامات اربعہ (چار چیزوں) میں کامل ہو گیا' وہ بہت بڑا نفع حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور روز قیامت اپنے رب کی طرف سے عزت و کرامت اور فوز وفلاح کا مستحق قرار پائے گا اور جو شخص ان صفات کے حاصل کرنے میں ناکام رہا اور ان کے ساتھ اپنے آپ کو آراستہ نہ کر سکا' وہ بہت بڑے نقصان اور خسارے سے دوچار ہوا اور روز قیامت ذلت و رسوائی سے جہنم رسید ہو گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ اپنی کتاب مقدس کے کئی مقامات پر کامیاب و کامران لوگوں کے صفات اور انواع واقسام کو بیان فرمایا ہے تاکہ ایک طالب نجات انہیں جان لے' ان کے ساتھ اپنے آپ کو آراستہ کرے اور ان کی طرف دوسروں کو بھی دعوت دے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خائب و خاسر لوگوں کی صفات کا بھی تذکرہ فرمایا ہے تاکہ مومن ان بری صفات کو پہچان کر ان سے دور رہے۔ جو شخص کثرت سے اور خوب گہرے غور و فکر کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا تو وہ یقیناً کامیاب اور ناکام لوگوں کی صفات کو تفصیل کے ساتھ جان لے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں ان کا ذکر فرمایا ہے' جن میں سے چند ایک کا پہلے حوالہ دیا جا چکا ہے اور کچھ حسب ذیل ہیں:

﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾ (الإسراء۱۷/ ۹)

''بلاشبہ یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب راستوں سے زیادہ سیدھا ہے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں' بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے اجر عظیم ہے۔''

اور فرمایا:

﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (ص۳۸/ ۲۹)

''(یہ) کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل خرد نصیحت پکڑیں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (الأنعام۶/ ۱۵۵)

''اور برکت والی یہ کتاب بھی ہمیں نے اتاری ہے تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے ڈرو) تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔''

اور صحیح حدیث میں ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ»

''تم میں سب سے بہترین شخص وہ ہے جو خود قرآن کا علم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔''

اور آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن علی رؤوس الاشھاد (تمام لوگوں کے سامنے) اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات میں یہ فرمایا ہے کہ اس نے قرآن مجید کو اس لئے نازل فرمایا ہے کہ بندے اس میں غور و فکر کریں' اس سے نصیحت حاصل کریں' اس کی اتباع کریں اور اس کی روشنی میں دنیا و آخرت کی سعادت' عزت اور نجات کے اسباب تلاش کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی امت کی رہنمائی فرمائی کہ وہ قرآن کا علم سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھائے اور فرمایا کہ سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن کا علم سیکھتے ہیں اور اس کے مطابق عمل کر کے' اس کی اتباع کر کے' اس کے حدود کی پاسداری کر کے' اس کے مطابق فیصلہ کر کے اور اسے اپنا دستور و منشور بنا کر لوگوں کو بھی س کا علم سکھاتے ہیں۔ عرفہ کے دن ایک عظیم الشان اجتماع میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ جب تک وہ کتاب اللہ کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے رہیں گے کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ سلف صالحین اور اس امت کے صدر اول کے مسلمانوں نے جب قرآن مجید کی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں عزت و سربلندی عطا فرمائی اور زمین کی حکومت و خلافت کا انہیں وارث بنا دیا جیسا کہ اس نے اپنے حسب ذیل ارشاد میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ ﴾ (النور ۲۴/ ۵۵)

''جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو' جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے' مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا' وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے''

اور فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَنصُرُوا۟ ٱللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴾ (محمد ۴۷/ ۷)

''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔''

مزید فرمایا:

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيزٌ ﴿٤٠﴾ ٱلَّذِينَ إِن مَّكَّنَّـٰهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ أَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَوُا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَمَرُوا۟ بِٱلْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا۟ عَنِ ٱلْمُنكَرِ ۗ وَلِلَّهِ عَـٰقِبَةُ ٱلْأُمُورِ ﴾

(الحج ۲۲/ ۴۰۔۴۱)

''اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے' اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے' بے شک اللہ تعالیٰ زبردست قوت اور غلبے والا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں دسترس (قدرت واختیار) دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے

اختیار میں ہے۔"

تو اے مسلمانو! اپنے رب کی کتاب میں خوب تدبر کرو' کثرت سے اس کی تلاوت کرو' اس کے اوامر کی اطاعت بجا لاؤ' نواہی سے اجتناب کرو' ان اخلاق و اعمال کو پہچانو قرآن نے جن کی تعریف کی ہے' ان کی طرف لپکو اور ان سے اپنے آپ کو آراستہ کرلو اور ان اخلاق و اعمال کو بھی معلوم کرلو' قرآن نے جن کی مذمت کی ہے' جن کے ارتکاب پر وعید سنائی ہے' ان سے اجتناب کرتے ہوئے دور ہو جاؤ' آپس میں بھی ایک دوسرے کو ان سے بچنے کی نصیحت کرو اور اپنے رب کی ملاقات کے وقت تک صبر کا مظاہرہ کرو کہ اس سے تمہیں دنیا و آخرت میں عزت' کرامت' عظمت و شوکت' نجات و سعادت اور فوزوفلاح نصیب ہو گی۔

مسلمانوں کے لئے اہم واجبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ سنت رسول ﷺ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں' اس میں بصیرت حاصل کریں' اس کی روشنی میں زندگی بسر کریں کیونکہ سنت نبوی وحی ثانی' کتاب اللہ کی تفسیر و تشریح اور قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (النحل١٦/ ٤٤)

"اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں کی جانب نازل فرمائے گئے ہیں آپ ان پر واضح کردیں اور تاکہ وہ غور کریں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ تِبْيَـٰنًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴾ (النحل١٦/ ٨٩)

"اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔"

مزید فرمایا:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْـَٔاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ﴾

(الأحزاب٣٣/ ٢١)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین (عمدہ) نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ (سے ملاقات) اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾

(الحشر٥٩/ ٧)

"جو چیز تمہیں پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور٢٤/ ٦٣)

"جو لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں' ان کو ڈرنا چاہئے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر (دنیا میں) کوئی آفت پڑ جائے یا (وہ

آخرت میں) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔"

ایسی بے شمار آیات ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع' آپؐ کی سنت کی تعظیم اور اسے مضبوطی سے تھامنا اور اس کی مخالفت سے اجتناب کرنا اور سنت کے مطابق عمل میں سستی اور کوتاہی سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ جو شخص بھی قرآن کریم میں تدبر اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ میں تفقہ سے کام لے گا اس کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ بندگان الٰہی کی بہتری و بھلائی' سعادت و کامرانی اور دنیا و آخرت کی کامیابی اور نجات کا انحصار اس بات پر ہے کہ قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی اتباع کی جائے' ان کی تعظیم کی جائے اور تمام حالات میں صبرواستقامت کے ساتھ ان کے مطابق عمل بھی کیا جائے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱسْتَجِيبُواْ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ وَأَنَّهُۥٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴾ (الأنفال۸/ ۲٤)

"اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ (ﷺ) تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ' آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کئے جاؤ گے۔"

نیز فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُواْ يَعْمَلُونَ ﴾ (النحل۱٦/ ۹۷)

"جو شخص نیک اعمال کرے گا (خواہ) مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔"

مزید فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ (المنافقون۶۳/ ۸)

"عزت تو صرف اللہ کے لئے' اس کے رسول کے لئے اور ایمانداروں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ راہنمائی فرمائی ہے کہ حیات طیبہ' اطمینان و سکون قلب اور راحت و عزت صرف اسی شخص کو حاصل ہو گی جو اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات پر لبیک کہے گا اور قول و عمل سے اس پر استقامت کا مظاہرہ کرے گا اور جو شخص کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرے گا اور ان کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کے ساتھ مشغولیت اختیار کرے گا تو وہ ہمیشہ عذاب' شقاوت و بدبختی' غم و اندوہ اور زندگی کی تنگی میں مبتلا رہے گا خواہ وہ ساری دنیا کا مالک کیوں نہ بن جائے اور پھر جب وہ دنیا سے رخصت ہو گا تو دنیا کے عذاب سے بھی زیادہ سخت اور ہولناک عذاب' جہنم کے عذاب سے اسے دوچار ہونا ہو گا' والعیاذ باللہ! ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَٰتُهُمْ إِلَّآ أَنَّهُمْ كَفَرُواْ بِٱللَّهِ وَبِرَسُولِهِۦ وَلَا يَأْتُونَ ٱلصَّلَوٰةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَٰرِهُونَ ﴿٥٤﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَٰلُهُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴾ (التوبة۹/ ٥٤-٥٥)

"اور ان کے خرچ (اموال) کے قبول ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی سوا اس کے کہ انہوں نے اللہ سے اور

اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا اور نماز کے لئے آتے ہیں تو سست و کاہل ہو کر اور خرچ کرتے ہیں تو ناخوشی سے۔ تم ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا' اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے' اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔"

اور فرمایا:

﴿ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴾ (طه ۲۰/ ۱۲۳۔۱۲۴)

"پس جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا۔ وہ گمراہ ہو گا نہ تکلیف میں پڑے گا اور جو شخص میری نصیحت سے منہ پھیرے گا' اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور روز قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (السجدة ۳۲/ ۲۱)

"اور یقیناً ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذاب دنیا کا بھی مزہ چکھائیں گے شاید (ہماری طرف) لوٹ آئیں۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴾ (الانفطار ۸۲/ ۱۳۔۱۴)

"بے شک نیکو کار نعمتوں (کی بہشت) میں ہوں گے اور بدکردار دوزخ میں۔"

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے اور ابرار و فجار کے دنیا و آخرت کے حالات پر محیط ہے کیونکہ مومن دنیا میں' قبر میں اور آخرت میں نعمتوں سے فیض یاب ہو گا خواہ دنیا میں اسے بظاہر فقر و مرض اور دیگر مختلف مصائب کا ہی کیوں نہ سامنا کرنا پڑا ہو' اسی طرح فاسق و فاجر اپنی دنیا میں' قبر میں اور آخرت میں جہنم ہی میں ہے خواہ دنیا میں وہ کیسی ہی دنیوی نعمتوں سے بہرہ ور کیوں نہ رہا ہو کیونکہ نعمت اور دولت تو دراصل اطمینان و سکون قلب اور دل کی نعمت و راحت کا نام ہے۔ پس مومن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان' اس کی ذات گرامی پر اعتماد' اس سے استغاثہ و فریاد اس کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے وعدہ کی تصدیق کے باعث اطمینان قلب' انشراح صدر اور انبساط ضمیر کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

فاسق و فاجر اپنے مریض دل' جہالت' تشکیک' اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے اعراض اور دنیوی لذتوں اور دلفریبیوں میں مشغولیت کے باعث ہمیشہ قلق و اضطراب بلکہ عذاب میں مبتلا رہتا ہے اور پھر خواہش پرستی اور شہوت رانی کا نشہ اس کے دل کو اس بارے میں سوچنے اور سمجھنے سے بھی اندھا کر دیتا ہے' لہٰذا اے مسلمانو! خبردار اور ہوشیار ہو کر اس حقیقت کو جان لو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے' اسے خوب اچھی طرح سمجھو اور اسے حرز جان بنالو اور پھر اپنے رب کی ملاقات کے دن تک اس پر استقامت کے ساتھ ڈٹ جاؤ' اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ابدی و سرمدی نعمتوں سے فیض یاب ہو گے اور جہنم کے عذاب سے بچ جاؤ گے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ

فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴾

(فصلت ٤١/ ٣٠-٣٢)

"جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے' ان پر فرشتے یہ کہتے ہوئے اترتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غمزدہ مت ہو (بلکہ) اس جنت و بہشت کی بشارت و خوشخبری سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمہارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے (بہشت میں) موجود ہو گی (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُوا۟ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ خَٰلِدِينَ فِيهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴾ (الأحقاف٤٦/ ١٣-١٤)

"تحقیق جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے' پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو کچھ خوف ہو گا نہ وہ غمزدہ ہوں گے' یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (یہ) اس کا بدلہ (ہے) جو وہ کیا کرتے تھے۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ سب کو اپنے ان بندوں میں سے بنا دے اور ہم سب کو اپنے نفس کی شرارتوں اور برے اعمال سے محفوظ رکھے' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ

تمام مسلمانوں کے لئے ایک نصیحت

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام جو اس تحریر کو دیکھے -- مجھے اور انہیں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اور انہیں ان لوگوں کے راستے سے بچائے جن پر وہ غصے ہوا اور گمراہوں کے راستے سے بھی بچائے۔ آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' امابعد:

حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل کے پیش نظر یہ تحریر محض نصیحت و تذکیر کے لئے ہے:

﴿ وَذَكِّرْ فَإِنَّ ٱلذِّكْرَىٰ تَنفَعُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الذاریات٥١/ ٥٥)

"اور نصیحت کرتے رہیں یقیناً نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ ﴾ (المائدة٥/ ٢)

"نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَٱلْعَصْرِ ۝١ إِنَّ ٱلْإِنسَـٰنَ لَفِى خُسْرٍ ۝٢ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ﴾ (العصر ۱۰۳/ ۱۔۳)

"عصر کی قسم! تحقیق تمام انسان نقصان میں ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں (ایک دوسرے کو) حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "دین نصیحت و خیر خواہی کا نام ہے۔" عرض کیا گیا کس کے لئے نصیحت و خیر خواہی؟ فرمایا "اللہ کے لئے' اس کی کتاب کے لیے' اس کے رسول کے لئے' مسلم حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔" (مسلم)

یہ محکم آیات اور یہ حدیث شریف تذکیر و نصیحت کی مشروعیت پر صریحاً دلالت کرتی ہیں' نیز ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق بات کی تلقین کی جائے اور اس کی دعوت دی جائے کیونکہ اس سے مومنوں کو نفع حاصل ہوتا ہے' جاہلوں کو علم حاصل ہوتا ہے گمراہوں کو راہنمائی ملتی ہے' غافل کو تنبیہہ ہو جاتی ہے' بھولے ہوئے کو سبق یاد آ جاتا ہے' عالم کو عمل کی ترغیب حاصل ہوتی ہے' علاوہ ازیں اس میں اور بھی بہت سی مصلحتیں کارفرما ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق کو اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ اس کی عبادت و اطاعت بجا لائے اور رسولوں کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ اسے یہ یاد دہانی کرائیں' جنت کی بشارت سنائیں اور جہنم کے عذاب سے ڈرائیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات ۵۱/ ۵۶)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔"

فرمایا:

﴿ وَأَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ ۚ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا ٱلْبَلَـٰغُ ٱلْمُبِينُ ﴾ (التغابن ۶۴/ ۱۲)

"اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو' اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔"

مزید فرمایا:

﴿ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ﴾ (النساء ۴/ ۱۶۵)

"(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر (بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔"

اور فرمایا:

﴿ فَذَكِّرْ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ﴾ (الغاشیة ۸۸/ ۲۱)

"پس تم نصیحت کرتے رہو کہ تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔"

ہر وہ شخص جس کے پاس علم ہے' اس پر واجب ہے کہ وہ نصیحت کرے' اللہ تعالیٰ کے لئے ہمدردی و خیر خواہی کرے' حسب استطاعت دعوت الی اللہ کا کام کرے تاکہ وہ تبلیغ و دعوت کے فریضہ کو ادا کر سکے' حضرات انبیا علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر سکے اور کتمان علم کے گناہ سے بچ سکے کہ اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ وعید سنائی ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴾ (البقرۃ۲/ ۱۵۹)

"تحقیق جو لوگ ہمارے حکموں اور ہدایتوں کو جو ہم نے نازل کی ہیں (کسی غرض فاسد سے) چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے ان لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اپنی کتاب میں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے' ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔"

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص نیکی کے کام کی طرف راہنمائی کرے اسے بھی عمل کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔" نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے "جس نے کسی گمراہی کی طرف دعوت دی' اسے ان سب لوگوں کے گناہ کے برابر گناہ ہو گا جو اس پر عمل کریں گے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔"

ان بنیادی حقائق کو معلوم کرنے کے بعد میں' تمہیں اور اپنے آپ کو بھی یہ وصیت کرتا ہوں کہ ظاہر و باطن اور تنگی و خوشحالی ہر حال میں' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تقویٰ کو اختیار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بھی یہی وصیت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدۡ وَصَّيۡنَا ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ وَإِيَّاكُمۡ أَنِ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ ﴾ (النساء۴/ ۱۳۱)

"جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی' ان کو بھی اور (اے محمد ﷺ!) آپ کو بھی ہم نے تاکیدی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔"

نبی کریم ﷺ اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع و طاعت کے بجا لانے کی وصیت کرتا ہوں۔"

تقویٰ ایک ایسا جامع کلمہ ہے جس میں خیروبھلائی کی تمام صورتیں آ جاتی ہیں اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ان تمام امور کو ادا کیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے' ان تمام امور سے اجتناب کیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور پھر یہ سب کچھ اخلاص و محبت' ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تقویٰ کا حکم دیا ہے اور وعدہ فرمایا ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے سے ان کے معاملات آسان ہو جائیں گے' مشکلات چھٹ جائیں گی' رزق میں کشادگی آ جائے گی' گناہ معاف ہو جائیں گے اور جنت کی کامیابی و کامرانی ان کا مقدر بنے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمۡۚ إِنَّ زَلۡزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَيۡءٌ عَظِيمٞ ﴾ (الحج۲۲/ ۱)

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو' یقیناً قیامت کا زلزلہ ایک حادثہ عظیم ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَلۡتَنظُرۡ نَفۡسٞ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٖۖ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرُۢ بِمَا تَعۡمَلُونَ ﴾ (الحشر۵۹/ ۱۸)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (یعنی قیامت) کے لئے کیا سامان بھیجا ہے؟ اور (ہم پھر کہتے ہیں کہ) اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا ۝٢ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٢-٣)

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا (تو) وہ اس کے لئے (رنج و محن سے) خلاصی کی صورت پیدا کر دے گا۔"

مزید فرمایا:

﴿ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴾ (القلم ٦٨/ ٣٤)

"بلاشبہ پرہیز گاروں کے لئے ان کے پروردگار کے ہاں نعمت کے باغ ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّـَٔاتِهِۦ وَيُعْظِمْ لَهُۥٓ أَجْرًا ﴾ (الطلاق ٦٥/ ٥)

"اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا' وہ اس سے' اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجر عظیم بخشے گا۔"

اے مسلمانو! اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت و بندگی بجالاؤ' تمام حالات میں تقویٰ اختیار کرو' اپنے تمام اقوال' اعمال اور معاملات میں اپنا محاسبہ کرتے رہا کرو' ان میں سے جو شریعت کے مطابق ہوں انہیں اختیار کئے رکھو اور جو شریعت کے مخالف ہوں انہیں ترک کر دو خواہ اس میں بظاہر کتنا ہی دنیوی فائدہ کیوں نہ ہو کیونکہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دنیوی مال و دولت سے بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ یاد رکھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے کسی چیز کو چھوڑ دے' اللہ تعالیٰ اسے یقیناً اس سے بہتر چیز سے نواز دیتا ہے۔ اگر بندگان الٰہی اپنے رب کی اطاعت بجالائیں' اس کے تقویٰ کو اختیار کریں' اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور اس نے جس سے منع کیا ہے اس سے اجتناب کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں عزت' کامیابی و کامرانی اور رزق کی فراوانی عطا فرمائے گا' مشکلات سے نکال دے گا اور دنیا و آخرت میں سعادت و نجات سے سرفراز فرمائے گا۔

ہر وہ عقل مند جس میں ادنیٰ سی بھی بصیرت ہو اس سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت قساوت قلبی اور آخرت سے روگردانی میں مبتلا ہو کر اسباب نجات سے غافل اور دنیا ہی میں منہمک ہے اور حلال و حرام کی تمیز کے بغیر حرص و ہوس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دنیا (دھن دولت وغیرہ) جمع کرنے اور انواع و اقسام کے لہوولعب اور غفلت و مدہوشی میں مبتلا ہے اور اس کا سبب صرف یہ ہے کہ دل آخرت سے غافل اور اللہ کے ذکر اور اس کی محبت سے خالی ہیں اور اس کی نعمتوں اور ظاہری و باطنی نشانیوں میں غوروفکر سے کام نہیں لیتے' اس کی ملاقات کے لئے تیاری نہیں کرتے' اس کی بارگاہ اقدس میں کھڑے ہونے کا تصور نہیں کرتے اور نہ یہ خیال کرتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی سے انہیں جنت میں جانے کی اجازت ملے گی یا جہنم رسید ہونے کا حکم!

مسلمانو! اپنی حقیقت کو پہچانو' اپنے رب کی بارگاہ اقدس میں توبہ کرو' دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرو' فرائض کی ادائیگی میں جلدی کرو' حرام امور سے اجتناب کرو تاکہ دنیا و آخرت میں عزت' امن' ہدایت اور سعادت کی کامرانیوں سے ہمکنار ہو سکو' دنیا ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے اور اسے آخرت پر ترجیح دینے سے باز آ جاؤ کیونکہ یہ تو اللہ کے دشمنوں اور تمہارے کافر و منافق دشمنوں کی صفت ہے اور دنیوی و اخروی عذاب کا ایک اہم سبب بھی' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّونَ ٱلْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴾ (الإنسان ٧٦/ ٢٧)

"یقیناً یہ لوگ دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور (قیامت کے) بھاری دن کو پس پشت چھوڑ (ڈال) دیتے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَٰلُهُمْ وَلَآ أَوْلَٰدُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَٰفِرُونَ ﴾ (التوبة۹/ ۵۵)

"آپ کو ان کے مال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں (یعنی تم ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا) یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں سے دنیا کی زندگی میں ان کو عذاب دے اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔"

تم دنیا کے لئے پیدا نہیں کئے گئے' بلکہ تم تو آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو' تمہیں حکم یہ دیا گیا ہے کہ آخرت کے لئے زاد راہ تیار کرو۔ یاد رکھو تمہیں دنیا کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کو تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے جس کی خاطر تمہیں پیدا کیا گیا ہے' دنیا کو استعمال کر سکو اور اس کی ملاقات کے لئے تیاری کر سکو تاکہ اس کے فضل و کرم اور جنت میں اس کے پڑوس کے مستحق قرار پا سکو۔ ایک عقل مند آدمی کو یہ قطعاً زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے خالق و مربی کی عبادت سے اور جو اس نے اس کی عزت و سرخ روئی کے لئے تیار کر رکھا ہے' اس سے اعراض کرے' شہوت پرستیوں میں مشغول رہے' عارضی و فانی دنیا کے حصول ہی کو مقصد حیات قرار دے لے' جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر دیئے اور دنیا و آخرت کے احسن انجام کا وعدہ فرمایا ہے۔ مسلمان آدمی کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے کہ وہ اکثریت کے طرز عمل سے فریب خوردہ ہو اور کہے کہ لوگ تو اس طرف جا رہے ہیں' اور لوگ تو اس بات کے عادی ہیں اور میں بھی انہیں میں سے ایک ہوں حالانکہ یہ طرز فکر ایک بہت بڑی مصیبت ہے' سابقہ لوگوں میں سے اکثریت کی تباہی و بربادی کا سبب یہی مریضانہ سوچ تھی۔ اس کے برعکس عقل مند آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنا محاسبہ کرے' حق کو مضبوطی سے تھام لے خواہ لوگوں نے اسے چھوڑ رکھا ہو اور ان امور سے باز رہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے خواہ لوگ ان کا ارتکاب کر رہے ہوں کیونکہ حق اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِى ٱلْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ ﴾ (الأنعام۶/ ۱۱۶)

"اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر تم ان کا کہنا مان لو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَآ أَكْثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴾ (یوسف۱۲/ ۱۰۳)

"اور بہت سے آدمی گو آپ کتنی ہی خواہش کریں' ایمان لانے والے نہیں ہیں"

بعض سلف صالحین نے کیا خوب صورت بات کہی ہے کہ حق سے روگردانی نہ کرو خواہ حق پر چلنے والوں کی تعداد کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اور باطل سے فریب نہ کھاؤ' خواہ باطل کی وجہ سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

میں اپنی اس نصیحت کو اب ان پانچ امور پر ختم کرتا ہوں جو تمام خیروبھلائی کا سرچشمہ ہیں:

(۱) تمام قولی و عملی (فعلی) عبادتوں کو اخلاص کے ساتھ صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کے لئے انجام دیا جائے' ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے شرک سے اجتناب کیا جائے' یہ تمام واجبات میں سب سے بڑا واجب اور تمام امور میں سب سے

زیادہ اہم امر ہے اور یہی معنی ہیں لاالہ الا اللہ کی گواہی دینے کے۔ اگر یہ اصول صحیح سلامت ہے تو پھر بندوں کے اعمال و اقوال بھی صحیح ہیں ورنہ نہیں' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾ (الزمر ۳۹/ ٦٥)

"اور یقیناً (اے محمد ﷺ!) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں سے ہو جاؤ گے۔"

(۲) قرآن اور سنت رسول اللہ ﷺ میں تفقہ حاصل کرنا اور ان دونوں کو مضبوطی سے تھام لینا اور اگر دین کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس کے لئے اہل علم کی طرف رجوع کرنا' چنانچہ ہر مسلمان کے لئے یہی واجب ہے کہ وہ اس مشکل کے حل کے لئے اہل علم کی طرف رجوع کرے' اسے ترک نہ کرے اور نہ اس سے اعراض کرے اور علم و بصیرت کے بغیر محض اپنی رائے اور خواہش کی پیروی نہ کرے' چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ کی گواہی دینے کے یہی معنی ہیں۔ اس گواہی نے بندے پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ اس بات پر ایمان رکھے کہ بلاشک و شبہ حضرت محمد ﷺ' اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں لہٰذا آپ جس دین و شریعت کو لائے ہیں اسے مضبوطی سے تھام لیا جائے' آپ نے جو خبریں دی ہیں ان کی دل و جان سے تصدیق کی جائے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کے لئے صرف وہی طریقے اختیار کئے جائیں جو اس نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی ہمیں سمجھائے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ﴾ (آل عمران ۳/ ۳۱)

"(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو' اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ﴾ (الحشر ٥۹/ ۷)

"جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو۔"

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "جس نے ہمارے اس دین (اسلام) میں کوئی ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہ ہو تو وہ (عمل) مردود ہے۔" (متفق علیہ) آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا امر نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (صحیح مسلم) جو شخص بھی قرآن و سنت سے اعراض کرے وہ اپنی خواہش کا پجاری اور اپنے مولا کا نافرمان ہے اور اس نافرمانی کی وجہ سے عذاب اور سزا کا مستحق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ﴾ (القصص ۲۸/ ٥٠)

"پھر اگر یہ لوگ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔"

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴾ (النجم ٥۳/ ۲۳)

"یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور خواہشات نفس کے پیچھے چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔"

خواہش نفس کی پیروی سے اللہ محفوظ رکھے' یہ دل کے نور کو بجھا دیتی اور راہ حق سے روک دیتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ﴾ (صٓ ٣٨/ ٢٦)

"اور خواہش کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔"

اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے' خواہش نفس کی پیروی کرنے اور ہدایت سے اعراض کرنے سے بچو' حق کے دامن کو مضبوطی سے تھامو' اسی کی دعوت دو اور اس کی مخالفت سے بچو تاکہ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو سمیٹ کر کامیابی و کامرانی حاصل کر سکو!

(۳) نماز پنجگانہ کو قائم کرنا اور باجماعت ادا کر کے اس کی حفاظت کرنا کیونکہ شہادتین کے بعد یہ سب سے اہم اور عظیم فریضہ ہے' یہ دین کا ستون اور ارکان اسلام میں سے دوسرا بڑا رکن ہے۔ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے اسی کا حساب ہو گا' جس نے اس کی حفاظت کر لی اس نے گویا اپنے سارے دین کی حفاظت کر لی اور جس نے اسے ترک کر دیا اس نے اسلام ہی کو چھوڑ دیا۔ آہ! نماز چھوڑنے والے جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہوں گے تو وہ کس قدر حسرت و ندامت کے ساتھ کف افسوس ملیں گے اور کس قدر بدترین انجام سے دوچار ہوں گے!

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! خود بھی نماز کی حفاظت فرماؤ اور لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرو۔ جو شخص نماز میں سستی کرے یا اسے چھوڑے اسے خوب خوب سمجھاؤ کیونکہ یہ نیکی و تقویٰ کے کاموں میں تعاون ہے اور صحیح حدیث میں ہے' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَلْعَهْدُ الَّذِيْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ»

"ہمارے اور ان کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے جس نے اسے ترک کر دیا اس نے کفر کیا۔"

اس حدیث کو امام احمد اور اہل سنن نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

«بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ»

"آدمی اور کفر و شرک کے درمیان فرق' ترک نماز سے ہے۔"

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں بیان فرمایا ہے اور نبی کریم ﷺ کا مشہور ارشاد گرامی ہے کہ "تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے سمجھا دے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو پھر دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے" (صحیح مسلم)

(۴) فریضۂ زکوٰۃ کے ادا کرنے کی طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہئے اور کوشش کر کے اسے اس طرح ادا کیا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے کیونکہ یہ ارکان اسلام میں سے تیسرا اہم رکن ہے۔ ہر مکلف مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے مال کا حساب کرے' خوب اچھی طرح سے اسے گنے اور جس مال پر ایک سال گزر گیا ہو' اس کی زکوٰۃ ادا کرے بشرطیکہ وہ نصاب کے مطابق ہو اور پھر اسے طیب خاطر (خوش دلی) اور انشراح صدر کے ساتھ اس جذبہ سے ادا

کرے کہ وہ فریضہ الٰہی کو ادا اور اس کی نعمت کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اور اس کے بندوں پر احسان کر رہا ہے' جب مسلمان اس انداز سے زکوٰۃ ادا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے دوگنا اجروثواب عطا فرمائے گا' اس نے جو خرچ کیا اس کے بدلہ میں اسے اور مال عطا فرمائے گا' اس کے مال میں برکت عطا فرمائے گا اور اس کے مال کو پاک صاف کر دے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ﴾ (التوبة٩/ ١٠٣)

"(اے پیغمبر!) آپ ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیں' اس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں اور ان کے لئے دعا کر دیجئے"

اگر کوئی شخص سستی کرے اور زکوٰۃ ادا کرنے میں بخل سے کام لے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے' اس کے مال کو برکت سے محروم کر دیتا ہے' اس پر تباہی و بربادی کو مسلط کر دیتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ اس کا مال تلف ہو اور ناحق کاموں میں خرچ ہو اور پھر قیامت کے دن اسے عذاب بھی دے گا' چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴾

(التوبة٩/ ٣٤)

"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے' ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔"

ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے' اس کے مالک کو قیامت کے دن عذاب ہو گا' اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اپنے عذاب سے بچائے۔

مسلمانوں کے غیر مکلف افراد (یعنی جو شرعی احکام کی ادائیگی سے مستثنیٰ ہیں) جیسے نابالغ بچہ یا دیوانہ آدمی ان کے پاس اگر مال ہے تو ان کے سرپرست کی ذمے داری ہے کہ وہ سال گذرنے پر اس مال میں سے زکوٰۃ ادا کریں' کیونکہ کتاب و سنت کے عمومی دلائل پر مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب پر دلالت کرتے ہیں' چاہے وہ مکلف ہو یا غیر مکلف۔

(۵) ہر مکلف مسلمان پر یہ واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت کہ وہ ہر اس کام میں جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالائے مثلاً رمضان کے روزے رکھے' استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرے اور ان دیگر تمام امور کو بھی ادا کرے' جن کے کرنے کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے' حرمات الٰہی کی تعظیم بجالائے' غوروفکر کرتا رہے کہ اسے کس لئے پیدا کیا اور کیا حکم دیا گیا ہے' ہمیشہ اپنا محاسبہ بھی کرتا رہے کہ اگر وہ اپنے فرائض و واجبات کو صحیح طور پر ادا کر رہا ہے تو اس پر خوش ہو' اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا بیان کرے' اس سے ثابت قدمی کی دعا مانگے اور فخر و غرور نہ کرے اور اپنے آپ کو پاک سمجھنے سے پرہیز کرے اور اگر محاسبہ کے وقت یہ محسوس کرے کہ فرائض و واجبات کے ادا کرنے میں کوتاہی ہو رہی ہے یا وہ بعض حرام امور کا ارتکاب کر رہا ہے تو اسے فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرنی چاہیئے۔ ندامت کا اظہار کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر استقامت کے ساتھ چلنا چاہئے' کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر' استغفار اور الحاح و زاری کرنا چاہئے' سابقہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ کے لئے نیک قول و عمل کی توفیق مانگنی چاہئے۔ بندے کو اگر اس امر عظیم کی توفیق مل جائے تو یہ سعادت اور دنیا و آخرت میں نجات کا عنوان ہے۔

جب کوئی شخص اپنے نفس سے غافل ہو کر اپنی خواہشات و شہوات کے پیچھے چل پڑے اور اپنی آخرت کی تیاری سے غافل ہو جائے تو یہ ہلاکت کا عنوان اور خسارے کی دلیل ہے لہٰذا ہرایک کو خود اپنا جائزہ لینا چاہئے' اپنا محاسبہ خود کرتے رہنا چاہئے' اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہئے کیونکہ اپنے عیوب کو دیکھنے سے آدمی کو بہت غم و اندوہ لاحق ہو گا' اپنے ہی فکر میں' دوسروں سے بے نیاز ہو کر غلطاں و پیچاں ہو گا اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اس سے عفوو مغفرت کا سوال کرے گا۔ محاسبہ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت و انکساری کا اظہار دنیاو آخرت میں سعادت اور فلاح و عزت کا سبب ہے۔

ہر مسلمان کو جاننا چاہئے کہ اسے جو بھی صحت' نعمت' مقام و مرتبہ کی بلندی اور خوشحالی نصیب ہو تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے اور اسے جو مرض' مصیبت' فقر' قحط سالی اور دشمن کے غلبہ کی صورت میں مصائب لاحق ہوں تو یہ اس کے گناہوں کا نتیجہ ہیں۔

دنیا میں جو بھی آلام و مصائب پیش آتے ہیں تو ان کا سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی' اس کے حکم کی مخالفت اور اس کے حقوق ادا کرنے میں سستی و کوتاہی ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُواْ عَن كَثِيرٍ ﴾ (الشوری۴۲/ ۳۰)

''اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے' سو تمہارے اپنے فعلوں سے ہے اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿ ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِي ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِي عَمِلُواْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (الروم۳۰/ ٤١)

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آ جائیں۔''

اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو' اس کے امرونہی کی تعظیم بجالاؤ' اپنے تمام گناہوں سے اس کے حضور جلد توبہ کرو' اسی کی ذات گرامی پر اعتماد اور توکل کرو' وہ ساری مخلوق کا خالق و رازق ہے' ساری مخلوق کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں' مخلوق میں سے کوئی بھی اپنے لئے نقصان' نفع' موت' حیات اور مرنے کے بعد از خود جی اٹھنے کا مالک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بندو! اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے' اپنے رب اور اس کے رسول کے حق کو دوسروں کے حق و طاعت پر مقدم جانو خواہ وہ کوئی بھی ہوں۔ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دو' برائی سے منع کرو' اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھو' کثرت سے ذکر الٰہی اور توبہ و استغفار کرتے رہو' نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو لیکن گناہ اور ظلم کے کاموں میں تعاون نہ کرو' بے وقوف لوگوں کے ہاتھوں کو پکڑ لو' ان سے احکام الٰہی کی پابندی کراؤ' نواہی سے انہیں روکو' اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرو اور اسی کی خاطر بغض رکھو' اللہ کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھو' صبر کرو ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو حتی کہ اپنے رب کی ملاقات کر لو ان اعمال صالحہ کے بجالانے سے تم حد درجہ سعادت' عزت و کامرانی اور بلندوبالا اور ارفع و اعلیٰ درجات پر فائز ہو جاؤ گے۔

ازلی و ابدی نعمتوں سے بھرپور جنتوں سے فیض یاب ہو جاؤ گے' اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی رضا

کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے' سب کے دلوں کی اصلاح فرما دے' ہمارے دلوں کو اپنی خشیت' محبت' تقویٰ اپنے دین کی محبت اور اپنے بندوں کی ہمدردی و خیرخواہی سے بھر دے' ہمیں اور آپ کو اپنے نفس کی شرارتوں اور اپنے برے اعمال کی خرابیوں سے بچائے' ہمارے اور دیگر مسلمانوں کے تمام حکمرانوں کو اپنی رضا کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے' ان کی بدولت حق کو غلبہ اور باطل کو ذلت و رسوائی سے دوچار کرے اور ہم سب کو گمراہ کن فتنوں سے محفوظ رکھے' بے شک وہی قادر و کارساز ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔ وَصَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

خاتمہ

نصیحت اور یاد دہانی

یہ تحریر ہر اس مسلمان کے نام ہے، جس کی نظر سے گزرے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مومن بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں کے راستے سے بچائے جن پر وہ غصے ہوا نیز گمراہوں کے راستے سے بھی بچائے۔ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ----- امابعد:

اس تحریر کا باعث آپ کی ہمدردی و خیرخواہی' اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت' دنیا و آخرت میں نفع دینے والے امور کی ترغیب اور ایسے کاموں سے بچانے (متنبہ اور چوکنا کرنے) کی تلقین کرنا ہے جو دنیا و آخرت میں تمہارے لئے نقصان دہ ہوں تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل ہو سکے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴾ (المائدۃ ۵/ ۲)

''نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو' گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو' بلاشبہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔''

نیز اس ارشاد باری تعالیٰ پر ہم عمل پیرا ہو سکیں:

﴿ وَٱلْعَصْرِ ۝ إِنَّ ٱلْإِنسَٰنَ لَفِى خُسْرٍ ۝ إِلَّا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلْحَقِّ وَتَوَاصَوْا۟ بِٱلصَّبْرِ ﴾ (العصر ۱۰۳/ ۱-۳)

''عصر کی قسم! یقیناً تمام انسان نقصان میں ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور آپس میں (ایک دوسرے کو) حق (بات) کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرنے کا حکم دیا ہے نیز گناہ اور ظلم کی باتوں میں تعاون نہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور جو شخص ایسا نہ کرے اسے سخت عذاب کی وعید بھی سنائی ہے اور اس

مختصر مگر جامع سورۂ مبارکہ ---- سورۂ العصر---- میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ تمام لوگوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ (۱) ناکام و نامراد اور (۲) کامیاب و بامراد۔ پھر فرمایا کامیاب اور بامراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے' نیک عمل کرتے رہے' آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے' تو جس شخص میں یہ چاروں صفات جمع ہو جائیں وہ مکمل طور پر کامیاب و کامران اور دنیا و آخرت کی ابدی سعادت اور عزت و نجات سے شاد کام (ہمکنار) ہے اور جو شخص ان صفات سے جس قدر محروم ہو گا وہ اسی قدر کامیابی و کامرانی سے بھی محروم ہو گا اور اپنی کمی و کوتاہی اور واجبات سے غفلت و اعراض کے مطابق خسارہ و نقصان اور شر و فساد سے دوچار ہو گا۔ لہٰذا اے اللہ کے بندو! اپنے اللہ سے ڈر جاؤ' کامیاب و کامران لوگوں کے اخلاق کو اختیار کرو' آپس میں ایک دوسرے کو بھی اسی کی تلقین کرو' خسارہ و نقصان اٹھانے والوں کی صفات اور مفسدین کے اعمال سے بچو' ان کے ترک کر دینے کے سلسلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور لوگوں کو ان اعمال سے بچاؤ تاکہ نجات' سلامتی اور عافیت کی کامیابی و کامرانی سے بہرہ ور ہو سکو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "دین ہمدردی و خیر خواہی کا نام ہے" دین ہمدردی و خیر خواہی کا نام ہے' دین ہمدردی و خیر خواہی کا نام ہے' عرض کیا گیا کس کے لئے ہمدردی و خیر خواہی؟ فرمایا: "اللہ کے لئے' اللہ کی کتاب کے لئے' اللہ کے رسول کے لئے' مسلمان حکمرانوں کے لئے اور عامۃ المسلمین کے لئے!"

سب سے اہم امور جن کے لئے ہمدردی و خیر خواہی اور تلقین و تاکید ضروری ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبیؐ امین ﷺ کی سنت کی تعظیم کرنا' ان کے دامن کو مضبوطی سے تھامنا اور تمام احوال میں لوگوں کو انہی کی طرف دعوت دینا ہے کیونکہ دنیا و آخرت میں سعادت' ہدایت اور نجات حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعظیم نہ کی جائے اور وفات تک صبر و استقامت کے ساتھ اعتقاد اور قول و عمل کو انہی کے ساتھ وابستہ نہ رکھا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے' ہر خیر و بھلائی کو اسی کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی ﷺ معصیت و نافرمانی کی صورت میں دنیا و آخرت کے طرح طرح کے عذابوں' ذلتوں اور رسوائیوں کی وعید سنائی ہے' جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ (النور ٢٤/ ٥٤)

"(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول (اللہ) کے حکم پر چلو' اگر تم منہ موڑو گے تو رسول پر (اس چیز کا ادا کرنا ہے) جو ان کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا ہے) جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف (احکام الٰہی کا) پہنچا دینا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (الأنعام٦/ ١٥٥)

"یہ برکت والی کتاب بھی ہم نے اتاری ہے' تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔"

اور فرمایا:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور ٢٤/ ٦٣)

"جو لوگ پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہئے (ایسا نہ ہو کہ) ان پر (دنیا میں) کوئی آفت پڑ جائے یا (آخرت میں) تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو"

نیز فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدْخِلْهُ جَنَّـٰتٍ تَجْرِى مِن تَحْتِهَا ٱلْأَنْهَـٰرُ خَـٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ۝ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدْخِلْهُ نَارًا خَـٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾ (النساء٤/ ١٣-١٤)

"(یہ تمام احکام) اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرے گا' اللہ اس کو بہشتوں (باغات) میں داخل کرے گا' جن میں نہریں بہہ رہی ہیں' وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا اس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا' جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت کا عذاب ہو گا۔"

ان آیات محکمات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے' کتاب اللہ کی اتباع کی ترغیب ہے' ہدایت و رحمت اور دخول جنت کو اللہ و رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت و نافرمانی کی صورت میں فتنہ اور ذلت کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! اس سے ڈر جاؤ جس سے تمہیں اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے' اس چیز کے بجالانے میں سبقت کرو' جس کا اس نے حکم دیا ہے اور پھر اس سلسلہ میں اخلاص' صدق' شوق اور خوف کے پہلو کو بھی فراموش نہ کرو تو ہر چیز کے حاصل کر لینے اور دنیا و آخرت کے ہر شر سے محفوظ رہنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سب سے بڑی اطاعت تو یہ ہے کہ اس کی شریعت کو نافذ کیا جائے' حکم شریعت کے سامنے سر تسلیم و رضا خم کر دیا جائے' اس کی ایک دوسرے کو تلقین کی جائے اور اس کی مخالفت سے ڈرایا جائے تاکہ حسب ذیل ارشاد باری تعالیٰ پر عمل ہو سکے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴾ (النساء٤/ ٦٥)

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں' تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ لوگ اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام تنازعات میں رسول اللہ ﷺ کو منصف نہ بنا لیں اور کسی جبر واکراہ کے بغیر' تسلیم و رضا کے ساتھ آپ کے ارشادات کے سامنے سر اطاعت نہ جھکا دیں اور پھر اس ارشاد کا تعلق دین و دنیا کے تمام مسائل و مشکلات سے ہے۔ جیسے اپنی حیات طیبہ میں آپ کی ذات گرامی تمام مسائل میں منصف تھی' ایسے ہی اب آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت منصف و حاکم ہے اور وہ شخص بلاشک و شبہ ایمان سے محروم ہے جو آپ کی سنت سے اعراض کرے یا اس کے سامنے سر تسلیم و رضا خم نہ کرے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا ٱخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَىْءٍ فَحُكْمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ ﴾ (الشوریٰ٤٢/ ١٠)

"اور تم جس بات (مسئلہ) میں اختلاف کرتے ہو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہو گا)"

اس دنیا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی اپنے بندوں کے اختلافات کا فیصلہ فرماتا ہے' اس وحی کے ذریعہ جو اس نے قرآن و سنت کی صورت میں اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہے اور قیامت کے دن وہ خود بنفس نفیس اپنے بندوں کے فیصلے فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور تم میں سے جو صاحب حکومت ہیں ان کی بھی' کسی بات میں تمہارا آپس میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو' یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیونکہ اسی پر دنیا و آخرت کی خیروبھلائی اور عزت اور قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نجات کا انحصار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاحب حکومت لوگوں کی اطاعت کا اطاعت اللہ و اطاعت رسول پر عطف کے ساتھ ذکر فرمایاہے اور عامل کو دوبارہ ذکر نہیں فرمایا کیونکہ اولو الامر کی اطاعت صرف اسی صورت میں واجب ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر مبنی ہو اور اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت و نافرمانی لازم آتی ہو تو پھر کسی بھی انسان کی اطاعت واجب نہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اطاعت تو صرف نیکی کے کام میں ہے" اسی طرح آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "اگر خالق کی نافرمانی لازم آتی ہو تو پھر مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاتی" پھر مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ اپنے تنازعات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو' چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف واقع ہو جائے تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔"

اللہ کی طرف رجوع کرنے سے مراد اس کی کتاب کریم کی طرف رجوع کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع سے مراد آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ کی ذات گرامی کی طرف اور بعد ازوفات آپ کی سنت مطہرہ کی طرف رجوع کرنا ہے اور اس حکم کے بعد فرمایا کہ:

﴿ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل (انجام) بھی اچھا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمام مشکلات اور تنازعات کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانے ہی میں ان کی بہتری ہے اور دنیاو آخرت میں انجام کار کے اعتبار سے بھی اسی میں ان کی بھلائی ہے لہٰذا اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کے پھول برسائے! اس حقیقت کو جان لو! کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ تاکہ حیات طیبہ اور ابدی سعادت کی کامرانیاں تمہارا مقدر بن سکیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنۡ عَمِلَ صَٰلِحٗا مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤۡمِنٞ فَلَنُحۡيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةٗ طَيِّبَةٗۖ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ أَجۡرَهُم

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ (النحل ١٦/ ٩٧)

''جو مرد اور عورت بحالت ایمان نیک عمل کرے ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

سب سے بدترین برائی اور خرابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو چھوڑ کر وضعی قوانین' انسانوں کے بنائے ہوئے نظام' آباؤ اجداد کی عادات اور کاہنوں' جادو گروں اور نجومیوں کی باتوں کو اختیار کر لیا جائے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ ان باتوں میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بجائے انہی کو اپنے لئے پسند کئے ہوئے ہیں حالانکہ یہ بہت بڑے نفاق' کفر و ظلم اور فسق کی بہت بڑی علامت اور ان احکام جاہلیت میں سے ہے جن کو قرآن کریم نے باطل قرار دیا اور جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوٓا۟ إِلَى ٱلطَّـٰغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوٓا۟ أَن يَكْفُرُوا۟ بِهِۦ وَيُرِيدُ ٱلشَّيْطَـٰنُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَـٰلًۢا بَعِيدًا ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا۟ إِلَىٰ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَإِلَى ٱلرَّسُولِ رَأَيْتَ ٱلْمُنَـٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا﴾ (النساء٤/ ٦٠-٦١)

''کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلے کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر راستے سے دور ڈال دے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے اعراض کرتے اور رکے جاتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَٱحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَنۢ بَعْضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَٱعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ لَفَـٰسِقُونَ ۝ أَفَحُكْمَ ٱلْجَـٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ (المائدة٥/ ٤٩-٥٠)

''اور جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے' اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں' اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں' کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم فیصلے کے خواہش مند ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اللہ سے اچھا حکم (فیصلہ) کس کا ہے؟''

نیز فرمایا:

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ﴾ (المائدة٥/ ٤٤)

''اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے لوگ کافر ہیں۔''

﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّـٰلِمُونَ﴾ (المائدة٥/ ٤٥)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں"

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَـٰسِقُونَ ﴾ (المائدة٥/ ٤٧)

"اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے لوگ نافرمان (فاسق) ہیں"

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے شدید وعید ہے کہ وہ اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت سے اعراض کر کے کسی اور چیز کے مطابق حکم نہ دیں۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نہایت صراحت کے ساتھ یہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص شریعت کے بغیر حکم دے' وہ کافر' فاسق اور منافقین و اہل جاہلیت کے عادات و اطوار کو اپنائے ہوئے ہے۔ لہٰذا مسلمانو! اس سے ڈر جاؤ جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ڈرایا ہے' ہر چیز میں اس کی شریعت کے مطابق عمل کرو' شریعت کی مخالفت سے اجتناب کرو' آپس میں بھی ایک دوسرے کو اسی کی تلقین کرو' شریعت سے اعراض اور اس کی تنقیص کرنے والوں سے بغض رکھو اور انہیں اپنا دشمن سمجھو تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کامیاب ہو جاؤ' اس کے عذاب سے بچ جاؤ' اسی سے تم اپنے اس فرض کو ادا کر سکتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر عائد کیا ہے کہ اس کے ان دوستوں کے دوست بن جاؤ جو اس کی شریعت کے مطابق حکم دیتے ہیں اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت پر راضی ہیں اور اس کے ان دشمنوں کے دشمن بن جاؤ جو اس کی شریعت سے بے نیاز اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اور آپ کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' ہمیں اور آپ کو کافروں اور منافقوں کی مشابہت سے بچائے' اپنے دین کی مدد فرمائے اور اپنے دشمنوں کو ذلت و رسوائی سے دوچار کرے' بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ
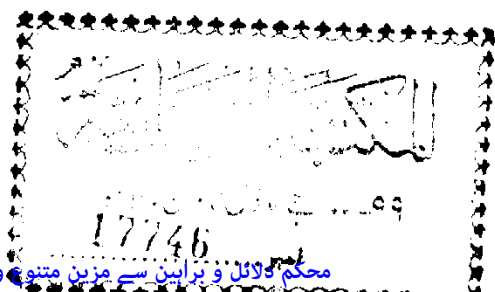
یہ کتاب

عصر حاضر کی عظیم علمی دعوتی اور عبقری شخصیت مفتی اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز حفظہ اللہ نے عقائد، عبادات، معاملات، شریعت الہیہ کے نفاذ اور غیر شرعی قوانین کے انکار کے وجوب پر دقیق مضامین کے علاوہ فتاویٰ پر مبنی "مجموعہ فتاویٰ و مقالات و تنبیہات و نصائح" کے نام سے مرتب کی ہے۔ جس کا نہایت مستند اردو ترجمہ پہلی مرتبہ شائع کیا جا رہا ہے۔ کتاب جادو، کہانت، نذر و نیاز، تصاویر، نفسیاتی بیماریاں، اطاعت والدین، نماز، روزہ، عمرہ، حج اور حج کی اقسام مکانوں اور پلاٹوں کی زکوٰۃ، بنکوں کے معاملات، وصیت، میراث، نکاح، طلاق، رشتے طے کرنے کے بارے میں مسائل، شادی بیاہ کی رسومات، غیر مسلم ممالک میں ہوٹلوں سے کھانا کھانے اور مسلم خواتین کے لئے پردہ سے متعلق احکامات، موسیقی، رشوت، سگریٹ نوشی، محفل میلاد النبی اور دیگر معاشرتی زندگی سے متعلق 300 سے زائد فتاویٰ پر مبنی ہے۔ اسلامی شریعت اور روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل سے مکمل آگاہی کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ہر مرد و زن کے لئے نہایت ضروری ہے۔

دارالسلام
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز

پوسٹ بکس نمبر 22743 ریاض 11416 مملکت سعودی عرب
ٹیلیفون 4033962 فیکس 4021659